بے منزل مسافر

اسلم راہی ایم اے

پیش لفظ

"بے منزل مسافر" آخری اُموی شہزادے عبدالرحمٰن الداخل کی داستان حیات ہے، بنوعباس کے ہاتھوں بنو اُمیہ کی تباہی اور قتل و غارت سے وہ کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔ دریائے فرات اور پھر افریقہ کی طرف بھاگا۔ بے منزل مسافر کی طرح دھکے کھاتا رہا۔ آخر قدرت نے اس کی راہنمائی کی اور اندلس کی حکومت اس کی جھولی میں ڈال دی۔

بڑے بڑے باغیوں اور سرکشوں کو اس نے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا۔ فرانس کے طاقتور شہنشاہ شارلیمان کو مار بھگایا اور فرانس میں گھس کر دور دور تک اپنی فتح مندی کے نشان ثبت کیے۔ وہ خوش اخلاق، خوش گفتار اور مسکرات و منکرات سے پرہیز کرنے والا تھا۔ وہ حلیم الطبع، چیتے سا ہوشیار اور شیر سا بہادر و جرأت مند تھا۔

"بے منزل مسافر" میں جہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ ایک معاملہ فہم اور زیرک حکمران کی حیثیت سے نظر آئے گا وہاں اس کا سالار یوسف بن بخت بھی ایک مثالی قائد اور ایک بے نظیر سالار اور صاحب دل کی حیثیت سے نمودار ہوگا۔

"بے منزل مسافر" جہاں ایک ناول ہے، وہاں مسلم تاریخ کا ایک عمدہ باب بھی ہے جس پر عالم اسلام فخر کر سکتا ہے۔

"بے منزل مسافر" میں فرانس کے شہنشاہ شارلیمان کی بھتیجی بھی نظر آئے گی جو عالم اسلام کے عظیم سپہ سالار اور بے مثال فرزند یوسف بن بخت کو پسند کرتی تھی۔

"بے منزل مسافر" یقیناً ایک ایسا ناول ہے جو نہ صرف آپ کی معلومات میں اضافہ کرے گا بلکہ معزز قارئین کی امیدوں پر بھی پورا اترے گا۔

اسلم راہی ایم اے

دریائے فرات کے کنارے چھوٹا سا ایک خیمہ نصب تھا۔ سامنے درختوں سے ڈھکی ایک بستی کے آثار بھی دکھائی دے رہے تھے۔ خیمے کے اندر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا جو خیمے سے کھیلتے باہر اپنے بچے کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کی نگاہیں بڑی اداسی کے انداز میں خیمے کے اندر پشتی حصہ میں دریائے فرات کی طرف بھی اٹھ جاتی تھیں جس کی لہریں ہلکے ہلکے ہلکوروں کے ساتھ ساحل کو چھوتی ہوئی اپنی روانگی کا پتہ دے رہی تھیں۔

خیمے میں بیٹھا یہ نوجوان آخری اموی شہزادہ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام تھا اور خیمے سے باہر جو بچہ کھیل رہا تھا وہ اس کا بیٹا سلیمان تھا۔ جب اس کے عزیز و اقارب رشتہ داروں کو بنوعباس نے چن چن کر قتل کر دیا تب عبدالرحمٰن اپنے ایک چھوٹے بھائی اور اپنے آزاد کردہ غلام بدر کے ساتھ کسی نہ کسی طرح جان بچا کر دریائے فرات پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

عبدالرحمٰن کا چھوٹا بھائی اور بدر دونوں ضرورت کا سامان خریدنے کے لیے سامنے دکھائی دینے والی بستی کی طرف گئے ہوئے تھے۔ لہٰذا عبدالرحمٰن اس وقت چھوٹے سے خیمے میں اکیلا تھا اور دل بہلانے کے لیے خیمے سے باہر کھیلنے والے اپنے بیٹے سلیمان کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک وہ چونکا۔

اس لیے کہ بستی کی طرف سے بدر بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا خیمے کی طرف آ رہا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن فوراً خیمے سے نکلا۔ بدر کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بدر چلاتے ہوئے اسے مخاطب کر کے بول اٹھا۔

"امیر یہاں سے بھاگنے والی بات کریں بنوعباس کے مسلح جوان ہمارے تعاقب میں یہاں پہنچ چکے ہیں اگر ہم نے تھوڑی سی بھی تاخیر کر دی تو وہ ہم سب کو آن لیں گے۔"

عبدالرحمٰن نے بڑی بدحواسی میں جب اپنے چھوٹے بھائی سے متعلق پوچھا تب جلدی جلدی خیمے میں داخل ہوتے ہوئے بدر کہنے لگا۔ "آپ اس کے متعلق فکر مند نہ ہوں وہ میرے پیچھے پیچھے ہی بھاگتا ہوا ادھر آ رہا ہے۔"

یہ صورتحال عبدالرحمٰن کے لیے بڑی پریشان کن تھی وہ بھی خیمے میں داخل ہوا، کونے میں پڑی بڑی سی ڈھال اس نے اپنی پشت پر باندھ لی اس وقت تک بدر بھی ایک خالی بڑی چرمی خرجین کو اپنی پیٹھ پر باندھنے کے بعد اس کے اوپر ڈھال باندھ چکا تھا ایسا کرنے کے بعد اس نے پھر عبدالرحمٰن کو مخاطب کیا۔

"امیر! تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لیے تو ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ ہم بلا جھجک دریائے فرات میں کود جائیں اور تیرتے ہوئے اس پار پہنچ جائیں۔ اس کے علاوہ تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔"

فکرمندی سے خیمے سے باہر دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن نے اثبات میں سر ہلایا۔ گویا وہ بدر کی تجویز سے اتفاق کر رہا تھا اس نے دیکھا، اس کا چھوٹا بھائی بھی بھاگتا ہوا خیمے کی طرف آ رہا تھا ساتھ ہی عبدالرحمٰن اور بدر دونوں کو فکرمند کرنے کے لیے' جو صورتحال دکھائی دی وہ یہ کہ بستی سے باہر انہیں کئی گھڑسوار بھی دکھائی دیئے جو بنوعباس کے سیاہ پرچم لہراتے ہوئے ان کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے تھے۔

اس منظر کو دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن اور بدر دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کیا۔ بدر تو پہلے ہی اپنی پیٹھ پر سامان باندھ چکا تھا۔ عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے سلیمان کو اچک کر اٹھایا اور پھر دونوں دریا میں کود گئے ساتھ ہی عبدالرحمٰن نے چلا چلا کے اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے پیچھے پیچھے دریا عبور کرنے کے لیے کہا۔

تعاقب کرنے والے بنوعباس کے مسلح افراد پرچم لہراتے ہوئے ان کے قریب پہنچ چکے تھے اور وہ طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے۔ عبدالرحمٰن، اس کے بھائی اور بدر کو طرح طرح سے تسلی و تشفی دے رہے تھے اور انہیں یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن عبدالرحمٰن اور بدر دونوں نے ان کی ایک نہ سنی اور بڑی تیزی سے دریا میں تیرتے ہوئے وسطی حصہ کی طرف چلے گئے تھے لیکن عبدالرحمٰن کے چھوٹے بھائی کی بدقسمتی کہ ان کے اس طرح پیار و محبت سے پکارنے پر وہ رک گیا۔ اس کا رکنا اس کے لیے قیامت برپا کر گیا۔ بنوعباس کے مسلح جوان اس کے قریب آئے اور آتے ہی انہوں نے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

تاہم عبدالرحمٰن اور بدر ننھے سلیمان کو لئے دونوں تیرتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر چلے گئے تھے اس طرح تعاقب کرنے والے بنوعباس کے مسلح جوان ناکام اور نامراد وہاں سے لوٹ گئے جبکہ عبدالرحمٰن اور بدر دونوں سلیمان کو لے کر دریا

کے دوسرے کنارے جا کر ایک طرح سے اپنے آپ کو محفوظ کر چکے تھے۔

دریائے فرات کے دوسرے کنارے عبدالرحمٰن بن معاویہ کچھ دیر تک دکھ بھرے انداز میں گردن جھکائے چپ سادھے رہا پھر آہستہ آہستہ اس نے بدر کی طرف دیکھا اور المیہ سے لہجہ میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بدر! مجھے اپنے چھوٹے بھائی کے مرنے کا بے حد دکھ اور غم ہے دراصل وہ تعاقب کرنے والوں کے تشفی و تسلی آمیز الفاظ میں آ گیا اسے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے تھے بلکہ فوراً دریا میں کود کر اس کنارے کی طرف آنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی بہرحال بنوعباس کے ان نوجوانوں نے اسے اپنے ستم کا نشانہ بنا لیا ہے۔ جہاں مجھے اپنے بھائی کی موت مسلح جوانوں کے ہاتھوں مارے جانے کا دکھ و غم ہے وہاں مجھے اس طرح سے دلی سکون، تسلی و تشفی بھی ہے کہ تم نے بر وقت بستی سے آ کر مجھے ان کی آمد سے مطلع کیا اور میں اپنے بچے سمیت بخیریت دریا عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

عبدالرحمٰن جب رکا تو بڑی ارادت مندی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے بدر کہنے لگا۔

"امیر! جو کچھ میں نے کیا وہ میرے فرائض میں شامل تھا مجھے جونہی خبر ہوئی کہ سیاہ جھنڈے لہراتے ہوئے بنوعباس کے نوجوان ہمارے تعاقب میں بستی میں داخل ہوئے ہیں تو میں اسی وقت خیمے کی طرف بھاگا تھا۔ مجھے آپ کے بھائی کے مرنے کا بے حد دکھ ہے۔ اب ہمیں کسی نئی منزل کی تلاش میں نکلنا ہوگا۔ اس وقت ہماری حالت تاریک منزلوں کے مسافروں جیسی ہے۔ ہمارے سامنے زیست کا کوئی حدف نہیں، کوئی جہت نہیں، کوئی سمت نہیں جس کا ہم نے رخ کرنا ہے اور دوسری جانب اپنے آپ کو ہم نے بالکل حالات کے سپرد بھی نہیں کرنا۔"

یہاں تک کہتے ہوئے بدر کو رک جانا پڑا اس لیے کہ عبدالرحمٰن اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا تھا۔ "بدر! میں تمہیں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ تم مجھے امیر کہہ کر مخاطب نہ کیا کرو تمہاری حیثیت اب میرے بھائی کی سی ہے۔ تم مجھے بھائی کہہ کر مخاطب کر سکتے ہو۔"

جواب میں تلخ سی مسکراہٹ میں بدر عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "امیر! ایسا مخاطب کرنا میری زندگی کا اثاثہ ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھے میرے اثاثہ سے محروم نہیں کریں گے اور پھر امیر یہ بھی جانئے کہ پرانی عادتیں جاتی نہیں ہیں موت تک پیچھا کرتی ہیں۔ ایک لمبا عرصہ غلامی کے دور میں آپ کو امیر ہی کہہ کر مخاطب کرتا رہا۔ اب جو عادت پڑ گئی ہے وہ کیسے جائے گی اور پھر اس عادت کے علاوہ بھی میری روح، میری ذات

آپ کے اس قدر ممنون ہے کہ میں اگر آپ کو امیر کہہ کر مخاطب نہ کروں تو مجھے قلبی آسودگی نصیب نہیں ہوتی۔ امیر! آپ وہ شخصیت ہیں جس نے مجھے خوف پھیلاتے روح کے گرداب، جبر پھیلاتے موسموں، مجبوریوں کے رقص پیہم سے نکال کر چاندنی کی نرم چھاؤں ثمر آور خوابوں اور جھلملاتے رنگ اڑاتے لمحوں میں کھڑا کر دیا ہے۔ آپ نے مجھے غلامی کے بھنور سے نکالا اور آزادی کے ساحل کو میرا نصیب بنایا اس بناء پر......"

عبدالرحمٰن مسکرا دیا اور اس کی بات کاٹ دی۔ "بدر! میں نے تمہارے لیے کچھ نہیں کیا تم نے جو غلامی سے آزادی تک سفر کیا ہے تو یہ تمہاری محنتوں کا حاصل اور تمہاری محبتوں کا صلہ ہے۔ تم دیکھتے ہو اس وقت میری حالت سوچوں کے گندے چشمے کے کنارے آندھیوں کی پھیلتی تاریکی میں کھڑے منزلوں سے بے بہرہ مسافر جیسی ہے۔ میرے لیے تمہاری ذات اس وقت تازہ خوابوں کی تابندہ روشن اور ساعتوں کا رسیلہ پن ہے۔ بدر! ان کور چشم جھوٹی اور میلے دل کے لوگوں کے ہجوم میں جب میرا کوئی ہمدم اور مہربان نہ تھا تو تم نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر میرا ساتھ دیا ایسا کوئی قریبی عزیز تک نہیں کرتا۔ دریائے فرات تک سفر کرتے ہوئے کئی بار تم نے نہ صرف میری بلکہ میرے بھائی اور میرے اس کم سن بچے کی جان بچائی ان سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہارے سامنے برملا کہہ سکتا ہوں کہ میری جان کی مہک، میرے دل کا قرار، میری صبح کی بہار، میری شاموں کی درخشانی اور میری منزل کی جستجو اب تمہاری ذات سے وابستہ ہے تمہارے بناء میں خود کو ادھورا اور ناکام خیال کرتا ہوں اور اب میرے دل میں یہ بھی وسوسات اٹھتے ہیں کہ اگر تم میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں اب تک کہیں ہلاک ہو چکا ہوتا اور میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے بناء میں کسی بھی منزل کا حصول اپنے لئے ناممکن خیال کرتا ہوں۔"

بدر نے ہونٹوں پر زبان پھیری کہنے لگا۔ "میں نے آپ کے لیے کچھ نہیں کیا اگر کچھ کیا بھی ہے تو اس کا واسطہ دے کر میں آپ سے کہتا ہوں کہ میرا انداز تخاطب مجھ سے نہ چھینئے گا۔"

عبدالرحمٰن مسکراتے ہوئے آگے بڑھا بدر کو اس نے گلے لگایا اور کئی بار اس کی پیشانی چومی اور پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔ "تم جو چاہو کرو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

بدر خوش ہو گیا تھا پھر بات کا رخ بدلتے ہوئے کہنے لگا تھا۔ "امیر! وہ سامنے سرکنڈوں کا جھنڈ ہے میں نے اپنی پشت پر چرمی خرجین باندھی ہے اس میں میرے، آپ کے اور سلیمان کے فالتو کپڑے بھی ہیں۔ اس جھنڈ میں جا کر لباس تبدیل کرتے ہیں گیلے کپڑے

نچوڑ کر وہاں پھیلاتے ہیں اس کے بعد سوچتے ہیں کہ کس سمت کا رخ کرنا چاہیے۔ جہاں تک تعاقب کرنے والوں کا تعلق ہے تو وہ تو واپس جا چکے ہیں۔ ان کی طرف سے ہمیں بے فکری ہے۔ اب ہمیں فکر یہ کرنا ہوگی کہ ہمارے سفر کی سمت کیا ہوگی؟ اپنی منزل کے حصول کے لیے ہمیں کہاں کا رخ کرنا ہوگا"

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بدر کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ عبدالرحمٰن نے جب اپنے بیٹے سلیمان کو اٹھانا چاہا تو اس سے پہلے ہی بدر تیزی سے لپکا، سلیمان کو اس نے اٹھایا پھر کہنے لگا۔ "آپ میرے ساتھ آئیں۔"

عبدالرحمٰن چپ چاپ اس کے ساتھ ہولیا۔

دونوں سرکنڈوں کے جھنڈ میں گئے وہاں انہوں نے لباس تبدیل کئے ننھے سلیمان کا بھی لباس تبدیل کیا گیا بھیگے کپڑے انہوں نے وہاں خشک ہونے کے لیے پھیلا دیئے پھر دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے کچھ دیر خاموشی رہی پھر بدر نے عبدالرحمٰن کو مخاطب کیا۔

"امیر! سب سے پہلے تو ہمیں کہیں سے اپنے کھانے کا انتظام کرنا ہوگا۔ دریائے فرات کے کنارے آپ کو خیمہ میں چھوڑ کر میں بستی کی طرف کھانا ہی لینے گیا تھا لیکن ہماری بدقسمتی کہ بنو عباس کے مسلح جوان آن پہنچے اور میں خریداری کئے بغیر ہی لوٹ آیا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو بھوک لگی ہوگی اس لیے کہ میں خود بھوک محسوس کر رہا ہوں۔"

عبدالرحمٰن کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی مسکراتے ہوئے اس نے بدر کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔ "بدر! تمہیں میرے متعلق زیادہ فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ میں اب تلخ اور بدترین حالات کا عادی ہو چکا ہوں۔ بھوک پیاس کو میں نے ایک طرح کا اپنا ساتھی بنا لیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آنے والے دور میں مجھے اپنے ان ہی ساتھیوں کے ساتھ گذر بسر کرنا ہوگی۔" عبدالرحمٰن مزید کچھ دیر چپ رہنے کے بعد پھر بدر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! اب کہو اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لیے کہیں جائے پناہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں کدھر کا رخ کرنا چاہیے۔ اس وقت تیری اور میری حالت دو بے منزل مسافروں کی سی ہے۔ ہمارے سامنے نہ کوئی منزل ہے اور نہ ذہن میں کسی ایسی شخصیت کا نام آتا ہے کہ ہم اس کی طرف جائیں تو وہ ہمیں منزل کی نشان دہی کر سکتا ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔"

[illegible] نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ بدر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس کی آواز سنائی [illegible] کر کسی بستی یا سرائے کا رخ کرتے ہیں اور اپنا [illegible] گمنام مسافروں

کی حیثیت سے کرائیں گے۔ اپنی اصلیت نہیں بتائیں گے۔ ہمارے پاس نقدی کافی ہے۔ ہمیں ایسی بدحواسی کے ساتھ دریائے فرات میں کودنا پڑا کہ ہم اپنے گھوڑوں کی طرف دھیان نہ دے سکے اگر ہم ایسا کرتے تو اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ کسی بھی سرائے سے اپنی سواری کے لیے دو گھوڑوں کا اہتمام کر کے میرے خیال میں یہاں سے فلسطین کا رخ کرتے ہیں۔ گمنام راستوں سے ہوتے ہوئے فلسطین سے مصر میں داخل ہوں گے۔ میں جانتا ہوں مصر میں ہمیں کوئی پذیرائی حاصل نہیں ہو گی وہاں ہم دم بھی نہیں لیں گے، قیام نہیں کریں گے بلکہ مغرب کا رخ کریں گے ہماری منزل بربروں کا قبیلہ نزرا ہونا چاہیے آپ جانتے ہیں کہ آپ کی ماں کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا اور امید ہے کہ آپ کی ماں کے حوالے سے وہ بربر قبیلہ ہم سے تعاون کرے گا ہماری مدد پر آمادہ ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو ہم ان کی مدد سے کہیں نہ کہیں اپنے لیے آزادی کا حصار قائم کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔" بدر تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر عبدالرحمٰن کی تشفی کے لیے وہ پھر کہہ رہا تھا۔ "امیر! اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ہم ذلت کی آغوش اور المناک گھٹن کا شکار ہیں لیکن میں آپ پر انکشاف کروں کہ جہاں چراغوں کو زوال ہوتا ہے اور اجالوں کے جنازے اٹھتے ہیں وہاں لطف و محبت کی کرنیں اور خوشبو کے ترانوں کی بازگشت بھی برق بن کر کوندتی ہے۔ جہاں عصیان میں ڈوبی نحوست کی مستی ہوتی ہے وہاں خیر و نیکی کی سنہری چاندنی بھی نمودار ہو جاتی ہے۔ اگر ان دنوں ہمارے حالات برے ہیں تو وقت تبدیل ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اچھے حالات سے بھی ہم ایک نہ ایک روز ضرور بغل گیر ہوں گے اور جس روز ایسا ہو گا مجھے امید ہے کہ ہم اپنی ماضی کی تلخیوں کو بھول کر اپنے روشن مستقبل کے لیے جدوجہد کریں گے۔"

بدر کی اس گفتگو سے لگتا تھا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کو کافی حوصلہ اور ایک امید سی بندھ گئی تھی اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا تھوڑی دیر تک وہ گہری نگاہوں سے بدر کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کی آواز سنائی دی۔ "بدر! میرے عزیز بھائی، تم ٹھیک کہتے ہو یہاں سے فلسطین اور وہاں سے افریقہ کا رخ کریں گے اور مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک روز حالات ضرور ہمارے حق میں پلٹا کھائیں گے۔"

یہ فیصلہ ہونے کے بعد بھیگے لباس خشک ہونے تک انہوں نے وہاں قیام کیا جب لباس خشک ہو گئے تو انہیں تہہ کر کے خرجین میں ڈالا پھر وہاں سے انہوں نے کوچ کیا۔ فلسطین کی طرف پیدل سفر کرتے ہوئے راستے میں جب پہلی سرائے آئی وہاں انہوں نے قیام کیا اپنے

کھانے کا اہتمام کرنے کے ساتھ وہاں سے دو گھوڑے بھی خریدے اس کے بعد بڑی تیزی کے ساتھ لگاتار سفر کرتے ہوئے انہوں نے فلسطین سے مصر کی سرزمینوں کا رخ کیا تھا۔ لیکن عبدالرحمٰن اور بدر کی بدقسمتی کہ ان دنوں افریقہ کا حکمران ایک شخص عبدالرحمٰن بن حبیب تھا اور اندلس میں اس کا بیٹا یوسف حکومت کر رہا تھا ان دونوں نے عباسیوں کی دعوت قبول نہیں کی تھی اور یہ خودمختار حکمران کی حیثیت سے دونوں باپ بیٹا افریقہ اور اندلس پر حکومت کر رہے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ وہاں عبدالرحمٰن کی آمد سے پہلے کسی یہودی منجم نے والئی افریقہ عبدالرحمٰن بن حبیب کو یہ خبر دی تھی کہ اس حلیہ کا ایک اموی شہزادہ افریقہ کی سرزمینوں میں داخل ہو گا اور اندلس کا بادشاہ بنے گا۔

عبدالرحمٰن جب بدر کے ساتھ افریقہ میں داخل ہوا تو والئی افریقہ عبدالرحمٰن بن حبیب کو جب خبر ہوئی تو عبدالرحمٰن بن معاویہ اور بدر دونوں کو گرفتار کر لیا اور اس یہودی نجومی کو بلایا جس نے عبدالرحمٰن کے اندلس کے بادشاہ ہونے کی خبر دی تھی۔ اس کو بلا کر پوچھا کہ کیا یہی وہ شخص ہے جو آنے والے دور میں اندلس کا بادشاہ ہو گا۔

کہتے ہیں اس یہودی منجم نے عجیب پیچیدہ زبان میں جواب دیا اور کہا۔ "اگر آپ کو میری پیش گوئی کا پورا یقین ہے تو اس سے دو ہی نتیجہ نکلتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ شخص وہ نہیں ہے اس صورت میں آپ خون ناحق کے مرتکب کیوں بنیں۔ اگر یہ وہی ہے کہ جو اندلس کا بادشاہ بنے گا تو آپ اس کی تقدیر کو بدل نہیں سکتے۔"

یہودی منجم کے اس جواب میں عبدالرحمٰن بن حبیب ہٹپٹا سا گیا اور ایک الجھن میں پڑ گیا تھا اور وقتی طور پر عبدالرحمٰن اور بدر دونوں اس کے پاس سے چلے گئے لیکن بعد میں والئی افریقہ عبدالرحمٰن بن حبیب کو فکر لاحق ہوئی کہ اس کا بیٹا اندلس کی حکومت سے محروم ہو جائے گا۔ ان خیالات کے تحت اسے فکر لاحق ہوئی اور اس نے پھر عبدالرحمٰن اور بدر کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔

عبدالرحمٰن اور بدر کو بھی خبر ہو گئی تھی لہٰذا وہ چھپتے پھرے روپوش ہو گئے۔ والئی افریقہ نے بھی انہیں حاصل کرنے کے لیے اپنے مخبر اور طلایہ گر پھیلا دیئے اور سختی سے حکم دیا کہ ہر صورت میں انہیں تلاش کیا جائے اور ان کو تلاش کرنے والے کے لیے اس نے ایک خاصی بڑی رقم انعام کے طور پر بھی مقرر کی تھی۔

اب افریقہ میں عبدالرحمٰن اور بدر کے لیے حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے جا رہے

تھے عبدالرحمٰن، بدر کے ساتھ اپنی ماں کے بربر قبیلہ میں جگہ جگہ پناہ لیتا پھرا۔ کہتے ہیں عبدالرحمٰن اور بدر دونوں بربر قبیلہ کے اندر لگاتار پانچ برس تک دربدری کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سبتہ شہر جا کر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ ایک روز دونوں سبتہ کے ساحلی علاقے میں سمندر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے ننھے سلیمان کو انہوں نے ایک محفوظ جگہ رکھا ہوا تھا کہ اچانک سمندر کی طرف دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن چونکا اور پھر بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بدر میرے ذہن میں اس وقت عمدہ خیال آیا ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ اسے اگر ہم عملی جامہ پہنائیں تو ہم کہیں نہ کہیں قدم جما کر اپنی ماضی کی تلخیوں پر اپنے مستقبل کا بہترین قصر تعمیر کر سکتے ہیں۔“

عبدالرحمٰن کے ان الفاظ سے بدر کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوئی کہنے لگا۔ ”آپ کہیں کیا بات ہے۔“

”بدر! اب تک ہم دونوں دربدر دھکے کھاتے رہے ہیں۔“ اداس سے لہجے میں عبدالرحمٰن نے بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ ”لیکن کہیں بھی ہمیں کامیابی کی امید دکھائی نہیں دی۔ افریقہ میں بھی ہم محفوظ نہیں ہیں۔ افریقہ کے حکمران نے اپنے مسلح جوان ہم دونوں کو تلاش کرنے کے لیے مقرر کیے ہوئے ہیں اور جس روز ہم ان کے ہتھے چڑھ گئے یاد رکھنا والئی افریقہ عبدالرحمٰن بن حبیب ہم دونوں کو قتل کرنے پر فخر محسوس کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ افریقہ سے نکل کر اندلس کا رخ کریں میرا دل کہتا ہے کہ ہم وہاں قدم جمانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ گو اندلس میں والئی افریقہ عبدالرحمٰن بن حبیب کا بیٹا یوسف حکمران ہے لیکن وہاں کچھ عرب قبائل ہیں جن سے ہم مدد لے کر اندلس میں بنو امیہ کی حکومت قائم کر سکتے ہیں۔“

بدر کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی کہنے لگا۔ ”میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ایسا کرنے کے لیے ہمیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے یہاں افریقہ میں قیام کے دوران میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تجارت اور مال کے لین دین کے سلسلہ میں اکثر اندلس کے لوگ یہاں اور یہاں کے لوگ اندلس آتے جاتے رہتے ہیں۔ آپ اب اپنی پناہ گاہ سے کم باہر نکلا کریں میں پہلے یہ کام کروں گا کہ جو لوگ اندلس سے آتے ہیں ان سے اندلس کے حالات جاننے کی کوشش کروں گا اور وہاں کے حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل کرنے کے بعد آپ کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے اندلس جاؤں گا وہاں

کے قبائل کے سرداروں سے رابطہ قائم کروں گا۔ ان پر آپ کی اصلیت ظاہر کروں گا حالات کو آپ کے حق میں کرنے کی کوشش کروں گا اور جب میں ایسا کر چکا تو واپس آؤں گا اور آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہم ایسا کر گزریں تو اندلس میں ہم کامیابی کے ساتھ قدم جما سکیں گے۔“

عبدالرحمٰن نے بدر کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر دونوں اس سمت ہو لئے جہاں انہوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ اب بدر نے اپنے کام کی ابتداء کر دی تھی اکثر و بیشتر رات کی تاریکی میں وہ اس ساحل کا رخ کرتا جہاں اندلس کی طرف سے جہاز آتے جاتے رہتے تھے وہاں سے آنے والے مسافروں سے وہ اندلس کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ ایک روز عشاء کے قریب بدر سارا معاملہ طے کرنے کے بعد ساحل سمندر سے عبدالرحمٰن کی طرف جا رہا تھا کہ چونک سا پڑا اس لیے کہ ایک سسکتی ہوئی کربناک نسوانی آواز سنائی دی تھی جس کا دکھ جس کی المناکی اس کے دل کے نہاں خانوں میں کربناکی بھر گئی تھی۔ اسے یوں لگا تھا جیسے زندگی کے تن میں پوشیدہ جسم و جان کے سارے جذبے کھول اٹھے ہوں۔

آواز کسی نوخیز لڑکی کی تھی اور وہ انتہائی کربناک آواز میں کسی سے کہہ رہی تھی۔ ”تم لوگوں کو خداوند کا واسطہ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے بیچ کر تمہیں کیا حاصل ہو گا؟ میرے ماں باپ گھر سے میرے اس طرح غائب ہونے پر تڑپ رہے ہوں گے میرا چھوٹا بھائی ایک روحانی کرب میں مبتلا ہو گا میں تم سب کے پاؤں پڑتی ہوں تمہاری منت کرتی ہوں مجھے فروخت کرنے کے لیے نہ لے جاؤ۔ مجھے واپس جانے دو۔“

اس لڑکی کے یہ الفاظ سن کر بدر کی حالت بڑی خراب ہو گئی تھی۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی پھر اس سمت بھاگا جدھر سے اسے اس لڑکی کی آواز سنائی دی تھی۔ بدر تھوڑا سا آگے گیا تو اس نے دیکھا تین مسلح جوان ایک لڑکی کو تقریباً کھینچتے اور گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی بدر نے انہیں ہولناک آواز میں مخاطب کیا۔

”رکو...... اس لڑکی کو مت گھسیٹو، اس پر جبر نہ کرو۔“

بدر کی آواز سن کر وہ تینوں چونکے تھے جونہی انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کیں، لڑکی پر سے ان کی گرفت جاتی رہی لہٰذا لڑکی بے چاری اندھا دھند بھاگتی ہوئی بدر کے پاس آن کھڑی ہوئی اور مدد کرنے کے لیے اس کی منت سماجت کرنے لگی۔

بدر نے اس کی طرف دیکھا وہ ایک نوخیز اور انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکی تھی۔ بدر نے

اسے مخاطب کیا۔ ”یہ تم سے کیا چاہتے ہیں۔“

لڑکی بے چاری رو دی آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگی۔ ”یہ تینوں ظلم و استبداد کی وادیوں میں مجھے ذلت و ننگ سے دوچار کرنے والے ہیں۔ یہ میرے قریبی عزیز بھی ہیں۔ مجھے اندلس سے اٹھا کر یہاں لائے ہیں۔ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ یہ پہلے خود میری آبرو پامال کر کے مجھے روندا ہوا پھول بنائیں گے پھر کسی کے ہاتھ بیچ کر رقم بٹوریں گے۔“

بدر نے اس لڑکی کی طرف دیکھے بغیر دھیمے سے لہجے میں کہا۔ ”تم اب فکرمند نہ ہو۔ اب تمہیں نہ یہ بیچ پائیں گے اور نہ یہ تمہیں عصمت کے گوہر سے محروم کر پائیں گے۔ میں انہیں اجازت دیتا ہوں کہ جدھر سے آئیں ہیں لوٹ جائیں اور اگر انہوں نے، جو کچھ میں نے کہا ہے مزاحمت کھڑی کرنے کی کوشش کی تو میں ان تینوں کو کاٹتا ہوا نکل جاؤں گا۔“

اتنی دیر تک وہ تینوں قریب آ چکے تھے پھر ان میں سے ایک نے بدر کو مخاطب کیا۔ ”اجنبی! ہم نہیں جانتے تم کون ہو۔ یہ لڑکی ہماری عزیز رشتہ دار ہے ہمارا اور اس کا کیا معاملہ ہے، یہ ہم اور یہ جانتے ہیں۔ تم بیچ میں نہ پڑو ایسا کرو گے تو اپنی اصل حیات و اپنے مرکز جان، اپنے سکون قلب اور اپنے شعود ذات تک سے محروم ہو جاؤ گے۔“

ان کے ان الفاظ کے جواب میں بدر نے اپنے سامنے اپنی تلوار لہرائی پیٹھ پر بندھی ڈھال کھول لی پھر پہلے سے زیادہ ہولناک اور کھولتے ہوئے لہجے میں اس نے انہیں مخاطب کیا۔

”زندگی کے اسرار میں رنج و غم کے کھلیان کھڑے کرنے والو زیست کی آغوش میں مکر و فریب کا زہر اور تعصبات کی سرسر جمانے والو! ذرا مجھ سے ٹکراؤ اور دیکھو میں کیسے تاریکی میں ڈوبی ان فضاؤں کے اندر تمہارے بدنوں کو شکن شکن اور تمہارے نفس میں موت کے پیغام بھرتا ہوں۔ آگے بڑھو میرے ساتھ ٹکرانے کی ابتداء کرو اور پھر دیکھو تمہاری زندگی کے کشکول میں کس انداز میں، میں انحطاط و زوال اور فراق و ہجر کے دکھ کھڑے کرتا ہوں۔“

وہ تینوں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے اپنی تلواریں سونتے ہوئے آگے بڑھے پھر وہ آوارہ بھوکے کتوں اور شیطان کے رقص ماتم خیز کی طرح بدر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

بدر بھی ان کے سامنے اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ اَن دیکھے اندیشوں، درد کے اذیت ناک لمحوں اور سیاہ رنگ خوف کے غبار کی طرح ان پر ضربیں لگانے لگا تھا۔

کچھ دیر تک سمندر سے ذرا فاصلے پر یہ ہولناک تصادم جاری تھا پھر ایک کربناک چیخ بلند ہوئی۔ اس لیے کہ ان تینوں میں سے ایک موت کا شکار ہو کر زمین پر گر گیا تھا۔ باقی دو نے جب چونکنے کے انداز میں اپنے مرنے والے ساتھی کی طرف دیکھا تو یہ لمحہ ان میں سے ایک کے لیے موت کا پیغام ثابت ہوا اس لیے کہ بدر کی تلوار اس پر گری اور اسے کاٹ کر رکھ گئی تھی۔ تیسرا اپنے آپ کو خطروں کے ہجوم کے سامنے دیکھتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔

بدر اس کے پیچھے بھاگا پشت کی طرف سے اس انداز میں تلوار ماری کہ تلوار اس کے دل کے پار ہوتی چلی گئی تھی اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر گیا تھا۔ اپنی تلوار اس کے جسم سے علیحدہ کر کے اور اسے انہی کے کپڑوں سے صاف کر کے بدر اس لڑکی کے قریب آیا وہ ابھی تک بدحواس اور پر شکستہ فاختہ کی طرح کھڑی تھی۔ بدر اس کے قریب آیا اور بڑے نرم لہجہ میں اسے مخاطب کیا۔ ”تمہارا نام کیا ہے۔“

لڑکی نے گردن جھکائی اور اس کی طرف دیکھے بغیر کہہ دیا۔ ”میرا نام ربیکا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے مزید تفصیل بھی جانو گے اس لیے میں خود ہی کہہ دیتی ہوں۔ میرے باپ کا نام دولاب اور ماں کا نام جوسی ماریہ اور میرا ایک بھائی جو مجھ سے چھوٹا ہے اس کا نام سیمسون ہے۔ میں اندلس میں اشبیلیہ کی ایک نواحی بستی المصارہ کی رہنے والی ہوں۔ ہم یہودی ہیں۔ یہ لوگ جو مجھے گھسیٹ رہے تھے یہ واقعی میرے قریبی عزیز ہیں ان میں سے ایک نے میرے باپ سے میرا رشتہ مانگا میرے باپ نے جب انکار کر دیا تو یہ تینوں موقع کی تلاش میں رہے پھر مجھے ایک روز اندلس سے انہوں نے اٹھایا اور ایک کشتی میں بٹھا کر یہاں لائے ان کا ارادہ تھا کہ پہلے یہ تینوں مجھے بے آبرو کریں گے اس کے بعد کسی کے ہاتھ بیچ ڈالیں گے۔ میں تمہاری از حد ممنون اور شکر گزار ہوں کہ ان بھیڑیوں سے تم نے مجھے بچایا تمہاری اس کارگزاری کے لیے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں تمہیں دوں اگر تم مجھ پر ایک احسان کرو اور اندلس میں میرے باپ کے پاس مجھے پہنچا دو تو تمہاری اس کارگزاری کے صلہ میں مجھے امید ہے جو تم مانگو گے میرے ماں باپ تمہیں دیں گے۔“

ربیکا نام کی وہ لڑکی جب خاموش ہوئی تب پرسکون انداز میں بدر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں سمجھتا ہوں تمہارا بخت، تمہاری قسمت، تمہارا ساتھ دے رہی ہے دیکھو میں خود بھی ان سرزمینوں میں اجنبی ہوں آج رات میں خود بھی اندلس کی طرف روانہ ہونے والا ہوں۔ میں ایک مخصوص کام کے سلسلہ میں گزشتہ کئی دن سے سمندر کے اس ساحل کی طرف آتا رہا ہوں اب میں نے جو معلومات حاصل کرنی تھیں وہ کر لیں ہیں اور جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اس کو آخری شکل

دے چکا ہوں۔ دیکھو تمہیں سمندر کی طرف لے جاتا ہوں میں نے تھوڑی دیر تک ایک کشتی میں اندلس کی طرف روانہ ہونا ہے۔ اس کشتی میں تمہیں بٹھا کر جہاں میری رہائش ہے میں وہاں جاتا ہوں۔ وہاں میرا ایک ساتھی ہے یوں جانو وہ میرا امیر ہے اور میں اس کا اتباع کرنے والا ہوں ساحل سمندر کی طرف آ کر جو فیصلہ میں نے کیا ہے اس فیصلہ سے اسے آگاہ کروں گا پھر تمہارے ساتھ اندلس کی طرف روانہ ہوں گا اور تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں تمہارے گھر ضرور پہنچاؤں گا۔"

لڑکی نے شاید بدر کی باتوں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ شخص اس کے لیے نقصان کا باعث نہیں ہوسکتا شریف انسان ہے لہٰذا اس بار وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا ایسا ممکن نہیں کہ مجھے ساحل سمندر پر کھڑی کشتی میں بٹھانے کی بجائے تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ تم نے کہا کہ تمہارا ایک امیر ہے اور تم اس کے اتباع کرنے والے ہو اور تم اس سے بات کرنا چاہتے ہو۔ مجھے بھی اس کے پاس لے چلو۔ جو فیصلہ تم نے کیا ہے ہوسکتا ہے وہ اس پر رضامند نہ ہو اور تمہیں جانے کی اجازت نہ دے۔ ایسی صورت میں، میں تو کشتی میں بیٹھی رہ جاؤں گی اور کسی اور حادثہ کا شکار ہو جاؤں گی میں تمہاری منت کرتی ہوں مجھے کشتی میں بٹھانے کی بجائے اپنے ساتھ لے چلو اور جب تم اندلس کی طرف روانہ ہو گے تو میں تمہارے ساتھ کوچ کر جاؤں گی۔"

رات کی تاریکی میں بدر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔ "میں نے تو اس لیے کہا تھا کہ شاید تم میرے ساتھ جانے پر آمادہ نہ ہو۔ اگر تم میرے ساتھ جانا چاہتی ہو تو پھر آؤ چلیں۔"

اس کے ساتھ ہی بدر واپس چل دیا اور ربیکا اس کے پیچھے ہو لی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بربروں کی بستی کے ایک معمولی درجہ کے مکان میں بدر داخل ہوا ربیکا اس کے ساتھ تھی۔ بدر ایک کمرے میں داخل ہوا اندر سلیمان سو رہا تھا جبکہ عبدالرحمٰن جاگتے ہوئے شاید بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ بدر جب کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور اس کے ساتھ عبدالرحمٰن نے ربیکا کو دیکھا تب کچھ دیر تک بڑی حیرت اور تعجب سے دونوں کی طرف دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر بدر ایک نشست پر بیٹھ گیا اور ذرا فاصلہ پر پڑی نشست پر اس نے ربیکا کو بیٹھنے کے لیے کہا اور ربیکا کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا تھا اس کی تفصیل اس نے فوراً عبدالرحمٰن سے کہہ دی تھی۔

عبدالرحمٰن نے بڑی نرمی، بڑی ہمدردی کے ساتھ ربیکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"میرا نام عبدالرحمٰن ہے یہ جو بچہ میرے قریب سویا ہوا ہے یہ میرا بیٹا سلیمان ہے تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ بڑے بدبخت لوگ تھے جو تمہیں اندلس سے اٹھا کر یہاں لائے۔ تم بالکل پرسکون رہو تمہیں اندلس میں تمہارے گھر ضرور پہنچایا جائے گا۔"

پھر عبدالرحمٰن نے بدر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "بدر اب کہو کیا کوئی معاملہ طے ہوا۔"

بدر کہنے لگا۔ "یا امیر! میں نے ساری معلومات حاصل کر لی ہیں۔ میں نے سارا معاملہ بھی طے کر لیا ہے اور کشتی والے سے بھی بات ہوگئی ہے میں آج رات ہی اندلس کی طرف روانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔ جو معلومات میں حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہوں ان کے مطابق اندلس میں تین اشخاص ہمارے معاون و مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک طرش کا رہنے والا ابوعثمان ہے بڑا سرکردہ آدمی ہے اس کے آباؤ اجداد بنو امیہ کے پرانے نمک خوار بھی ہیں۔ دوسرا شخص الفطین نام کی بستی کا سردار عبداللہ بن خالد ہے یہ شخص ابوعثمان کا سسر بھی ہے یہ بھی اپنے علاقوں کا بڑا سرکردہ ہے۔ تیسرا سب سے اہم شخص یوسف بن بخت ہے یہ اندلس کے اندر جس قدر بنو امیہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں ان کا سردار ہے۔ سب سے پہلے طرش نام کی بستی آتی ہے۔ میں چاہتا ہوں پہلے اندلس میں داخل ہو کر سب سے پہلے ابوعثمان سے ملوں اس کے بعد اپنے معاملہ کو آگے بڑھاؤں اس سلسلہ میں، میں عبداللہ بن خالد اور یوسف بن بخت سے بھی ملوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اس بات پر آمادہ ہو جائیں گے کہ آپ کو اندلس بلا کر آپ کی مدد کریں۔"

بدر کی اس ساری گفتگو کے جواب میں عبدالرحمٰن کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ہچکچاتے ہوئے بیچ میں ربیکا بول پڑی۔ "میں نہیں جانتی کہ آپ دونوں کا کیا رشتہ ہے اور آپس میں آپ لوگ کیا معاملہ طے کر رہے ہیں لیکن یہ جو آپ نے طرش نام کی بستی کا ذکر کیا ہے تو یہ بستی میری بستی کے بالکل قریب ہے میں بتا چکی ہوں کہ میں المصارہ کی رہنے والی ہوں۔ طرش نام کی بستی ہم سے بالکل قریب ہی ہے اور جس ابوعثمان کا آپ لوگ نام لے رہے ہیں، اسے میں جانتی ہوں اور اس کے تعلقات میرے بابا کے ساتھ بہت اچھے ہیں۔ اگر آپ دونوں طرش کے ابوعثمان کے پاس جانے کے خواہشمند ہیں تو اس تک میں آپ کی رہنمائی کر سکتی ہوں وہ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح چاہتا ہے۔ بہت اچھا اور شریف انسان ہے۔"

ربیکا کے ان الفاظ پر عبدالرحمٰن کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "جو الفاظ تم نے ادا کیے ہیں اس کے لیے میں تمہارا ممنون ہوں۔"

پھر عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے اپنے اور بدر کے حالات اجمال کے ساتھ ربیکا سے

کہہ دیئے۔ اس پر ربیکا جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ کے اندازے درست ہیں ابوعثمان، عبداللہ بن خالد اور یوسف بن بخت یقیناً اندلس میں آپ دونوں کی مدد کر سکتے ہیں۔"

اس موقع پر عبدالرحمٰن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ "بدر! ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اگر یہ ربیکا تمہارے ساتھ نہ آتی تو شاید میں تمہیں ایک دو دن بعد یہاں سے رخصت نہ ہونے کے لیے کہتا۔ اس لیے کہ لگا تار کام کرتے ہوئے تم تھک چکے ہو۔ اب اس بچی کی وجہ سے حالات تبدیل ہو گئے ہیں اس کے ماں باپ اس کی وجہ سے پریشان ہوں گے فکرمند ہوں گے۔ لہٰذا میں چاہوں گا کہ تم آج رات ہی یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ جس کشتی والے سے تم بات کر کے آئے ہو اس میں ربیکا کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جانا۔ ٹھہرو میں تمہیں ابوعثمان کے نام ایک خط لکھ دیتا ہوں' یہ میری طرف سے اسے پیش کرنا مجھے امید ہے کہ میرا خط پڑھ کر وہ مدد پر آمادہ ہو جائے گا۔"

پھر عبدالرحمٰن اٹھ کر اس عمارت کے دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ہاتھ میں جو خط تھا وہ بدر کو تھما دیا۔ بدر کو مخاطب بھی کیا۔ "یہ خط اچھی طرح سے پڑھ لو اور تہہ کر کے اپنے لباس میں محفوظ کر لو اور اسے ابوعثمان کو پیش کرنا۔"

بدر نے مسکراتے ہوئے عبدالرحمٰن کے لکھے ہوئے خط پر نظریں جما دیں۔ عبدالرحمٰن نے لکھا تھا۔

> "میں بنو امیہ کا عبدالرحمٰن بن معاویہ افریقہ کے حکمران ابن حبیب کے قہر سے جو امیوں کے خون کا پیاسا ہے، بالکل مایوس اور بے زار ہو چکا ہوں میں پانچ برس سے افریقہ میں پریشان حال پھر رہا ہوں۔ اس لیے اے بنو امیہ کے ہم نواؤ، میری خواہش ہے کہ میں تم میں آ کر رہوں مجھے یقین ہے تم میرے وفادار رہو گے۔ لیکن افسوس ہے یہاں اندلس میں بھی افریقہ کے حکمران عبدالرحمٰن بن حبیب کا بیٹا یوسف حکمران ہے وہ بھی میرے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو اس کا باپ افریقہ میں کر رہا ہے۔ میں امیرالمومنین ہشام کا پوتا ہوں کیا اس تعلق کی بناء پر مجھے اندلس کی امیری کا حق نہیں۔ میں موجودہ معمولی حیثیت سے اندلس میں اس وقت تک قدم نہیں رکھ سکتا جب تک تم لوگ مجھے یقین نہیں دلاؤ گے کہ وہاں

> مجھے کامیابی کا موقع مل سکتا ہے اور تم لوگ مقدور بھر میری مدد کرو گے اور میرے معاملہ کو اپنا سمجھو گے اور یہ کہ میری حکومت میں آپ سب کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہوگا۔"

عبدالرحمٰن کا یہ لکھا خط پڑھ کر بدر مطمئن ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے اس خط کے علاوہ اپنے ہاتھ سے اپنی انگشتری اتار کر بدر کو تھمائی ساتھ ہی ایک سادہ کاغذ بھی اسے دیا جس پر اس نے اپنے دستخط کیے ہوئے تھے پھر کہا۔

"میرا یہ خط اور یہ انگشتری ابوعثمان کو پیش کرنا۔ یہ اپنا سادہ دستخط شدہ کاغذ اس لیے بھیج رہا ہوں کہ میری طرف سے اگر ابوعثمان نے کسی سردار کو کچھ لکھ کر بھیجنا ہو تو اس کے لیے میرا دستخط شدہ کاغذ ابوعثمان کے پاس موجود ہونا چاہیے۔"

پھر عبدالرحمٰن نے بدر کی طرف دیکھا اور کہنے لگے۔ "دیکھو! میں تمہاری آمد ہی کا منتظر تھا سلیمان کو میں نے کچھ کھلا کر سلا دیا ہے کھانے کا سامان گھر پر موجود ہے آؤ تینوں مل کر کھانا کھاتے ہیں پھر تم اس ربیکا کو لے کر یہاں سے رخصت ہو جانا۔"

بدر نے اس سے اتفاق کیا۔ پہلے تینوں نے مل کر کھانا کھایا پھر رات کی گہری تاریکی میں بدر، ربیکا کو لے کر ساحل سمندر کی طرف ہولا تھا۔

۞۞۞

بدر اور ربیکا ایک روز جنوب مغربی اندلس کی بندرگاہ قادس پر کشتی سے اترے قادس اندلس کا ایک پرانا اور قدیم شہر تھا جو گیارہ سو برس قبل مسیح ایشیا کے شہر صیدون کے کنانیوں نے اندلس میں اس غرض سے بسایا تھا کہ وہ جزیرہ برطانیہ سے تجارتی مال لا کر وہاں جمع کرتے تھے اور پھر اسے وہ مختلف علاقوں اور ملکوں کو لے جا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ اس شہر کا نام کنانیوں نے اپنی زبان میں گدیر رکھا تھا جو عبرانی زبان میں گادیر تھا۔ جس کے معنی دیوار یا ایسے مکان کے ہیں جو دیواروں یا شہر پناہ سے محفوظ کیا گیا ہو۔

یونانیوں نے اس شہر کو گدیریا کا نام دیا۔ اس کے بعد رومنوں نے اسے گادس کہا۔ ان کے بعد جب عرب اندلس میں داخل ہوئے تو انہوں نے رومانیوں کے گادس کو اپنے لب و لہجہ میں پڑھتے ہوئے اسے قادس بنا دیا۔

اس کا موجودہ نام کیڈز ہے۔

اسی نام کا ایک جزیرہ بھی شہر قادس کے قریب موجود ہے۔ یہ جزیرہ زمین کی ایک پتلی سی پٹی تھی جو سمندر میں دور تک جنوب سے شمال کی سمت چلی گئی تھی۔ اس زمین کا زیادہ

سے یادہ عرض ایک میل تھا اور طول لگ بھگ پانچ میل اور اسی طول کے آخر میں کنانیوں نے یہ شہر آباد کیا تھا۔

کشتی سے اترنے کے بعد بدر نے اپنا سامان اپنی پیٹھ پر باندھ لیا تھا پھر وہ کسی قدر تجسس بھرے انداز میں ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اپنی منزل کی طرف جانے کے لیے لگتا ہے یہاں سے سواری کا اہتمام کرنا پڑے گا۔ بہرحال میرے پاس رقم ہے۔ جس سے کم از کم ایک گھوڑا تو خریدا جا سکتا ہے۔"

بدر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ربیکا بول پڑی۔

"سواری کے لیے کچھ خریدنے کی ضرورت نہیں ہے تھوڑا سا آگے جائیں گے تو کچھ بگھیاں یہاں سے کرائے پر چلتی ہیں جو معقول رقم کے عوض ان بستیوں کی طرف پہنچا دیتی ہیں جہاں ہمیں جانا ہے۔"

ربیکا کے اس انکشاف پر بدر خوش ہو گیا تھا کہنے لگا۔ "پھر یہاں کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں ہے ادھر چلو جہاں سے سواری ملتی ہے۔"

ربیکا مطمئن سی ہو کر آگے بڑھنے لگی بدر اس کے ساتھ تھا۔ ربیکا نے اسے اس جگہ لا کھڑا کیا جہاں چند بگھیاں تھیں ایک بگھی والے سے بدر نے بات کی اس سے معاوضہ طے کیا پھر وہ دونوں سوار ہوئے اور بگھی والے نے اپنے گھوڑے کو ہانک دیا تھا۔

ایک جگہ ربیکا نے بگھی والے کو بگھی روکنے کے لیے کہا۔ بگھی جب رک گئی تو ربیکا نے بدر کی طرف دیکھا اور کہا۔ "آپ نیچے اتریں اسے معاوضہ دے کر فارغ کریں پھر میں آپ سے بات کرتی ہوں۔"

بدر نے طے شدہ معاوضہ اسے دیا اس پر بگھی والا وہاں سے چلا گیا اس کے جانے کے بعد ربیکا نے پھر بدر کو مخاطب کیا۔

"یہ جو دائیں ہاتھ قریب ہی ایک بستی دکھائی دے رہی ہے یہ المصارہ ہے یہی میری بستی ہے۔ اس بستی سے تھوڑا آگے درختوں کے جھنڈ میں جو بستی دکھائی دے رہی ہے وہ طرش ہے جو آپ کی منزل ہے۔"

بدر کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"خاتون میں نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ پورا کر دیا وہ جو سامنے دکھائی دینے والی بستی تمہاری ہے تو جاؤ اپنے گھر چلی جاؤ وہ آگے جانے والی بستی میری منزل ہے تو میں ادھر کا رخ کرتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے جس کام کے سلسلہ میں اجنبی

سرزمین میں داخل ہوا ہوں اس سے جلد نمٹ کر میں لوٹ جانا چاہتا ہوں۔"

ربیکا نے بڑی عاجزی سے بدر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ "اگر آپ برا نہ مانیں تو پہلے میرے ساتھ میرے گھر چلیے گا......"

بدر نے فوراً بے تکلفی کے انداز میں ربیکا کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔ "خاتون! ایسا ممکن نہیں ہے میں نے جو تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا ہے۔ تم اب اپنی بستی کو جاؤ اور میں اپنی منزل کا رخ کرتا ہوں۔"

ربیکا اداس اور افسردہ ہو گئی۔ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔ "ایسے تو میں اپنے گھر نہیں جاؤں گی۔ دیکھیں جو حادثہ میرے ساتھ پیش آ چکا ہے اس کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ جس طرح تھکے ہارے کو بستر، ٹھٹھرے ہوئے انسان کو حرارت، شکاری کو تیروں اور تنہائی گزیدہ کو کسی محفل کی ضرورت ہے اسی طرح مجھے بھی اپنے گھر والوں پر اپنی بے گناہی اور اپنی آبرو و عفت کی حفاظت کے لیے کسی گواہ کی ضرور ہے اور یہ کام آپ سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔ جب آپ میرے ماں باپ اور بھائی کے سامنے تفصیل کے ساتھ سارا واقعہ بیان کریں گے تو اس طرح انہیں یقین آ جائے گا کہ اغواء کرنے والوں نے مجھے اغواء ضرور کیا تھا لیکن میں بے آبرو نہیں ہوئی۔"

ربیکا کے ان الفاظ نے شاید بدر پر اثر کیا تھا اور اس کی گردن جھک گئی اس موقع پر ربیکا نے پھر اسے مخاطب کیا۔ "سوچیے نہیں، آپ نے مجھ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے ان اوباشوں سے میری جان، وعصمت کی حفاظت کی، اپنے ہاں کھانا کھلایا پھر کشتی میں بٹھا کر یہاں تک لائے۔ بس یہ سامنے کھڑی بستی ہے کیا آپ چند قدم چل کر میرے ساتھ میرے گھر نہیں جا سکتے۔ میرے ساتھ چلیے میں جانوں گی آپ کا یہ مجھ پر بہت بڑا احسان ہو گا اس کے علاوہ......"

بدر نے ربیکا کو جھٹک دیا اور کہنے لگا۔ "اس سے آگے کچھ نہ کہو چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

ربیکا کے چہرے پر ہلکا سا تبسم کھیل گیا تھا خوش ہو گئی تھی پھر بستی کی طرف چل دی بدر اس کے ساتھ تھا۔

بستی میں داخل ہونے کے بعد ربیکا نے ایک خاصی بڑی اور خوبصورت حویلی کے دروازے پر دستک دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکے نے دروازہ کھولا وہ شاید ربیکا کا بھائی سیمسون تھا۔ دروازے پر ربیکا کو دیکھتے ہی وہ دنگ رہ گیا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے

ہوئے بھاگ کر ربیکا سے لپٹ گیا پھر ایک دم علیحدہ ہوا اور زور زور سے پکارنے لگا۔

"بابا، اماں! بھاگ کر باہر آؤ دیکھو کون آیا ہے؟"

اس پکار پر حویلی کے سکونتی حصہ سے ربیکا کا باپ دولاب اور اس کی ماں جوسی ماریہ تقریباً بھاگتے ہوئے باہر نکلے۔ اتنی دیر تک ربیکا بدر کو لے کر حویلی کے صحن کے وسطی حصہ تک آ گئی تھی۔ ربیکا کا باپ دولاب اور اس کی ماں جوسی ماریہ دونوں بھاگتے ہوئے آگے بڑھے اور باری باری اسے گلے لگا کر پیار کیا پھر دولاب نے ربیکا کو مخاطب کیا۔

"بیٹی! یہ نوجوان کون ہے۔"

ربیکا نے باپ کی طرف دیکھا کہنے لگی۔ "بابا! یوں سمجھیں یہ ہم سب کے محسن ہیں۔ آپ پہلے دیوان خانہ میں بیٹھیں پھر آپ کو تفصیل بتاتے ہیں۔"

دولاب نے آگے بڑھ کر بدر سے پرجوش مصافحہ کیا پھر پانچوں دیوان خانہ میں بیٹھ گئے دولاب کے کہنے پر بدر نے ربیکا سے متعلق پوری تفصیل بتا دی تھی۔

تفصیل جاننے کے بعد ربیکا کا باپ دولاب تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھ کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں بدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بیٹے! یہ عالم بھی بڑا عجیب ہے کچھ لوگ اپنی غرض کے خفیہ عقیدوں کے تحت کوئل کی کوک کو سسکیوں میں بدل دینا پسند کرتے ہیں اور کچھ لوگ اوروں کے قیامت آشنا لمحوں اور بے چہرگی کے روگ تک کو اپنا روگ بنا کر اس کا ازالہ کر دیتے ہیں۔ کچھ لوگ زندگی کی لو بھرے خیالوں کو اوروں کے لیے باعث درد و ایذا بناتے ہیں اور کچھ مقدس سحر کی تابانی عطا کر جاتے ہیں۔ ربیکا ہم تینوں کے لیے ہماری آنکھوں کا نور اور ہمارے دل کا سرور ہے۔ بیٹے! اس کی جان، اس کی عزت کی حفاظت کر کے وقت کے بچھے دام میں تم۔ نے ہماری عزت و وقار کو یتیم، جذبوں اور ایثار کو تقسیم ہونے سے بچا دیا ہے۔ ربیکا ہم تینوں کے چہروں کی تابانی ہے۔ اس کی عزت، اس کی جان کی حفاظت کر کے تو نے ہم سب کے چہروں کی تابانی کی پاسبانی کی ہے۔ اس کے لیے میں تیرا جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اس احسان کے صلہ میں اس نیک کام کے بدلے میں مانگو بیٹے کیا مانگتے ہو۔"

دولاب رکا پھر مسکراتے ہوئے بدر سے کہہ رہا تھا۔ "بچے! میری زندگی کا سرمایا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے ہم لوگ صاحب ثروت ہیں بستی کے اردگرد اکثر باغات ہمارے ہیں اور ان کی آمدنی اس قدر ہوتی ہے کہ ہم کئی خاندانوں کو پال سکتے ہیں۔"

دولاب جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے بدر کہنے لگا۔ "میں نے یہ کام کسی لالچ اور

لوبھ کے تحت تو نہیں کیا ایک بے بس لڑکی کی چیخ سنی تو میں اس کی مدد کے لیے لپکا ربیکا سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں باعزت طور پر اسے اس کے گھر پہنچاؤں گا سو میں اپنا وعدہ پورا کر چکا ہوں یا یوں جانیں میں اپنا فرض نبھا چکا ہوں اب مجھے جانے کی اجازت دیجئے۔"

اس کے ساتھ ہی بدر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ "جو کام میرے ذمہ لگایا گیا ہے اس کی نوعیت سے ربیکا آگاہ ہے اسے بہت جلد اپنے انجام تک پہنچانے کے بعد میں واپس افریقہ کی سرزمینوں کی طرف جاؤں گا۔ وہاں میرا امیر عبدالرحمٰن ہر روز سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر بڑی بے چینی سے میری واپسی کا انتظار کر رہا ہوگا۔"

بدر کھڑا ہوا تھا کہ ربیکا تڑپ اٹھی اور اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "بابا! انہیں جانے نہ دیجئے گا۔ انہوں نے کل شام کا کھانا کھایا ہوا ہے......"

اس سے آگے ربیکا کچھ نہ کہہ پائی تھی اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے دولاب، بول اٹھا تھا۔ "بیٹی! کون اسے جانے دے گا۔"

ساتھ ہی دولاب نے بدر کا ہاتھ پکڑ کر نشست پر بیٹھ گیا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ربیکا کی ماں جوسی ماریہ بدر کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھی۔

"بچے! اتنی جلدی تو نہ کرو۔ تم اس گھر کے صرف مہمان نہیں ہو اس گھر کے محسن اور مربی ہو۔ جو نیک کام تم نے کیا ہے اگر اس کا کچھ صلہ قبول نہیں کرنا چاہتے تو کم از کم ہمیں میزبانی کے شرف سے تو محروم نہ کرو۔"

اس کے ساتھ ہی جوسی ماریہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔ "میں ابھی کھانا تیار کر کے لاتی ہوں۔"

ربیکا بھی اپنی ماں کے ساتھ باہر نکل گئی تھی جبکہ دولاب اور سیمسون دونوں باپ بیٹا بدر کے ساتھ گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ اور ربیکا دونوں ماں بیٹی کھانا اسی کمرے میں لے آئیں۔ اس موقع پر جوسی ماریہ نے بڑے دکھ بھرے انداز میں بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بچے! ربیکا کو گئے آج دوسرا دن ہے اور ہم تینوں نے تب سے کھانا نہیں کھایا۔ تم خوش نصیب ہو کہ ربیکا کو لے کر آئے ہو اور تم دونوں کے ساتھ ہم بھی کھانا کھا لیں گے۔"

جواب میں بدر مسکرا دیا پھر سب نے مل کر کھانا کھایا اس کے بعد ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بدر اٹھا اور کہنے لگا۔

"اب آپ اپنی میزبانی کا حق ادا کر چکے ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے، میرے کام کی

نوعیت سے آپ بھی آگاہ ہو چکے ہیں اور ربیکا جانتی ہے کہ میرا کام کس قدر اہم نوعیت کا ہے۔''

دولاب بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے سیمسون، جوسی ماریہ اور ربیکا بھی کھڑی ہو گئی پھر دولاب نے بدر کو مخاطب کیا۔

''تمہارے کام کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے میں تمہیں زیادہ دیر روکوں گا نہیں لیکن تم اکیلے نہیں جاؤ گے۔ ابو عثمان کی بستی تک میرا بیٹا سیمسون تمہارے ساتھ جائے گا تمہاری رہنمائی کرے گا۔ اس کے علاوہ میرے بیٹے!......''

کہتے کہتے دولاب رک گیا اس لیے کہ ربیکا بول اٹھی تھی۔ ''میں جانتی ہوں آپ نے ابو عثمان کے پاس جانا ہے وہ میرے بابا کے بہت اچھے جاننے والے ہیں۔ اگر وہاں آپ کے قیام کا کوئی اہتمام نہ ہو تو آپ سیمسون کے ساتھ واپس آجائیے گا۔ یہیں ہمارے ہاں قیام کیجئے گا اور یہیں رہتے ہوئے آپ اپنے کام کی تکمیل کر سکیں گے۔''

بدر نے ربیکا کا شکریہ ادا کیا دولاب سے مصافحہ کیا ایک الوداعی نگاہ باری باری جوسی ماریہ اور ربیکا پر ڈالی پھر وہ سیمسون کے ساتھ اس کمرے سے نکلا، حویلی کے صدر دروازے تک دولاب، جوسی ماریہ اور ربیکا بھی اس کے ساتھ آئے پھر بدر اور سیمسون دونوں اسی شاہراہ پر آئے جس پر سفر کرتے ہوئے بدر اور ربیکا وہاں پہنچے تھے ان کا رخ سامنے دکھائی دیتی بستی طرش کی طرف تھا۔

تھوڑی دیر بعد ربیکا کا بھائی سیمسون ایک حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ بدر اس کے پہلو میں کھڑا تھا تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا جس شخص نے دروازہ کھولا تھا وہ سیمسون کو جانتا تھا اس لیے کہ سیمسون کو دیکھتے ہی اس نے کسی قدر تعجب سے اسے مخاطب کیا۔

''سیمسون خیریت تو ہے۔''

سیمسون مسکرایا پھر کہنے لگا۔ ''آپ ہمیں اندر آنے کے لیے نہیں کہیں گے۔''

وہ شخص ایک طرف ہٹ گیا۔ سیمسون مسکرایا اور بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہی ابو عثمان ہیں جن سے آپ ملنا چاہتے ہیں۔''

ساتھ ہی ابو عثمان کو مخاطب کر کے سیمسون کہنے لگا۔ ''ان کا نام بدر ہے آپ سے ملنے کے لیے بڑی دور سے آئے ہیں پہلے آپ انہیں دیوان خانے میں بٹھائیں پھر یہ تفصیل بتائیں گے۔''

ابو عثمان نے بڑے پر جوش انداز میں بدر سے مصافحہ کیا پھر دونوں کو اپنے ساتھ وہ

دیوان خانے میں لے گیا نشستوں پر جب تینوں بیٹھ گئے تب اپنی جگہ سے اٹھ کر بدر نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کا خط اور اس کی انگوٹھی پیش کی۔

ابو عثمان نے وہ خط پڑھا اور انگوٹھی الٹ پلٹ کر دیکھی چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میں تمہیں اندلس میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ جس کام کے لیے تم آئے ہو، یہ تو انتہائی مشکل لیکن اسے سر کرنے کی کوشش کریں گے اور میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ میں اکیلا اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا اس کے لیے ہمیں اور بہت سے لوگوں کا تعاون حاصل کرنا ہو گا تم یہاں میری حویلی میں قیام کرو میں اپنے کچھ آدمی مختلف سرکردہ آدمیوں کی طرف بھیجتا ہوں جہاں تمہاری ضرورت پڑی تمہیں بھی روانہ کر دوں گا پھر ان کا ردعمل دیکھنے کے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔''

ابو عثمان جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کر کے بدر کہنے لگا۔ ''اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو کیا میں جان سکتا ہوں کہ اندلس میں کون سے ایسے اہم لوگ ہیں جن کا اگر تعاون حاصل کیا جائے تو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔''

جواب میں ابو عثمان نے کچھ سوچا ہونٹوں پر زبان پھیری کہنے لگا۔

''اہمیت کے لحاظ سے سب سے پہلے جو شخص آتا ہے وہ صمیل ہے جو اندلس کے موجودہ حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کا دست راست اور ایک طرح سے اس کے لشکر میں سب سے اعلیٰ وارفع سالار بھی ہے۔ جہاں تک اس کی شجاعت، فراست و قیادت کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں ان خوبیوں میں یہ لاجواب ہے اندلس میں اس سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی نظر شاہین کی، جگر چیتے کا اور دل شیر کا ہے وہ بڑا نڈر بے باک اور طالع آزما سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر وہ کہیں حکمران ہوتا تو ایک عظیم الشان فاتح اور ایک غیر معمولی قابلیت کا سپہ سالار ثابت ہوتا۔ اس میں قیادت کی پوری صلاحیت بھی موجود ہے لیکن اس میں ایک بات کی کمی ہے وہ یہ کہ حکمرانی کے معاملہ میں وہ احساس کمتری کا شکار ہے اگر وہ یوسف بن عبدالرحمٰن کو اندلس کے تخت پر بٹھانے کی بجائے خود سریر آرائے سلطنت ہو جاتا تو پھر اندلس کے حالات کچھ اور ہوتے۔ وہ چونکہ حکمران نہیں ہے بلکہ حکمران کا ایک مشیر ہے اور اس کا دست راست ہے اس لیے اسے چار و ناچار اپنی رائے اور خواہش کے خلاف بھی کام کرنا پڑتا ہے اور اس کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب بھی یہی ہے۔ اس کے سامنے کوئی بڑا نصب العین بھی نہیں ہے بس وہ اسی پر قانع ہے کہ وہ اندلس کے حکمران کے بعد اندلس کا سب سے زیادہ اہم شخص ہے وہ چونکہ اندلس کے دو بڑے

قبائل یعنی حضر اور ربیعہ کا سردار بھی ہے لہٰذا ان سرزمینوں میں فوقیت اور بڑی اہمیت رکھتا ہے اگر امیر عبدالرحمٰن کو اندلس بلا کر اندلس کا حکمران بنانے کے لیے ہمیں صمیل کی مدد و تعاون حاصل ہو جائے تو ہمارے لیے آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ دوسرا شخص جو انتہائی اہم ہے جس کا تعاون اور مدد اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں یوں جانو، وہ قوم کے آئینوں کا جوہر اور صدیوں کی رات میں مستقبل کا سورج ہے۔ وہ بغاوتوں کے طلاطم کے اضطراب اور مخالفت کے پیچ و تاب میں قدرت کا احتساب بننے کا ہنر جانتا ہے۔ پاسبانوں جیسا دانش مند، دل کی سونی وادیوں میں نشیلی ساعتوں جیسا نرم رو اور زندگی کے اجزاء کی طرح ایک اعلیٰ اور پرکشش شخصیت رکھتا ہے۔ ان صفات کے باامتیاز وہ بے روک قوتوں جیسا شجاع، بحر کے غصیلے رقص جیسا بہادر ہولناک طاقتور موت جیسا جرأت مند ہے جب کسی سے ٹکراتا ہے تو عذاب کے جلال کا عکس بن کر فناء کے گھاٹ اتار دیتا ہے جب کسی کے سامنے جمتا ہے تو زنداں کی سنگین فصیلوں کی طرح اپنی عظمت کی مہریں لگاتا چلاتا ہے۔“

اس موقع پر بدر نے تجسس بھرے انداز میں ابوعثمان کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

”آپ اس شخص کی تعریف ہی کیے جا رہے ہیں اس کا نام نہیں بتا رہے۔ جس انداز میں آپ نے اس کی تعریف کی ہے اس کا نام اور اس کا پس منظر جاننے کے لیے میرے اندر ایک تجسس اٹھ کھڑا ہوا ہے۔“

جواب میں ابوعثمان مسکرایا پھر تیز نگاہوں سے بدر کی طرف دیکھتا ہوا وہ کہہ رہا تھا یہ شخص یوسف بن بخت ہے بنوامیہ کے جس قدر لوگ ہیں یہ ان کا سردار ہے عمر کا زیادہ نہیں ہے نوجوان ہے پھر اس کے عزیز و اقارب بھی اس کے ساتھ خاصی بڑی قوت رکھتے ہیں اس کا ایک چچا ہے نام اس کا عبدالملک ہے معاشرے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر یہ یوسف بن بخت اندلس کے موجودہ حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کے خلاف اٹھ کھڑا ہو تو یاد رکھنا البیرہ کے شامی وادی آش کے غسانی، بنوعمر، بنوحسان، بنوقیس، بنومہدی، بربر، جیان میں بسنے والے (قبیلہ طے) کے لوگ (قلعہ میسرہ) اور قرطبہ کے رہنے والے یقیناً ہماری حمایت پر اتر آئیں گے اس لیے کہ یوسف بن بخت ان لوگوں کے اندر بڑا ہر دلعزیز اور پسندیدہ شخصیت کا مالک ہے۔ اس کے علاوہ یوسف بن بخت اگر کوشش کرے تو مختلف شہروں کے حاکموں کو بھی اپنے ساتھ ملا سکتا ہے ان میں عاصم بن مسلم ثقفی، ابوبکر بن طفیل، اور میسرہ بن ملابس جیسے لوگ شامل ہیں یہ مختلف شہروں کے والی ہیں اور بن بخت کوشش کر کے انہیں اپنے ساتھ ملا سکتا ہے۔ ان دو کے علاوہ اشبیلہ سے ہمیں حسان بن مالک سے

رابطہ قائم کرنا ہوگا وہ بھی ہماری مدد کر سکتا ہے یمنی قبیلوں کا سردار ابوصباح بھی بہترین طاقت بن کر موجودہ حکمرانوں کے خلاف اٹھ سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ابوعثمان رکا پھر کہنے لگا۔ ”بدر! میں سب سے پہلے اپنے کچھ آدمی صمیل کی طرف روانہ کرتا ہوں اور اسے صورتحال سے آگاہ کرتا ہوں اور اس سے استدعا کرتا ہوں کہ اندلس کے موجودہ حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کے خلاف عبدالرحمٰن بن معاویہ کی مدد کی جائے جو افریقہ میں بڑی بے چینی سے انتظار میں ہوگا کہ کب اندلس میں داخل ہو؟ جب تک تمہارا قیام میرے ہاں ہی ہوگا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں امید ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو کر رہے گا اور ہم باعزت طور پر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو افریقہ سے اندلس میں لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد ابوعثمان رکا پھر بدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”اب میں کچھ تمہارے اور کچھ عبدالرحمٰن سے متعلق تفصیل جاننے کی کوشش کروں گا۔ کیا تم ایسا کرو گے؟“

اس پر بدر نے کچھ سوچا کہنے لگا۔ ”جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میرے ساتھ کچھ زیادہ تفصیل منسلک ہی نہیں ہے۔ میرا نام بدر ہے کنیت ابونصر ہے کبھی کبھی لوگ ابونسر کہہ کر پکارتے ہیں زیادہ بدر ہی کہتے ہیں۔ غلام تھا آزاد کر دیا گیا ہوں۔ بس یہی میری حقیقت ہے۔“

”جہاں تک عبدالرحمٰن کا تعلق ہے وہ ایک وسیع الزبان شاعر ہے۔ آرام کم کرتا ہے مہمات میں الجھنا زیادہ پسند کرتا ہے، اپنے کام دوسروں پر نہیں چھوڑتا، بہادر، سخی اور فیاض ہے۔ اکثر سفید لباس پہنتا ہے۔ نہایت متقی، پرہیزگار اور شرعی احکام کا بڑی سختی سے پابندی کرتا ہے۔ شراب پینا بہت دور کی بات نزدیک تک نہیں جاتا۔ دراز قد ہے۔ ناک چپٹی ہے۔ چہرے پر ایک تل ہے۔ بال سنہری ہیں۔ جب کھانے کا وقت ہوتا ہے تو جس قدر لوگ موجود ہوتے ہیں، سب کو کھانے میں شریک کرتا ہے۔ تکلیفوں میں گھبراتا نہیں بلکہ ثابت قدم رہنے کی عادت ہے۔ سر پر سفید عمامہ باندھتا ہے۔ جمعہ اور عیدین میں امامت خود کراتا ہے۔ اس کا خطبہ بڑا وسیع اور بلیغ ہوتا ہے۔ میل جول رکھ کر ہر شخص کو اپنا گرویدہ بنانے کا ہنر جانتا ہے۔“ (مشہور مؤرخ مسٹر اسکارٹ لکھتا ہے کہ اس کا ثانی اس وقت یورپ میں نہ دیکھا تھا۔ اس میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک عقلمند سیاستدان اور بادشاہ میں ضروری ہوتی ہیں)

یہاں تک کہنے کے بعد بدر رکا پھر بڑے اداس لہجہ میں ابوعثمان کی طرف دیکھتے ہوئے

وہ کہہ رہا تھا۔ ''ابوعثمان! مسلم قوم کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارے حضور ﷺ نے دنیا میں جو بہت بڑا احسان کیا وہ قبائلی دشمنی کا خاتمہ تھا اور مختلف شخصی اور نسلی حسد کو ترک کر کے ایک ملی وحدت قائم کی اور دنیا میں ایک ہی مرکز توحید کھڑا کیا۔ پہلی دو خلافتوں تک کوئی اس سے سرک نہ سکا لیکن تیسری خلافت کے شروع ہی میں چونکہ سلطنت اسلامیہ دور تک پھیل چکی تھی۔ اقتدار کی کشمکش میں پھر قبائلی رنگ آنے لگا۔ اقتدار کے بھوکے لوگوں نے جگہ جگہ اقتدار حاصل کرنا شروع کر دیا خلیفہ سوئم حضرت عثمانؓ انتہا درجہ کے حلیم و بردبار تھے۔ انہوں نے سختی کی بجائے سیدھا راستہ دکھانے کا نرم طریقہ روا رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ انتشار پیدا ہوا۔ وہ خود شہید ہوئے پھر اختلاف و دشمنی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا جس نے وحدت ملت کو ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ کر دیا۔ اس کے بعد مسلمان کی دوسری بدقسمتی کہ شہادت امام حسینؓ کا دوسرا بڑا سانحہ نمودار ہوا اس کے ردعمل میں مختلف گروہوں نے اٹھ اٹھ کر خون ریزیاں کیں بنوامیہ اس وقت اقتدار پر چھائے ہوئے تھے ایک طرف اگر عرب اور شام کے باہر مسلمان نئے علاقوں کو تسخیر کر کے اسلامی حکومت کی حدود بڑھا رہے تھے تو دوسری طرف یہاں خانہ جنگیوں کے سلسلے تھے جو ختم ہی نہ ہوتے تھے۔

آخر کار سازشوں اور خانہ جنگیوں کے نتیجہ میں بنوعباس نے عرب کے بیشتر سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا ان سرداروں کے متفق ہو جانے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ حکمران اسلامی زندگی چھوڑ کر عجم کے شاہانہ کروفر کا طریقہ اختیار کر چکے تھے۔ اس لیے ان کے خلاف رائے عامہ کا متفق ہونا ضروری تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنوامیہ کی حکومت ختم ہو گئی اور بنوعباس تاجدار بن گئے۔

حکومت کی اس تبدیلی کے نتیجہ میں اموی شہزادے شام سے بھاگ کر افریقہ پہنچنے لگے کچھ شام ہی میں ادھر ادھر دیہاتوں میں جا چھپے لیکن عباسی جاسوس ان کو تلاش کر لیتے اور پکڑوا دیتے۔ ایک روز عباسیوں نے پورے شام میں امویوں کو امان دینے کا اعلان کر دیا اس پر اس خاندان کے ستر 70 آدمی نکل پڑے اور ایک دعوت میں شریک ہو گئے۔ عباسیوں نے دغا سے کام لیتے ہوئے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

روپوش ہونے والوں میں عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی تھا وہ ہشام کا پوتا اور معاویہ کا بیٹا ہے۔ شاہی محل میں بہترین انداز میں اس کی تربیت و تعلیم ہوئی بنوعباس جب حکمران ہوئے تو یہ اپنے بھائی یحییٰ کے ساتھ قنسرین کے ایک گاؤں میں چھپا ہوا تھا وہاں بھی چھاپا پڑا لیکن عبدالرحمٰن کی خوش قسمتی کہ جس وقت بنوعباس کے مسلح جوانوں نے چھاپا مارا

عبدالرحمٰن اس وقت شکار کے لیے باہر گیا ہوا تھا چھاپے والے اس کے بھائی یحییٰ کو پکڑ کر قتل کر گئے۔ اسے باہر ہی خبر ہو گئی میں بھی اس وقت باہر ہی تھا رات کے اندھیرے میں چھپ کر عبدالرحمٰن گھر آیا اور اپنی بہنوں سے کہنے لگا کہ میں تو اب بھاگتا ہوں فرات کی طرف جاتا ہوں پھر ایسا ہوا کہ میں اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے لیکن فرات عبور کرتے ہوئے تعاقب کرنے والے عباسیوں کے ہاتھوں اس کا چھوٹا بھائی مارا گیا اس کے بعد جو کچھ پیش آیا بدر نے تفصیل سے ابوعثمان سے کہہ دیا تھا۔

✪✪✪

اندلس کے حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن نے ان دنوں اپنے لشکر کے ساتھ سرقسطہ میں قیام کیا ہوا تھا اور لشکریوں کے سالار کی حیثیت سے بنو حضر اور ربیعہ کا سردار صمیل بھی وہاں ہی قیام کئے ہوئے تھا۔ ابوعثمان نے شہزادے عبدالرحمٰن بن ولید سے متعلق تفصیل سے لکھ کر ایک خط بدر کے حوالے کیا اور صمیل کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے سرقسطہ روانہ کیا۔ بدر کے ہاتھ جو خط اس نے بھجوایا اس میں یہ بھی توجہ دلوائی گئی اور تفصیل کے ساتھ لکھا گیا تھا کہ اس امر کا فیصلہ جو صمیل کرے گا وہی آخری ہوگا۔ وہ اسی پر عمل پیرا ہوں گے یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ صمیل اگر اسے مناسب سمجھے گا تو اسے آگے بڑھایا جائے گا ورنہ یہ معاملہ یہیں ختم کر دیا جائے گا آخر میں اس خط کے اندر ابوعثمان نے یہ بھی التجاء کی تھی کہ اس معاملہ کو ہر صورت میں پوشیدہ رکھا جائے۔''

بہر حال بدر یہ خط لے کر سرقسطہ روانہ ہوا اس کے ساتھ ابوعثمان کے کچھ آدمی بھی تھے۔ ان لوگوں کی خوش قسمتی کہ جب یہ لوگ سرقسطہ پہنچے تو اندلس کا حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا اور صمیل نے لشکر کے دوسرے حصہ کے ساتھ بعد میں کوچ کرنا تھا۔ اسے مناسب موقع جان کر بدر اور اس کے ساتھی صمیل کی خدمت میں حاضر ہوئے جو خط ابوعثمان نے اس کے نام لکھا تھا اسے پیش کیا۔

صمیل بھی عجیب وغریب انسان تھا ابوعثمان کا خط پڑھ کر اس نے فوراً کہہ دیا۔

''ہاں عبدالرحمٰن بن ولید کو بلا لو ہم اس گنجے یوسف بن عبدالرحمٰن کا سر اپنی تلواروں سے اڑا دیں گے۔''

اندلس کا حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن فہری چونکہ گنجا تھا لہٰذا صمیل چند دنوں سے اسے گنجا کہہ کہ مخاطب کرتا تھا۔

صمیل کا جواب سن کر بدر اور اس کے ساتھی خوش ہو گئے۔ صمیل کے پاس سے اٹھ کر روانہ ہوئے ہی تھے کہ صمیل کو نہ جانے کیا ہوا کہ فوراً انہیں آواز دے کر بلا لیا ایسا لگتا تھا کہ وہ مدہوش تھا اور ہوش میں آ گیا ہو پھر اس نے فوراً ایک آدمی بدر اور اس کے ساتھیوں کے

پیچھے دوڑایا دوبارہ انہیں واپس بلایا جب دوبارہ وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھائی تمہاری روانگی کے بعد مجھے ایک خیال آیا ہے کہ تم لوگ اموی شہزادے عبدالرحمٰن بن ولید کو یہاں بلا رہے ہو۔ میری حماقت یہ ہے کہ میں نے تم تینوں کا تعارف بھی حاصل نہیں کیا ابھی مجھے خیال آیا ہے وہ اس طرح کہ میں نے سنا ہے وہ اموی شہزادہ بہت سنجیدہ ہے۔ اگر یہاں آ جائے تو ہمارا ٹھکانہ یہاں نہیں رہے گا اور پھر میرے ذہن میں یہ بھی خیال آتا ہے کہ اس شخص کا تعلق اس قوم سے ہے کہ ان میں سے اگر کوئی شخص اندلس میں آ کر پیشاب بھی کر دے تو ہم اور تم سب اس پیشاب میں ڈوب کر رہ جائیں گے۔''

صمیل کے ان الفاظ پر بدر اور اس کے ساتھی مایوس ہو گئے تھا تاہم انہوں نے اپنے ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ اتنے میں صمیل نے انہیں پھر مخاطب کیا۔

''ان حالات میں، میں تم سے یہی کہوں گا کہ جو خیال تمہارے ذہن میں ہے یا جو کام تم کرنا چاہتے ہو اس سے باز رہو عبدالرحمٰن بن ولید کو ہرگز اندلس میں نہ بلاؤ یوسف بن عبدالرحمٰن کو ہی اندلس کے تخت پر رہنے دو۔ ورنہ سب سے پہلے میری تلوار ہوگی جو اس اموی کے سر پر چلے گی۔ یہ باتیں میں تم سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ پہلے ایک اموی میرا یہاں بدترین دشمن ہے اور میری جان کا لاگو ہوا ہے وہ یوسف بن بخت ہے اور میں اس کے سامنے اس قدر بے بس ہوں کہ اندلس میں لشکریوں کا سالار ہونے کے باوجود میں اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ اگر کروں تو کئی قبائل میرے مخالف اٹھ کھڑے ہوں۔ میرا ایسا کرنے سے خود اندلس کا حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن بھی میرا مخالف ہو جائے مجھ سے پہلے ہی یہ یوسف بن بخت ہی نہیں سنبھالا جاتا ادھر سے اگر عبدالرحمٰن بن ولید بھی آ گیا ہو اور یہ دونوں اکٹھے ہو گئے ہوں تو میں سمجھتا ہوں اندلس میں میرا ہی نہیں بلکہ اندلس کے حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کا بھی اندلس میں کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا۔''

صمیل کی یہ باتیں سن کر بدر اور اس کے ساتھی سب نے اس کی ہاں سے ہاں ملائی بظاہر اس کے سامنے اس کے ہمنوا ہو گئے اس کے ہاتھ چوم کر رخصت ہو گئے اور واپس البیرہ شہر کے نواح میں طرش کی طرف روانہ ہوئے۔

واپس جا کر انہوں نے جب ابوعثمان کو صمیل کا جواب سنایا تو اس جواب سے ابوعثمان بڑا مایوس ہوا اب ابوعثمان نے یہ کام کیا کہ جو اس کی بستی کے نزدیک شہروں اور بستیوں کے سردار تھے انہیں اپنے ہاں دعوت دی جن لوگوں کو دعوت دی گئی ان میں اشبیلہ کا ایک سرکردہ

شخص حسان بن مالک تھا۔ یوسف بن بخت اور اس کا چچا عبدالملک، ابوعثمان نے اپنے سسر عبداللہ بن خالد کو بھی اس دعوت میں مدعو کیا تھا۔

جمعہ کی نماز کے بعد یوسف بن بخت، حسن بن مالک، عبداللہ بن خالد اور عبدالملک چاروں ابوعثمان کی حویلی میں داخل ہوئے ابوعثمان نے ان کا بہترین استقبال کیا سب سے ان کا تعارف کروایا۔ گفتگو کا آغاز کرنے کے لیے جب سب ابوعثمان کے دیوانہ خانہ میں بیٹھ گئے تب ابوعثمان نے عبدالرحمٰن بن ولید سے متعلق سب تفصیل کہہ دی تھی۔

سب سے پہلے جس شخص نے ردعمل کا اظہار کیا وہ اموی سردار یوسف بن بخت تھا بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ ابوعثمان کو کہنے لگا۔

''ابوعثمان! اگر صمیل اس کام میں شرکت نہیں کر رہا تو کوئی فکر و پریشانی کا سامنا کرنے کی ضرورت نہیں صمیل کہتا ہے کہ وہ عبدالرحمٰن بن ولید کی گردن اپنی تلوار سے کاٹے گا، تم ذرا عبدالرحمٰن بن ولید کو یہاں بلا کر دیکھو پھر میں دیکھتا ہوں صمیل کیسے اس کے خلاف حرکت میں آتا ہے۔ قسم خدا وحدہ لاشریک کی اگر صمیل نے عبدالرحمٰن بن ولید کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کی کوشش کی تو میں ابن بخت خود صمیل کی گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔''

یہ گفتگو کرتے ہوئے یوسف بن بخت کی آنکھوں اور چہرے سے غضب ناکی اور غصہ ٹپک رہا تھا۔ وہ ایک خوب دراز قد اور خوب توانا اور کڑے جسم کا مالک تھا عمر کے لحاظ سے بیس پچیس کے درمیان ہوگا۔ قد خوب نکلتا تھا جسم کا ہر عضو بتاتا تھا کہ وہ انتہاء درجہ کا طاقتور اور توانا ہوگا سر پر اس نے گھنے پیچوں کا عمامہ باندھ رکھا تھا اور جب پرجوش انداز میں گفتگو کرتا تھا تو گھنے پیچوں والے عمامہ کے نیچے کبھی کبھی لوہے کا چمکتا ہوا خود بھی دکھائی دے جاتا تھا۔

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب اس کے چچا عبدالملک کے علاوہ اشبیلہ سے آنے والے مالک اور خود ابوعثمان کے سسر عبداللہ بن خالد نے بھی اس کی تائید کی اور ابو عثمان کو یقین دلایا کہ ہر صورت میں عبدالرحمٰن بن ولید کو یہاں بلایا جائے اور اگر کسی نے اس کے خلاف قوت آزمائی کرنے کی کوشش کی تو وہ سب عبدالرحمٰن بن ولید کا ساتھ دیں گے۔

ان الفاظ سے نہ صرف بدر بلکہ ابوعثمان کی خوشی کی بھی کوئی انتہا نہ تھی اس کے بعد ابو عثمان باہر نکلا اور اپنے اہل خانہ سے کھانا تیار کرنے کے لئے کہا پھر جب وہ دوبارہ دیوان خانہ میں داخل ہوا تو حویلی کے صدر دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

ابوعثمان دروازے کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ بدر ایک دم اپنی جگہ سے اٹھا، اس کی راہ روک لی اور کہنے لگا۔ ''آپ اندر جا کر مہمانوں کے پاس دیوان خانہ میں بیٹھیں۔ میں دیکھتا

ہوں دستک دینے والا کون ہے؟''

بدر کے ان الفاظ پر ابوعثمان خوش ہو گیا تھا وہ دیوان خانہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ بدر صدر دروازے کی طرف گیا جب اس نے دروازہ کھولا تو دروازے پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص کھڑا تھا اس کے چہرے اور آنکھوں سے افسردگی اور بدحالی ٹپک رہی تھی۔ بدر نے بڑی شفقت سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔ ''کیا آپ نے کسی سے ملنا ہے۔''

وہ بیچارہ کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ''کیا اس وقت ابوعثمان گھر پر ہیں۔''

بدر ایک طرف ہٹ گیا اور کہنے لگا۔ ''ابوعثمان اس وقت گھر پر ہے اگر آپ اس سے ملنا چاہتے ہیں تو میرے ساتھ آئیں۔''

وہ بوڑھا اندر داخل ہوا بدر نے دروازہ بند کر دیا اور اس شخص کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا پھر ابوعثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''دروازے پر دستک دینے والے یہ صاحب تھے۔ یہ آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔''

ابوعثمان نے ہاتھ کے اشارے سے ایک نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا وہ شخص آگے بڑھا اور لجاجت و انکساری میں ابوعثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں دکھ کا مارا شخص ہوں ابوعثمان! میں دیکھتا ہوں یہاں آپ کے علاوہ اور بہت سے سرکردہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اگر میں نے دیکھا یہاں میرا کام ہو جائے گا تو بیٹھ جاؤں گا ورنہ کھڑے کھڑے ہی لوٹ جاؤں گا۔''

ابوعثمان کے بولنے سے پہلے ہی یوسف بن بخت نے اسے مخاطب کیا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا کام کیا ہے؟ ہم تمہیں مایوس نہیں کریں گے تم بیٹھو تو سہی۔ اگر تم کھڑے ہو کر گفتگو کا آغاز کرنا چاہتے ہو تو پھر ہم بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ آپ عمر میں ہم سے بڑے ہیں خاص کر میرے باپ کی جگہ ہیں آپ کا ادب و احترام ہم پر واجب ہے۔''

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر اس آنے والے شخص کی آنکھوں میں کچھ چمک پیدا ہوئی۔

''آپ کی باتیں دل و جذبات کو متاثر کرنے والی ہیں۔ کیا آپ مجھے اپنا نام بتائیں گے۔''

یوسف بن بخت مسکرا دیا کہنے لگا۔ ''میرا نام یوسف بن بخت ہے۔''

آنے والا شخص چونکا کہنے لگا۔ ''بنواُمیہ کے لوگوں کا سردار یوسف بن بخت؟''

''ہاں میں ہی یوسف بن بخت ہوں۔''

اس کے بعد یوسف بن بخت نے باقی سب لوگوں کا بھی تعارف کروا دیا تھا۔ دوبارہ

اس مخاطب کیا۔

''میری آپ سے التماس ہے کہ آپ نے جو کچھ کہنا ہے بیٹھ کر کہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ اگر کسی نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے تو وہ اس مکافات سے بچ نہیں سکے گا۔ آپ بیٹھ جائیں اور کہیں کیا کہنا ہے؟''

یوسف بن بخت کی اس گفتگو سے وہ شخص بڑا متاثر ہوا تھا وہ آگے بڑھ کر یوسف بن بخت کے سامنے ہی بیٹھ گیا اس نے اپنے گلے کو صاف کیا اور گفتگو کا آغاز کچھ اس طرح کیا۔

''صاحبو! میں بنیادی طور پر ایک طبیب ہوں نام میرا سالم بن عطوف ہے۔ ہم گھر کے چار افراد ہیں۔ ایک میں، ایک میری بیوی نام جس کا عبودہ ہے اور دو بیٹیاں ہیں بڑی کا نام غریطہ اور چھوٹی کا نام نشار ہے۔

میری بدبختی کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ میں بتا چکا ہوں میں طبیب ہوں اور اریش نام کی بستی کا رہنے والا ہوں جس کے اطراف میں کوہستانی سلسلہ ہے میں اپنی بیوی اور دونوں بیٹیوں کے ساتھ جڑی بوٹیاں حاصل کرنے کے لیے اکثر و بیشتر اس کوہستان میں جاتا رہتا ہوں۔

ایک روز اس کوہستانی سلسلہ پر دو گھڑسوار نمودار ہوئے اس روز میری بڑی بیٹی غریطہ گھر پر تھی میں، میری بیوی اور چھوٹی بیٹی نشار کوہستانی سلسلہ میں جڑی بوٹیاں تلاش کر رہے تھے ان دونوں سواروں نے میری بیٹی نشار کو دیکھا وہ اس کی خوبصورتی، اس کی دراز قامتی و شخصیت سے متاثر ہوئے پھر ایک جگہ گھات لگا کر بیٹھ گئے جب ہم اپنا کام تمام کر چکے، گھر کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے ہمارا تعاقب کیا ہمارا گھر دیکھ لیا۔ پھر ایک روز دونوں ہمارے گھر آئے میں نے جانا وہ مہمان ہیں ان کی آؤ بھگت کی۔ آؤ بھگت کے دوران انہوں نے میری بڑی بیٹی غریطہ کو بھی دیکھ لیا پھر وہ پہلے مطالبہ کرنے لگے کہ میں اپنی دونوں بیٹیوں غریطہ اور نشار کو ان سے بیاہ دوں۔

میں نے جب انکار کیا تو وہ پھیلنے لگے، بدمعاشی پر اتر آئے اور دھمکی آمیز انداز میں مجھے ایک آدھ دن کی مہلت دی اب وہ آئیں گے اگر میں نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ان کے عقد میں نہ دیا تو وہ زبردستی میری بیٹیوں کو اٹھا کر لے جائیں گے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی دھمکی دی کہ وہ اندلس کے سالار اعلیٰ صمیل کے آدمی ہیں اور اندلس میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ان کے خلاف فریاد و نالش یا شکایت کو سنے۔

اب صاحبو! اس دھمکی کو تین دن گذر چکے ہیں میں اپنی بیوی بچیوں کے ساتھ بڑا

یشان تھا پھر مجھے کسی نے مشورہ دیا کہ طرش نام کی بستی کے ابو عثمان کے پاس جاؤ وہ کوئی کوئی اس کا حل تلاش کرے گا اسی بناء پر میں یہاں آیا ہوں۔''

یہاں تک کہتے کہتے سالم بن عطوف نام کے اس طبیب کو رک جانا پڑا کہ بیچ میں ابو ثمان اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تو بڑے وقت پر آیا ہے۔ میں عثمان ہوں، اس وقت ابو عثمان ہی یہاں یلا نہیں مجھ سے بڑے بڑے اچھے، بڑے بڑے صاحب قدر و جلالت سردار یہاں موجود ں یہ جو تمہارے سامنے ہیں یوسف بن بخت ہیں۔ بنو اُمیہ کے سردار، ان کے قریب چچا بدالمالک بیٹھے ہوئے ہیں۔ میرے ساتھ میرے سسر اور الفطین نام کی بستی کے سردار بداللہ بن خالد بیٹھے ہوئے ہیں۔''

اس دوران بنو اُمیہ کے سردار یوسف بن بخت نے اپنے چچا سے رازداری کے ساتھ لاح و مشورہ کیا اس کے بعد طبیب سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن نت کہنے لگا۔

''محترم ابن عطوف! جو دو اوباش تمہیں دھمکی دے کر گئے ہیں پہلے ان کے پورے نام اؤ تا کہ ہم ان کے خلاف کاروائی کرنے کے قابل ہوں۔''

طبیب نے بڑے شوق سے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر بے بسی کا اظہار کرتے وئے کہنے لگا۔

ان میں سے ایک کوزکائی، دوسرے کو تومہ کہتے ہیں۔ بس وہ دونوں ہی ان ناموں سے انے پہچانے جاتے ہیں۔''

طبیب کے خاموش ہونے پر ابن بخت پھر بول اٹھا۔

''اگر ان دونوں اوباشوں سے تمہاری حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ ہم تمہارے لئے کچھ آسانیاں پیدا کریں تو کیا تم اس کے لئے رضامند ہو جاؤ گے۔''

طبیب سالم بن عطوف نے بڑے عجیب سے انداز میں یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''میں آپ کی اس گفتگو کا مطلب سمجھا نہیں کھل کر کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

یوسف بن بخت مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''ابن عطوف! جیسے کہ تعارف ہو چکا ہے میرے ساتھ میرے چچا عبدالملک بیٹھے ہیں۔ ان کا ایک بیٹا نام اس کا حبیب ہے اس کی ہم شادی کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے اگر ہم آپ کی بڑی بیٹی غریطہ کا ہاتھ مانگیں تو اس سلسلہ میں آپ کو کوئی اعتراض ہے۔''

سالم بن عطوف مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بیٹی کی شادی تو میں نے کہیں کرنی ہی ہے وہ تو دونوں اوباش اور بدمعاش تھے لہٰذا میں اپنی بیٹی کو کسی ایسے شخص کے پلے نہیں باندھنا چاہتا تھا۔ آپ جیسے صاحب حیثیت لوگ اگر میری بیٹی کا رشتہ مانگتے ہیں تو یہ خوش بختی ہوگی۔''

اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔ ''میں جریدہ بستی کا رہنے والا ہوں میرے چچا بھی میرے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ پہلے ہم تم چاروں کی حفاظت کا سامان کریں گے اس کے بعد تمہاری بیٹی کی شادی کا اہتمام ہوگا۔''

یوسف بن بخت مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ابوعثمان کا سسر عبداللہ بن خالد بول اٹھا۔

''ابن بخت ساری نیکیاں تم ہی سمیٹتے نہ چلے جاؤ مجھے بھی کچھ کرنے دو۔'' پھر اس نے طبیب سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز! تم ایسا کرو اپنی بیوی بچیوں کے ساتھ میری بستی الفطین میں چلے آؤ۔ تمہیں بہترین رہائش مہیا کی جائے گی اور ساتھ ہی تمہاری حفاظت کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔ اگر میری بستی میں کسی اوباش نے تمہیں یا تمہارے اہل خانہ کو کوئی نقصان یا زک پہنچانے کی کوشش کی تو میں نہیں رہوں گا یا زک پہنچانے والا اس دنیا سے مٹ جائے گا۔ اب تم ایسا کرو یہاں سے واپس جاؤ اور اپنے اہل خانہ کو لے کر میری بستی الفطین کا رخ کر لو میرا نام تمہیں بتایا جا چکا ہے میں عبداللہ بن خالد، ابوعثمان کا خسر ہوں۔''

عبداللہ بن خالد کے ان الفاظ پر سالم بن عطوف خوش ہو گیا تھا لیکن جلد ہی سنجیدہ ہو گیا پھر اندیشوں کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''لیکن وہ دونوں بدمعاش ہمیں بستی سے تو نکلنے نہ دیں گے انہوں نے وہاں اپنے آدمی مقرر کیے ہوئے ہیں جو ہم پر نگاہ رکھتے ہیں اور اگر میں نے اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ آپ کی بستی کی طرف آنا چاہا تو وہ تو ہمیں راستے میں ہی ہلاک کر دیں گے۔''

سالم بن عطوف کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت کا چہرہ غصے میں تپتے ہوئے لوہے جیسا ہو گیا تھا۔ غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ان دونوں اوباشوں و بدمعاشوں کی ایسی تیسی۔ تم جاؤ، اپنی بستی جا کر تیاری کرو الفطین کا رخ کرو اگر وہ اوباش تمہاری راہ روکتے ہیں یا تم سے کوئی تعرض کرتے ہیں تو میں اور میرے مسلح جوان جو اس وقت ابوعثمان کی حویلی کے باہر کھڑے ہیں آس پاس ہی ہوں گے۔ اگر انہوں نے تمہیں روکا تو ہم جوان کا حشر نشر کریں گے وہ تم بھی دیکھو گے اور تمہارے

اہل خانہ بھی اور تمہاری بستی کے لئے بھی وہ دونوں عبرت کا سامان بن جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن بخت رکا تھا پھر دوبارہ سالم بن عطوف کو مخاطب کر کے کہنے لگا تھا۔

''میرے محترم اس سے پہلے تم نے کہا تھا کہ تمہاری دو بیٹیاں ہیں ایک کا نام غریطہ اور دوسری کا نام نثار۔ دیکھو میں نے شروع میں ہی از راہ ہمدردی کہا تھا کہ تمہاری بڑی بیٹی کی شادی اپنے چچا عبدالملک کے بیٹے سے کر دوں گا یہ کوئی آخری فیصلہ نہیں ہے اگر تم اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی کہیں اور کرنا چاہتے ہو یا ارادہ رکھتے ہو یا معاملہ طے کر چکے ہو تو تمہارا فیصلہ آخری ہوگا۔ تاہم ہماری طرف سے یہ پیشکش ہے کہ میرے چچا زاد بھائی سے تمہاری بڑی بیٹی کا رشتہ طے ہو جائے۔ اس طرح تمہارا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا لیکن اس سے پہلے اپنی بیوی اور اپنی بیٹی سے مشورہ کر لینا۔'' یوسف بن بخت کچھ دیر رکا پھر کہنے لگا۔ ''اب تم جاؤ اور یہ تو بتاؤ کہ الفطین کی طرف جانے کے لئے کیا تمہارے پاس سواریاں بھی ہیں؟''

اس پر اپنی جگہ پر سالم بن عطوف اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔ ''میرے پاس دو گھوڑے ہیں۔ ایک گھوڑے پر میں اپنی بیوی کے ساتھ اور دوسرے گھوڑے پر دونوں بیٹیاں بیٹھ جائیں گی......''

سالم بن عطوف کی بات کاٹتے ہوئے یوسف بن بخت بول اٹھا۔ ''ہاں یہ ٹھیک ہے جہاں تک تمہارے گھر کے سامان کا تعلق ہے اس کے لئے تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابوعثمان کسی چھکڑے کا انتظام کر دے گا اور تمہارے گھر کا سارا سامان الفطین پہنچا دے گا۔ وہاں عبداللہ بن خالد اور ان کے آدمی تمہاری بہترین دیکھ بھال کریں گے۔ مزید یہ کہ تم بالکل بے فکر ہو کر اپنی بستی کی طرف جاؤ۔ تم ہماری نگاہوں میں رہو گے۔ وہاں صمیل کے آدمی جرأت نہیں ہوگی کہ تم پر ہاتھ ڈالے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صمیل ان دنوں اندلس کے حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کا دست راست ہے۔ لیکن صمیل کی اس حیثیت کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اگر وہ اندلس کے حکمران کا سالار ہے تو ہم اس کے دبیل نہیں ہو گئے۔ جہاں تک تمہاری بستی کا تعلق ہے اس بستی کے زیادہ لوگ صمیل کے حامی اور طرف دار ہیں لہٰذا تمہارے جیسے شخص کا وہاں بیٹیوں کے ساتھ رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ تمہاری بیٹیوں کو وہ کسی بھی وقت نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بالکل بے فکر رہو گھر کا سامان نہ چھیڑنا۔ اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ گھوڑوں پر بیٹھ کر ادھر چلے آنا۔''

ابوعثمان جو اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا یوسف بن بخت کی بات کاٹتے ہوئے بول

اٹھا۔ ''یوسف میرے بھائی! ذرا رکو میں تھوڑی دیر بعد آتا ہوں۔''

اس کے بعد ابوعثمان بڑی تیزی کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ لوٹا اور سالم بن عطوف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''ابن عطوف اپنا سامان اپنے ساتھ لے کر آنا۔ میں نے ایک چھکڑے کا اہتمام کرا دیا ہے۔ چھکڑا مع سائیس کے باہر کھڑا ہے۔ اب تم جاؤ اور الفطین منتقل ہونے کی تیاری کرو۔''

اس موقع پر یوسف بن بخت نے ابوعثمان کو مخاطب کیا۔ ''ابوعثمان یہ تم نے اچھا کیا اس طرح ان کے لئے آسانی ہو جائے گی اور اپنے سامان سمیت یہ حفاظت سے الفطین منتقل ہو جائیں گے۔''

یوسف بن بخت نے اس بار سالم بن عطوف کو مخاطب کیا۔ ''اب آپ جائیں اور اپنے کام کو آخری شکل دیں۔''

اس کے ساتھ ہی سالم بن عطوف وہاں سے نکل گیا تھا۔

❁❁❁

ایک مکان کے سامنے سالم بن عطوف نے اپنے گھوڑے کو روکا نیچے اترا چھکڑے والے نے بھی چھکڑے کو گھر کے سامنے روک لیا پھر آگے بڑھ کر سالم بن عطوف نے دروازے پر دستک دی تھی۔

دوسری دستک پر اندر سے کسی کی کھنکتی ہوئی نسوانی اور مدھم و دھیمی سی آواز سنائی دی۔

''کون ہے؟''

سالم بن عطوف کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر دھیمے سے لہجہ میں کہنے لگا۔

''نثار! میری بیٹی دروازہ کھولو۔''

دروازہ فوراً کھل گیا سامنے سالم بن عطوف کی چھوٹی بیٹی نثار کھڑی تھی وہ ایک دراز قد انتہائی حسین اور پر جمال لڑکی تھی اپنے باپ کو دیکھتے ہوئے وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی پھر کسی قدر انتہائی فکر مند لہجہ میں سالم بن عطاف کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا! کیا بنا؟''

اتنی دیر میں سالم بن عطاف کی بیوی عبورہ او بڑی بیٹی غریطہ بھی باہر نکل آئی تھیں۔ غریطہ اور نثار شکل و صورت میں کافی حد تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔ تھوڑی دیر تک سالم بن عطاف نے ان تینوں کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میں مایوس نہیں لوٹا میں طرشن کے ابوعثمان کے ہاں گیا ہوا تھا وہاں الفطین کا رہنے والا اس کا سسر عبداللہ بن خالد بھی موجود تھا اور پھر سب سے بڑھ کر بنو اُمیہ کا نوجوان سردار یوسف بن بخت ان کے ہاں تھا۔ اس کے علاوہ یوسف بن بخت کا چچا عبدالملک اور اشبیلہ کا سرکردہ حسان بن مالک بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ سب نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اپنی بستی چھوڑ دیں اور ابوعثمان کے سسر عبداللہ بن خالد کی بستی الفطین میں جا کر رہیں۔ وہاں عبداللہ بن خالد ہماری رہائش کا بہترین انتظام کرے گا۔ میرے ساتھ انہوں نے ایک چھکڑا بھیجا ہے جس میں سامان لاد کر یہاں سے ہم روانہ ہو جائیں گے۔ میرے ساتھ کچھ آدمی بھی ہیں جو تمام سامان چھکڑے میں لاد دیں گے۔''

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تب نشار فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا! یہ خبر تو بہت خوش کن اور اچھی ہے پر ہم یہاں سے روانہ تو اس وقت ہوں گے جب ہمیں کوئی روانہ ہونے دے گا۔ آپ سمجھتے ہیں کہ زکائی، تومہ اور ان کے اوباش و بدمعاش ساتھی ہمیں یہاں سے جانے دیں گے اور پھر آپ جانتے ہیں ان کی پشت پر اندلس کا سپہ سالار صمیل ہے۔ کیا یہ لوگ صمیل اور اس کے اوباشوں سے بھی ہماری حفاظت کا سامان کریں گے۔''

اس پر سالم بن عطاف کہنے لگا۔''میری بچی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے جنہوں نے بھیجا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے بولنے اور سر اٹھانے کی کسی میں جرأت نہیں ہے۔ سرفہرست بنو اُمیہ کا سردار یوسف بن بخت ہے میری بچی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں سارا اہتمام کر کے آ رہا ہوں۔ بس تم صحن میں ایک طرف کھڑی ہو جاؤ۔ میں آدمیوں کو بلاتا ہوں اور اپنا سامان لادتے ہیں اور یہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں۔ میرا گھوڑا باہر کھڑا ہوا ہے اور دوسرے گھوڑے پر زین ڈال دو۔ تم دونوں اس گھوڑے پر بیٹھ جانا۔ میں اور عبورہ اس گھوڑے پر بیٹھ جائیں گے جو باہر کھڑا ہے۔ اس کے بعد ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اگر کسی نے ہماری راہ روکنے کی کوشش کی یا زبردستی واپس لانا چاہا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو لوگ ایسا کریں گے انہیں اپنی جانوں کے لالے پڑ جائیں گے۔ جیسا میں کہتا ہوں اب تم لوگ ایسا ہی کرو۔''

سالم بن عطاف کی بات مانتے ہوئے عبورہ، غریطہ اور نشار اصطبل کی طرف گئیں اور وہاں غریطہ اور نشار دونوں گھوڑے پر زین ڈالنے لگی تھیں۔ پھر سالم بن عطوف کے کہنے پر چھکڑے میں آنے والے جوان اندر آئے اور بڑی تیزی سے سالم بن عطوف کی نگرانی میں اس کے گھر کا سامان اٹھا کر چھکڑے میں لادنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر تک انہوں نے کارروائی مکمل کر لی اور سب باہر نکل گئے۔

سالم بن عطوف کی بیوی عبورہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی پھر اسے مخاطب کر کے اندیشوں بھری آواز میں کہنے لگی۔

''تم نے گھر کا سامان تو چھکڑے میں لدوا دیا ہے پر اپنے اس مکان کا کیا ہو گا؟''

جواب میں بڑے پرسکون انداز میں سالم، عبورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھلی مانس تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ایک بار یہاں سے نکلیں الفطین پہنچیں پھر ابو عثمان کو کہہ کر اس مکان کو بکوا دیں گے۔ فی الوقت ہمارے سامنے اپنے علاوہ

اپنی بیٹیوں کی عزت و جان اور آبرو کا سوال ہے اگر ہم یہ سب کچھ بچا کر اس بستی سے نکل کر کسی مضبوط جگہ پر پہنچ گئے تو میں سمجھوں گا کہ ہم نے کچھ نہیں کھویا سب کچھ پالیا ہے۔''

سالم بن عطوف کی اس گفتگو سے عبورہ خوش ہو گئی تھی۔ چھکڑے والوں نے چھکڑے کو ہانکا اور وہ چاروں اپنے گھوڑوں پر سوار الفطین کی طرف ہو لیے تھے۔

ابھی انہوں نے تھوڑا سا فاصلہ ہی طے کیا ہو گا کہ پیچھے سے زکائی اور تومہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے آئے اور سامنے آ کر ان کی راہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ یہ صورتحال اور بے بسی سالم بن عطوف، عبورہ، غریطہ اور نشار کے لئے پریشان کن تھی نشار اور غریطہ دونوں انتہا درجہ کی فکرمند اور پریشان ہو گئی تھیں۔ ان کی ماں کی حالت بھی ان سے مختلف نہ تھی اور تینوں ایک دوسرے کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

اس موقع پر سالم بن عطوف اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر بگھی کے سامنے آیا اور زکائی، تومہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہمارا راستہ چھوڑ دو۔ میں یہ بستی ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ مجھے الفطین کے سردار عبداللہ بن خالد نے اپنے ہاں جگہ دے دی ہے میں اب اپنی بیوی بچیوں کے ساتھ الفطین ہی جا رہا ہوں۔''

اس پر زکائی نے انتہائی مکروہ قہقہہ لگایا پھر بلند آواز میں سالم بن عطوف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن عطوف! ہم سے اس طرح بچ جانا آسان نہیں ہم جب کسی سے انتقام لینے پر آتے ہیں تو یاد رکھنا اپنے دشمنوں کے عزم کو مفلوج، زبان کو گنگ و بے نطق کر دیتے ہیں اور کسی کو ہمارے سامنے بولنے کی جرأت نہیں۔ وہ لوگ جو بڑے دلیر اور شجاع بنتے ہیں وہ کسی بھی موقع پر تمہارے اہل خانہ اور تمہاری حفاظت نہ کر پائیں گے۔ سالم بن عطوف! میں نے تمہیں کہا تھا کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنا جس سے ہماری دلشکنی ہو۔ آخر تم نے وہی کیا خود اپنی قسمت کے زندان اور قربان گاہ پر آن کھڑے ہوئے ہو۔ اپنے دل کے آئینہ پر خود تم نے موت کی دستک دی ہے جس طرح اپنے گھر کے سامان لائے ہو، اسی طرح لوٹ چلو۔ آج تمہارے ساتھ فیصلہ کن بات ہو گی یا تم ہماری بات مانو گے یا تم گھر کے چاروں افراد ہمارے ہاتھوں نیست و نابود ہو کر رہ جاؤ گے۔''

سالم بن عطوف اس پر نہ گھبرایا نہ اس پر خوف طاری ہوا بلکہ اس کی چھاتی تن گئی وہ زکائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"زکائی! آج میں تمہارے سامنے رحم کا طالب نہیں ہوں گا ایک بات یاد رکھنا اگر تم لوگوں کے گھروں کے چراغ بجھانے والے ہو تو اس دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دل کے جذبوں کو ڈھارس دینے والے ہیں۔ امن کی کھیتی میں آگ بونے والو! کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ میرے سامنے تم بھیگے پروں والے پرندوں کی طرح بے بس محسوس کرو گے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب کوئی انصاف پسند انسان وقت کا پاسبان بن کر اٹھے گا تو تم پر جہنم کی آگ کی طرح برس جائے گا۔ اس روز تم اپنے سارے مکروہ مقاصد اور گھناؤنی خواہشوں کو بھول جاؤ گے۔"

سالم بن عطوف کی ان باتوں سے زکائی اور تومہ دونوں تاؤ کھا گئے تھے۔ زکائی اسے مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ابو عثمان کی بستی کی طرف سے کچھ سوار نمودار ہوئے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ انہی کی طرف آ رہے تھے۔ جب وہ نزدیک آئے تو وقت کی آنکھ نے دیکھا ان لوگوں کے آگے آگے بنو اُمیہ کا سردار یوسف بن بخت اور اس کے پیچھے اس کے مسلح جوان تھے۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا یوسف بن بخت اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھکڑے کے قریب آن کھڑا ہوا پھر سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"ابن عطوف! تم اپنے بچوں کے ساتھ یہاں پھر رک گئے ہو۔ آگے کیوں نہیں بڑھ رہے۔"

بڑی عاجزی اور انکساری سے سالم بن عطوف نے یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ابن بخت! یہ جو دو سامنے کھڑے ہیں یہ زکائی اور تومہ ہیں اور ان کے پیچھے ان کے مسلح جوان ہیں انہوں نے ہماری راہ روک لی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ آج ہمارے ساتھ فیصلہ کن بات کریں گے۔ اگر ہم نے ان کی بات نہ مانی تو یہ ہم چاروں کو قتل کر دیں گے۔"

سالم بن عطوف کے ان الفاظ سے یوسف بن بخت کی آنکھیں آگ برسا گئی تھیں۔ پھر زکائی اور تومہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بارود بھرے اندھیاؤ اور شعلوں کے طوفان کی طرح پھٹ پڑا۔

"ہر آواز اور خود آگاہی پر بے انت خلاؤں میں قدغن لگانے والو، سوچوں کی دہلیز پر غلامی کے خوفناک آسیب کھڑے کرنے والو! قبل اس کے کہ میں تم سب کی حالت بوسیدہ دریچوں اور خود سے گریزاں سایوں سی کر دوں، راستے سے ہٹ جاؤ۔ بغض کے تاجرو،

تعصب کے سوداگرو، قبل اس کے کہ میں اور میرے ساتھی نیکی و خیر کے نمائندے بن کر تم پر سنگ و خشت کی بارش کی طرح برس جائیں ان کا راستہ چھوڑ دو۔"

زکائی اور تومہ جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ سامنے ہی کھڑے رہے تب پہلے سے زیادہ دھاڑتی ہوئی، غراتی ہوئی آواز میں یوسف بن بخت بول اٹھا۔

"بدبختو! دنیا کے ذلیل ترین اور حقیر ترین انسانو! مجھے غور سے سنو، میں جریدہ کا رہنے والا بنو اُمیہ کا سردار یوسف بن بخت ہوں اور میرے ساتھ میرے وہ ساتھی ہیں جو موت اور قضاء پر بھی سوار ہونے کا ہنر جانتے ہیں تم میں سے جو میرا اور میرے ساتھیوں کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے وہ بے شک راہ روکے رہے اور جو دست بردار ہونا چاہتا ہے راستے کے دائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہو جائے۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ کا خاطر خواہ اثر ہوا۔

زکائی اور تومہ اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے اس پر یوسف بن بخت مسکرایا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم لوگوں کے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے اگر تم دائیں جانب ہٹنے میں تھوڑی سی تاخیر بھی کرتے تو میں تم سب کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دے دیتا۔ اب تم سب اپنے دائیں جانب اپنے ہتھیار پھینک دو اور گھوڑوں کے ادھر کھڑے ہو جاؤ۔"

ابن بخت کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے وہ گھوڑوں سے اتر گئے اور ہتھیار اپنے دائیں جانب پھینک دیئے۔ پھر یوسف بن بخت کے کہنے پر اس کے دو ساتھی آگے بڑھے، سارے ہتھیار اٹھا کر انہوں نے چھکڑے میں پھینک دیئے جب ایسا ہو چکا تب دھاڑتی آواز میں یوسف بن بخت نے پھر انہیں مخاطب کیا۔

"کائنات کے بدترین انسانو! تم لوگوں نے صرف صمیل کی پشت پناہی پر ایک بے گناہ اور شریف انسان اور اس کے اہل خانہ کو تنگ کرنے کی کوشش کی حالانکہ یہ ایک طبیب ہے اور جس بستی میں رہتا ہے اس بستی کے لئے باعث رحمت ہے لیکن افسوس تمہاری بدبختی نے تمہیں آواز دی۔"

اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھی کو یوسف بن بخت نے ایک مخصوص اشارہ کیا اور اس نے ایک چرمی تھیلی اپنے گھوڑے کی زین سے کھولی تین چار اور ساتھی ان کے ساتھ ہو لئے پھر انہوں نے زکائی، تومہ اور ان کے سارے ساتھیوں کے منہ پر کالک مل دی تھی۔ اس کے بعد ابن بخت نے چھکڑے کے خچروں کو ہانکنے والوں کو مخاطب کیا۔

"چھکڑے سے دونوں خچروں کو علیحدہ کر دو اور خچروں کو تم اپنی بستی طرش کی طرف لے جاؤ۔ زکائی، تومہ اور ان کے آدمیوں کو رسی میں جکڑ کر چھکڑے کے آگے خچروں کی طرح جوت دو۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر زکائی، تومہ نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کچھ کہنا چاہتے تھے کہ ان سے پہلے ہی کھا جانے والے انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت دھاڑا تھا۔

"خبردار اگر کسی نے بھی بولنے کی کوشش کی یا ذرہ برابر مزاحمت کی تو اسی وقت اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔"

ان الفاظ کے جواب میں سب نے گردنیں جھکا لیں تھیں۔ خچر ہانکنے والے اور وہ جوان جو سامان اٹھانے کے لئے ان کے ساتھ آئے تھے سب نے مل کر زکائی، تومہ اور ان کے ساتھیوں کو چھکڑے کے آگے رسی سے باندھ کر جوت دیا تھا۔ پھر زکائی و تومہ کو مخاطب کرتے ہوئے یوسف بن بخت نے انتہائی غصیلی آواز میں کہنا شروع کیا۔

"زکائی و تومہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس مڑو اور اپنی بستی اریش کی طرف چلو کسی بھی موقع پر اگر میرا حکم نہیں مانو گے یا تاخیر سے کام لو گے تو یاد رکھنا میں اپنے گھوڑے سے اتر کر چھکڑے میں بیٹھوں گا اور باری باری تم سب پر تلوار برساؤں گا اور تم رسی میں جکڑے ہی جکڑے میرے ہاتھوں تباہ ہو کر رہ جاؤ گے۔"

زکائی، تومہ اور ان کے ساتھیوں نے ضبط سے کام لیا چھکڑے کو انہوں نے کھینچا اور ابن بخت کے حکم کے مطابق اپنی بستی کی طرف مڑے تھے۔

سالم بن عطوف، اس کی بیوی عبورہ، دونوں بیٹیاں غریطہ اور نشارا اپنے گھوڑوں پر سوار ان کے پیچھے پیچھے تھیں۔

یوسف بن بخت اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ اریش نام کی بستی میں داخل ہوا اس حالت میں کہ چھکڑے کو زکائی، تومہ اور ان کے ساتھی کھینچ رہے تھے اور سب کے منہ کالے کئے ہوئے تھے اور چھکڑے کے پیچھے پیچھے یوسف بن بخت اور اس کے مسلح ساتھیوں کے علاوہ سالم بن عطاف اس کی بیوی اور دونوں بیٹیاں اپنے گھوڑوں پر سوار تھیں۔

بستی میں داخل ہونے کے بعد بستی والوں کو مخاطب کرتے ہوئے یوسف بن بخت بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

"اریش کے رہنے والو! میں بنی اُمیہ کا سردار یوسف بن بخت ہوں یہ تمہاری بستی کے

جوان اور ان کے سربراہ زکائی اور تومہ ہیں۔ انہوں نے تمہاری بستی کے رہنے والے طبیب سالم بن عطوف اور اس کی بچیوں سے زیادتی کرنا چاہی۔ یہ بستی چھوڑ کر جانا چاہتے تھے انہوں نے ان کی راہ روکی اور اس جرم کی سزا میں تم دیکھتے ہو ان سب کو میں نے اسی چھکڑے کے آگے جوت دیا جس چھکڑے میں بیٹھ کر طبیب اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس بستی سے نکلنا چاہتا تھا۔ بستی والو! اس واقعہ سے عبرت پکڑو۔ تم لوگوں میں سے جس نے بھی زکائی اور تومہ کا راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی اس کا بھی اس طرح منہ کالا کر کے خاتمہ کیا جائے گا۔"

یوسف بن بخت برابر یہ الفاظ کہتا جا رہا تھا اور انہیں بستی کے اندر چلاتا جاتا تھا۔ پہلے ان سب کو اریش نام کی بستی میں خوب پھرایا۔ اس کے بعد باہر نکلا اور ابو عثمان کی بستی طرش کا رخ کیا۔

یہ واقعہ اریش والوں کے لئے بڑا عبرت خیز تھا لوگ لرز کانپ گئے تھے کچھ لوگ جو زکائی اور تومہ کی حرکات سے تنگ تھے وہ خوشی اور اطمینان بھی محسوس کر رہے تھے بہرحال اب ابن بخت کے حکم پر زکائی، تومہ اور ان کے ساتھی چھکڑے کو کھینچتے ہوئے طرش کا رخ کر رہے تھے۔

چھکڑے کو ابن بخت کے حکم پر زکائی اور تومہ نے عین ابو عثمان کی حویلی کے سامنے لا کھڑا کیا ان دونوں کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ رسیوں سے آزاد کر کے ایک قطار میں دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے خود ابو عثمان، عبداللہ بن خالد، بن بخت کا چچا عبدالملک، بدر اور اشبیلیہ سے آنے والا سردار سالم بن مالک باہر نکل آئے تھے ابو عثمان کی بستی طرش کے کچھ سرکردہ لوگ بھی وہاں آن جمع ہوئے تھے۔

اتنے میں یوسف بن بخت حرکت میں آیا آہستہ آہستہ وہ دیوار کے ساتھ کھڑا زکائی، تومہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف گیا۔ بالکل زکائی اور تومہ دونوں کے سامنے جا کر وہ رک گیا کچھ دیر تک انہیں وہ کھا جانے والے انداز میں دیکھتا رہا اور خوفناک باز پرس کے انداز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تو تم زکائی اور تومہ ہو۔ میں نے سنا ہے کہ تم صمیل کے آدمی ہو۔ اس کی پشت پناہی پر ہر برا اور قبیح فعل کرتے ہوئے بڑا فخر محسوس کرتے ہو۔ لوگوں کے گھروں میں گھس جانا، ان کی بیٹیوں کی طلب رکھنا ہے تمہارا محبوب مشغلہ ہے۔ سالم بن عطوف ایک طبیب ہے اور طبیب جس بستی میں رہتا ہو میرے اپنے خیال کے مطابق وہ اس بستی کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے تم دونوں کیسے بدبخت اور ذلیل ترین انسان ہو کہ بجائے اس کے کہ اریش

نام کی اس بستی میں سالم بن عطوف کی عزت افزائی کرتے اس کے کام میں اس کے مددگار ومعاون ثابت ہوتے بلکہ تم دونوں نے اس کی عزت، اس کی آبرو اور اس کے گھرانے اور خاندان کی عفت پر غلط نگاہ ڈالنا شروع کر دی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ ایک قبیح اور انتہائی برا فعل ہے اور اسے سامنے رکھتے ہوئے تم دونوں کی گردنیں کاٹ دینی چاہئیں۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ صمیل جو اندلس کے لشکریوں کا سالار ہے تمہارا پشت بان ہے اور اس کی پشت بانی میں تم جو چاہے کرتے پھرو یہ تمہاری بھول اور غلط فہمی ہے خدا کی قسم اگر صمیل خود بھی کسی ایسے قبیح اور برے فعل میں ملوث ہو تو میں یوسف بن بخت اس کی گردن کاٹنے سے بھی نہیں ہچکچاؤں گا۔"

یوسف بن بخت کی اس گفتگو سے زکائی اور تومہ دونوں لرز کانپ گئے تھے۔ چہرہ سرسوں ہو کر رہ گیا تھا پھر نگاہوں ہی نگاہوں میں انہوں نے کچھ فیصلہ کیا، لپک تڑپ کر آگے بڑھے زمین پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئے پھر دونوں نے یوسف بن بخت کے پاؤں پکڑ لئے ساتھ ہی زکائی بول اٹھا۔

"محترم ابن بخت! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سے غلطی اور بھول ہوئی ہم آپ سے التجاء کرتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دیں آئندہ ہم کسی ایسے فعل میں ملوث ہوں تو آپ اس بات کے مجاز ہوں گے کہ آپ ہم سب کی گردنیں کاٹ دیں۔"

یوسف بن بخت پیچھے ہٹ گیا ان دونوں کو اوپر اٹھایا غور سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے سامنے کھڑے زکائی اور تومہ کی گردنیں جھکی رہیں پھر انتہائی بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو یہاں سے دفع ہو جاؤ آئندہ اگر تم میں سے کوئی بھی ایسے کسی فعل میں مبتلا ہوا تو لکھ رکھے کہ وہ زندہ نہیں رہے گا اور اپنی جان سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ تمہارے گھوڑے تمہیں نہیں ملیں گے۔ یہ تم لوگوں کی سزا ہے اب تم پیدل ہی جدھر جانا چاہتے ہو یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ سے اب وہ کسی قدر اطمینان محسوس کر رہے تھے پھر وہ بھاگنے کے انداز میں اریش نام کی بستی کی طرف جا رہے تھے۔

ان کے جانے کے بعد سالم بن عطوف آہستہ آہستہ ابن بخت کے قریب ہوا پھر دکھ بھرے انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! میں نہیں جانتا آپ نے کیا سوچتے ہوئے زکائی، تومہ اور ان کے ساتھیوں کو

جانے دیا ہے لیکن یہ بڑے دراز دست لوگ ہیں اپنی فطرت میں یہ اندھی کالی راتوں میں پلتے غضب اور طوفانوں کے دروازے پر دستک دیتے قحط کی مانند ہیں۔ کالے ذہن کے ایسے انسان اوروں کے درِ احساس پر مسلسل عذاب لمحوں اور کرب کے آنگنوں میں جیون دکھ کی آگ کی طرح برس جاتے ہیں۔ یہ چلے تو گئے ہیں لیکن میرا دل کہتا ہے کہ یہ ستم کا کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش کریں گے۔"

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تو اس کے ان الفاظ کے جواب میں یوسف بن بخت کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سالم بن عطوف کی چھوٹی اور انتہائی حسین اور خوبصورت بیٹی نشار یوسف بن بخت کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھی تھی۔

"امیر! سب سے پہلے تو میں اپنی بہن، اپنی ماں اور باپ کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں آپ نے ہمیں اریش نام کے جہنم سے نکالنے کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ یہ کام کسی کے لئے ہر کوئی نہیں کرتا۔ دوسری بات جو الفاظ میرے باپ نے کہے ہیں میں نہیں جانتی آپ ان الفاظ کا کیا جواب دیں گے لیکن سابقہ تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے امیر میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ زکائی اور تومہ ہم چاروں کو تو وقت کا کھوٹا سکہ جان کر ہمارے خلاف حرکت میں آئیں گے اور ہمیں نقصان پہنچائیں گے چونکہ وہ صمیل کے آدمی ہیں لہٰذا وہ آپ کو اذیت پہنچانے کے لئے آپ کے خلاف بھی جبر کے ڈنگ، دکھ کی اندھی گھاتیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

نشار جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت بول اٹھا۔

"خاتون! جو الفاظ تم نے کہے ہیں وہ ٹھیک ہی کہے ہیں لیکن تم چاروں مطمئن رہو ایسے وحشت پسند اور تن من گھائل کرنے والے بھیڑیئے میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ اگر موت کے شب خون مارنے والے ان درندوں نے ہمارے خلاف کوئی منفی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو میں تم چاروں کو یقین دلاتا ہوں میں زکائی اور تومہ ہی نہیں ان کے سارے ساتھیوں کی ہر سانس کو اذیت ناک اور ہر لمحے کو قیامت بنا کر رکھ دوں گا۔ خاتون! جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ تم لوگوں کو یہ کھوٹے سکے جان کر حرکت میں آئیں گے، ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا بے شک تمہیں ابوعثمان کے خسر عبداللہ بن خالد کی بستی کی طرف روانہ کیا جا رہا ہے لیکن الفطین اور جریدہ نام کی بستیاں دونوں قریب قریب ہیں۔ میں جریدہ کا رہنے والا ہوں دونوں کے بائیں جانب کوہستانی سلسلہ ہے یہ وہی کوہستانی سلسلہ ہے جو تمہاری بستی کے قریب تھا اور جہاں تم جڑی بوٹیاں تلاش کرتے تھے یہی کوہستانی سلسلہ

ہماری بستی کی طرف بھی جاتا ہے وہاں بھی تمہاری آمدنی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ تمہارے باپ کو طب کے لئے وہاں جڑی بوٹیاں وافر مقدار میں ملیں گی اگر تمہارا کام وہاں نہ بھی چلا تب بھی وہاں تمہیں کسی قسم کی کمی محسوس نہیں ہونے دی جائے گی۔ رہا سوال زکائی اور تومہ کا اور تم لوگوں کے خلاف حرکت میں آنے کا تو جس روز ان دونوں یا ان کے ساتھیوں نے الفطین یا جریدہ کے آس پاس تم لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس روز میں بنی اُمیہ کی امارت سے دست بردار ہو جاؤں گا۔"

یوسف بن بخت کی اس گفتگو سے سالم بن عطوف، غریطہ، عبورہ اور نشار چاروں مطمئن ہو گئے تھے جبکہ قریب ہی کھڑے ابو عثمان، عبداللہ بن خالد، عبدالملک، حسان بن ملک اور دوسرے بہت سے لوگ مسکرا رہے تھے۔

اس موقع پر عبداللہ بن خالد ان مسلح جوانوں کے پاس آیا جو الفطین سے اس کے ساتھ آئے تھے تھوڑی دیر تک وہ انہیں کچھ سمجھاتا رہا پھر اس کے کہنے پر وہ مسلح جوان سالم بن عطوف، اس کی بیوی اور دونوں بیٹیوں کو لے کر الفطین کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

بدر کا قیام طرش نام کی بستی میں ابو عثمان ہی کے ہاں تھا اس دوران یوسف بن بخت، ؛عثمان، عبداللہ بن خالد اور عبدالملک سب نے مل کر افریقہ کے ساحل پر بیٹھے عبدالرحمٰن ن معاویہ کے لئے کام کرنا شروع کیا۔

گو شروع میں قبائل حضر اور ربیعہ اور صمیل کے جواب نے انہیں مایوس کیا تھا لیکن ہوں نے ہمت نہیں ہاری وہ البیرہ کے شامیوں سے ملے انہوں نے ساتھ دینے کی ہامی ر لی پھر یمانیوں سے رابطہ قائم کیا گیا وہ یوسف بن بخت کے حامی تھے اور ہر حال میں سف بن بخت کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے ان کا سردار ابو الصباح بہت اچھی طرح ش آیا اپنے پورے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ اس کے بعد یوسف بن بخت، ابو عثمان، بداللہ بن خالد، عبدالملک اور دیگر سالاروں نے اپنی ان کوششوں کو جاری رکھا اپنے انے والے اور حمائتی مختلف قبیلوں اور خانوادوں سے رابطہ قائم کیا چنانچہ البیرہ اور جیان کے صوبوں میں دہقانی قبائل سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے ساتھ دینے اور رضا مندی کا ظہار کیا۔ اس کے بعد یوسف بن بخت نے وادی آش کے غسانیوں کو اپنا ہمنوا بنایا اور پھر ؛عمر، قبیلے طے، قبیلے میسرہ اور قرطبہ کے سرداروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔

انہی کوششوں کے دوران ہی یوسف بن بخت نے قبیلہ حضر اور ربیعہ سے بھی خفیہ ابطہ قائم کیا گو کہ ان کا بڑا سردار صمیل تھا اور وہ مخالفت اختیار کر چکا تھا لیکن انہی دو قبائل کے ایک اور معزز شخص سے یوسف بن بخت نے رابطہ قائم کیا اس کا نام حسین بن دجن تھا۔ ں طرح یوسف بن بخت نے حضر اور ربیعہ قبائل کے ایک حصہ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور ں طرح اس حصہ کا کماندار ایک طرح سے حسین بن دجن کو سمجھا گیا۔

یوں یوسف بن بخت، عبداللہ بن خالد، ابو عثمان، عبدالملک، حسان بن مالک اور وسرے سارے سالاروں کی کوششیں جب کامیاب ہوئیں اور بہت سے لوگوں کو اپنا حمائتی نا لیا گیا تب بدر سے کہا گیا کہ واپس افریقہ جائے اور عبدالرحمٰن کو اپنے ساتھ اندلس لائے ر یہ فیصلہ ہونے کے بعد بدر وقت ضائع کئے بغیر افریقہ کی طرف جانے والے پہلے جہاز

پر سوار ہوا اور عبدالرحمٰن کی طرف روانہ ہوا۔

✿✿✿

بدر جب سبطہ شہر میں عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا تو عبدالرحمٰن اس کی آمد پر حد خوش ہوا اور بہترین انداز میں اس کا استقبال کیا اس کی حالت سے لگتا تھا وہ بڑی چینی اور بڑے کرب میں اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا ہو۔ جونہی بدر اس کے پاس اس نے سوال داغ دیا۔

"جس کام کے لئے تم گئے تھے اس میں کچھ کامیابی کی امید ہوئی؟"

جواب میں بدر نے اندلس میں ہونے والے سارے حالات تفصیل کے ساتھ ڈالے تھے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن کے کہنے پر اس نے یوسف بن بخت، عبداللہ بن خا ابوعثمان اور عبدالملک اور دیگر اندلسی سرداروں کے حالات اور ان کی سیرت سے متعلق کافی تفصیل سے روشنی ڈال دی تھی۔

یہ سارے حالات سن کر عبدالرحمٰن کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر بد طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بدر میرے عزیز بھائی! جیسا میں چاہتا تھا ویسا ہوا نہیں۔"

بدر نے چونک جانے کے انداز میں عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا پھر مایوسانہ سی اس آواز سنائی دی۔

"کیا میرے کام میں کوئی کمی رہ گئی ہے یا میں نے کوئی غلط قدم اٹھا دیا ہے؟"

عبدالرحمٰن کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔ "نہ تمہارے کام میں کوئی کمی ہے ا سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ میرے عزیز! ان سرداروں نے تمہیں میری طرف بھیج دیا ہے تا تم مجھے اپنے ساتھ اندلس لے جاؤ۔ اگر میں ان کے کہنے پر تمہارے ساتھ اندلس چلا ہوں اور وہاں حالات ایک دم پلٹا کھاتے ہیں اور ہمارے حق میں نہیں رہتے اور ناکامی ہوتی ہے تو وہ سارے سردار اپنی غلطیوں اور اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے سکتے ہیں کہ انہوں نے تو مجھے بلایا ہی نہیں۔ اگر ایسی صورتحال پیدا ہوگئی تو پھر خود ہی میرا تمہارا کہاں ٹھکانہ ہوگا؟"

عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تو بدر بھی کچھ دیر گردن جھکا کے کسی قدر فکرمندی کا اظ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو کچھ آپ نے کہا ہے ایسا ہو سکتا ہے تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے تمہیں پھر واپس اندلس جانا ہوگا۔" عبدالرحمٰن الداخل نے کچھ سوچتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

"وہاں جانے کے بعد تم سب سرداروں سے ملنا جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس کا ذکر سب سرداروں سے عمومیت کے ساتھ اور یوسف بن بخت سے خصوصیت کے ساتھ کہنا۔ جو حالات تم نے مجھ سے کہے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اندلس میں یوسف بن بخت ہی وہ شخص ہے جو آنکھیں بند کر کے ہماری مدد اور ہماری حمائت پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ ایسے مخلص جانثار لوگ بہت کم ملتے ہیں۔ واپس جا کر تم سیدھا یوسف بن بخت کی بستی کا رخ کرنا اس کے ہاں جانا اور جو پیغام میں تمہیں دینے لگا ہوں سب سے پہلے یہ پیغام تم یوسف بن بخت ہی کو پہنچانا۔

بدر! واپس اندلس جا کر یوسف بن بخت سے کہنا کہ عبدالرحمٰن اندلس میں یوں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟ اندلس میں وہ اس طرح داخل نہیں ہونا چاہتا۔ میرا وہاں داخل ہونے کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہونا چاہیے کہ سب سردار مل کر کچھ لوگوں کو منتخب کریں اور ایک سرکردہ آدمی کو ان کا سرخیل بنا کر میری طرف روانہ کریں جو ایک وفد کی صورت میں میرے پاس آئیں اور پھر میں ان کے ساتھ اندلس جاؤں گا۔ اس طرح میری اہمیت بھی ہوگی اور آنے والے دور میں کوئی یہ نہیں کہے گا کہ مجھے وہاں نہیں بلایا گیا تھا اور جب سب لوگ مجھے لینے کے لئے آئیں گے تو میرے وہاں پہنچنے کے بعد اگر حالات ابتر بھی ہوتے ہیں تب بھی ساتھ نہیں چھوڑیں گے اس لئے کہ انہیں احساس ہوگا کہ انہوں نے مجھے بلایا ہے۔ وہ اس سے مکر نہیں سکتے اس لئے کہ ان کا وفد خود مجھے لینے گیا تھا۔ وہاں پر وہ میرے ساتھ خلوص اور جانثاری کا مظاہرہ کریں گے اور انکے یہ جذبات ہی میری کامیابی اور میری کامرانی کا باعث بن جائیں گے۔"

عبدالرحمٰن کی اس گفتگو سے شاید بدر کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر پرسکون انداز میں عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"جو کچھ آپ نے کہا ہے میں اس کا مطلب اور مقصد سمجھ گیا ہوں آپ بالکل بے فکر ہو جائیں آپ یہ چاہتے ہیں کہ اندلس کے سردار مل کر وفد آپ کی طرف بھجوائیں اور آپ اس وفد کے ساتھ اندلس میں داخل ہوں۔ اب میں ایسا ہی کروں گا اگر یہ بات ہے تو میں آج ہی ابھی تھوڑی دیر تک لوٹتا ہوں اور دوبارہ اپنے کام کی ابتداء کرتا ہوں۔"

جواب میں عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے بدر کی پیٹھ تھپتھپائی، کہنے لگا۔ "نہیں اس

طرح نہیں، تم سفر سے تھکے ہارے ہو چند یوم آرام کرو اس کے بعد اندلس کا رخ کرنا اب اٹھو دوسرے کمرے میں جا کر کھانا کھاتے ہیں۔''

بدر چپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عبدالرحمٰن چپ چاپ اسے دوسرے کمرے کی طرف لے جا رہا تھا۔

✡✡✡

طبیب سالم بن عطوف اپنی بیوی عبورہ، دونوں بیٹیوں غریطہ اور نشار کے ساتھ عبداللہ بن خالد کی بستی الفطین میں رہائش اختیار کر چکا تھا۔ اس کی رہائش کے لئے عبداللہ بن خالد نے ایک بہترین اور صاف ستھری حویلی کا اہتمام کیا تھا۔ سالم بن عطوف چونکہ ایک ماہر طبیب اور ایک مخلص انسان تھا وہاں رہتے ہوئے اس نے نہ صرف الفطین بلکہ آس پاس کی بستیوں کے لوگوں کا بھی جب دل جمعی سے علاج کرنا شروع کیا تو لوگ اس کی عزت کرنے لگے۔ اس طرح وہ اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ پر آسائش زندگی بسر کرنے لگا تھا۔

ایک روز سالم بن عطوف اپنی بیوی عبورہ، دونوں بیٹیوں نشار اور غریطہ کے ساتھ بنو اُمیہ کے سردار یوسف بن بخت کی بستی جریدہ میں داخل ہوا۔ لوگوں سے پوچھتا ہوا وہ یوسف بن بخت کی حویلی کے پاس آیا اور دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھلا تو ایک معمر خاتون دروازے پر کھڑی تھی۔ چاروں بڑے غور اور فکرمندی سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اتنے میں دروازہ کھولنے والی خاتون نے انہیں مخاطب کیا۔

''میں نے آپ لوگوں کو پہچانا نہیں آپ کون ہیں، کس سے ملنا ہے؟''

اس پر سالم بن عطوف بول اٹھا۔ ''میرا نام سالم بن عطوف ہے طبیب ہوں الفطین میں رہائش رکھتا ہوں۔ میرے ساتھ یہ میری بیوی ہے نام اس کا عبورہ ہے میرے دائیں جانب میری دو بیٹیاں ہیں ایک کا نام غریطہ اور چھوٹی کا نشار ہے۔''

جس وقت سالم بن عطوف نے اپنا یہ تعارف کرایا تھا اس وقت ایک لڑکی اور اس سے چھوٹی عمر کا لڑکا بھی آن کھڑے ہوئے تھے۔

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تو دروازہ کھولنے والی معمر خاتون کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ ''میں آپ لوگوں کو جان گئی ہوں آپ اندر تشریف لائیں میں یوسف بن بخت کی ماں ایناط ہوں یہ دونوں میرے بچے ہیں بیٹی کا نام قنبیل اور بیٹے کا نام سالم بن بخت ہے۔''

سالم بن عطوف اپنی بیوی اور دونوں بیٹیوں کے ساتھ حویلی میں داخل ہوا۔ ایناط، اس کی بیٹی اور بیٹا ان سب کو دیوان خانہ میں لے گئے۔ جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز سالم بن عطوف نے کیا تھا۔ یوسف بن بخت کی ماں ایناط کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''محترم خاتون! کیا میری ملاقات امیر یوسف بن بخت سے نہیں ہو سکتی؟''

جواب میں ایناط مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''بھائی! اب آپ کو فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے آپ اس گھر میں اجنبی نہیں ہیں۔ میرا بیٹا یوسف بن بخت آپ لوگوں سے متعلق مجھے تفصیل سے بتا چکا ہے۔ آپ آرام اور سکون سے بیٹھیں وہ باہر گیا ہوا ہے تھوڑی دیر تک آتا ہے اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے کہیں میں......''

سالم بن عطوف اس کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھا۔ ''نہیں بہن! ایسی کوئی بات نہیں بس میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ کے بیٹے ابن بخت سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تو اس کی طرف کسی قدر فکرمندی میں دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت کی ماں ایناط بول اٹھی۔ ''بھائی! تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ میرے بیٹے یوسف بن بخت نے تم لوگوں سے متعلق یہ تو بتایا تھا کہ تم لوگ اریش کے رہنے والے تھے اور وہاں کچھ اوباش تم لوگوں کو تنگ کرتے تھے جن کی بناء پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد تمہیں اور تمہارے اہل خانہ کو عبداللہ بن خالد کی بستی الفطین میں آباد کرا دیا گیا ہے۔ اب تم میرے بیٹے سے بات کرنے کے لئے آئے ہو تو میرے دل میں عجیب طرح کی الجھنیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں کہ الفطین میں بھی وہ لوگ تمہیں تنگ کرنے لگ گئے ہیں کیا وہ اتنے ہی دراز دست ہیں کہ کسی کے قابو میں نہیں آتے۔ الفطین کا سردار عبداللہ بن خالد اس معاملہ میں بڑا سخت اور بڑا منکسر مزاج ہے میں تو اس سے یہ توقع بھی نہیں کر سکتی تھی کہ اس کی بستی میں بھی تم لوگوں کو تنگ کیا جائے گا۔ عبداللہ بن خالد کی حیثیت میرے بھائی کی سی ہے میں خود اس سے کہوں گی کہ اپنی بستی میں تمہارے اور تمہارے اہل خانہ کے تحفظ کا بہتر اہتمام کرے۔''

جب تک ایناط بولتی رہی سالم بن عطوف، اس کی بیوی عبورہ، دونوں بیٹیاں غریطہ اور نشار عجیب سے انداز میں جس میں بے بسی زیادہ اور سکون کم تھا ایناط کی طرف دیکھتی رہیں جب وہ خاموش ہوئی تب سالم بن عطوف بول اٹھا۔

''میری بہن! الفطین میں ہم بالکل خوش، آسودہ اور مطمئن ہیں اور پھر الفطین اور آپ

کی یہ بستی جریدہ دونوں نزدیک نزدیک ہیں۔ دونوں کے پہلو میں کوہستانی سلسلہ ہے جہا
سے ادویات بنانے کے لئے ہمیں کافی جڑی بوٹیاں مل جاتی ہیں۔ اکثر میں، میری بی
غریطہ اور نشار جڑی بوٹیاں تلاش کرنے کے لئے کوہستانی سلسلہ کی طرف چلے جاتے ہی
اگر میں کبھی نہ بھی جا سکوں مصروف ہوں تو یہ دونوں بہنیں بھی لے آتی ہیں۔ اس لحاظ سے
بہن میں بالکل مطمئن ہوں لیکن میرے ساتھ ایک بہت بڑا معاملہ ہے جو میں آپ ک
بیٹے یوسف بن بخت کے ساتھ طے کرنا چاہتا ہوں۔ یوں جانو کہ میں اس سلسلہ میں یوسف
بن بخت سے معافی اور معذرت کرنا چاہتا ہوں۔"

ایناط نے گھورنے کے انداز میں سالم بن عطوف کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ "کیس
معافی، کیسی معذرت؟ آپ طبیب ہیں اس لحاظ سے بھی قابل عزت ہیں اور پھر عمر کے لحا
سے اس کے باپ کی جگہ ہیں۔ اگر آپ سے کوئی غلطی بھی ہو چکی ہے تو بھی آپ کو یوسف
بن بخت سے معذرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بہن! معاملہ دراصل یہ ہے کہ ہماری بستی کا نام جیسا کہ آپ جانتی ہیں ارش ۔
وہاں ہمیں دو اوباش اپنے ساتھیوں کے ذریعہ تنگ کرتے تھے ان اوباشوں کے نام زکا
اور تومہ ہیں دونوں ہی انتہا درجہ کے غیر ذمہ دار اور بدکردار شخص ہیں میں ان کے خلاف
جب طرش کے ابوعثمان کے ہاں مدد کے لئے گیا تو وہاں آپ کا بیٹا یوسف بن بخت
عبداللہ بن خالد اور کچھ اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے میں نے جب ان سے زکائی اور تومہ ک
خلاف مدد مانگی اور ان سے درخواست کی کہ وہاں میری بیٹیاں غیر محفوظ ہیں۔ میرا کوئی بی
نہیں۔ لے دے کے دونوں بیٹیاں ہیں وہی میرا سرمایہ اور سب کچھ ہیں اور وہ ان دونو
بدمعاشوں کے ساتھیوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس موقع پر آپ کے بیٹے یوسف بن بخت
نے کہا تھا میں اپنی بیٹی غریطہ کا رشتہ آپ کے بیٹے کے چچا زاد بھائی کو دے دوں اس کا نا
شائد اس نے حبیب بتایا تھا۔"

ابن عطوف کے خاموش ہونے پر ایناط فوراً بول اٹھی۔ "ہاں میرے بیٹے کا چچ
عبدالملک ہماری ساتھ والی حویلی میں رہتا ہے اس کا بیٹا حبیب بھی ہے نوجوان ہے اگر تم
اپنی بیٹی غریطہ کا رشتہ اس کے بیٹے حبیب کو دینا چاہو تو میں اس سلسلہ میں یوسف بن بخت
کی ماں ضمانت دیتی ہوں کہ عبدالملک کے ہاں تمہاری بیٹی غریطہ بہت خوش رہے گی۔"

سالم بن عطوف بڑی بے بسی اور لاچارگی کے انداز میں کہنے لگا۔ "بہن! دراصل بات
کچھ یوں ہے کہ اس وقت تو میں ابوعثمان کے ہاں مدد طلب کرنے کے لئے گیا تھا جب

ن بن بخت نے میری بیٹی غریطہ کا اپنے چچا زاد حبیب کے لئے رشتہ مانگا تو اس وقت
نے نہ ہاں کی نہ چپ رہا اس لئے کہ میں کسی اور مقصد کے تحت گیا ہوا تھا۔ اب جبکہ
کچھ ذہنی اور قلبی سکون ہوا ہے تو میں معاملہ کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے آیا
ں۔ دراصل اشبیلہ میں میرے کچھ عزیز رہتے ہیں۔ ان کے ہاں میری بیٹی غریطہ کی منگنی
ہی ہے بس میں یہی کہنا چاہتا تھا کہ میں غریطہ کا رشتہ محترم عبدالملک کے بیٹے حبیب
لئے نہیں دینا چاہتا ساتھ ہی میری یہ بھی گذارش ہے کہ اس سلسلہ میں ناراض نہ ہوں
ری مجبوری ہے۔ ہاں اگر آپ اس بات پر مصر ہوں کہ یہ رشتہ آپ کو ملنا چاہیے تو جن
زوں کے ہاں میں نے اپنی بیٹی غریطہ کی منگنی کر رکھی ہے میں انہیں جواب دے دیتا
ں اور حبیب کے رشتہ کے لئے ہاں کر لیتا ہوں۔"

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تو چونک جانے کے انداز میں ایناط بول اٹھی۔ "نہیں
ں تمہیں ایسا کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اگر تم اپنی بیٹی غریطہ کی منگنی اپنے عزیزوں
ہاں طے کر چکے ہو تو تمہاری بیٹی کی شادی وہاں ہی ہو گی۔ حبیب کے لئے تم نے چونکہ
ی ہاں نہیں کی لہٰذا اس سلسلہ میں تم پر کوئی حرف گیری نہیں آتی اس لئے کہ......"

یہاں تک کہتے کہتے ایناط خاموش ہو گئی اس لئے کہ عین اسی لمحے اپنے گھوڑے کی
ے تھامے یوسف بن بخت حویلی میں داخل ہوا تھا۔ اس دیکھتے ہی اس کا چھوٹا بھائی سالم
بخت اور اس کی چھوٹی بہن قنبیل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے، بھاگتے ہوئے صحن کی طرف
ے۔ پہلے والہانہ انداز میں یوسف بن بخت سے لپٹ گئے پھر سالم بن بخت نے اس سے
ڑے کی باگ لے لی اور گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گیا۔ اس موقع پر صحن میں
ڑے ہی کھڑے قنبیل نے یوسف بن بخت کو مخاطب کیا۔

"بھائی! ہمارے ہاں کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں اور وہ بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار
رہے ہیں۔"

یوسف بن بخت نے غور سے اپنی چھوٹی بہن قنبیل کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔
"کیسے مہمان...... کون سے مہمان؟"

قنبیل نے مسکراتے ہوئے یوسف بن بخت کا ہاتھ تھام لیا پھر اسے دیوان خانے کی
ے کھینچتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ میرے ساتھ آئیں آپ کو خود ہی پتہ چل جائے گا کہ کس قسم کے مہمان آئے
ئے ہیں۔"

یوسف بن بخت چپ چاپ قنبیل کے ساتھ ہو لیا اتنی دیر تک سالم بن بخت گھوڑے کو اصطبل میں باندھنے کے بعد ان سے آن ملا تھا۔

تینوں جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو یوسف بن بخت وہاں سالم بن عطوف کی بیوی عبورہ، اور دونوں بیٹیوں غریطہ اور نثار کو دیکھ کر خوش ہو گیا تھا جونہی وہ دیوان میں داخل ہوا اس کے احترام میں سب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر قدر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے یوسف بن بخت نے سالم بن عطوف کو مخاطب کیا

''میں کوئی اتنا اہم شخص نہیں کہ جب میں آؤں تو آپ کھڑے ہو کر میرا احترام کر آپ میرے باپ کی جگہ ہیں آپ بیٹھے رہیں بلکہ آپ جب آئیں تو میرا فرض ہے کہ اٹھ کر آپ کا استقبال کروں۔''

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت آگے بڑھا پر جوش انداز میں اس نے سالم عطوف سے مصافحہ کیا پہلے سالم کی بیوی عبورہ کا حال دریافت کیا اس کے بعد غریطہ اور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے خیال میں اب تم دونوں بہنیں الفطین میں خوش اور مطمئن ہوں گی۔''

جواب میں چھوٹی اور انتہاء درجہ کی خوبصورت نثار بول اٹھی تھی۔

''امیر! ہم لوگ کیسے آپ کا شکریہ ادا کریں۔ الفطین میں منتقل کر کے آپ نے ہ بڑا احسان کیا ہے اریش میں ہماری زندگی واقعی عذاب اور کرب میں گزر رہی تھی الفطین میں ہم مطمئن ہیں......''

نثار اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ یوسف بن بخت بول پڑا۔ ''دیکھیں آپ کھڑے ہو کر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے پہلے بیٹھ جائیں اس کے بعد آرام بات کریں۔''

یوسف بن بخت بیٹھ گیا اور باقی سب لوگ بھی اپنی نشستوں پر ہو بیٹھے۔ اس موقع یوسف بن بخت کی ماں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کی آمد تک سالم کے ساتھ جو گ ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے اس سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد تھوڑی دیر تک یوسف بن بخت مسکراتے ہوئے سالم عطوف کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کی تسلی و تشفی کے لئے کہنے لگا۔

''آپ کو اس سلسلے میں معذرت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی آپ نے رشتہ کے ہاں تو نہ کی تھی۔ اگر ہاں بھی کی ہوتی اور آپ یہ کہتے کہ آپ نے اپنی بیٹی کا رشتہ ا

عزیزوں کے ہاں طے کیا ہوا ہے تو کسی کی جرأت نہ تھی کہ اس سلسلہ میں آپ کے آڑے آتا یا آپ کا ارادہ بدلنے کی کوشش کرتا۔

بہر حال آپ کو اس سلسلے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا چچا اور اس کا بیٹا دونوں بڑے فراخ دل ہیں میں انہیں سمجھا دوں گا۔ حبیب کا رشتہ کہیں اور طے کریں گے۔''

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر نثار، غریطہ، سالم اور عبورہ خوش اور مطمئن ہو گئے تھے پھر سالم بن عطوف کہنے لگا۔

''آپ نے ایسی گفتگو کر کے میرے سر کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔''

یوسف بن بخت پھر مسکرا دیا۔ ''کوئی بوجھ نہیں ہے یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے آپ اپنی بچیوں کے سلسلہ میں جو بھی فیصلہ کریں گے اس میں کسی کی جرأت نہیں کہ حائل ہو جائے آپ کا فیصلہ آخری خیال کیا جائے گا۔''

پھر یوسف بن بخت نے مڑ کر اپنی ماں ایناط کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''اماں! ان کو کچھ کھلایا پلایا بھی ہے یا یونہی باتوں میں الجھا کر بھوکا پیاسا بٹھایا ہوا ہے۔''

ایناط نے مسکراتے ہوئے ایک نگاہ غریطہ، نثار اور عبورہ پر ڈالی۔ پھر یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بیٹے! تمہارا اندازہ درست ہے ابھی تک ہم نے انہیں کھلایا پلایا کچھ نہیں بس انہیں یہاں آئے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے اور تمہاری آمد تک ہم بری طرح باتوں میں الجھے رہے۔ اچھا میں اور قنبیل اٹھتی ہیں اور سب کے لئے کھانا تیار کرتی ہیں۔''

اس موقع پر سالم بن عطوف فوراً بول اٹھا اور یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! یہ زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے سورج اب غروب ہونے والا ہے ہم جاتے ہیں اس لئے کہ......''

سالم اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ بیچ میں یوسف بن بخت بول اٹھا۔

''آپ یہ کہنا چاہیں گے کہ سورج غروب ہونے والا ہے آپ کے گھر پر کوئی نہیں ہے اور کہیں چوری چکاری کا کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں، میں آپ سے یہ کہوں گا کہ یہ آپ کی بستی اریش نہیں عبداللہ بن خالد کی بستی الفطین ہے آپ مہینہ بھر بھی اپنے گھر میں نہ جائیں تو آپ کا گھر اور اس کے اندر جو سامان ہے محفوظ رہے گا۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ چاروں پہلی دفعہ میرے ہاں آئے ہیں لہٰذا میں آپ پر زور تو نہیں دے سکتا آپ سے یہ درخواست کر سکتا ہوں کہ آپ آج شب بسری ہمارے ہاں کریں۔''

اس موقع پر قنبیل کو نہ جانے کی سوجھی اپنی جگہ سے اٹھی جگہ بنا کر غریطہ اور نشار دونوں کے بیچ میں ہو بیٹھی ایک بازو اس نے غریطہ اور دوسرا اس نے نشار کے شانے پر رکھا پھر ان دونوں کے باپ سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا! اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا جانا انتہائی ضروری ہے تو پھر آپ اور خالہ عبورہ دونوں چلے جائیں جہاں تک میری بہن غریطہ اور نشار کا تعلق ہے یہ نہیں جائیں گی یہ دونوں یہیں رہیں گی۔''

قنبیل کے ان الفاظ پر غریطہ اور نشار دونوں بڑے پیار اور بڑی محبت سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں اس موقع پر ایناط نے سالم بن عطوف کو مخاطب کیا۔

''بھائی! اب کہیں اب کیا کہتے ہیں؟''

سالم کھلکھلا کر ہنس دیا کہنے لگا۔''بہن اب میں نے کیا کہنا ہے؟ جو فیصلہ قنبیل کر چکی ہے یہی ہمارے لئے آخری ہے اگر اپنے ہاں صرف غریطہ اور نشار ہی کو رکھنا چاہتی ہے تو ہم دونوں میاں بیوی چلے جاتے ہیں۔''

اس موقع پر قنبیل نے تڑپ کر سالم بن عطوف کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

''بابا! میں نے ایسا تو نہیں کہا اب غریطہ اور نشار دونوں بہنوں کے ساتھ ساتھ میں آپ اور خالہ عبورہ کو بھی نہیں جانے دوں گی۔''

اس پر سب نے قہقہہ لگایا ایناط نے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

''یوسف میرے بچے! سالم کو ساتھ لے جاؤ دونوں بھائی بازار سے سامان لے کر آؤ، سامان کیا لینا ہے میں تمہیں بتاتی ہوں ذرا میرے ساتھ باورچی خانہ کی طرف آؤ۔ میں اور قنبیل دونوں باورچی خانہ میں کچھ کام کر لیتی ہیں۔''

ایناط جب خاموش ہوئی تو کسی قدر بے تکلفی کا اظہار کرتے ہوئے نشار اپنی جگہ پر اٹھی آگے بڑھی ایناط کا بازو اس نے تھام لیا۔ اسے دوبارہ اس کی نشست پر بٹھا دیا پھر بڑی اپنائیت اور خلوص کے ساتھ ایناط کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''آپ امیر کی ماں ہیں امیر ہمارے محسن ہیں اس لحاظ سے آپ ہماری بھی ماں ہیں لہٰذا میں اس موقع پر کہوں گی کہ آپ چپ چاپ اپنی نشست پر بیٹھی رہیں۔ میں اور میری بڑی بہن غریطہ قنبیل کو لے کر باورچی خانہ کی طرف جاتے ہیں۔ باورچی خانہ میں جو کام کرنے کا ہے وہ قنبیل کے ساتھ ہم کر لیتی ہیں اور جب کھانا پکانے کا سامان آ جائے گا تب سارا کام ہم خود کر لیں گی آپ کو اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

نشار جب خاموش ہوئی تو یوسف بن بخت نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایناط کو مخاطب کیا۔''اماں! یہ تو سارا مسئلہ ہی حل ہو گیا میرے خیال میں ایسے کام کرنے والے مہمان تو روز آنے چاہئیں۔''

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر سب ہنس دیئے تھے اس موقع پر نشار نے یوسف بن بخت کی طرف غور سے دیکھا ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر آپ کہیں تو میں روزانہ آ کر اماں کا کام کر دیا کروں اور ایسا کر کے مجھے قلبی اور روحانی سکون بھی ہو گا۔''

یوسف بن بخت سنجیدہ ہو گیا۔ کہنے لگا۔''نہیں نشار تمہارا شکریہ اب تم لوگ بیٹھو میں اور سالم جا کر بازار سے سامان لے آتے ہیں۔ اس کے بعد تم سب باورچی خانہ کا رخ کرنا۔''

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت سالم کا ہاتھ پکڑ کر دیوان خانہ سے نکلا اور برآمدہ میں آیا پھر اپنی ماں کو باہر بلایا ایناط نے جو جو چیزیں ان دونوں بھائیوں سے کہی تھیں وہ لینے کے لئے بازار چلے گئے۔ ایناط پھر اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں بھائی وٹے سارا سامان انہوں نے باورچی خانہ میں رکھ دیا جب وہ دونوں بھائی دیوان خانے میں آئے تب غریطہ، نشار اور قنبیل تینوں اٹھ کر باورچی خانہ میں جا کر کھانا تیار کرنے لگی تھیں۔

✿✿✿

ایک روز ربیکا، اس کی ماں جوسی ماریہ اور باپ دولاب تینوں اپنے دیوان خانہ میں چپ چاپ خاموش اور افسردہ بیٹھے تھے کہ بستی میں عشاء کی اذان سنائی دی تھی دولاب بڑی فکرمندی سے اپنی بیوی جوسی ماریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ سیمسون نے کچھ زیادہ دیر نہیں کر دی عشاء ہوگئی ہے وہ ابھی تک لوٹا نہیں۔ اس کی طرف سے کچھ زیادہ ہی فکرمندی محسوس کر رہا ہوں میں نے اسے تاکید بھی کی تھی کہ بدر کو ساتھ لے کر جلد گھر لوٹ آنا۔''

دولاب یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بیوی جوسی ماریہ بول اٹھی۔

''موسیٰؑ و ہارونؑ کا رب خیر کرے ہوسکتا ہے بدر نے اسے اپنے پاس روک لیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں کے جن سرداروں نے بدر اور عبدالرحمٰن کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا ہے ان کے ساتھ بدر کسی مہم پر نکلا ہو اور اس کی واپسی کا انتظار کرتے ہوئے سیمسون کو دیر ہوگئی ہو۔'' یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے جوسی ماریہ رکی خود بھی کسی قدر تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ ''ویسے اب تک لوٹ آنا چاہیے تھا وہ دوپہر کا گیا ہوا ہے اور بستی میں عشاء کی اذان بھی ہو رہی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ بدر چند روز تک ہمارے ہاں قیام کرے۔ آخر وہ ہمارا محسن ہے۔ ہمارا مربی ہے اس نے ہم پر ہماری بیٹی کی عزت بچا کر جو احسان کیا ہے کوئی اپنا بھی نہ کرتا۔''

جوسی ماریہ جب خاموش ہوئی تو دولاب اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ماریہ تم ٹھیک کہتی ہو اگر سیمسون کے ساتھ بدر نہ آیا تو پھر میں اسے لینے کے لئے خود ابوعثمان کے ہاں جاؤں گا اور میرے خیال میں وہ میرے ساتھ آنے سے انکار نہیں کرے گا۔''

دولاب جب خاموش ہوا تو پہلی بار ربیکا اپنے باپ دولاب کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''بابا! بدر اگر ابوعثمان کی بستی طرش میں ہوا تو میرے خیال میں وہ سیمسون کے ساتھ

ضرور آئے گا۔ بابا! ان کے ساتھ گو میری ملاقات زیادہ نہیں رہی میں نے صرف چند لمحے ریتی ساحل پر عبدالرحمٰن اور بدر کے ساتھ گزارے تھے لیکن یہ دونوں انتہائی مخلص ہیں دھوکا دینے والے نہیں۔ انتہا درجہ کے رحمدل ہیں مجھے امید ہے کہ جس مہم پر بدر یہاں آیا ہوا ہے وہ اس میں کامیاب رہے گا اور اس کی کامیابی کے نتیجے میں عبدالرحمٰن بھی یہاں گو داخل ہو گیا ہو۔ اس کے بعد اندلس میں ایک اچھے انقلاب کی امید کی جاسکتی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد حسین و خوبصورت ربیکا رکی اس کے بعد کچھ سوچا اور بات کا رخ بدلتے ہوئے اپنے باپ دولاب سے کہہ رہی تھی۔

''بابا! آپ کو بھوک لگی ہوگی کھانا تیار ہے اگر آپ کہیں تو آپ کو کھانا لا دیتی ہوں آپ کھالیں میں اور اماں سیمسون کے آنے پر اس کے ساتھ کھالیں گی۔''

اس پر ایک عجیب اور انوکھی سی شفقت میں دولاب نے اپنی بیٹی ربیکا کی طرف دیکھا۔ اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا پھر کہنے لگا۔

''میری بچی! سیمسون کو لوٹنے دو پھر چاروں مل کر کھانا کھائیں گے ہوسکتا ہے اس کے ساتھ بدر بھی آجائے ایسی صورت میں ربیکا تمہیں اٹھ کر مزید کھانا تیار کرنا پڑے گا۔''

جواب میں ربیکا ہنس دی۔

''بابا! آپ کوئی فکر نہ کریں اگر سیمسون کے ساتھ بدر آ بھی گئے تو ان کے لئے کھانا میں نے پہلے سے تیار کر کے رکھا ہے۔ اس لئے کہ......''

یہاں تک کہتے کہتے ربیکا کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ دستک سن کر جستجویانہ سے انداز میں ربیکا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''میرے خیال میں سیمسون اور بدر آگئے ہیں میں دروازہ کھولتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی ربیکا بھاگتی ہوئی بیرونی دروازے کی طرف گئی۔ دروازے کی زنجیر اس نے کھولی نہیں بلکہ دھیمے سے لہجے میں اس نے پوچھا۔

''کون ہے؟''

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے کان میں کچھ سننے کے لئے دروازے کے پٹ کے ساتھ لگا دیئے تھے جواب میں ربیکا کو دھیمی سی آواز سنائی دی۔

''میری بہن! دروازہ کھولو میں سیمسون ہوں۔''

بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ربیکا نے دروازہ کھول دیا لیکن دروازے پر جب

اس نے اکیلے سیمسون کو دیکھا تو چونکنے کے انداز میں ربیکا کے بدلتے چہرے کی کیفیت ا صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

دروازے پر اکیلے سیمسون کو دیکھ کر اس بیچاری کا چہرہ سحر کی ترستی گراں رات میں پہلے پھولوں پر دکھ کے نشانات رات کی خاموش فضاؤں میں ساحلوں کی اجڑی گھاٹیوں جیسا غم آسودہ سا ہو گیا تھا۔ اس کی گرسنہ نگاہیں پھٹی تصویروں اور اجڑے خوابوں کے دیار کا سماں پیش کر رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا بدر کے نہ آنے سے اس کے دل میں دہکتے نغمے اور انگڑائیاں لیتی آرزوؤں کی مالائیں یک دم ہی بکھر کر رہ گئی ہوں۔

شوخ غزالوں کا سا خرام رکھنے والی ربیکا اس سمے یکسر ہی بکھر کر رہ گئی تھی پھر کچھ دیر انگیز سکوت میں ڈوبے رہنے کے بعد خشک پتوں کی افسردہ آوازوں کے انداز میں اس نے اپنے بھائی سیمسون کو مخاطب کیا۔

''سیمسون میرے بھائی! تم اکیلے آئے ہو تمہارے ساتھ بدر نہیں ہے۔''

سیمسون اندر داخل ہوا بڑی ہمدردی سے ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''چلو دونوں بہن بھائی ابا اور اماں کے پاس دیوان خانہ میں بیٹھتے ہیں۔ پھر میں لوگوں سے تفصیل کہتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی ربیکا پیچھے ہٹ گئی سیمسون نے دروازے کو اندر سے زنجیر لگائی دونوں بہن بھائی جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو اسے دیکھتے ہی جوسی ماریہ نے اسے مخاطب کیا۔ ''بیٹے! کیا بات ہے تم اپنے ساتھ بدر کو نہیں لے کر آئے۔''

سیمسون آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''اماں! میں تو یہاں سے یہی ارادہ لے کر گیا تھا کہ پہلے بدر بھائی کو لے کر آؤں گا اس سے اصرار کروں گا کہ وہ کم از کم ایک یا دو ہفتہ ہمارے ہاں قیام کرے لیکن جب میں طرش میں ابوعثمان کے ہاں پہنچا تو جو خبر مجھے وہاں سننے کو ملی، میرے لئے لڑی مایوس کن ابوعثمان نے مجھے بتایا کہ بھائی تو چند روز پہلے افریقہ کی طرف چلے گئے ہیں۔''

سیمسون کے اس انکشاف پر جہاں دولاب اور جوسی ماریہ کسی قدر اداس ہوئے تھے وہاں ربیکا کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی چہرے اور آنکھوں میں دور دور تک افسردگی اداسی رقص کرنے لگی تھی وہ بیچاری اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی اس کی ماں جوسی ماریہ بول اٹھی۔

''یہ کیسے ہو گیا؟ بدر کو یہاں سے جانے سے پہلے کم از کم ہم سے مل کر تو جانا چاہئے

تھا۔''

سیمسون کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔ ''اماں! ابوعثمان کے ساتھ میری تفصیل کے ساتھ بات ہوئی ابوعثمان نے مجھے بتایا کہ اسے ہنگامی حالت میں افریقہ کا رخ کرنا پڑا۔ پر اماں، ہمیں پریشان اور فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ بھائی عبدالرحمٰن کو لینے گئے ہیں اور میرے خیال میں ایک دو روز تک وہ عبدالرحمٰن کو لے کر جب یہاں پہنچیں گے تو میں پھر بھائی کو بلا کر لے آؤں گا۔ اس میں فکر کرنے یا شکوہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

سیمسون کے ان الفاظ سے ربیکا ہی نہیں جوسی ماریہ اور دولاب کو بھی کسی قدر حوصلہ ہوا اس موقع پر ربیکا نے اپنے بھائی سیمسون کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی!......''

ابھی ربیکا لفظ بھائی ہی کہنے پائی تھی کہ حویلی کے بیرونی دروازے پر زوردار دستک ہوئی تھی جسے سن کر ربیکا، جوسی ماریہ، دولاب اور سیمسون چاروں پریشان ہو گئے تھے۔ پھر جوسی ماریہ نے اپنے شوہر دولاب کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی فکرانگیز انداز میں پوچھا۔

''اس وقت ہماری حویلی کے دروازے پر اس طرح کی زوردار دستک کون دے سکتا ہے؟'' جوسی ماریہ رکی پھر دوبارہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''کہیں ایسا تو نہیں جن لوگوں سے بدر نے ربیکا کو بچایا تھا ان کے لواحقین یا جاننے والے اپنے مرنے والے ساتھیوں کا انتقام لینے کے لئے رات کے اس وقت ہماری حویلی کے دروازے پر دستک دے رہے ہوں۔''

جوسی ماریہ کے ان الفاظ پر ربیکا اور سیمسون دونوں بہن بھائی کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ اس موقع پر کچھ سوچتے ہوئے دولاب اپنی جگہ سے اٹھا دیوان خانہ کے کونے میں جو کچھ تلواریں پڑی ہوئی تھیں ان میں سے ایک اٹھا کر ایک جھٹکے کے ساتھ میان سے کھینچتے ہوئے ہاتھ میں لہرائی پھر اپنی بیوی جوسی ماریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''تم دونوں بچوں کے ساتھ یہیں بیٹھو، میں صدر دروازے پر جا کر دیکھتا ہوں کہ اس وقت دستک دینے والا کون ہے؟''

دولاب کے ان الفاظ نے جوسی ماریہ کو اور فکرمند کر دیا تھا اور اس کی جانب سے ربیکا اور اس کا چھوٹا بھائی سیمسون بھی گہری سوچ میں الجھے ہوئے تھے۔ ماریہ ایک دم کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔ ''رکیں...... میں آپ کو اکیلا نہیں جانے دوں گی۔''

اس کے ساتھ ہی وہ بھی بھاگنے کے انداز میں دیوان خانہ کے کونے میں گئی اور ایک

تلوار اس نے بھی سنبھال لی۔ ماں کی طرف دیکھتے ہوئے ربیکا اور سیمسون بھی فوراً حرکت میں آئے اور انہوں نے بھی اپنے آپ کو مسلح کرلیا۔ ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے دولاب بول اٹھا۔

''تم تینوں میں نے کہا ناں یہیں دیوان خانہ میں بیٹھو۔ میں دیکھتا ہوں دروازے پر کون ہے؟ خطرے کی بات ہوئی تو میں دروازہ نہیں کھولوں گا۔''

دولاب نے آگے بڑھ کر دیوان خانہ سے نکلنا چاہا پر جوسی ماریہ نے اس کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

''ہم آپ کو اکیلا نہیں جانے دیں گے۔ آپ دروازہ نہ کھولیں گے تو وہ دروازہ توڑ کر بھی اندر آسکتے ہیں دیکھیں دستک دینے والے اگر ہمارے دشمن ہیں تو پھر ہم چاروں دروازے پر جائیں گے اگر ہمارے مقدر، ہماری قسمت میں مرنا ہی لکھا ہے تو پھر چاروں اکٹھے ہی مریں گے۔''

اس کے ساتھ ہی جوسی ماریہ بھی اپنے شوہر دولاب کے ساتھ ہو لی۔ ربیکا اور سیمسون بھی ان کے پیچھے پیچھے دیوان خانے سے نکلے اور چاروں سہمے سہمے ڈرے ڈرے سے اپنی حویلی کے صدر دروازے کی طرف جارہے تھے۔

دولاب، جوسی ماریہ، ربیکا اور سیمسون چاروں حویلی کے صدر دروازے تک گئے پھر دولاب اپنا منہ دروازے کے قریب لے گیا اور کسی قدر دھیمے لہجے میں اس نے پوچھا۔

''کون ہے؟''

باہر سے پرسکون سی آواز سنائی دی۔ ''میں بدر ہوں دروازہ کھولیں۔''

بدر کی آواز سن کر حسین اور خوبصورت ربیکا کی حالت یکسر بدل گئی تھی۔ پہلے اس کی حالت جہاں آہوں میں لہراتے بھنور جیسی تھی وہاں اب گھٹاؤں میں رقص کرتی کرنوں کی سی حالت چھانے لگی تھی آنکھوں میں جہاں مایوسی کے گہرے سائے تھے وہاں شفق بھرے بھرنوں کی کیفیت طاری ہوگئی۔

بدر کی آواز سن کر ربیکا گرم لفظوں کی بجتی دف اور طلسم کی جھنکار جیسی خوش کن خوابوں کے پروں پر پرواز کرتی تعبیروں شرق وغرب میں پھیلے اَن گنت ستاروں کے جمال سی آسودہ اور شعلہ جبیں کہکشاؤں کے پرتو جیسی پُرمسرت ہوکر رہ گئی تھی۔

بدر کا نام سن کر سیمسون بھاگ کر آگے بڑھا دروازہ اس نے کھول دیا جب دروازہ کھلا تو نہوں نے دیکھا کہ دروازے پر اکیلا بدر کھڑا تھا۔

بدر کو دیکھتے ہی شکوؤں بھری آواز میں سیمسون بول اٹھا۔

''بھائی! آپ کہاں تھے؟ میں تو طرش میں ابوعثان کے ہاں آپ کو لینے گیا تھا لیکن پتہ چلا کہ آپ تو کئی روز پہلے ہی افریقہ جاچکے ہیں۔ اب آپ کہاں سے آگئے ہیں؟''

بدر مسکرا دیا کہنے لگا۔ ''آپ لوگ یہیں دروازے ہی پر مجھے کھڑا کر کے سوال جواب کریں گے یا اندر آنے کی بھی اجازت دیں گے۔''

بدر کے ان الفاظ پر ربیکا کھلکھلا کر ہنس دی پھر براہ راست بدر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''آپ کو کسی نے روکا تو نہیں آپ اندر آئیں۔''

بدر حویلی میں داخل ہوا سیمسون نے دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی پھر سب دیوان خانہ میں بیٹھ گئے اس کے بعد دولاب نے بدر کو مخاطب کیا۔

''ہم نے لگاتار گذشتہ کئی روز تک تمہارا انتظار کیا جب تم نہ آئے تو ہم فکرمند ہوئے آج

ہم نے سیمسون کو ابو عثمان کے ہاں بھیجا تھا۔ وہاں سے پتہ کر کے آیا تو اس نے بتایا کہ تم افریقہ جا چکے ہو۔ ہمیں بڑا دکھ اور افسوس ہوا کہ افریقہ جانے سے پہلے کم آز کم تم ہم سے مل کر تو جاتے۔"

بدر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ "آپ نے جو سنا ہے وہ درست ہے میں واقعی افریقہ چلا گیا تھا لیکن پھر واپس آنا پڑا میں ضرور آپ لوگوں سے مل کر جاتا لیکن میں ہنگامی حالات کے تحت یہاں سے گیا تھا اور ایسے ہی حالات کے تحت واپس آ گیا ہوں۔"

اس کے بعد بدر نے اندلس سے جانے اور وہاں سے عبدالرحمٰن کی ہدایت پر دوبارہ آنے کی تفصیل بتا دی تھی۔

جب وہ خاموش ہوا تو دولاب نے اسے مخاطب کیا۔

"بیٹے! اب تمہارا ارادہ کدھر کو جانے کا ہو گا؟"

بدر کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ رات تو میں آپ کے ہاں بسر کروں گا صبح سویرے فجر کی نماز کے بعد میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا اور سیدھا بنو اُمیہ کے سردار یوسف بن بخت کی بستی جریدہ کا رخ کروں گا اور وہاں میں ابن بخت سے ملوں گا اور جو تجویز عبدالرحمٰن نے دی ہے وہ اسے پہنچاؤں گا۔ اس لئے کہ عبدالرحمٰن نے تاکید کے ساتھ کہا تھا کہ جو ہدایات اس نے دی ہیں یہ جا کر میں یوسف بن بخت سے کہوں۔ کل میں اسے ملوں گا پھر دیکھوں گا وہ عبدالرحمٰن کے پیغام کے جواب میں کیا کہتا ہے اور کس قسم کا عملی قدم اٹھاتا ہے۔ جہاں تک آپ کو یہ شکوہ شکایت ہے کہ میں آپ لوگوں سے مل کر نہیں گیا تو اس لئے میں واقعی معذرت خواہ ہوں اس بار بھی میں یہاں شاید زیادہ دن قیام نہ کروں۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ لوگوں سے مل کر جاؤں اگر میں ایسا نہ کر سکا تو برا نہ مانئے گا اس لئے کہ اس بار اگر میں لوٹتا ہوں تو مجھے امید ہے کہ میں اکیلا نہیں جاؤں گا ایک وفد میرے ساتھ ہو گا ایسی صورت میں شاید میں آپ لوگوں کے پاس نہ آ سکوں تو پھر آپ لوگوں کو شکوہ بھی نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ چند روز تک مجھے امید ہے کہ میں اور عبدالرحمٰن دونوں ان سرزمینوں میں داخل ہوں گا اس کے بعد آپ کو کبھی میری طرف سے شکایت و شکوہ نہ ہو گا کہ میں آپ کے ہاں آتا نہیں ہوں۔"

بدر کی اس گفتگو سے ربیکا خوش ہو گئی تھی جواب میں بدر کو مخاطب کر کے بڑی چاہت محبت سے اس نے پوچھا۔

"مجھے امید ہے آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا ہو گا۔"

بدر مسکرایا کہنے لگا۔ "تمہارا اندازہ درست ہے ربیکا کھانا تو میں نے ابھی تک نہیں کھایا اور مجھے بھوک بھی بہت لگی ہے۔"

اس پر ربیکا جست لگانے کے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

"آپ سب لوگ بیٹھیں میں کھانے کے برتن یہیں لگاتی ہوں۔"

پھر ربیکا بھاگتے ہوئے باہر نکل گئی مطبخ کی طرف گئی بھاگتے ہوئے اس نے دو تین چکر لگائے کھانے کے سارے برتن اس نے دیوان خانہ ہی میں سجائے اور پھر سب کھانا کھا رہے تھے۔

❁❁❁

سالم بن عطوف، عبورہ، غریطہ اور نثار چاروں نے ایک شب یوسف بن بخت کے ہاں گزاری تھی۔ غریطہ، نثار، عبورہ اور یوسف بن بخت کی ماں ایناط اور بہن قنبیل کافی رات گئے تک آپس میں گفتگو کرتی رہیں۔ اس دوران ایسا محسوس ہونے لگے تھا جیسے عبورہ اور ایناط اور قنبیل کچھ زیادہ ہی ایک دوسرے سے بے تکلف ہو چکی ہوں۔

اگلے روز جب یوسف بن بخت اپنے چھوٹے بھائی سالم بن بخت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر لوٹا تو انہوں نے دیکھا گھر میں غریطہ، نثار اور قنبیل نے صبح کا کھانا تیار کر دیا تھا۔ سب سے زیادہ بھاگ دوڑ کر کے نثار کام کر رہی تھی۔ اس کی حالت سے ایسا لگتا تھا کہ جیسے اگر سست روی سے کام کیا تو وہ کسی سے بہت پیچھے رہ جائے گی۔

یوسف اور سالم دونوں بھائی جب حویلی میں داخل ہوئے تب کھانا لگایا گیا سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی اس پر سالم اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے بھائی یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اخی! میں دیکھتا ہوں حویلی کے دروازے پر دستک دینے والا کون ہے۔''

یوسف نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب سالم دیوان خانہ سے باہر نکلا اور بڑھ کر جب اس نے حویلی کا دروازہ کھولا تو سامنے بدر کھڑا ہوا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے عجیب سے احساس و جذبہ سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا بدر سالم بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! خدا جھوٹ نہ بلوائے میرا دل کہتا ہے کہ تم سالم بن بخت ہو۔'' مشکوک سے انداز میں سالم بن بخت نے بدر کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

''آپ مجھے کیسے جانتے ہیں؟''

جواب میں بدر مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ ''میرے عزیز بھائی! تمہارا ذکر مجھ سے اکثر و بیشتر تمہارے بڑے بھائی یوسف بن بخت کرتے رہے ہیں۔ میرا نام بدر ہے میں افریقہ سے آیا ہوں۔ میرا نام تم نے سن رکھا ہوگا۔''

بدر کا نام سن کر سالم بن بخت کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔ ''بھائی! آپ ہمارے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ میرے بڑے بھائی اکثر و بیشتر گھر میں آپ کا ذکر کرتے رہے ہیں لیکن اخی نے تو بتایا تھا کہ آپ یہاں اپنے کام کی تکمیل کے بعد عبدالرحمٰن کو لانے افریقہ جا چکے ہیں جبکہ آپ اکیلے پھر ہماری حویلی کے سامنے کھڑے ہیں۔''

جواب میں بدر نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔ ''میرے بھائی! دروازے پر کھڑا کر کے ہی میرا سارا احتساب کر لو گے یا اپنے بھائی سے متعلق بھی کچھ بتاؤ گے۔ میں ان سے بہت جلد ملنا چاہتا ہوں۔''

سالم بن بخت جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک دیوان خانہ سے یوسف بن بخت باہر نکل آیا اور بلند آواز میں اپنے چھوٹے بھائی کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔

''سالم کہاں کھو گئے ہو، کس نے دروازے پر دستک دی ہے؟''

یوسف بن بخت جب دیوان خانہ سے تھوڑا باہر نکلا تو اس نے دروازے پر کھڑے بدر کو دیکھا اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر سالم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''پیچھے ہٹو، یہ بدر ہے اسے اندر آنے دو۔''

سالم ایک طرف ہٹ گیا بدر اندر داخل ہوا یوسف بن بخت آگے بڑھ کر اسے گلے ملا، اس کا ہاتھ تھامے اسے دیوان خانہ میں لے گیا سب سے ایک دوسرے کا تعارف کرایا پھر بدر کو مخاطب کر کے یوسف کہنے لگا۔

''تم دوبارہ کیوں اندلس میں آئے ہو یہ تو میں بعد میں پوچھوں گا، پہلے کھانا کھاؤ۔'' اس موقع پر بدر نے غور سے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''امیر! میں کھانا کھا چکا ہوں۔ میں کل شام کے وقت ہی اندلس میں داخل ہوا تھا۔ رات میں نے اپنے جاننے والوں کے ہاں بسر کی ہے......''

بدر کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے یوسف بن بخت بول اٹھا تھا۔

''میرے خیال میں وہ جاننے والے دولاب، اس کی بیوی جوسی ماریہ، بیٹی ربیکا اور سیمسون ہوں گے۔''

بدر مسکرا دیا۔ ''امیر آپ کا کہنا درست ہے وہ یقیناً دولاب ہی کا گھر ہے جہاں میں نے رات بسر کی۔''

بدر جب خاموش ہوا تب اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے یوسف بن بخت بول اٹھا

تھا۔''بدر اگر تم کھانا کھا چکے ہو تو پھر کہو واپس کیسے آنا ہوا اور تمہارے ساتھ عبدالرحمٰن کیو
نہیں آیا۔''

جواب میں بدر نے وہ ساری تفصیل بتا دی تھی جو عبدالرحمٰن نے اس سے کہی تھی۔

یوسف بن بخت تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، گہرے تفکرات میں کھویا رہا لمحہ بھر
لئے اس نے بدر کی طرف دیکھا پھر دیوان خانے میں اس کی آواز گونج تھی۔

''میرے خیال میں جو کچھ امیر عبدالرحمٰن نے کہا ہے وہ درست ہے ہم نے تمہیں اک
بھیج کر واقعی غلطی کی۔ تم تو بہر حال عبدالرحمٰن کے ساتھی ہو تم پر تو وہ اعتماد اور بھروسہ کرے
ہی یہاں سے بھی ایک وفد اسے لانے کے لئے جانا چاہیے تھا۔'' یوسف بن بخت رکا ک
سوچا پھر دوبارہ بدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''بہر حال اب وقت ضائع نہیں کر
گے اگر تم تھکاوٹ محسوس نہ کر رہے ہو تو میں پسند کروں گا کہ آج ہی ایک وفد عبدالرحمٰ
لانے لئے یہاں سے کوچ کر جائے۔''

جواب میں بدر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن بخت! قسم خداوند کی آپ نے میرے دل کی بات کہی ہے میں بھی یہی چاہتا
کہ آج ہی کوئی وفد تیار ہو جائے اور اس کے ساتھ میں واپس امیر کے پاس جاؤں اور ا
خوشخبری دوں کہ جیسا وہ چاہتے تھے ویسا ہی ہوا ہے۔''

یوسف بن بخت اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو اٹھو چلیں میں سب سے پہلے ایک شخص ابو غالب کے پاس جا
ہوں جو وفد امیر عبدالرحمٰن کو لینے جائے گا ابو غالب اس وفد کا سربراہ ہو گا اس کے بعد
وفد کے ارکان کا بھی چناؤ کریں گے اور تمہارے ساتھ آج ہی ان کی روانگی کا اہتمام بھی ک
جائے گا۔ تمہاری روانگی کے بعد میں، ابو عثمان، اس کے خسر عبداللہ بن خالد، حسان بن
مالک اور دوسرے اکابر اشخاص سے بات کر لوں گا۔''

یوسف بن بخت دیوان خانے سے نکلنے ہی لگا تھا کہ سالم بن عطوف اپنی جگہ سے اٹھ
کھڑا ہوا اور اسے اخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن بخت میں جانتا ہوں کہ آپ اس بدر کے ساتھ ایک انتہائی اہم کام پر نکل رہے
ہیں۔ میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں صرف آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں
بھی تھوڑی دیر تک اپنے بچوں کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا۔''

یوسف بن بخت نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔'' آپ واپس جا کر کیا کریں

گے یہیں رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کی یہاں موجودگی سے ہماری حویلی میں رونق
آئی ہوئی ہے۔''

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تو سالم بن عطوف کے بجائے اس کی حسین و جمیل
بیٹی نثار بول اٹھی۔

''امیر! جس طرح آپ نے ہمیں اپنے ہاں ہماری مہمان داری اور تواضع کا اہتمام کیا
ہے اس کے لئے ہم آپ کے شکر گزار اور ممنون ہیں۔ آپ جانتے ہیں بابا طبیب ہیں ان
کے پاس ضرورت مند لوگ آتے رہتے ہیں لہٰذا میرے خیال میں ہمارا آج واپس جانا
ضروری ہے۔'' لمحہ بھر کے لئے نثار رکی پھر اس نے یوسف بن بخت کو مخاطب کیا۔''امیر!
ہم تو آپ کی حویلی میں آ گئے آپ کی تواضع سے بھی مستفید ہوئے لیکن آپ نے تو یہ بھی
نہیں دیکھا کہ ہماری ہائش کہاں ہے اگر آپ برا نہ مانیں تو کسی روز خالہ ایناط، سالم اور
قتبیل کو لے کر ہمارے ہاں ضرور آیئے گا۔''

یوسف بن بخت لمحہ بھر کے لئے بڑے انہاک سے نثار کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''عنقریب تمہیں یہ گلہ بھی نہیں رہے گا ہم تمہارے ہاں آئیں گے اب میں بدر کے ساتھ
جاتا ہوں تم لوگ اپنی آسانی کے مطابق جس وقت چاہو گھر چلے جاؤ۔'' اس کے ساتھ
یوسف بن بخت بدر کو لے کر باہر چلا گیا تھا۔

یوسف چاہتا تھا کہ انتظامات مکمل کر کے فوراً بدر کو واپس امیر عبدالرحمٰن کو لانے کے لئے
بھیجا جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا اس کے لئے کئی دن لگے گئے اس سلسلے میں اپنے سارے
حمایتی سرداروں کو اطلاع دی گئی وہ سب جمع ہوئے پھر ایک انتہائی خوبصورت بحری جہاز
خریدا گیا اپنے حمائتیوں میں سے گیارہ معززین کا انتخاب کیا گیا ان کا سربراہ ابو غالب کو
مقرر کیا گیا اور انہیں بدر کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن کو لانے کے لئے افریقہ روانہ کیا گیا۔ اس
کے علاوہ بدر کے ہاتھ دس ہزار دینار کی رقم بھی روانہ کی گئی تا کہ افریقہ میں امیر عبدالرحمٰن
نے جن کے پاس قیام کر رکھا ہے ان میں وہ رقم تقسیم کر دی جائے اور وہ لوگ بھی خوش ہو
جائیں اس طرح بدر وفد کے ان اراکین کے ساتھ افریقہ روانہ ہوا تھا۔

کہتے ہیں وہ جہاز جس میں یہ وفد روانہ ہوا تھا ابھی افریقی ساحل سے چند قدم دور ہی تھا
اور ساحل پر نہیں لگا تھا کہ بدر نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سمندر میں چھلانگ لگا
دی اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ کنارے پر امیر عبدالرحمٰن کھڑا انتظار کر رہا تھا شاید اس نے

اندازہ لگا لیا تھا آنے والا جہاز اسے ہی لینے آیا ہے۔ سمندر میں چھلانگ لگانے کے بعد بد
نے ہاتھ ہوا میں لہرایا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بلند آواز میں امیر عبدالرحمٰن
مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''آپ کے لئے میں اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔''

بہر حال وہ جہاز جب ساحل پر لگا تو عبدالرحمٰن نے سارے اراکین کا بہترین استقبا
کیا خندہ پیشانی سے ہر ایک سے گلے ملا اور پھر جب اس نے ان اراکین کے قائد کا
پوچھا اور اسے بتایا گیا کہ اس کا نام ابو غالب ہے تب عبدالرحمٰن بڑا خوش ہوا غالب کے
کو اس نے ایک نیک فال گروانا اور کہنے لگا۔

''انشاء اللہ ہم ہی غالب ہوں گے۔'' (امیر عبدالرحمٰن جب اندلس میں داخل ہوا
اسے حکومت ملی تب اس نے اسی ابو غالب کو اپنا چوبدار قرار دیا اور جب تک ابو غالب زن
رہا اسی عہدے پر فائز رہا)

بہر حال اس جہاز میں وفد کے اراکین کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن افریقہ سے اندلس
طرف روانہ ہوا وہ جہاز جب بندرگاہ پر پہنچا تو وہاں سرکردہ لوگوں اور سرداروں کے علا
بہت سے لوگ امیر عبدالرحمٰن کا استقبال کرنے کے لئے موجود تھے رنگا رنگ کی جھنڈیا
اور پرچموں سے عبدالرحمٰن کا ستقبال کیا گیا جس وقت بدر وہاں کھڑے سرداروں سے
عبدالرحمٰن کا تعارف کرانے لگا تو سب سے پہلے ابو عثمان اس کے بعد عبداللہ بن خالد
حسان بن مالک، عبدالملک، حسین بن دین کا تعارف ہوا اس موقع پر عبدالرحمٰن نے بدر
اپنے قریب بلایا اور بڑی رازداری میں اس کے کان میں کہنے لگا۔

''بدر میرے عزیز یوسف بن بخت کہاں ہے۔ جو کچھ تم نے مجھے بتایا اس کے مطابق
سارے انتظامات اسی نے کیے ہیں اور وہ مجھے یہاں لانے میں سب سے زیادہ پیش پیش
بھی ہے اس کا تعلق بھی بنو اُمیہ سے ہے پھر جن لوگوں کا مجھ سے تعارف کروایا گیا ہے ا
میں یوسف بن بخت نہیں ہے۔''

بدر کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر دوسری قطار میں جو لوگ کھڑے تھے ان م
جو پہلا شخص تھا وہ یوسف بن بخت تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بدر کہنے لگا۔

''امیر! یوسف بن بخت پیچھے کھڑا ہے بڑا عاجز اور انکسار پسند انسان ہے اپنے آپ
نمایاں نہیں کرتا۔ اب جبکہ آپ نے مجھ سے رازداری میں گفتگو کی تو میں آپ پر واضح
دوں کہ ہسپانیہ میں اس جیسا کوئی مخلص اور جانثار شخص نہیں ملے گا برا وقت آیا تو آپ
سامنے چھاتی تان کر کھڑا ہو جائے گا اور دشمنوں کو آپ کے نزدیک نہیں آنے دے گا۔''

بدر کی اس گفتگو سے عبدالرحمٰن بڑا متاثر ہوا کہنے لگا۔ ''ایسے لوگوں کے لئے میں بھی اپنی
جان قربان کرنے کی ہمت اور جرأت رکھتا ہوں۔''

پھر آہستہ آہستہ عبدالرحمٰن پچھلی صف میں کھڑے یوسف بن بخت کی طرف
عبدالرحمٰن جب اس کے قریب گیا اور اس نے آگے بازو بڑھا کر دوسرے سرداروں کی
طرح عبدالرحمٰن سے مصافحہ کرنا چاہا تو عبدالرحمٰن نے ہاتھ آگے نہیں بڑھائے بلکہ اپنے
دونوں بازوؤں کو پھیلا دیا اور یوسف بن بخت سے بغل گیر ہو کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر
اس کے کان میں عبدالرحمٰن کہہ رہا تھا۔

''ابن بخت! تم جیسے جوان جو اپنے آپ کو ہزاروں ساعتوں کے مقروض آوازوں جیسا
عاجز، ریگزاروں کے نخل کی طرح بے سود مند اور فلاکت زدہ خوابوں کے امیروں کی طرح
غیر اہم جانتے ہیں حقیقت میں ایسے ہی نوجوان آدم گیر بن کر انجم و ثریا پر کمنڈ ڈالتے ہیں
حقیقت میں تیرے جیسے نوجوان ہی مساوات اور اخوت کے علم بردار بن کر جانثاری کے
خدوخال کو آسودگی بخشتے ہیں۔ ابن بخت! دوسرے سرداروں کی طرح تمہیں اپنا تعارف
کروانے کی ضرورت نہیں ہے میں جانتا ہوں جہل کے طوفانوں میں تیرے جیسے جوان ہی
مرتعش قوت ثابت ہوتے ہیں تکفیر کے امین، عزم کی پختگی اور منافق پرچھائیوں میں
ساحلوں کو لوریاں دیتے کھولتے بحر کی طرح دشمن کو ہلا کے رکھ دیتے ہیں۔''

عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے یوسف بن بخت
کہنے لگا۔ ''امیر! آسمان کی گردشوں تلے اور دھواں زدہ زمین کی گہرائیوں میں اگر حالات
کبھی آپ کے موافق نہ رہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی حفاظت آپ کے
تحفظ کے لئے میں آگ تھوکتے پربتوں، مسلسل کرب خیزیاں پھیلاتے اندھیاؤں کے سامنے
زمان و مکان کی خوفناک تقدیر بن کر کھڑا ہو جاؤں گا جو آپ کے سامنے دشمن کا اظہار کرے
گا اس کے لئے میں سراسیمہ کر دینے والا حصار ثابت ہوں گا اور جس کسی نے بھی منافقت
سے کام لیتے ہوئے آپ کے ارادوں کو نا کام بنانے کی کوشش کی میں یوسف بن بخت اس
کے لئے کہر اوڑھے قضا کے لمحات سے بھی بدترین ثابت ہوؤں گا اور اس سارے خلوص
کے بدلے امیر میری طرف سے کوئی تقاضا اور کوئی طلب نہ ہو گی۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ مسکرایا یوسف بن بخت سے علیحدہ ہوا اس کا گال تھپتھپایا پھر کہنے
لگا۔ ''اگر ان ساری خدمات، ان سارے خلوص، اس ساری جانثاری کے باوجود تیری طرف
سے کوئی تقاضا، کوئی طلب نہ ہوئی تو ابن بخت میں عبدالرحمٰن تیرے لئے شگوفوں کی لالہ

سامانی سے بھی زیادہ پرخلوص شبنم سے دھلی شمیم سے بھی زیادہ قلب کی تطہیر اور گلوں رنگوں اور پتوں سے بھی زیادہ نرم ثابت ہوؤں گا۔" یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰ مسکرایا اور کہنے لگا۔ "ابن بخت! میں تیرے ساتھ تو تفصیل سے بات کروں گا۔ اس میں باقی عمائدین سے مل لوں۔"

اس کے بعد عبدالرحمٰن آگے بڑھا اور جو لوگ استقبال کرنے کے لئے آئے تھ سب سے بڑی خندہ پیشانی سے ملنے لگا۔

❁❁❁

عبدالرحمٰن بن معاویہ انتہائی خوش اخلاق، رحم دل، خدا ترس اور صوم وصلواۃ کا انسان تھا کہتے ہیں جب وہ جہاز سے اندلس کی سرزمین پر اترا تو اس کے اخلاق او کے کردار کا جائزہ لینے کے لئے اسے شراب پیش کی گئی۔

جواب میں عبدالرحمٰن نے شراب کو رد کر دیا اور شہراب پیش کرنے والوں سے کہا چیز عقل کو کم کرتی ہے۔ مجھے ایسی چیز چاہیے جو عقل کو بڑھائے۔"

جب سرداروں اور عمائدین سے عبدالرحمٰن مل چکا تو اس کے استقبال کے لئے گنت لوگوں کا ایک ہجوم وہاں جمع ہو گیا تھا انہیں مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کہنے ل

"میرے عزیزو! سب سے پہلے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ میرے استقبال کے سمندر کے کنارے آئے۔ یاد رکھنا ہماری زندگی ہی نہیں بلکہ زمین جس پر زندگی بسر ہیں بلکہ یہ دنیا سب عارضی ہے اس کائنات میں کوئی یہاں کی کتنی ہی چیزوں کے متعلق کہ یہ اس کی ہیں لیکن حقیقت میں اس کی کوئی چیز نہیں ہوتی اس لئے اس نے یہار خالی ہاتھ کوچ کرنا ہوتا ہے۔ یہاں کی کوئی چیز دائمی نہیں ہے نہ ہی یہاں کی خوشی اور آ اور نہ ہی دکھ اور ملال اپنا ہے۔ یہاں اگر کسی پر بدبختی کا وقت آتا ہے تو وہ بھی گزر جا اور اگر کسی کو راحت اور خوشی نصیب ہوتی ہے تو وہ بھی زوال پذیر ہو جاتا ہے اس دنیا کائنات، اس زندگی کا مزاج ہے کہ ہر شخص بچپن، جوانی اور بڑھاپے سے گزرتا ہو انجام کو چلا جاتا ہے۔ یہاں پھول بھی ہیں کانٹے بھی خزاں بھی آتی ہے اور بہار بھی جاڑا سب کچھ آتا ہے۔ تاریکی بھی استقبال کرتی ہے روشنی سے بھی انسان مستفید ہو سورج غروب ہو کر تاریکیاں پھیلا جاتا ہے اور پھر مشرق سے طلوع ہو کر چمکتا ہوا د عطا کر جاتا ہے۔ میرے بھائیو! ہم ان ساری چیزوں سے مستفید ہوتے ہیں لیکن عارضی ہیں۔ خداوند قدوس کے علاوہ اس دنیا میں کسی کو بقا اور دوام نہیں اور جس طرح

روز کلی پھول بنتی ہے اور پھر پھول کی پتیاں مرجھا کر بکھر جاتی ہیں انسان بھی اس زمین پر آ کر بکھری پتیوں کی طرح کوچ کر جاتا ہے۔ خداوند قدوس نے جو اس کائنات میں قانون فطرت ڈالا ہوا ہے اس کے تحت قضا اور موت جس طرح غریب کے جھونپڑے میں داخل ہوتی ہے اسی طرح حکمرانوں کے قصر میں بھی داخل ہوتی ہے۔ اس کائنات میں شر اور فساد بھی جنم لیتا ہے۔ خیر اور صلاح بھی اپنا وجود رکھتی ہے۔ یہاں باطل قوتیں حق کو مٹانے کے درپے رہتی ہی اور حق کی طاقت باطل کے وجود کو نیست و نابود کرنے کے لئے بھی متحرک ہوتی ہیں۔ اس دنیا میں خدا ترسی بھی ہے بے رحمی اور خدا فراموشی بھی ہے۔ ظلم کے سائے بھی ہیں انصاف کی گھٹا ٹوپ گھٹائیں بھی ہیں۔ زہر کی ہلاکت بھی اس دنیا میں ملے گی ساتھ ہی ایسے لوگ بھی ملیں گے جو بسمار لئے بنی نو انسان کی خدمت کو اپنا مدعا بنا لیتے ہیں۔ ان میں سے وہ لوگ جو وطن، قوم، نسل اور امارت کو فراموش کر کے خلوص نیت کے ساتھ میرے پہلو سے پہلو ملا کر اسلام کی سربلندی کے لئے کام کریں گے ان کے لئے یری جان بھی حاضر ہے اور جو لوگ منافقت کے سائے بن کر سامنے آئیں گے دشمنوں سے مل کر اسلام پسند قوتوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ ان کے لئے میں برہنہ لوار ثابت ہوؤں گا۔"

❁❁❁

اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن کو ایک قافلے کی صورت میں لے جایا گیا پہلے عبداللہ بن الد کی بستی الفطین کا رخ کیا گیا وہاں عبداللہ بن خالد کا جو باغ تھا اس کے اندر قیام ہوا ں کے بعد ابوعثمان کی التجا اور اس کے اصرار پر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے قیام کا اہتمام عثمان کی بستی طرش میں کیا گیا تھا۔

جوں جوں لوگوں کو پتہ چلتا گیا کہ اموی شہزادہ عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس میں داخل ا ہے اور اس نے طرش میں ابوعثمان کے ہاں قیام کیا ہے تو لوگ دھڑا دھڑ طرش پہنچنے لگے لف شہروں اور قصبوں سے وفد کی صورت میں لوگ عبدالرحمٰن بن معاویہ کی خدمت میں ضر ہو کر اسے اپنے تعاون اور خلوص کا یقین دلاتے رہے۔ اس طرح جب لوگ مختلف روں سے جوق در جوق طرش میں آ کر اپنی وفاداری اور اپنی جانثاری کا اظہار کرنے لگے تو رالرحمٰن کی عسکری قوت بڑی تیزی سے بڑھنا شروع ہو گئی تھی۔

❁❁❁

جن دنوں عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس میں داخل ہوا تھا ان دنوں اندلس کا
یوسف بن عبدالرحمٰن سرقسطہ اور ایسٹریاز کی بغاوتوں کو فرو کرنے میں مصروف تھا۔
مصروفیات کے دوران اس کے قاصد اس کے پاس آئے اور عبدالرحمٰن کے اندلس میں
ہونے کی اطلاع دی۔ بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد اندلس کے حکمران یوسف بن عبد
نے فوراً اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر قرطبہ کی طرف رخ کیا اور وہاں پہنچتے
نے اپنے سالاروں عمائدین اور سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا۔

حاکم اندلس یوسف بن عبدالرحمٰن کے اس اجلاس میں جن لوگوں نے شرکت کی
زیادہ اہم لوگ یہ تھے۔

صمیل بن حاتم جو لشکروں کا سالار اعلیٰ تھا۔ دوسرا عبید بن علی جس پر یوسف بڑا
کیا کرتا تھا۔ خالد بن زید کاتب جس کو اپنی کتابت اور انشاء پردازی پر ہمیشہ فخر و گھ
عیسیٰ بن عبدالرحمٰن یہ شمال میں بسنے والے امویوں کا سردار تھا۔ خالد سودی، یو
عبدالرحمٰن کے لشکر میں جس قدر بربر تھے یہ ان کا سالار اعلیٰ تھا۔ عبدالرحمٰن بن حا
یوسف کا داماد تھا۔ یوسف بن عبدالرحمٰن کے بیٹے عبداللہ ابو زید اور ابو الاسود، صمیل
کے بیٹے جوشن بن صمیل، ہزیل بن صمیل اور ان کے علاوہ اور بہت سے سرکردہ
اعتماد عمائدین سلطنت شامل تھے۔

اس موقع پر سب کو مخاطب کرتے ہوئے اندلس کے حاکم یوسف بن عبدالرحمٰن
شروع کیا۔

"جیسا کہ تم سب لوگوں کو علم ہے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس میں داخل ہ
ابھی تک وہ اور اس کے ساتھی ساحلی علاقوں ہی میں مقیم ہیں میں نے تم لوگوں کو
یہاں جمع کیا ہے کہ مجھے بتاؤ کہ اس کی آمد کے بعد ہمیں کس رد عمل کا اظہار کرنا چا
سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن یوسف کا ایک سالار اٹھا اور اسے مخاطب کر کے

"امیر! ان دنوں جہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے قیام کر رکھا ہے وہ پہاڑی

سرد ہے۔ سرد موسم ہمارے لئے لڑنے کے لئے ساز گار نہ ہوگا۔ نیز ابھی عبدالرحمٰن بن
دیہ کی کارروائیاں صرف ساحل کے جنوبی علاقوں تک محدود ہیں اس لئے سرما گزارا
ئے اور جب خشک موسم آجائے تو ہمیں اپنے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن
ادیہ کے خلاف کوئی کارروائی کرنی چاہیے۔"

جب وہ سالار اپنی بات مکمل کرنے کے بعد بیٹھ گیا تب صمیل بن حاتم اٹھا اور اس کے
ڑے اور اس کے خیالات کی نفی کرتے ہوئے زوردار انداز میں کہنے لگا۔

"میں اس سے قطعی اتفاق نہیں کرتا میں آپ لوگوں کو تنبیہ کرتا ہوں کہ ہمیں وقت ضائع
ں کرنا چاہیے ابھی اور اسی وقت لشکر کے ساتھ عبدالرحمٰن بن معاویہ اور اس کے حواریوں
چڑھ دوڑنا چاہیے اور ان کا خاتمہ کر دینا چاہیے ورنہ میں آپ لوگوں کو صاف کہتا ہوں ک
لات ایسے ہو جائیں گے جو ہمارے قابو سے نکل جائیں گے۔"

صمیل بن حاتم کے بعد اور بہت سے لوگوں نے بھی اٹھ کر اپنی رائے کا اظہار کیا کچھ
نے جنگ کو بارشوں کے بعد شروع کرنے کا مشورہ دیا کچھ نے صمیل بن حاتم کی تائید کی۔

کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد حاکم اندلس یوسف بن عبدالرحمٰن نے صمیل بن حاتم کے
ورے کو ترجیح دی لہٰذا دو روز تک جنگ کی تیاریاں ہوتی رہیں اس کے بعد یوسف بن
بدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم اپنے لشکر کو لے کر عبدالرحمٰن پر حملہ آور ہونے کے لئے قرطبہ
ے کوچ کر گئے تھے۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی اور حاکم اندلس یوسف بن عبدالرحمٰن کی
ختی اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کی خوش قسمتی کہ قرطبہ سے نکل کر یوسف بن عبدالرحمٰن اپنے
لکر کے ساتھ تھوڑا سا ہی فاصلہ طے کرنے پایا تھا کہ لگاتار بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہر
رف جل تھل ہونے لگی کیچڑ میں گھوڑے زمین میں دھنسنے لگے لشکر کی آگے بڑھنے کی رفتار
لکل نہ ہونے کے برابر رہ گئی لگاتار بارش کی وجہ سے ایک جگہ یوسف بن عبدالرحمٰن نے
پنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا اس موقع پر وہ لوگ جو جنگ سے جی چرا رہے تھے وہ آپس میں
ملاح مشورہ کرنے کے بعد ایک وفد کی صورت میں بڑی رازداری اور بڑی ہمدردی کا
ظاہرہ کرتے ہوئے یوسف سے کہا۔

"ہم نے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن الداخل اندلس میں تخت و تاج کے لئے نہیں آیا بلکہ وہ
باسیوں سے اپنی جان بچاتے ہوئے محض پناہ ڈھونڈنے کے لئے اندلس میں داخل ہوا
ہے اگر اسے حکومت میں کوئی ایسا منصب دے دیا جائے جو اس کی منزلت کے لائق ہو تو وہ
ناوت نہیں کرے گا سر نہیں اٹھائے گا بلکہ اندلس کے حکمرانوں کا فرمانبردار بن کر رہے گا۔"

جب وہ شخص خاموش ہوا تو اس کے ایک ساتھی نے بھی بولتے ہوئے یوسف عبدالرحمٰن کو مشورہ دیا۔

"اگر آپ اپنی لڑکی کا عقد اس سے کر دیں اور جہیز میں بہت سا مال دے کر کسی علا کا عبدالرحمٰن الداخل کو حکمران مقرر کر دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ خوش ہوگا اور آنے وا دنوں میں جب تک آپ کی حکومت رہے گی آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہے گا۔"

یوسف بن عبدالرحمٰن پہلے ہی جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا اس لئے کہ اس کے آگے جہاں نگاہ کام کرتی تھی بارش کا پانی ہی پانی تھا پیش قدمی بڑی مشکل ہو رہی تھی لشکر کے سامان رسد اٹھا کر لانا بھی ایک مسئلہ تھا لہٰذا اس نے اس تجویز کو پسند کیا اور جہاں اس پڑاؤ کیا تھا وہیں سے اس نے کوچ کا حکم دیا اور آگے بڑھ کر عبدالرحمٰن الداخل پر حملہ ہونے کے بجائے وہ واپس قرطبہ کی طرف لوٹ گیا۔

واپس پہنچ کر یوسف بن عبدالرحمٰن نے اپنے کاتب خالد بن زید سے عبدالرحمٰن الدا کے نام ایک خط لکھنے کے لئے کہا۔ خالد بن زید انشاء پردازی خطوط نویسی اور کتابت اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ اس نے یوسف بن عبدالرحمٰن کے کہنے پر عبدالرحمٰن الداخل کے خط لکھا وہ خط پڑھ کر یوسف بن عبدالرحمٰن مطمئن ہو گیا پھر اس نے تین افراد کو وفد صورت میں یہ خط دے کر عبدالرحمٰن الداخل کی طرف روانہ کیا یہ تین افراد عبید بن علی، کاتب خالد بن زید اور تیسرا شمال کے امویوں کا سردار عیسیٰ بن عبدالرحمٰن تھا۔

اس وفد کے ہاتھ یوسف بن عبدالرحمٰن الداخل کے لئے تحائف میں کچھ گھوڑ خچریں، غلام، ایک ہزار سرخ دینار اور کچھ نقدی بھی روانہ کی۔ صمیل بن حاتم وفد بھیجنے خلاف تھا لیکن وہ چپ رہا اس سای کارروائی میں زیادہ دخل خالد بن زید کا تھا جو اس اور اس زمانے کا سربراہ آور وہ اہل قلم اور خوش نویس تھا یہ ایک نومسلم کا بیٹا تھا جو اپنی ذہا سے ترقی کرتے کرتے کاتب بن گیا تھا۔ اسے اپنی طرز نگارش اور اس کی تزئین اور آرا کی وجہ سے قابلیت کا زعم بھی تھا۔

جب یہ وفد تحائف اور دوسرا سامان لے کر طرش کے مقام پر پہنچا تو وہاں اموی س عیسیٰ بن عبدالرحمٰن رک گیا اور اپنے دونوں ساتھیوں عبید بن علی اور خالد بن زید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تم دونوں سے ایک پتے کی بات کہتا ہوں میں نے تم دونوں کو اپنے مسلح ساتھ سے اس لئے علیحدہ کیا ہے کہ جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس میں میری اور تم سب کی بہ

ہے۔ جو معاملہ ہم طے کرنے جا رہے ہیں ہو سکتا ہے عبدالرحمٰن اس کے لئے تیار نہ ہو اگر وہ صلح کے لئے تیار نہ ہوا تو پھر جو تحائف اور سامان ہم لے کر جا رہے ہیں وہ تو مفت میں اسے مل جائے گا اور صلح نہ ہونے کی صورت میں ہم نے یہ سامان واپس لانا چاہا تو میں تمہیں بتا دوں کہ یہ سامان ہمیں کوئی واپس نہیں لانے دے گا اس لئے یہاں آنے تک میں نے یہ سوچا ہے کہ جس قدر سامان میرے پاس ہے اسے یہیں طرش میں روکتے ہیں جو مسلح جوان سامان کی حفاظت کے لئے امیر نے ہمارے ساتھ بھیجے ہیں وہ بھی میرے ہی پاس رہنے دو۔ عبید بن علی اور خالد بن زید تم دونوں عبدالرحمٰن الداخل کے پاس جاؤ اور امیر کا خط اسے پیش کرو۔ اگر وہ صلح پر آمادہ ہو گئے تو تم کسی کو میری طرف قاصد بنا کر بھیجنا میں سامان کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤں گا اور اگر وہ صلح پر آمادہ نہ ہوئے تو تم دونوں واپس آ جانا۔ اپنے ساتھ تم دو تین مسلح جوان بھی لیتے جاؤ اگر صلح کا معاملہ ہوا تو انہیں ہی قاصد بنا کر میری طرف بھیجنا۔ میں بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا عبداللہ بن علی اور خالد بن زید کاتب تو اپنے تین مسلح جوانوں کے ساتھ عبدالرحمٰن الداخل کی طرف روانہ ہو گئے جبکہ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سارے سامان اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ طرش کے مقام پر مقیم ہو گیا۔

دراصل ایسا عیسیٰ بن عبدالرحمٰن اپنی حفاظت کے لئے کر رہا تھا۔ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن شمال کے چند اموی قبائل کا سردار تھا وہ جانتا تھا کہ اگر وہ خود بھی عبدالرحمٰن الداخل کے پاس گیا تو وہاں بڑا اموی سردار یوسف بن بخت بھی موجود ہوگا اور اگر صلح نہ ہو سکی تو یوسف بن بخت عیسیٰ بن عبدالرحمٰن کا گریبان پکڑے گا اور اسے واپس نہیں آنے دے گا یا تو اسے عبدالرحمٰن الداخل کا حمایتی بنا کر چھوڑے گا اگر ایسا نہ ہوا تو اس کی گردن کاٹ دے گا انہی خیالات کے تحت عیسیٰ سارے سامان کے ساتھ طرش میں رک گیا تھا۔

❁❁❁

کاتب خالد اور عبید دونوں جب ابوعثمان کے ہاں پہنچے تو ان کے آنے کی اطلاع شاید وہاں پہلے ہی ہو چکی تھی لہٰذا ابوعثمان کے ہاں عبدالرحمٰن، بدر کے علاوہ بنو اُمیہ کا سردار یوسف بن بخت ابوعثمان کا سسر اور الفطین کا سردار عبداللہ بن خالد ان کے علاوہ عبیرہ کے کچھ شامی اور وادی آش کے بنوغسان سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی موجود تھے۔

خالد اور عبید وہاں پہنچے تو سب نے ان کا بہترین اور پرتپاک خیر مقدم کیا جب انہیں نشستوں پر بٹھایا گیا تب کاتب خالد نے خط نکال کر عبدالرحمٰن الداخل کو پیش کیا عبدالرحمٰن الداخل نے وہ خط کھولا نہیں ابوعثمان کی طرف بڑھا دیا کہنے لگا۔

ابوعثمان تم ہی یہ خط پڑھ کر سناؤ تا کہ میرے علاوہ یہاں جس قدر لوگ ہیں وہ ر
سن لیں۔"

اس پر ابوعثمان نے بلند آواز میں سب کو خط پڑھ کر سنایا۔ خط سننے کے بعد عبدالر
نے سب سے پہلے جواب طلب نگاہوں سے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا جواب
یوسف بن بخت کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر اس نے اثبات میں گردن ہلا دی
یہ اشارہ تھا کہ جو پیش کش اندلس کا حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کر رہا ہے فی الحال
اسے قبول کر لینا چاہیے اس سلسلے میں عبدالرحمٰن نے وہاں موجود دوسرے لوگوں سے مش
کیا تو سب نے یہی رائے دی کہ جو شرائط ان حالات میں یوسف بن عبدالرحمٰن پیش کر
ہے انہیں قبول کرنے میں ہماری ہی بہتری ہے لہٰذا اس پیشکش کو عبدالرحمٰن نے بھی قبول
لیا۔

جب عبدالرحمٰن نے دیکھا کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق رائے رکھتے ہیں تو اس نے ا
قریب بیٹھے ابوعثمان سے کہا کہ وہ یوسف بن عبدالرحمٰن کے خط کا جواب لکھ دے۔

بہرحال ابوعثمان جب خط لکھنے بیٹھا تو کاتب خالد بن زید کی بدبختی کہ جس وقت
عثمان خط کا جواب لکھ رہا تھا اور ابھی اس نے چند ہی سطور لکھی تھیں کہ اپنی عبارت،
انشاء پردازی پر گھمنڈ کرنے والے خالد بن زید نے ابوعثمان کو مخاطب کر کے کہا۔

"یہ کیا بھونڈا پن ہے یہ آپ کیا لکھ رہے ہیں۔ اس خط کا جواب لکھنے میں آپ
بغلوں سے پسینہ نکلے گا۔"

خالد بن زید کے یہ الفاظ سن کر ابوعثمان کو غیظ آ گیا جو خط خالد بن زید لے کر آیا تھ
جو خط ابوعثمان نے لکھنا شروع کیا تھا دونوں اس نے خالد بن زید کے منہ پر دے مار
ساتھ ہی ایک گالی بھی دی اور ایک بھرپور تھپڑ بھی اس کے منہ پر مارا پھر اپنے قریب کھڑ
آدمی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اس بھونڈے کو پکڑ لو یہی فساد کی جڑ ہے۔"

چنانچہ خالد بن زید کو پکڑ کر اسے بیڑیاں ڈال دی گئیں اس کے بعد ابوعثمان
عبدالرحمٰن، یوسف بن بخت اور دوسرے سالاروں سے مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اب
خط کا جواب نہیں جائے گا۔ اب رزم گاہ میں ہی یوسف بن عبدالرحمٰن کا سامنا کیا جائے
یہی لونڈا یوسف کی طاقت ہے۔ اسے پکڑنا اور اسے گرفتار کرنا یوں جانیں ہماری کامرا
پہلی سیڑھی ہے۔

اس کے بعد عبید کو چھوڑ دیا گیا جس وقت عبید جانے لگا تب اسے مخاطب کر کے یوسف
بن بخت کہنے لگا۔

"عبید جھوٹ مت بولنا تم تین افراد قرطبہ سے چلے تھے ایک تم اور خالد بن زید اور تیسرا
بنوامیہ سے تعلق رکھنے والا عیسیٰ بن عبدالرحمٰن تھا۔ بولو وہ کہاں ہے۔"

عبید بن علی کانپ گیا سوچا جھوٹ بولے تو یہ لوگ واپس نہ جانے دیں گے بلکہ یا تو
خالد بن زید کی طرح بیڑیاں ڈال دیں گے یا گردن کاٹنے میں بھی دیر نہیں لگائیں گے لہٰذا
اس نے بتا دیا کہ ہم لوگ آپ لوگوں کے لئے کافی تحائف اور سامان لے کر آ رہے تھے
اور راستے میں ارش نام کی بستی کے قریب عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سامان کے ساتھ رک گیا ہے۔

عبید بن علی کو تو جانے دیا گیا اس پر یوسف بن بخت فوراً حرکت میں آیا اس نے اپنے
تیس مسلح سواروں کو ارش کی طرف روانہ کیا اور انہیں کہا کہ وہاں سے عیسیٰ بن عبدالرحمٰن اور
اس کے ساتھ جس قدر مسلح جوان اور جتنا اس کے پاس سامان ہے وہ سب ابوعثمان کے
ہاں لایا جائے لیکن عیسیٰ بن عبدالرحمٰن کی خوش قسمتی کہ جو آدمی عبید بن علی اور خالد بن زید
کے ساتھ گئے تھے ان میں سے ایک نے بڑی عقلمندی سے کام لیا وہ پہلے ہی ابوعثمان کے
ہاں سے بھاگا اور ارش جا کر عیسیٰ بن عبدالرحمٰن کو بتا دیا کہ صلح کا معاملہ طے نہیں ہوا اور وہ تم
پر حملہ آور ہو کر تم سے سامان چھیننے کی کوشش کریں گے۔

یہ خبر سنتے ہی عیسیٰ بن عبدالرحمٰن فوراً اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ سارے سامان کو سمیٹتا
ہوا قرطبہ کی طرف روانہ ہو گیا لہٰذا یوسف بن بخت نے جو تیس آدمی اسے پکڑنے کے لئے
بھیجے تھے وہ ناکام واپس چلے گئے۔

صلح کی یہ بات چیت انجام کو نہ پہنچنے کے باعث جنگ ناگزیر ہو گئی تھی لہٰذا طرفین نے
ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لئے اپنے طور پر بھرپور تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

❁❁❁

جہاں اندلس کا حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن اپنے لشکروں کو بڑی تیزی سے استوار
کرنے لگا تھا وہاں عبدالرحمٰن اور اس کے حمایتی بھی حرکت میں آ گئے تھے یوسف بن بخت
نے بنوامیہ اور چند دیگر قبائل کو جو اس کے بڑے معتقد تھے اکٹھا کرنا شروع کر دیا ابوعثمان کو
توراریا، جیان، شذومہ اور اشبیلیہ وغیرہ کا دورہ کر کے لشکر اکٹھا کرنے کا پروگرام بنایا گیا
سب سے پہلے یہ قوراریا اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچا۔

وہاں اہل اردن آباد اور وہ ان کے قائد اجدار بن عمر سے وہ ملے اپنا مقصد بیان کیا اس

نے ابوعثمان اور اس کے حمائتیوں سے کہا کہ عید الفطر کے روز آپ لوگ ارجذونہ کی عیدگا
میں عبدالرحمٰن کو میرے پاس لائیں پھر دیکھیں میں کیا کام کرتا ہوں۔

وعدے کے مطابق یوسف بن بخت عثمان اور دیگر سالار عبدالرحمٰن الداخل کو لے
ارجذونہ کی عیدگاہ میں پہنچے۔

چنانچہ عید کے روز جب یوسف بن بخت، ابوعثمان، عبدالرحمٰن الداخل اور دیگر لو
وہاں پہنچے تو عربوں کا قائد اجدار بن عمر وہاں موجود تھا جس وقت خطیب ممبر پر جانے لگا
اجدار بن عمر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سارے ہجوم کے سامنے خطیب کو مخاطب کر کے کہا۔

”خطبے میں یوسف بن عبدالرحمٰن کا نام ترک کر کے عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام کا نا
لینا۔ آج سے وہ ہمارا امیر ہے اور ہمارے امیر کی اولاد سے ہے۔“ اپنا یہ پیغام خطیب
سنانے کے بعد وہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کو مخاطب کر کے اجدار بن عمر کہنے لگا۔
”اب تم لوگ بولو کیا کہتے ہو؟“

جواب میں سب نے اتفاق کیا۔ ”جو تم کہتے ہو وہی ہم کہتے ہیں“

چنانچہ پہلی بار ارجذونہ عیدگاہ میں یوسف بن عبدالرحمٰن کے بجائے عبدالرحمٰن بن معا
بن ہشام کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد یوسف بن بخت، ابوعثمان، عبدالر
الداخل کو لے کر ریا کی طرف گئے وہاں کے والی عیسیٰ بن مساور سے ملے اس
عبدالرحمٰن الداخل یوسف بن بخت اور ابوعثمان کا ساتھ دینے کا عہد کیا اس کے مل جا
سے ایک طرح ریا کا تمام علاقہ کوئی زیادہ جدوجہد کے بغیر ہی عبدالرحمٰن بن معاویہ کا حما
ہو گیا تھا۔

اس کے بعد ایک گروہ کی صورت میں عبدالرحمٰن بن معاویہ، یوسف بن بخت اور ا
عثمان جنوب مغربی اندلس کے مختلف شہروں کے باقی ماندہ اکابر سے ملے اور ان
عبدالرحمٰن الداخل کی بیعت لی۔ اس طرح جنوب مغربی اندلس کے وسیع علاقے کے
حصے مثلاً ریا۔ شذومہ اور اشبیلیہ بغیر کسی جدوجہد کے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے حلقۂ اطاع
میں آگئے اب عبدالرحمٰن بن معاویہ کی حمایت میں ایک خاصا بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔

دوسری طرف اندلس کے حکمران اور اس کے سپہ سالار صمیل بن حاتم نے بھی کا
قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا ان کے پاس پہلے ہی اندلس کی حفاظت کے لئے خاصا بڑا لش
تھا اب انہوں نے اپنی عسکری قوت میں مزید اضافہ کر لیا تھا۔

یوسف کو ساری خبریں مل رہی تھیں کہ کس طرح عبدالرحمٰن الداخل نے ایک خاصا

شکر تیار کر لیا ہے اب یوسف بن عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا قرطبہ سے وہ
کلا اور طلیطلہ کا رخ کیا۔ وہاں کا والی اس کا ایک عزیز تھا اس نے بھی ایک خاصا بڑا لشکر جمع
کر لیا تھا۔ دونوں لشکروں کو متحد کیا گیا اس کے بعد اشبیلیہ کی طرف پیش قدمی کی گئی تاکہ
عبدالرحمٰن الداخل سے ٹکرا کر اسے اندلس سے باہر نکالا جائے۔

لیکن اندلس کا حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے خبر ملی کہ
عبدالرحمٰن بن معاویہ، یوسف بن بخت اور ابوعثمان پہلے ہی قرطبہ پر حملہ آور ہونے کو کوچ کر
چکے ہیں۔ لہٰذا یوسف بن عبدالرحمٰن پلٹا، دریائے کبیر کے کنارے آیا تھوڑی دیر بعد
عبدالرحمٰن الداخل، یوسف بن بخت اور ابوعثمان بھی اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔
دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب تھے اور بیچ میں دریائے کبیر حائل تھا۔ اب صورتحال یہ
تھی کہ دریائے کبیر کے بائیں کنارے پر عبدالرحمٰن بالش کے مقام پر، کبیر کے دائیں
کنارے نسارا کے مقام پر یوسف بن عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

اس دوران ایک تبدیلی اور انقلاب رونما ہوا شمال میں رہنے والے امویوں کو ابھی تک
خبر نہ تھی کہ ان کا بڑا سردار یوسف بن بخت عبدالرحمٰن الداخل کا ساتھ دے رہا تھا۔ جب
انہوں نے دریا کے کنارے قیام کیا اور مختلف مخبروں کے ذریعے انہیں خبر ہوئی کہ بنو اُمیہ کا
بڑا سردار یوسف بن بخت، عبدالرحمٰن کا ساتھ دے رہا ہے تو انہوں نے راتوں رات
دریائے کبیر کو عبور کیا اور یوسف بن عبدالرحمٰن کا ساتھ چھوڑ کر وہ عبدالرحمٰن الداخل کے لشکر
میں آگئے۔ بنو اُمیہ کو ایسا کرتے دیکھ کر کچھ یمنی قبائل بھی دریا عبور کر کے یوسف بن بخت
اور عبدالرحمٰن سے آن ملے تھے اس طرح عبدالرحمٰن الداخل کی عسکری طاقت اور قوت میں
پہلے کی نسبت اضافہ ہوا تھا۔

اس موقع پر عبدالرحمٰن الداخل کے ساتھیوں نے ایک جنگی چال چلی۔ انہوں نے دریا
کے اس پار یوسف بن عبدالرحمٰن کو پیغام بھیجا کہ لڑائی کا کوئی فائدہ نہیں آپس میں کچھ شرائط
طے کر کے صلح ہو جانی چاہیے۔

یوسف بن عبدالرحمٰن نے اس پیغام کو تسلیم کر لیا اور یہ طے ہوا کہ عبدالرحمٰن الداخل کے
کچھ ساتھی دریائے کبیر کو عبور کر کے دوسرے کنارے جائیں اور صلح کے لئے یوسف بن
عبدالرحمٰن سے بات کریں۔ ساتھ ہی یوسف بن عبدالرحمٰن کو عبدالرحمٰن الداخل کی طرف
سے یہ بھی پیغام ملا کہ انہیں کچھ رسد کا سامان بھی بھیجا جائے۔

جس دور میں یہ تبدیلی رونما ہو رہی تھی اس دور میں چونکہ اندلس میں جگہ جگہ بغاوتیں ہو

رہی تھیں کئی جگہوں پر قحط کے بھی آثار تھے لہٰذا حاکم اندلس یوسف بن عبدالرحمٰن جنگ نہیں چاہتا تھا کسی نہ کسی طرح وہ عبدالرحمٰن الداخل کو مطمئن کر کے اپنی حکومت کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ لہٰذا عبدالرحمٰن الداخل کے ساتھیوں کی طرف سے پیغام ملنے کے بعد وہ کسی قدر مطمئن ہوا بھیڑوں کا ایک خاصا بڑا ریوڑ رسد کے طور پر عبدالرحمٰن الداخل کے لشکر کی طرف بھیجا اور دس ہزار دینار نقد بھی دیئے تا کہ وہ اپنی حالت کو سنوار لیں۔

ایسا کر کے یوسف بن عبدالرحمٰن نے ایک طرح سے حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ دس ہزار دینار عبدالرحمٰن الداخل اور اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف استعمال کیے۔ اس وقت عبدالرحمٰن الداخل کے لشکر میں رسد کی کمی تھی جب یوسف بن عبدالرحمٰن کی طرف سے بھیڑوں کا ایک خاصا بڑا ریوڑ ان کے پاس پہنچ گیا تو بھوکا دشمن چاک و چوبند ہو کر یوسف بن عبدالرحمٰن سے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

عبدالرحمٰن الداخل یہ معاملہ جلد از جلد ختم کرنا چاہتا تھا۔ اگلے روز عیدالضحیٰ آ رہی تھی یوسف بن عبدالرحمٰن یہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے نقدی بھیجی ہے۔ رسد کے سامان میں بھیڑیں بھی روانہ کی ہیں لہٰذا اب لڑنے کا کوئی امکان نہیں اب دونوں لشکروں میں صلح ہو جائے گی۔ لیکن اگلے روز جمعہ کا دن تھا اور عیدالضحیٰ تھی یوسف بن عبدالرحمٰن کیا دیکھتا ہے کہ عبدالرحمٰن کے لشکری اور سالار چاک و چوبند ہیں اور وہ جنگ کی ابتداء کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس پر یوسف بن عبدالرحمٰن بھی محتاط ہو گیا اور اپنے بیٹوں کو اس نے سرقسطہ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہاں سے وہ رسد اور کمک لے کر آئیں۔ عبدالرحمٰن الداخل نے جب دیکھا کہ اس کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو گیا ہے تب اس نے دریائے کبیر کو عبور کیا اور جنگ کی ابتداء کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اگلے روز جمعہ کا دن ہے اسی روز فیصلہ ہو جانا چاہیے اس نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا شروع کیا۔

یوسف بن بخت کو اس نے اپنے ساتھ رکھا ایک حصے کا سردار عبدالرحمٰن بن نعیم کلبی کو بنایا، دوسرے کا ایک بربری سردار عاصم کو، تیسرے کا یوسف بن بخت کے چچا زاد بھائی حبیب بن عبدالملک کو، چوتھے کا ایک شخص ابراہیم بن شجرہ کو جبکہ اپنے لشکر کا علم اس نے ابو عثمان کے حوالے کیا۔

جس وقت لشکر جنگ کی تیاری کر رہا تھا صفیں درست ہو رہی تھیں تو ایک لشکری نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”یہ عبدالرحمٰن الداخل جنگ کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا۔ نو وارد یہاں کے لوگ بھی اس سے

شناسا نہیں ہیں۔ کہیں اپنی ناتجربہ کاری سے ڈر کر یہ بھاگ نہ جائے اور ہم سب کو یوسف بن عبدالرحمٰن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اپنی جان بچا کر بھاگ نکلے۔“

جس وقت اس لشکری نے یہ باتیں کہی تھیں اس وقت عبدالرحمٰن الداخل گھوڑے پر سوار لشکر کا جائزہ لے رہا تھا اور اس کے ساتھ یوسف بن بخت بھی اپنے گھوڑے پر سوار اپنے لشکری کی صفیں درست کر رہا تھا۔ یہ بات سن کر عبدالرحمٰن، یوسف بن بخت کے پاس آیا اور اس سے سرگوشی کی۔

”میرے عزیز بھائی! تو نے سنا ہے اس لشکری نے کیا کہا۔“

ہلکی سی مسکراہٹ یوسف بن بخت کے چہرے پر نمودار ہوئی کہنے لگا۔

”امیر! جو کچھ اس نے کہا ہے میں نے سنا ہے اس کا کچھ خاص اثر نہیں ہو گا لیکن اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے میرے پاس ایک دوا بھی ہے۔“

عبدالرحمٰن نے کچھ سوچا پھر کسی قدر پرسکون انداز میں کہنے لگا۔

”ابن بخت، میرے بھائی! وہ دوا مجھے بتا دو تا کہ میں بھی استعمال کروں۔“

اسی وقت قریب ہی یمنی قبیلے کا سردار ابو صباح تھا جو ایک خچر پر سوار تھا۔ ان دنوں چونکہ اندلس میں گھوڑے کم یاب تھے لہٰذا سواری کے لئے خچر بھی استعمال ہوتا تھا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر یوسف بن بخت مزید عبدالرحمٰن کے قریب ہوا اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب پہنچاتے ہوئے سرگوشی کی۔

”امیر! اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ اپنے گھوڑے سے اتر جائیں میں ابو صباح کا خچر آپ کو لے دیتا ہوں۔ آپ اس پر سوار ہو جائیں جس لشکری نے یہ کہا ہے کہ عبدالرحمٰن جنگ میں کامیابی نہ حاصل ہونے پر بھاگ جائے گا تو جب آپ خچر پر سوار ہوں گے تو اس کے دل سے یہ وسوسات جاتے رہیں گے اور وہ یہ سوچے گا کہ اگر وہ گھوڑے پر سوار ہوتا تو گھوڑے کو بھگا کر بھاگ جاتا لیکن خچر پر سوار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنگ کرے گا۔ کامیابی حاصل کرے گا، بھاگے گا نہیں اس لئے کہ خچر اس قدر تیزی سے بھاگ نہیں سکتا۔“

جب تک یوسف بن بخت بولتا رہا عبدالرحمٰن الداخل مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تو عبدالرحمٰن الداخل نے ایک عجیب و غریب حرکت کی۔ پہلے بڑے پیارے انداز میں اس نے یوسف بن بخت کا گال چوما پھر بڑی اپنائیت اور محبت میں کہنے لگا۔

”ابن بخت! خدا کی قسم جہاں تم جیسے ساتھی، جہاں تم جیسے رفیق ہوں وہاں مات نہیں

کھائی جا سکتی۔ میرے عزیز! میں اپنے گھوڑے سے اتر کر خچر پر سوار ہوؤں گا اس
ساتھ ہی عبدالرحمٰن گھوڑے سے اتر گیا یوسف بن بخت بھی ایک جست کے ساتھ خچر
یمنی قبیلے کے سردار ابو صباح کے پاس گیا، تھوڑی دیر تک اس کے کان میں سرگوشی کی
سن کر ابو صباح اپنے خچر سے اتر گیا اور آگے بڑھ کر عبدالرحمٰن کے گھوڑے پر سوار ہو گیا
عبدالرحمٰن ابو صباح کے خچر پر ہو بیٹھا تھا۔

لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کا امیر ایک توانا اور خوبصورت گھوڑے سے اتر کر لاغر اور کمزور خچر پر ہو بیٹھا ہے تو وہ جان گئے کہ یہ بھاگنے کا نہیں بلکہ جم کر دشمن کا م کرے گا اور کامیابی حاصل کیے بغیر نہیں چھوڑے گا عبدالرحمٰن الداخل کے خچر پر بیٹھنے اس کے لشکریوں اور سالاروں کے حوصلے اور ولولے بھی پہلے کی نسبت زیادہ توانا اور پر ہو گئے تھے۔

اب دونوں لشکری ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لئے بڑی تیزی سے اپنی صفیں در کرنے لگے تھے۔ آخری شکل دینے لگے تھے۔

والئی اندلس یوسف بن عبدالرحمٰن کے سالار بھی جنگ کے لئے بالکل مستعد ہو گئے اس کے پاس ایسے لوگ تھے جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے ان میں خود یوسف عبدالرحمٰن تھا اور اس سے بھی بڑھ کر صمیل بن حاتم، عبید بن علی، بربروں کا سردار سودی، اندلس کے والی یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا عبداللہ، صمیل بن حاتم کا بیٹا جوشن اور کے علاوہ بھی ان کے پاس کافی سالار تھے بہرحال دونوں طرف جب صفیں درست ہو گ تب یوسف بن عبدالرحمٰن نے صمیل بن حاتم کے کہنے پر جنگ کی ابتداء خود کی۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم عبدالرحمٰن اور اس ساتھیوں کے لشکر پر انا و پندار کے ٹکڑے کر دینے والی نصرت گزیدہ قتل گاہوں، زیست بے لباس کر دینے والی دشت امکان کی ویرانیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف عبدالرحم بن معاویہ اور اس کے ساتھیوں نے بھی جوابی کارروائی کی ا بھی یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم کے لشکر پر سپنوں کو حقیقت کے پرتو میں تبد کر دینے والے ظلم کی طوفانی رقابتوں، ہجرتوں کے سکون شکن موسموں اور امن اور ر کے گھروندوں میں غم والم کی بارش کر دینے والی گہری آفتوں کے نزول کی طرح حملہ آور گئے تھے۔

یوں دریائے کبیر کے کنارے ہولناک جنگ کی ابتداء ہو گئی تھی وہ سرزمین جس

اندر طریفی بن مالک نے صرف تین سو ایک سواروں کے ساتھ اندلس کو فتح کرنے کی پہلی دستک دی تھی آندھیوں میں چراغ جلائے تھے اور قتل گاہوں کو طرب گاہوں کا فسوں بخشا تھا وہاں اب مسلمان آپس میں ٹکرا رہے تھے۔

وہ سرزمین جس میں بالغ نظر، مدبر اور اعلیٰ درجے کے سپہ سالار طارق بن زیاد نے صرف سات ہزار کے لشکر کے ساتھ فتح مندی کے دروازے کھولتے ہوئے قتل گاہوں کو مسرت گاہوں کے فسوں، بے بضاعتی کی جھیلوں کے امن کے بہتے نیلے چشمے کی لطافت اور ٹوٹے خوابوں کے نوکیلے ٹکڑوں کو خوبصورت شفق رنگ بہاروں میں تبدیل کیا تھا، وہاں اب مسلمان اپنے خون سے ایک دوسرے کو رنگین کرنے لگے تھے۔

وہ سرزمین، جہاں دنیا کے عظیم انسان اور کامیاب ترین انسان موسیٰ بن نصیر نے عالم اسلام کے دشمنوں کی زیست کی سلاسل توڑ دی تھی۔ ہر مقابل کو موت اور مرگ میں غلطاں کیا تھا اور فطرت کے کسی نقاش کی طرح ہسپانیہ کی سرزمین میں اپنی فتح کے ان مٹ نشان چھوڑے تھے وہاں مسلمان اپنے خون سے نقاشی کرنے لگے تھے۔

وہ سرزمین جہاں قائم باللیل اور صائم بالنہار عبدالعزیز بن موسیٰ نے پرتگال کے ان جنوبی علاقوں کو مسلمانوں کے لئے فتح کیا۔ جہاں پرہجوم جمال کے اجالوں میں لالہ رُخوں کی محفلیں اور آرزو کدۂ حسن میں انجمن گل بدناں سجائی جاتی تھی وہاں وہ وحدت اور تکمیل کے کسی نغمہ سر کی طرح داخل ہوا اور اپنے سامنے آنے والے دشمن کو رگیدتا چلا گیا۔ وہاں اب مسلمان ایک دوسرے کو رگیدنے لگے تھے۔

بہرحال دریائے کبیر کے کنارے یوسف بن عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکریوں کے درمیان ہولناک جنگ چھڑ گئی تھی۔ اس جنگ کی بربادی اور ہولناکی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس جنگ میں امیر ہسپانیہ یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا عبداللہ اور اس کے سپہ سالار اعلیٰ صمیل بن حاتم کا بیٹا جوشن دونوں جنگ میں کام آ گئے تھے۔ بہرحال اس جنگ میں یوسف اور صمیل کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ گئے۔

اس طرح ایک فاتح کی حیثیت سے عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس کے مرکزی شہر قرطبہ میں داخل ہوا، نماز جمعہ اس نے اس روز خود قرطبہ کی جامع مسجد میں پڑھائی اور خطبہ کے اندر جامعہ مسجد میں جمع ہونے والے لوگوں کے ساتھ اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایک اچھے امیر کی طرح اندلس پر حکومت کرے گا۔

قرطبہ پر قبضہ کرنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے یہ کام کیا کہ اس نے مختلف

شہروں پر اپنے والی مقرر رر کیے اور انہیں فی الفور اپنے اپنے منصب سنبھالنے کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے حکومت کا نظم ونسق چلانے کے لئے عہدوں کی تقسیم کا کام سرانجام دیا۔ ابو غالب کو جو جہاز میں سوار ہو کر افریقہ سے اسے لینے گیا تھا، اسے چوبدار مقرر کیا۔ ابو عثمان کو اپنا مشیر مقرر کیا۔ یوسف بن بخت کو اپنے لشکر کا سالار مقرر کیا۔ اشبیلیہ سے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی مدد کرنے والے حسان بن مالک ابو عبدہ کو اپنا وزیر بنایا۔ اس طرح بڑی تیزی کے ساتھ اپنی حکومت کو عبدالرحمٰن الداخل نے استحکام کر دینا شروع کر دیا تھا۔

✿✿✿

یوسف اور صمیل دونوں بھاگ گئے تاہم وہ دونوں روپوش ہو گئے اور عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ٹکرانے کے لئے اپنے حمائیتوں کے ساتھ مل کر نیا لشکر ترتیب دینے لگے تھے۔

یوسف بن عبدالرحمٰن کا باپ یوسف کبھی افریقہ کا والی تھا۔ یہ مشہور فاتح اور قیروان کے بانی عقبہ بن نافع کا پوتا تھا۔ یوسف بن عبدالرحمٰن افریقہ میں پیدا ہوا۔ اس کا والد عبدالرحمٰن اپنے باپ حبیب کے ساتھ کچھ عرصہ اندلس میں رہ کر واپس افریقہ چلا گیا۔ یوسف اپنے والد سے ناراض ہو کر اندلس ہی میں رہا پہلے وہ بارسلونا اور البونہ کی ولایت پر مامور رہا اور اس کی اچھی کارکردگی کی وجہ سے اسے اندلس کا امیر بنا دیا گیا۔

اب جبکہ اسے شکست ہو چکی تھی تو اندلس کا حکمران اب بلا شرکت غیر عبدالرحمٰن بن معاویہ ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے حکمران بننے کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اندلس کا والی نہیں حکمران تھا۔ اس لئے کہ وہ کسی کے ماتحت نہیں بلکہ مطلق العناں فرماں رواں تھا۔ اس سے پہلے اندلس میں جس قدر بھی حکمران ہوتے وہ والی کہلاتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں یا تو براہ راست خلیفہ دمشق مقرر کرتا تھا یا ان کا تقرر افریقہ میں مسلمانوں کا والی انجام دیتا تھا۔ اس بناء پر وہ حکمران نہیں والی کہلاتے تھے۔ اندلس میں عموماً والی افریقہ کا بہ نسبت خلیفہ دمشق سے زیادہ اثر ونفوذ تھا اور والی افریقہ ہی عموماً اندلس کے والیوں کا تقرر کیا کرتا تھا۔ اندلس کے والی قانونی لحاظ سے خلیفہ دمشق اور اس کے افریقی والی دونوں کے سامنے جواب دہ ہوا کرتے تھے اس دو عملی کی وجہ سے ہی اندلس کے اندر بغاوتیں ہوتی رہیں۔

عبدالرحمٰن الاول سے پہلے لگ بھگ بیس والی تھے جو خلفائے دمشق کے آگے جواب دہ تھے ان والیوں کی مدت حکومت تقریباً پنتالیس سال ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود اس مدت حکومت میں مسلمان خاصے عرصے تک خانہ جنگی میں مبتلا رہے۔ انہوں نے ہسپانیہ میں

صرف ایک مضبوط پائیدار حکومت کی بلکہ ایک ایسے حسین تمدن کی بنیاد ڈالی جو صدیوں تک یورپ کا مطمع نظر رہا اور جس پر بہت سے لوگوں نے رشک کیا۔ یہاں تک کہ یورپی مؤرخ اسکاٹ نے ان سے متعلق لکھا۔

"اندلس میں تمدن اسلامی حکومت کے تحت پچاس برس کے اندر اس نقطہ عروج پر پہنچ گیا جہاں تک پہنچنے میں اٹلی میں پوپ کی حکومت کو ایک ہزار سال لگے"

گو اندلس کی فتح کا سہرا افریقہ کے والیوں کے سر ہے اس لئے اندلس پر ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا لیکن اندلس پر مرکزی حکومت کا بھی اختیار تھا اور اندلس کے والی افریقہ اور خلافت دمشق کے آگے جواب دہ تھے۔ حکومت کی اس دو عملی کے نتائج مفید نہیں نکلے تھے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ دو عملی نظام حکومت اندلس کے حق میں نہایت مضر ثابت ہوئی تو غلط نہ ہوگا۔ اس کی وجہ کچھ یوں تھی کہ خلیفہ دمشق اور والی افریقہ دونوں ہی اندلس پر اپنا اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے اکثر موقعوں پر ان دونوں کو اندلس کی سیاست میں دخل دینا پڑتا تھا جس وجہ سے اندلس کے سیاسی حالات میں توازن ٹھہراؤ اور استقلال پیدا نہ ہوتا تھا۔

والی اندلس کے تقرر کے سلسلے میں افریقہ اور دمشق میں اختلاف پیدا ہو جانے کی صورت میں عموماً بغاوتیں اور شورشیں اٹھ کھڑی ہوتی تھیں۔ افریقہ کے حکمران خاندان کے رد بدل سے اندلس کی سیاست پر بھی نہایت برا اثر پڑتا تھا۔ اس سے قبائلی لڑائیاں ہوتی تھیں جن کی وجہ سے اندلس کی حکومت ہمیشہ متزلزل ہی رہی۔ والی اندلس کو اپنے دونوں آقاؤں کو خوش رکھنے کے لئے ہمیشہ اندرونی سیاسی معاملات کی طرف متوجہ رہنا پڑتا تھا۔ ان نقائص کے نتائج اور عواقب جو نکلے وہ اندلس کے لئے نہایت ناپسندیدہ تھے۔ مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر ابتداء ہی سے اندلس براہ راست خلیفہ دمشق کے تحت ہوتا تو قبائلی لڑائیاں برپا نہ ہوتیں اور اندلس کے مسلمان کو حکومت کے استحکام اور مزید پیش قدمی کے زیادہ مواقع ملتے اور ان کا بہت سا وقت اسلام کی تبلیغ اور ثقافت کی ترویج اور ترقی پر صرف ہوتا۔

اس دو عملی نظام حکومت کی وجہ سے اندلس میں قبائلی تقسیم اور عصبیت کے جذبات کی نشوونما ہوئی اور یہ ملک خانہ جنگی کا میدان بن گیا جس کی وجہ سے ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر رہا اور ان کی ہوا اکھڑتی رہی اور دشمنوں کے دلوں سے ان کا رعب جاتا رہا اور نصرانیوں کو اپنی سیاسی تنظیم کرنے کا موقع مل گیا۔

اسی دوعملی کی وجہ سے وہ نصرانی جو مسلمانوں کے اولین حملوں کی تاب نہ لا کر منتشر ہو گئے تھے پھر ایک مرکز پر جمع ہونا شروع ہو گئے الفانسو کے زیر تحت انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک خاصی بڑی جمعیت اکٹھی کر لی۔

اس میں شک نہیں مسلمانوں نے اس زمانے تک شمالی اندلس میں صرف مستقر قائم کئے تھے اور وہاں کی سنگلاخ زمین میں آباد ہونا پسند نہیں کیا تھا لیکن یہ بھی درست ہے کہ بعض والیوں کی کوششوں سے وہاں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہوئی۔ اگر امن اور خوشحالی کا دور ہوتا تو ان آبادیوں میں ترقی ہوتی مگر عرب اور بربر کی خانہ جنگی کی وجہ سے ان جگہوں سے مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

تھوڑی بہت جو آبادی رہ گئی وہ شمال سے حملہ آور ہونے والے نصرانیوں کا مقابلہ نہ کر سکی اور ان کا شکار ہو گئی۔ اس طرح شمالی اندلس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکلتا چلا گیا اور مسلمانوں کے مقابلے میں شمالی اندلس میں ایک نصرانی حکومت قائم ہو گئی جس نے سات سو سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد نہ صرف اندلس کی مسلم حکومت کا خاتمہ کر دیا بلکہ وہاں کے تمام مسلمان باشندوں کو تہہ تیغ کر دیا یا بزور شمشیر عیسائی بنا لیا۔ جب عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس کا حکمران بنا تو وہ اس دوعملی کا شکار نہ رہا اس لئے کہ نہ اس کا تعلق دمشق سے تھا اس لئے کہ دمشق میں بنو اُمیہ کی حکومت ختم ہو گئی تھی اور بنو عباس اپنی حکومت بنا کر انبار کو اپنا مرکزی شہر بنا چکے تھے۔ رہا سوال افریقہ کا تو وہ بھی ایک طرح سے اب تک خود مختار علاقہ تھا وہ بنو عباس کے تحت بھی نہیں آئے تھے لہٰذا عبدالرحمٰن الداخل کا تعلق نہ افریقہ سے تھا اور نہ ہی دمشق یا انبار سے اس طرح پہلی بار عبدالرحمٰن بن معاویہ کے دور میں اندلس میں دوعملی نظام حکومت کا خاتمہ ہوا۔

سابق والی اندلس اور اس کا سپہ سالار صمیل دونوں طلیطلہ پہنچے، ساتھ ہی اس نے اپنے بہت سے حواریوں اور جاننے والوں کو طلیطلہ میں لشکر اکٹھے کرنے کی درخواست بھی کی۔

سب سے پہلے یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا ابوزید حرکت میں آیا۔ وہ ایک خاصا بڑا لشکر لے کر یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل کے پاس طلیطلہ پہنچا۔ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم چونکہ مختلف قصبوں اور شہروں سے ہوتے ہوئے اپنے جاننے والوں کو عسکری مدد کی گزارش کرتے ہوئے طلیطلہ پہنچے تھے لہٰذا عبدالرحمٰن الداخل نے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی طلیطلہ شہر میں اپنا ایک والی مقرر کر دیا تھا۔ لیکن اس والی کو جب خبر ہوئی کہ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم دنوں ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ طلیطلہ کا رخ کر رہے ہیں

وہ طلیطلہ شہر سے بھاگ نکلا اور قریبی کوہستانی سلسلے میں جا چھپا اس لئے کہ وہ ابھی صرف الی ہی تھا طلیطلہ شہر کی حفاظت کے لئے کوئی لشکر نہ تھا۔

طلیطلہ پہنچ کر یوسف بن عبدالرحمٰن نے اپنے قدیم ساتھیوں کے ساتھ رابطہ قائم کیا بہت سے لشکری اس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے قبیلہ مضر کے بہت سے لوگ صمیل کی مدد کو ان پہنچے۔ جب ان کے پاس مسلح جوان جمع ہونا شروع ہوئے تو انہیں کچھ تقویت ہوئی اور وصلہ ہوا کہ وہ لشکر جمع کر کے پھر یوسف بن معاویہ پر حملہ آور ہو کر اسے اندلس سے نکال کتے ہیں۔ انہی خیالات کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہوئے چند روز طلیطلہ میں قیام کر کے ہوں نے کافی لشکری جمع کر لئے اس کے بعد وہ طلیطلہ سے نکل کر جیان کی طرف گئے تھے۔ جیان میں ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا۔ اس قلعے کو یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل نے پنا حصار بنا لیا یہاں اپنے لشکری جمع کرنے لگے اور اپنے طلایہ گروں اور مخبروں کو ادھر ادھر پھیلا دیا تا کہ وہ عبدالرحمٰن الداخل اس کے ساتھیوں اور اس کے سالاروں سے متعلق خبریں راہم کرتے رہیں۔ کچھ عرصہ جیان میں قیام کرنے کے بعد انہوں نے اپنے لشکر کی تعداد زید بڑھائی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر البیرہ پہنچے۔ وہاں قبیلہ قیس کے لوگ بھی ان کے ساتھ مل گئے ان کے البیرہ پہنچنے سے پہلے عبدالرحمٰن الداخل نے اپنا وہاں والی مقرر کیا ھا وہ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم کے البیرہ پہنچنے سے پہلے ہی اپنی جان بچا کر ہاں سے بھاگ گیا تھا۔

عبدالرحمٰن الداخل کو جب خبر ہوئی کہ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم دونوں یک بہت بڑا لشکر جمع کرنے کے بعد البیرہ پہنچ گئے ہیں تو اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد وہ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ اپنے روانہ ہونے سے پہلے اس نے ابوعثمان کو پنا قائم مقام مقرر کیا۔ حسان بن مالک کو ایک وزیر کی حیثیت سے اور ابوغالب کو چوبدار کی یثیت سے قرطبہ ہی میں چھوڑا۔ یوسف بن بخت اور اس کے چچا عبدالملک اور چچا زاد ائی حبیب بن عبدالملک اور دیگر سالاروں کو لے کر بڑی برق رفتاری سے عبدالرحمٰن بن عاویہ البیرہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

البیرہ میں ایک روز یوسف بن عبدالرحمٰن اپنے بیٹوں ابوزید کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا صمیل ان کے پاس آیا آگے بڑھ کر صمیل بن حاتم نے دونوں سے سلام کہا پھر یوسف عبدالرحمٰن کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟"

یوسف بن عبدالرحمٰن نے پہلے اثبات میں سر ہلایا پھر بولا۔ "میرے عزیز بھائی! میں نے تمہیں ایک انتہائی اہم امر پر مشورہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔"

یوسف بن عبدالرحمٰن کے ان الفاظ پر صمیل بن حاتم کسی قدر چوکنا اور فکرمند سا ہو گیا کوئی جواب نہ دیا خاموشی سے یوسف بن عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ یو بن عبدالرحمٰن پھر بولا۔

"ابن حاتم جو خبریں ہمارے مخبر لائے ہیں ان کے مطابق عبدالرحمٰن بن معاویہ ا بہت بڑے لشکر کے ساتھ قرطبہ سے نکل کر ہماری طرف البیرہ کا رخ کر رہا ہے اس د قرطبہ میں کوئی بڑا لشکر نہیں ہے وہاں ابوعثمان کو عبدالرحمٰن الداخل نے اپنا قائم مقام مقر ہے باقی سارے سالار اس نے لشکر میں اپنے ساتھ رکھے ہیں۔ صمیل بن حاتم! میر عزیز بھائی تم بھی جانتے ہو اور مجھ سے بھی یہ بات چھپی ہوئی نہیں کہ ابوعثمان جنگ کا زیادہ تجربہ نہیں رکھتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر عبدالرحمٰن بن معاویہ سے حماقت ہے کہ اس نے البیرہ کی طرف روانہ ہونے کے لئے قرطبہ میں ابوعثمان کو اپنا قائم چھوڑا ہے۔ اگر وہ اپنا قائم مقام یوسف بن بخت کو بناتا تو کوئی بات بھی تھی۔ وہ قر دفاع کر سکتا تھا لیکن ابوعثمان ایسا نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر میرے ذہن میں جو بات ہے وہ یہ کہ اس وقت ہمارے پاس خاصا بڑا لشکر ہے آخر اس لشکر سے ہمیں یوسف معاویہ کے خلاف کام تو لینا چاہیے۔ میرے بھائی! تمہاری آمد سے پہلے میں اور میر بیٹے ابوزید نے یہ لائحہ عمل تیار کیا ہے کہ ابوزید کو ایک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قرط طرف روانہ کر دیا جائے۔ جس راستے سے عبدالرحمٰن بن معاویہ البیرہ کا رخ کیے ہوئے

ہرا بیٹا ابوزید اس راستے سے نہ جائے بلکہ بائیں جانب سے لمبا کاوا کاٹتے ہوئے اصل راہ کو چھوڑ کر قرطبہ کا رخ کرے اور وہاں جا کر قرطبہ پر قبضہ کر لے اس لئے کہ قرطبہ میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کوئی بڑا لشکر چھوڑ کر نہیں آیا۔ چند دستے ہیں جو ابوعثمان کے پاس ہیں ن پر میرا بیٹا ابوزید بڑی آسانی سے قابو پا سکتا ہے اس طرح قرطبہ پر ہمارا قبضہ ہو گا۔ سپانیہ میں حکومت اسی کی ہو گی جس کا قرطبہ پر قبضہ ہو گا۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔"

جب تک یوسف بن عبدالرحمٰن بولتا رہا صمیل بن حاتم بڑی خاموشی سے اور کسی قدر وش کن تاثرات کا مظاہرہ کرتا ہوا خاموش رہا یوسف بن عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تب صمیل بن حاتم نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ابن عبدالرحمٰن جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے میں بالکل اتفاق کرتا ہوں بلکہ میں یہ بھی کہوں گا کہ آپ کا بیٹا ابوزید ابھی اور اسی وقت لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قرطبہ کی طرف روانہ ہو جائے اس سلسلے میں تاخیر سے کام لینا ہی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اگر ابوزید جا کر قرطبہ پر قبضہ کر لیتا ہے تو ہمیں اس کے دو فائدے ہوں گے۔ اول یہ کہ جو لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے اس کے ساتھ ہم البیرہ سے نکلیں گے اور البیرہ سے باہر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی راہ روک کر اس سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے۔ میرے خیال میں اتنی دیر تک اس کے مخبر اسے یہ بتا چکے ہوں گے کہ اس کی غیر موجودگی میں ہمارے ایک لشکر نے قرطبہ پر قبضہ کر لیا ہے اور یہ خبر اس تک پہنچ گئی تو صرف اس کے ہی نہیں اس کے ساتھ کام کرنے والے سالاروں اور لشکریوں کے بھی حوصلے کسی قدر پست ہو جائیں گے۔ دوسرا فائدہ جو ہمیں ہو گا وہ یہ کہ ابوزید قرطبہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کے سرکردہ لوگوں سے رابطہ قائم کرے قرطبہ میں جن سرکردہ لوگوں سے ماضی میں ہماری طرف سے زیادتیاں ہوئی ہیں ان سے معذرت کی جائے اور انہیں اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر کبھی بھی عبدالرحمٰن بن معاویہ حکمران کی حیثیت سے قرطبہ میں داخل نہ ہو پائے گا۔"

صمیل بن حاتم کی اس گفتگو سے یوسف بن عبدالرحمٰن خوش ہو گیا کچھ دیر دونوں اکٹھے بیٹھ کر رازدارانہ صلاح مشورہ کرتے رہے پھر اٹھ کھڑے ہوئے تھوڑی دیر بعد ایک لشکر کے ساتھ انہوں نے ابوزید کو قرطبہ کی طرف روانہ کر دیا تھا اور ابوزید دریائے کبیر سے دور شمال کی طرف رہتے ہوئے اور ایک کاوا کاٹتے ہوئے قرطبہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

۞۞۞

ایک روز نثار اور غریطہ دونوں بہنیں الفطین اور جریدہ کے پاس جو کوہستانی سلسل اس پر جڑی بوٹیاں اکٹھی کر رہی تھیں، دونوں بہنوں نے ہاتھوں میں صاف ستھرے کپڑ کے تھیلے پکڑے ہوئے تھے اور جن بوٹیوں کی انہیں تلاش تھی وہ ان تھیلوں میں ڈالتی جا تھیں اچانک کوہستانی سلسلے کے اوپر چار، تین سوار نمودار ہوئے اور ان دونوں کے قریب کر اتر گئے۔

انہیں وہاں دیکھ کر دونوں بہنوں نے کام کرنا بند کر دیا بڑے غور اور کسی قدر فکرمن میں دونوں بہنیں ان کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ اس موقع پر چھوٹی بہن نثار نے اپنی ب بہن غریطہ کو مخاطب کیا۔

"میری بہن! لگتا ہے یہ لوگ ہمارے درپے ہیں اور میرا اپنا اندازہ ہے کہ یہ ض زکائی اور تومہ کے آدمی ہیں اور یہ ہم سے ضرور انتقام لیں گے۔"

نثار کے ان الفاظ پر غریطہ بیچاری انتہاء درجہ کی پریشان اور فکرمند ہوگئی تھی پھر ہکلا ہوئے الفاظ میں کہنے لگی۔

"نثار میری عزیز بہن! امیر یوسف بن بخت نے تو یہ کہا تھا کہ الفطین اور جریدہ نا بستی کے آس پاس یا کوہستانی سلسلے میں کسی نے ہمارے اہل خانہ کے ساتھ زیادتی کر کی کوشش کی تو وہ بنو اُمیہ کی امارت سے دست بردار ہو جائیں گے۔ تمہارا کہنا درست میری بہن یہ تینوں سیدھے ہماری طرف آ رہے ہیں۔"

وہ تینوں قریب آئے دونوں بہنوں نے وہ تھیلے جن میں جڑی بوٹیاں ڈال رکھی اپنے کندھوں سے لٹکا لئے تھے قریب آ کر ان تینوں میں سے ایک نے انہیں مخاطب کیا۔

"اگر ہم غلطی پر نہیں تو تم غریطہ اور نثار ہو۔"

اس موقع پر نثار نے بڑی جرأت مندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے جو دیا۔ "اگر ہیں تو پھر کیا ہوا۔"

وہ شخص اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر لے گیا اور دھمکانے کے اور خوفزدہ کرنے کے لئ

کہنے لگا۔ "دیکھو چپ چاپ ہمارے ساتھ ہو لو شور کرو گی تو ہم تینوں کی تلواریں حرکت میں آئیں گی اور تم دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گی۔"

نثار نے خوفزدہ ہوتے بغیر پوچھا۔ "تم کون ہو، کیوں ہمیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو، پہلے ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔"

اس پر وہی نوجوان پھر بولا۔ "ہم زکائی اور تومہ کے آدمی ہیں۔ تم دونوں بہنوں کی وجہ سے یوسف بن بخت نے ان کی بے عزتی کی تھی لہٰذا اب تم دونوں کو ان کے پاس جانا ہوگا اس طرح زکائی اور تومہ تم دونوں کو اٹھوا کر اپنی رسوائی کا دوہرا انتقام لیں گے۔ پہلا یہ کہ تم دونوں کو اپنے پاس رکھیں گے یہ بھی انتقامی کاروائی ہوگی اور دوسرا انتقام یہ ہوگا کہ تم دونوں کو اٹھوا کر زکائی اور تومہ کے پاس پہنچا دیا جائے گا تو یوسف بن بخت اپنے وعدے کے مطابق بنو اُمیہ کی امارت سے دست بردار ہو جائے گا یہ ان کا دوسرا انتقام ہوگا۔"

وہ شخص جب خاموش ہوا تب غریطہ نے کرخت سے لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "اگر ہم بہنیں تمہارے ساتھ جانے سے انکار کر دیں تب؟"

اس پر اس شخص نے تلوار بے نیام کر لی اپنے سامنے لہرائی اور غریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "پھر کیا ہونا ہے...... ہم تینوں تم دونوں کی گردنیں کاٹ کر یہاں سے چلتے بنیں گے۔"

اس شخص کے ان الفاظ پر غریطہ اور نثار دونوں بیچاری لرز کانپ گئی تھیں۔ دونوں بہنیں ابھی تک کوئی جواب نہ دینے پائی تھیں اور عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ اچانک فضاء کے اندر سنسناتا ہوا ایک تیر آیا اور جو شخص توار کو بے نیام کر کے غریطہ اور نثار سے گفتگو کر رہا تھا تیر آ کر اس کے قدموں میں پیوست ہو گیا تھا۔

وہ تینوں جوان تیر کے آنے سے انتہاء درجہ کے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ دوسری جانب غریطہ اور نثار کی حالت پہلے کی نسبت کچھ سنبھل گئی تھی قبل اس کے کہ وہ تینوں مسلح جوان کسی ردعمل کا اظہار کرتے ایک قریبی چٹان کی اوٹ سے ایک کھولتی اور دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"جہاں کھڑے ہو وہیں رہو۔ اپنی کمر سے تینوں تلوار اور خنجر کی پیٹیاں کھول کر، تمہارے بائیں جانب جو چٹان ہے اس کے اوپر ڈال دو۔ ایسا نہیں کرو گے تو تیروں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے۔"

وہ آواز تھوڑی دیر کے لئے رکی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ ہواؤں میں سنسناتی ہوئی ان کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

"اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہوگی۔ ذرا اپنے گھوڑوں کی طرف تو دیکھو۔"

ان تینوں نے جب بوکھلا کر اپنے گھوڑوں کی طرف دیکھا تو تین مسلح جوان ان کے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے ان تینوں کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ یہ صورتحال زکائی اور تومہ کے تینوں آدمیوں کے لئے بڑی روح فرسا اور حوصلہ شکن تھی۔ اتنے میں ایک آواز پھر سنائی دی۔

"کیا تم لوگوں نے میری آواز نہیں سنی میں صرف سات تک گنوں گا۔ اس گنتی کے دوران اگر تم نے اپنے ہتھیار مذکورہ چٹان کے اوپر ڈال دیئے تو تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر تیروں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے۔"

ان تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اپنی کمر پر بندھی ہوئی چرمی پیٹیاں کھول کر اپنے دائیں جانب چٹان کے اوپر رکھ دی تھیں اور دوبارہ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے چٹانوں کی اوٹ سے دو جوان نمودار ہوئے اور بڑی تیزی اور پھرتی کے ساتھ ان تینوں کے ہاتھ انہوں نے پشت پر رسیوں سے کس کر باندھ دیئے تھے پھر ان دو میں سے ایک نے ان تینوں کو مخاطب کیا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم تینوں کون ہو، کس نے تمہیں یہاں بھیجا ہے اور تم کیا کرنے والے تھے۔"

اس پر ان تین میں سے وہی بولا جو اس سے پہلے غریطہ اور نشار سے مخاطب رہا تھا۔ کہنے لگا۔ "ہمیں زکائی اور تومہ نے بھیجا تھا۔ ان دو لڑکیوں کے ساتھ کوئی پرانا معاملہ تھا انہوں نے ہمیں ایک بھاری رقم کے عوض خریدا اور ہمارے ذمے یہ کام لگایا کہ ہم غریطہ اور نشار دونوں بہنوں کو اٹھا کر ان کے پاس پہنچا دیں۔"

اس پر ان دو میں سے ایک نے قہقہہ لگایا کہنے لگا۔ "بہت خوب کیا عمدہ اور نیک کام کرنے کی تم نے حامی بھری۔ ظالم کے بچو ایسے کام کرنے میں تو سر کٹ جاتے ہیں۔ کیا تمہیں اپنے سر عزیز نہیں ہیں۔"

وہ لمحہ بھر کے لئے رکا پھر دوبارہ ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "اس وقت زکائی اور تومہ کہاں ہیں۔"

"وہ اپنے گھروں میں ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو چلو اپنے گھروں کی طرف۔" ان دو میں سے ایک نے انہیں اپنے

پاؤں کی ہلکی ہلکی ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

وہ وہاں سے ہٹنے لگے تھے کہ نشار تڑپ کر آگے بڑھی اور ان دو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرے عزیز بھائیو! تم دونوں ہمارے لئے فرشتہ ثابت ہوئے ہو جانے سے پہلے تم یہ تو بتا دو کہ تم کون ہو، اور وہ تین بھائی جو ان تینوں کے گھوڑوں کو پکڑے کھڑے ہیں اور جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں ہیں، وہ کون ہیں؟"

اس پر وہ نوجوان ان تین سے مخاطب رہا تھا۔ نشار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "ہم دو اور وہ تین سب آپ کے بھائی ہیں آپ کو فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

نشار کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اور کہنے لگی۔ "نہیں میرے بھائی! یوں نہیں یہ نا مکمل تعارف ہے تفصیل سے بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟"

اس پر وہی پھر بول اٹھا۔ "میری بہن! ہم اس کوہستانی سلسلے کے دوسری جانب اپنے ریوڑ چرانے والے چرواہے ہیں۔ ہمارا تعلق امیر یوسف بن بخت کی بستی جریدہ سے ہے۔ ہمارے ذمے امیر نے آپ دونوں بہنوں کی حفاظت کا کام لگایا تھا اور ہم خوش اور مطمئن ہیں کہ آج ہم نے اپنے فرائض کو احسن طریقے سے انجام دیا۔ میری بہن! ان تینوں کو لے کر ہم امیر یوسف بن بخت کی حویلی میں لے جا کر ایک کمرے میں بند کریں گے وہاں کچھ مسلح جوان بھی مقرر کریں گے کیونکہ ہمارے لئے امیر کا یہی حکم تھا امیر اس وقت بستی میں نہیں ہیں۔ ایک مہم پر گئے ہیں جو کچھ آپ کے ساتھ گزرا ہے اس کی تفصیل ایک شخص کے ذریعے بھجوا دی جائے گی اس کے بعد جو وہ فیصلہ کریں گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ بہرحال میری بہنو! تم دونوں فکرمند نہ ہو جس طرح پہلے تم جڑی بوٹیاں اکٹھی کرنے کا کام کر رہی تھیں اسی طرح اپنے کام میں لگی رہو۔ ان وادیوں اور ان کوہستانی سلسلوں کے اندر رہتے ہوئے کوئی بھی تم دونوں بہنوں پر غلط نگاہ نہیں ڈال سکتا۔ تمہارے اہل خانہ سے بھی کوئی زیادتی نہیں کر سکتا اس لئے کہ امیر کی طرف سے کچھ ایسے جوان بھی مقرر ہیں جو تمہارے گھر کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔"

اس شخص کے ان الفاظ سے نشار اور غریطہ دونوں بہنوں کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ شخص پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میری بہنو! وہ جو ہمارے تینوں ساتھی گھوڑوں کے پاس کھڑے ہیں وہ ان تینوں کو لے کر بستی کی طرف چلے جائیں گے ہم بائیں جانب جو ہمارے ریوڑ چر رہے ہیں ان کے

پاس جا کر بیٹھ جائیں گے اور تم دونوں پر نگاہ رکھیں گے۔ بے فکر ہو کر اپنے کام جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی غریطہ اور نشار نے اپنے کندھوں پر لٹکے ہوئے تھیلے اتار کر بوٹیاں اکٹھی کرنا شروع کر دی تھیں۔ جبکہ وہ دونوں ان تینوں کو لے کر گھوڑوں کے گئے اور جو تین جوان وہاں کھڑے ہوئے تھے وہ ان تینوں کو لے کر امیر یوسف بن بخ بستی کی طرف چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد جڑی بوٹیاں تلاش کرتے کرتے نشار اچانک چونکی اور اپ غریطہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "غریطہ، میری بہن! یہ تو اچھا ہوا کہ امیر یوسف بخت نے ہم دونوں بہنوں کی حفاظت کا اہتمام کر دیا اور بھلا ہو ان چرواہوں کا کہ وقت پر ہماری مدد کو پہنچے ورنہ وہ تینوں مسلح جوان ہمیں نقصان پہنچائے بغیر نہ رہتے۔"

نشار جب خاموش ہوئی تب غریطہ نے ایک جگہ کھڑے ہو کر لمحہ بھر کے لئے اپنی بہن نشار کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ "نشار! ایسا کریں چلو گھر چلتے ہیں اس سارے کی اطلاع بابا کو کرتے ہیں اور پھر بابا اور اماں کو لے کر امیر یوسف بن بخت کے جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ ان تینوں مسلح جوانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہ

نشار نے سکھ کا ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگی۔ "ابھی وہاں جانے کا کیا فائدہ۔ ان تی ابھی کوئی فیصلہ نہ ہوا ہو گا میرے خیال میں یہ جو جوان انہیں لے کر گئے ہیں یہ ان تی امیر یوسف بن بخت کی حویلی میں یا کسی اور گھر میں بند کر کے رکھیں گے اور ان کا امیر ابن بخت کے سامنے پیش کریں گے۔ اس وقت ہمارا امیر ابن بخت کی بستی میں کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ امیر گھر پر نہیں ہیں۔ وہ جنگوں میں حصہ لے رہے تھوڑی دیر اور کام کر لیں اس کے بعد گھر لوٹ جاتے ہیں۔ بہر حال گھر والوں کو اس کی اطلاع کر دیں گے اور پھر جب امیر یوسف بن بخت جنگوں میں حصہ لینے کے بع لوٹیں گے تو ان کے ہاں جا کر ان سے مل لیں گے۔"

غریطہ نے اپنی چھوٹی بہن نشار کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں بہنیں پہلے کی اپنے کام میں لگ گئی تھیں۔

✿✿✿

جس رفتار سے عبدالرحمٰن الداخل یوسف بن بخت اور دوسرے سالار قرطبہ سے البیرہ کی طرف بڑھ رہے تھے اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا ابو زید ایک لشکر کے ساتھ ایک لمبا کاوا کاٹتے ہوئے قرطبہ کا رخ کر رہا تھا۔

قرطبہ کی حفاظت کے لئے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ایک چھوٹا سا لشکر چھوڑا تھا۔ ابو زید جب اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا تو شہر میں تھوڑی بہت مزاحمت ہوئی جسے بہت جلد ابو زید نے تمام کر دیا اور قرطبہ شہر پر اس نے قبضہ کر لیا عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ابو عثمان کو قرطبہ میں اپنا قائم مقام چھوڑا تھا، ابو عثمان کو جب خبر ہوئی کہ یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا ابو زید اچانک قرطبہ میں داخل ہوا ہے اور قرطبہ میں جو حفاظتی لشکر تھا اس کا خاتمہ کر کے وہ قابض ہو گیا ہے تو اپنی جان بچانے کے لئے وہ ایک مسجد کے حجرے میں جا چھپا لیکن ابو زید کے آدمیوں نے اسے ڈھونڈ کر تلاش کر لیا اور اسے گرفتار کر کے ابو زید کے پاس لے گئے۔ ابو زید نے اسے زندان میں ڈال دیا۔

دوسری طرف عبدالرحمٰن بن معاویہ اور یوسف بن بخت اپنے لشکر کو لے کر البیرہ کے نواح میں ایک خاصے بڑے قصبے میں پہنچے تھے کہ ان کے طلایہ گردوں نے خبر دی کہ ان کی غیر موجودگی میں یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا ابو زید ایک لشکر کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوا، قرطبہ پر اس نے قبضہ کر لیا ہے اور ابو عثمان کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا ہے۔ یہ خبر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور یوسف بن بخت کے لئے انتہائی حوصلہ شکن تھی۔ البیرہ کے نواح میں جہاں وہ پہنچے تھے وہیں انہوں نے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

جب خیمے نصب ہو گئے تب بدر، یوسف بن بخت، عبدالملک، حبیب بن عبدالملک اور دیگر سالاروں کو عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے خیمے میں بلایا سب جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب کسی قدر افسردگی اور پریشانی میں سب کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کہنے لگا۔

"میرے عزیزو! یہ روح فرسا خبر تم سب نے سن لی ہو گی کہ ہماری غیر موجودگی میں یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا ابو زید ایک لشکر کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوا قرطبہ شہر پر اس نے

قبضہ کرلیا ہے اور ابوعثان کو پکڑ کر اس نے زندان میں ڈال دیا ہے۔ اب اس کارروا
ردعمل میں، میں اکیلا کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔ تم سب کو اس لئے بلایا ہے کہ بتاؤ؟
کرنا چاہیے۔"

اس پر کچھ دیر صلاح مشورہ ہوتا رہا پھر حبیب کا باپ اور یوسف بن بخت
عبدالملک، عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"عبدالرحمٰن میرے عزیز! یہ فیصلہ ہم تم اور یوسف بن بخت پر چھوڑتے ہیں۔
بن بخت میرا بھانجا ہے، میں اس کے مزاج اور اس کی طبیعت سے خوب آگاہ ہوں
کا وسیع تجربہ رکھتا ہے آپ دونوں مل کر جو فیصلہ کریں گے میرے خیال میں اسی میں
بہتری، فلاح اور کامیابی ہوگی۔"

عبدالملک کے ان الفاظ کے جواب میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے چہرے پر ہلکا
نمودار ہوا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

"ابن بخت! دیکھ سارے سالار معاملہ اب ہم دونوں پر چھوڑ رہے ہیں۔ ان
میں، میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ ہمیں ان حالات سے نمٹنے کے لئے کیا کرنا چاہیے

یوسف بن بخت تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر لحہ بھر کے لئے ا
اپنے قریب بیٹھے سارے سالاروں کی طرف دیکھا اس کے بعد اس کی نگاہیں عبدالر
طرف جم گئیں پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"امیر! بات یہ ہے کہ حالات فی الحال واقعی ہمارے خلاف اچانک پلٹا کھا گ
لیکن اس میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا یہ لشکر یہیں پڑاؤ کیے رہے ج
اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے کہ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم دونوا
لشکر کے ساتھ اس وقت البیرہ میں موجود ہیں اور اگر ہم نے اس پورے لشکر کے
غرناطہ کا رخ کرلیا تو ہمارے لئے کئی دشواریاں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ اس طرح کہ
کوچ کرنے کے ساتھ ہی یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم اپنے لشکر کو
ہمارے تعاقب میں نکل کھڑے ہوں گے اور یوسف بن عبدالرحمٰن قرطبہ میں اپنے
زید کو پیغام دے گا کہ وہ قرطبہ سے باہر نکل کر ہماری راہ روکے۔ جب وہ راہ رو
پشت کی جانب سے ہم پر یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بھی حملہ آور ہوں گے ا
ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔ لہٰذا ہمارا لشکر یہاں سے کہیں اور کے لئے کو
کرے گا۔ میں لشکر کا کچھ حصہ لے کر آج رات کے وقت قرطبہ کی طرف کوچ کر

سی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی کہ میں قرطبہ پر حملہ آور ہونے کے لئے جارہا ہوں۔ میں
یائے کبیر کو عبور کرکے بائیں کنارے کی طرف چلا جاؤں گا اور کنارے سے ذرا ہٹ کر
گے بڑھتا رہوں گا۔ اس لئے کہ میرا اپنا اندازہ ہے کہ قرطبہ میں داخل ہونے کے بعد
سف بن عبدالرحمٰن کے بیٹے زید نے جو پہلا کام کیا ہوگا وہ یہ کہ اس نے البیرہ سے قرطبہ
انے والی شاہراہ پر اپنے مخبر مقرر کردیئے ہوں گے۔ تاکہ ہم اگر انتقام کے طور پر کوئی
ارروائی کریں تو وہ مخبر اسے اطلاع دے سکیں۔ لہٰذا قرطبہ کی طرف جانے کے لئے میں
یاں کنارا استعمال نہیں کروں گا بلکہ بایاں کنارا استعمال کروں گا اور اس سے دور ہٹ کر
ہوں گا، بڑی تیزی سے آگے بڑھوں گا۔ قرطبہ سے رات کے وقت ہی تھوڑا سا آگے چلا
اؤں گا دریا کو عبور کروں گا اور صبح ہونے کے ساتھ ہی قرطبہ شہر پر دھاوا بول دوں گا اور
ھے امید ہے کہ میں کامیابی حاصل کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔"

یوسف بن بخت خاموش ہوگیا اس موقع پر سوالیہ سے انداز میں عبدالرحمٰن بن معاویہ
وسرے سالاروں کی طرف دیکھنے لگا جب کسی نے کچھ نہ کہا تب عبدالرحمٰن کے چہرے پر
سکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

تمہاری خاموشی یہ بتاتی ہے کہ جو کچھ یوسف بن بخت نے کہا ہے اسی پر عمل کرنا
ہیے۔ یہی درست ہے لہٰذا میں تم لوگوں سے اتفاق کرتا ہوں۔ اب آؤ لشکر کے کھانے کا
ہتمام کریں اور لشکر کا جو حصہ ابن بخت نے اپنے ساتھ لے جانا ہے اسے الگ کردیں۔
ں کے ساتھ ہی سب اٹھ کر خیمے سے نکل گئے تھے۔

✿✿✿

صحرا کی طرح خالی رات شیشے پر برستی گرد کی بارش کی طرح نزول کر چکی تھی مسافتو قطرہ قطرہ زہر پیتے ستارے صبح کی گم گشتہ سنہری پریوں سے گلے ملنے کے لئے اپنے ا محور میں سرگرداں تھے۔ پھیلے اندھیروں میں بکھرتی جھلملاتی سنہری روشنیاں ماند پڑ تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے روزن احساس اور آ گہی وشعور کے دریچوں پر نیند پوری ط غالب آ گئی ہو۔

ایسے میں یوسف بن بخت اپنے لشکر کے ساتھ دریائے کبیر کے دائیں کنارے پر ا تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ اس سمے چاروں طرف دھوپ کی چادر میں لپٹے زندگی کے بو لمحہ لمحہ جیسی خاموشی بگولوں کے اندر دھمال کرتی بے بسی کی گرد کی دیواروں جیسی چپ تھی محسوس ہوتا تھا گویا اچانک صبح وقت کی خواہشوں سے کوئی انقلاب رونما ہوگا اور من وتو تفریق کو مٹا کر ثمر آور خوابوں کی تعبیر اور پریم کی ابجد کے بھید میں ایک ہلچل برپا کر دے گا۔ یوسف بن بخت بڑی تیزی سے دریائے کبیر کے کنارے سفر کر رہا تھا لشکر اندر بالکل خاموشی تھی وہاں کبھی کسی گھوڑے کے ہنہنانے یا نتھنے پھڑ پھڑانے کی آواز خاموشی کے اندر ہلچل برپا کر دیتی تھیں۔ بائیں ہاتھ بہنے والا دریائے کبیر بھی بالکل د اور خاموش تھا۔ یہ دریا ہسپانیہ کا بڑا دریا شمار کیا جاتا ہے۔ اس دریا کو دریائے قرط دریائے اشبیلیہ یا دریائے اعظم بھی کہتے تھے۔

یہ جیان شہر کے مشرقی پہاڑوں میں جن میں سے ایک کا نام جبلِ شقورا ہے اپنی ابتا کرتا ہے شروع میں کچھ دور جنوب سے شمال کی طرف بڑھ کر مغرب کی طرف مڑتا ہے عبیدہ اور جیان شہر کے میدانوں سے ہوتا ہوا بیاسا شہر کے شمال میں پہنچتا ہے۔

یہاں ایک دوسرا دریا جسے دریائے احمر کہتے ہیں، شمالی حصوں میں بڑی مصافت طے کے اس سے مل جاتا ہے۔ اس طرح دریائے کبیر دریائے احمر سے مل کر حصنِ اندوز شہر تک پہنچتا ہے۔ اسی دوران ایک اور چھوٹا دریا بھی اس سے آن ملتا ہے جس کا نام دریائے رومان ہے۔ یہ مورینہ سے نکل کر وادی کبیر میں آ کر ملتا ہے۔ اس کے بعد اندوشر شہر

دریائے جندولہ اس میں آ کر داخل ہوتا ہے یہ وہ سارے دریا ہیں جو شمال کی جانب یب دریائے ... یا دائیں جانب سے اس میں شامل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ دریا قرطبہ شہر پہنچ جاتا ہے قرطبہ سے آگے شمال کی سمت سے دریائے ملاطو اس میں ملتا ہے۔ اس کے بعد دریائے ں بھی شامل ہوتا ہے اور ان سے آگے دریائے بیال اور پھر دریائے ولبا شامل ہو جاتے ں۔ اشبیلیہ کے پاس سے گزرتے ہوئے دریائے کبیر کی درمیانی زمین میں زیتون کے خت کثرت سے ہیں اور اس زمین کا ایک حصہ ایسا بلند اور زرخیز ہے کہ اہل عرب اس کو ف اشبیلیہ کہا کرتے ہیں۔

بائیں جانب سے یعنی جنوب سے بھی بہت سے دریا، دریائے کبیر میں ملتے ہیں ان ں قابل ذکر دریائے آش ہے یہ دریا جبلِ سلج سے نکلتا ہے اور دریائے کبیر میں شامل ہوتا ہے۔ اس کے بعد دریائے بلون ہے یہ وہی دریا ہے جسے آج کل دریائے جیان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ صوبہ جیان میں بہتا ہوا اندوشر کے قریب دریائے کبیر میں گرتا ہے۔ ں کے بعد دریائے شوش کا نمبر آتا ہے جو کیدبانیہ کی زمینوں کو سیراب کرتا ہوا دریائے کبیر ں شامل ہوتا ہے آگے جا کر دریائے شفیل بھی اس میں جا کر گرتا ہے جو غرناطہ، لوشہ اور نجہ سے گزرتا ہے۔ اشبیلیہ کے قریب جب دریائے کبیر پہنچتا ہے تو بائیں ہاتھ یا جنوب طرف سے ایک دریا آرا اس میں شامل ہوتا ہے اس کے بعد کوئی دریا جنوب کی طرف سے اس میں شامل نہیں ہوتا۔

آخر میں جب دریائے آرا دریائے کبیر میں ملتا ہے تو وہاں دریائے کبیر دو دھاروں ں تقسیم ہو جاتا ہے اور پر پیچ راستوں سے گزرتا ہوا دو بڑے ٹاپو پیدا کر دیتا ہے جس میں سے ایک کو قبطورا اور دوسرے کو قبطال کہتے تھے اور ان ہی ٹاپوؤں کے نام پر ان میں کچھ یرے بھی تھے اس کے بعد دریائے کبیر کے یہ دونوں دھارے ایک بار پھر مل جاتے تھے ں دریائے کبیر کا پاٹ کافی چوڑا ہو جاتا تھا اور وہ ایسی زمین سے گزرتا تھا جو سمندر کے یب اور مدوجزر کی وجہ سے بالکل ریتلی اور دور تک صحرائی منظر پیش کر رہی تھی اس کے بعد یہ دریا بحرِ محیط میں جا شامل ہوتا ہے۔ اگر دریائے کبیر کے منبع سے دھانہ کی طرف یں تو شروع سے لے کر آخر تک مختلف شہر اس کے کنارے یا کنارے سے ہٹ کر واقع ہے۔ ان میں زیادہ مشہور عبیدہ، بیاسا، اندوشر، منتِ عرور، قزنہ، قرطبہ، اسوانی، حصنِ مدور، ن لورا، حصنِ مراز، اشبیلیہ، قرن آنہ، حصنِ القصر اور قبطور کے علاوہ قبطال کے شہر اور بے مشہور ہیں۔

بہر حال یوسف بن بخت بڑی تیزی سے دریائے کبیر کے کنارے کنارے سفر کر
ہوئے آگے بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ صبح کا سورج غروب ہونے سے پہلے وہ قرطبہ شہ
سیدھ میں دریا کے بائیں کنارے پر پہنچ گیا ایک طرف اس کا لشکر تھا، دوسری جانب قر
شہر تھا۔ یہاں تھوڑی دیر رک کر یوسف بن بخت نے اپنے چھوٹے سالاروں سے مشور
پھر تھوڑا سا مزید آگے بڑھا یعنی وہ قرطبہ شہر سے تھوڑا سا آگے نکل گیا تھا۔ وہاں دریا
پاٹ خوب پھیلا ہوا تھا جس کی بناء پر پانی کی گہرائی کم تھی وہاں سے اس نے اپنے لشکر
ساتھ دریا عبور کیا اب اس نے دریائے کبیر کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ بڑی تی
سے قرطبہ شہر کا رخ کیا تھا۔

دوسری جانب یوسف بن عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوزید، جس نے قرطبہ شہر پر قبضہ کرلیا
اپنے مخبر قرطبہ اور البیرہ شہر کے درمیان پھیلا دئے تھے لیکن اس کی بدبختی کہ اس
دریائے کبیر کے بائیں کنارے کو نظر انداز کر دیا تھا اور اسی کنارے پر سفر کرتے ہو
یوسف بن بخت اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ ابوزید کو اس کے مخبر برابر خبریں دے رہے
کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تک البیرہ کے نواح میں قیام کیا
ہے اور قرطبہ کی طرف نہیں بڑھا۔ اس بناء پر یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا ابوزید قرطبہ شہر
بالکل مطمئن اور آسودہ تھا شاید اس نے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لی تھی کہ قرطبہ پر
اس کا قبضہ مکمل ہو چکا ہے اور یہ کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ جہاں پڑاؤ کیے ہوئے ہے و
سے نکل کر قرطبہ کا رخ نہیں کرے گا اس لئے کہ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پشت کی جانب
اس کا باپ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم اس پر ضرب لگائیں گے اور سامنے
طرف سے وہ قرطبہ شہر سے نکل کر ان پر ٹوٹ پڑے گا اس طرح دوطرفہ حملے سے نہ صر
اس کی شکست کو یقینی بنایا جائے گا بلکہ اس کا خاتمہ بھی کر دیا جائے گا لیکن ابوزید کو یہ معلو
تھا کہ قدرت اپنے فیصلوں میں کسی کو شریک نہیں کرتی اور اس کے فیصلے انسانی سوچوں
کہیں ماوراء ہوتے ہیں۔ یہی حالت قرطبہ کے معاملے میں بھی ہو رہی تھی۔

پھر قرطبہ کی عمارت کے علاوہ مشرق سے پھوٹتی روشنی میں نمایاں ہوتے آسمان اور ز
کے بیدار ہوتے کوہستانوں اور دریاؤں نے دیکھا جس وقت قرطبہ شہر کے لوگ اٹھے
شہر کے اندر ایک ہلچل شروع ہوئی تھی۔ شہر پناہ کے دروازے کھلے تھے عین اسی لمحہ یو
بن بخت قرطبہ شہر میں داخل ہوا۔ اس کے داخل ہونے کے ساتھ ہی ابوزید اپنے لشکر
ساتھ مستعد ہو گیا اتنی دیر تک یوسف بن بخت آگ پھیلاتے رقص، ماتم خیز سرخ طوفا

کی کوکھ سے نکل کر بیابانوں اور ویرانوں کے باطن تک کو ہلا دینے والے قہر شدید اور جلتے ماہ وسال میں درد کے سلگتے آنچلوں اور آتش کے دہکتے روپ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا ابو زید اس حملے کی بالکل توقع نہیں رکھتا تھا تاہم جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی یوسف بن بخت کے لشکر پر بے کراں گرداب کی یورش، مرگ کے امڈتے طوفانوں، نیزوں کی انیوں کی طرح گھس جانے والی موجوں کے خروش اور بربادی کی امربیل کی طرح ٹوٹ پڑا تھا قرطبہ شہر کے اندر دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے سمندر کے شور کا سا سماں برپا ہو گیا تھا۔ حیات سے ہمکلام ہوتی ہوئی موت چاروں طرف رقص کرنے لگی تھی افسون وقت کے آہنگ میں روح و جسم کے رشتے بڑی تیزی سے منقطع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ابوزید نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح یوسف بن بخت کو پسپا کر کے شہر سے باہر نکالے اور پھر شہر پناہ کے دروازے بند کر کے محصور ہو جائے لیکن یوسف بن بخت کو شہر سے باہر نکالنا آسان نہ تھا۔ وہ ان شیر دل جوانوں میں سے ایک تھا، جو خواب اوڑھے یادوں کو غیض و غضب کا انداز بخش سکتے تھے۔ وہ ایسا جانثار تھا، جو خود پرستی کے خم خانہ میں انسانیت کے حسن کا فرحت بخش نغمہ بن کر داخل ہونے کا ہنر جانتا تھا۔ وہ ایسا شجاع تھا، جو اندھیرے خیالات میں روشنی کی پتھریلی چاپ بن کر داخل ہونے کی جرأت رکھتا تھا۔ وہ ان مجاہدوں میں سے ایک تھا، جو اینٹھتی لہراتی بل کھاتی فضا کا تعاقب خود فراموشی کا چوپان بن کر کر سکتا تھا۔ یوسف بن بخت تسخیر کے میدانوں کا وہ شہہ سوار تھا جو سیل حوادث میں وجد و شباب کا موسم بن کر داخل ہونے کی صناعی جانتا تھا۔

کچھ دیر تک قرطبہ شہر میں ہولناک جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں بڑی تیزی سے یوسف بن عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوزید اور اس کے لشکریوں کی حالت صنم خانوں کے اجاڑ پن، معبدوں اور ہیکلوں کی ویرانیوں، کلیساؤں کے ملال، آتش کدوں کے سناٹوں اور میکدوں کی سنسانیوں سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یوسف بن عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوزید نے جب اندازہ لگایا کہ وہ زیادہ دیر تک یوسف بن بخت کے حملوں کا دفاع نہیں کر سکے گا اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اپنے کچھ محافظ دستوں کے ساتھ شہر پناہ کے دوسرے دروازے سے بھاگ کھڑا ہوا اور جاتے جاتے ابوعثمان کو بھی قیدی کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے گیا۔ شاید اسے اپنے پاس رکھ کر ابوزید عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف کچھ مراعات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

بہر حال قرطبہ پر یوسف بن بخت نے قبضہ کرلیا۔ ابوزید بھاگ گیا اور یہ خبریں البیرہ

میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے علاوہ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم تک پہنچی تھیں۔

اب صورتحال یہ تھی کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے البیر شہر کے نواح میں ارملہ نام کے قصبے کے قریب پڑاؤ کیے ہوئے تھا جبکہ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم دونوں البیرہ میں مقیم تھے اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں لشکروں کے درمیان قاصدوں کے ذریعے صلح کی کچھ بات چیت شروع ہوئی آخر یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو دو شرائط پیش کیں جن کے تحت وہ صلح پر آمادہ ہوئے تھے۔

اول یہ کہ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم کی جاگیریں، دولت و ثروت ہر چیز محفوظ رہے گی۔

دوئم یہ کہ سب لوگوں کو خواہ وہ دشمن ہوں یا دوست بلا امتیاز امان دی جائے گی۔

جب یہ شرائط صلح عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس پہنچیں تو اس نے ان دو شرائط کو تو قبول کر لیا اور ان میں دو اور شرائط کا اضافہ کیا۔

اول یہ کہ جب تک پورا اعتماد نہ ہو جائے کہ یوسف بن عبدالرحمٰن کے دونوں لڑکے ابو زید اور ابوالاسود قصر قرطبہ میں نظر بند رہیں گے اور جب حالات سدھر جائیں گے تو دونوں کو آزاد کر دیا جائے گا۔

دوئم یوسف بن عبدالرحمٰن قرطبہ کے مشرقی حصے میں قیام کرے گا اور ہر روز عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ملتا رہے گا۔

طرفین نے یہ شرائط منظور کر لیں ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ یوسف بن عبدالرحمٰن کے کاتب خالد بن زید کو رہا کر دے گا جبکہ یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا ابو زید عبدالرحمٰن بن معاویہ کے حلیف ابو عثمان کو رہا کر دے گا۔

یہ طے ہونے کے بعد خالد بن زید اور ابو عثمان دونوں کو رہا کر دیا گیا یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم دونوں اپنے لشکر کے ساتھ البیرہ شہر سے نکل کر وہاں آئے جہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے پڑاؤ کر رکھا تھا اس کے بعد سب نے اکٹھے قرطبہ کی طرف کوچ کیا۔

معاہدہ ہجری ایک سو انتالیس صفر کے مہینے میں عمل میں آیا۔ اس معاہدے کا ایک فریق عبدالرحمٰن بن معاویہ اور دوسرا فریق یوسف بن عبدالرحمٰن اور اس کا ساتھی صمیل بن حاتم تھے۔ اس معاہدے کے بعد اتفاق رائے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ قرطبہ کی طرف کوچ کیا گیا اور عبدالرحمٰن کی تاجداری کا اعلان ہوا۔

جب سب متحدہ لشکر کو لے کر قرطبہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں یوسف بن الرحمٰن اور صمیل بن حاتم دونوں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے دائیں بائیں رہے۔ صمیل بن م نے تو قرطبہ تک خاموشی اختیار کیے رکھی تاہم راستے میں یوسف بن عبدالرحمٰن اور الرحمٰن بن معاویہ آپس میں گفتگو کرتے رہے۔

قرطبہ پہنچ کر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے کمال رواداری اور فراخدلی کا مظاہرہ کیا اب وہ رکت غیرے اندلس کا حکمران بن چکا تھا وہ چاہتا تو اندلس میں اپنے نام کا خطبہ جاری سکتا تھا لیکن اس نے اسلامی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس شخص کے نام کا خطبہ ی کرنے کا اعلان کیا جو حرمین اور شرفین پر قابض ہو۔ اس لئے اسلامی روایات کے ق اسلامی مملکت میں اسی کا خطبہ جاری ہو سکتا تھا جو حرمین اور شرفین پر حکومت کرتا ہو۔

ان دنوں چونکہ حرمین الشریفین عباسی حکومت کے تحت تھا عبدالرحمٰن بن معاویہ کا تعلق یہ سے تھا اور بنو اُمیہ اور بنو عباس ایک دوسرے کے بدترین دشمن تھے لیکن اس دشمنی کو پشت میں ڈالتے ہوئے قرطبہ کی جامعہ مسجد میں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے عباسی خلیفہ ر کے نام کا خطبہ پڑھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کس قدر پر خلوص ن تھا اور اس کے دل میں اسلام کی عزت اور اس کا وقار کس قدر اہمیت رکھتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ کا دست راست بدر ایک روز المصارہ نام کی بستی میں دولاب کی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھلا تو ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص سامنے کھڑا تھا جسے بدر نہیں پہچانتا تھا وہ اس کے لئے اجنبی تھا کیونکہ دولاب اور ربیکا کے گھر میں اس نے اسے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑے غور سے اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ دروازہ کھولنے والے شخص نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

''میرے عزیز! تم نے میری حویلی کے دروازے پر دستک دی ہے کیا تو نے کسی سے ملنا ہے۔ یا تیرے پاس کوئی پیغام ہے۔''

اس پر بدر کہنے لگا۔ ''میرا نام بدر ہے یہاں پہلے ایک شخص دولاب رہا کرتا تھا وہ میرے جاننے والا تھا۔ بس میں اسی سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو نہیں جانتا اس لئے کہ میرا ابھی آپ سے تعارف نہیں ہوا۔

وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''میرے عزیز! تیرا کہنا درست ہے تیری مجھ سے اس سے پہلے ملاقات نہیں ہوئی اچھا ہوا تو آ گیا اس لئے کہ میرے پاس تیرے نام ایک پیغام ہے دیکھو دولاب نام کا وہ یہودی اپنی یہ حویلی میرے ہاتھ بیچ چکا ہے اپنی بیوی اور بیٹی اور بیٹے کو لے کر وہ قرطبہ جا چکا ہے یہاں سے روانہ ہوتے وقت اس نے مجھے پیغام دیا تھا کہ بدر نام کا کوئی جوان ان کا پوچھنے کے لئے آئے تو اسے کہنا کہ انہوں نے قرطبہ کے مشرقی حصے میں جو سرائے ہے اس کے بالکل سامنے اپنی رہائش کے لئے ایک مکان لے لیا ہے۔

بدر کچھ سوچتا رہا پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے تھوڑا سا پیچھے ہٹا اس موقع پر اس شخص نے اسے مخاطب کیا۔ ''بیٹے اندر آؤ مجھے مہمان نوازی کا موقع دو میرا اندازہ ہے کہ تم دور سے سفر کر کے آئے ہو تھکے ہارے ہو گے میں تمہارے آرام کا بندوبست کرتا ہوں۔''

بدر نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''میں اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں لیکن میں قیام نہیں کروں گا واپس قرطبہ جاؤں گا۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے اس شخص پر ایک الوداعی نگاہ ڈالی جست لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اسے ایڑ

لگائی اور اسے ایک طرف ہانک دیا تھا۔

✡✡✡

مغرب کی نماز کے بعد ایک روز بدر قرطبہ کے مشرقی حصے کی ایک سرائے کے سامنے ایک حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا دروازہ جب کھلا تو دروازہ کھولنے والا ربیکا کا بھائی سیمسون تھا۔ بدر کو دروازے پر دیکھ کر سیمسون دنگ رہ گیا تھا پھر چونکا ایک دم باہر نکلا اور بدر سے گلے مل گیا تھا۔

اتنی دیر تک حویلی کے اندرونی حصے سے اس کے باپ دولاب کی آواز سنائی دی۔

''سیمسون کون ہے بیٹے تم نے اتنی دیر کیوں کر دی ہے۔''

بدر سے لپٹے لپٹے ہی سیمسون کہنے لگا۔ ''بابا...... باہر نکل کر دیکھیں۔ آپ کو خود ہی پتہ چل جائے گا۔''

سیمسون کے ان الفاظ کے جواب میں دولاب، جوسی ماریہ اور ربیکا تینوں صحن میں آ گئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سیمسون بدر سے گلے مل رہا ہے تب دولاب اور جوسی ماریہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے جہاں تک ربیکا کا سوال ہے تو بدر کو اپنی حویلی کے دروازے پر دیکھتے ہوئے اس کا الماس گوہر جسم کپکپا اٹھا تھا۔ شفق کی موج میں دھلا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ بند کلیوں کے فشار سے ہونٹوں پر اس لمحے پرسرور تبسم بکھر گیا تھا اور تیز چلتی ہوا میں اس کے مشک و عنبر گیسو ادھر ادھر بکھرتے ہوئے اس کی جوانی کے روپ انوپ اور مدھر بدن کے لوچ کو نئے زاویے بخش رہے تھے۔ اس موقع پر دولاب نے سیمسون کو مخاطب کیا اور مسکراتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

''بیٹے! بھائی کو لپٹاتے باہر ہی روکے رکھو گے یا اندر بھی آنے دو گے۔''

اس پر سیمسون فوراً علیحدہ ہو گیا، پیچھے ہٹا دروازہ اس نے پورا کھول دیا۔ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے بدر داخل ہوا۔ اتنے میں ربیکا تیزی سے آگے بڑھی ہونٹوں پر پھولوں سا تبسم بکھرتے اور ہنستی اور پرمسرت آوازوں میں کہنے لگی۔

''لائیے میں آپ کے گھوڑے کو اصطبل میں باندھتی ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے جب ہاتھ بڑھا کر بدر سے اس کے گھوڑے کی باگ لینا چاہی تب سیمسون ایک دم حرکت میں آیا، کہنے لگا۔

''یہ کیسے ممکن ہے کہ میری بڑی بہن گھوڑے کو اصطبل میں باندھے یہ تو سیمسون کا کام ہے۔'' اس پر سب ہنس دیے سیمسون نے گھوڑے کی باگ لی اسے اصطبل میں باندھا اس

کی زین دھانا اتار دیا اتنی دیر تک سب صحن میں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرتے رہے جب سیمسون لوٹا تو سب دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گئے اس پر گفتگو کا آغاز دولاب نے کیا۔ بدر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"بیٹے! سچی بات تو یہ ہے کہ ہم مایوس ہو گئے تھے کہ تم کبھی ہم سے ملنے آؤ گے۔ ر بڑی پریشان تھی بار بار سیمسون کو تمہارا پتا کرنے کے لئے بھیجتی لیکن ہر بار یہی جواب جاتا کہ بدر قرطبہ شہر میں نہیں ہے۔"

دولاب جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے بدر بول اٹھا۔ "دراصل حالات ہی ایسے ہو گئے تھے کچھ عرصہ البیرہ میں قیام کرنا پڑا ہماری غیر موجودگی میں یوسف عبدالرحمٰن کے بیٹے نے قرطبہ پر قبضہ کر لیا اس کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ایک ل یوسف بن بخت کی سرکردگی میں ادھر روانہ کیا جس نے دوبارہ قرطبہ پر قبضہ کر لیا میں یوسف بن بخت کے ساتھ ادھر آیا تھا۔" یہاں تک کہنے کے بعد بدر رکا پھر وہ سلسلہ ک آگے بڑھا رہا تھا۔ "مجھے خبر نہیں تھی کہ آپ یہاں منتقل ہو چکے ہیں۔ آپ لوگوں سے میں آپ لوگوں کی بستی گیا وہاں ایک بوڑھا شخص مجھے ملا اس نے مجھے بتایا کہ آپ اس ہاتھ تو حویلی بیچ کر قرطبہ چلے آئے ہیں۔ وہ بہت اچھا شخص تھا مجھے شب بسری کی دعوت دی لیکن میں رکا نہیں سیدھا آپ لوگوں کی طرف آ گیا ہوں۔"

بدر جب رکا تب دولاب نے اسے مخاطب کیا۔ "بیٹے! قرطبہ میں تمہارا قیام کہاں جس وقت عبدالرحمٰن بن معاویہ نے قرطبہ پر قبضہ کیا اس وقت ہم بے حد خوش تھے اسی و ہم چاروں نے مل کر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنا مکان بیچ کر قرطبہ میں منتقل ہو جائیں گے۔ اسی وقت قرطبہ آ گئے تھے لیکن بعد میں جب یوسف بن عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوزید نے ش قبضہ کر لیا تو ہم بڑے پریشان اور فکرمند ہوئے لیکن بھلا ہو اس یوسف بن بخت کا کہ نے ایک بار پھر ابوزید سے قرطبہ چھین کر اسے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لئے فتح کر ہے۔ بیٹے! ہمیں پتا نہیں تھا کہ تم نے کہاں رہائش رکھی ہوئی ہے ورنہ ہم سیمسون کو وہاں بھیجتے یہ لشکر گاہ میں جاتا رہا اور تمہارا پتا کرتا رہا وہاں سے اکثر و بیشتر یہی بتایا جاتا کہ تم قرطبہ سے باہر ہو۔"

دولاب جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے بدر کہنے لگا۔ "اصل میں عبدالرحمٰن معاویہ مجھے اپنے قصر کے ایک حصے میں رہنے کی جگہ دیتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کے قریب ہی میں نے اپنے لئے ایک مکان حاصل کر لیا ہے اور اسی میں رہائش اختیار کر

ہے۔"

اس بار جوسی ماریہ نے فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا۔ "تو تم مکان میں اکیلے رہتے ہو گے بیٹے۔ تمہارے کھانے کا کون اہتمام کرتا ہو گا۔"

بدر مسکرا دیا کہنے لگا۔ "اماں کھانے کا کیا ہے کھانا میں جا کر مستقر میں کھا لیتا ہوں۔ رات مکان میں آ کر سو رہتا ہوں۔ دن بھر ویسے ہی مصروفیت رہتی ہے کسی سے ملنے جلنے کا وقت ہی نہیں رہتا۔"

بدر جب خاموش ہوا تو ربیکا نے پہلی بار اسے مخاطب کیا۔ "آپ کسی روز مجھے اور سیمسون کو اپنی رہائش ضرور دکھائیے گا۔"

اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بدر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"دونوں بہن بھائی ابھی میرے ساتھ چلو۔"

اس پر ربیکا کھلکھلا کر ہنسی اور کہنے لگی۔ "ابھی تو نہیں۔ اب تو آپ یہیں رہیں گے اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو آپ نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا ہو گا۔"

ہلکے ہلکے تبسم میں ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے بدر کہنے لگا۔ "جھوٹ نہیں بولوں گا کھانا تو واقعی میں نے ابھی تک نہیں کھایا اور مجھے بھوک بھی لگی ہے۔"

ربیکا نے ایک انتہائی میٹھی نگاہ بدر پر ڈالی اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

"کھانا ہم نے بھی نہیں کھایا میں مطبخ میں جا کر کھانا تیار کرتی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ باہر نکل گئی تھی۔ سیدھی مطبخ کی طرف گئی وہ ابھی دروازے سے باہر ہی نکلی تھی کہ پیچھے سے اس کے بھائی سیمسون نے آواز دی۔

"آپی...... کھانا بے شک آرام سے بنائیے گا بھائی آج واپس نہیں جائیں گے۔ اگر جانا بھی چاہیں گے تو نہیں جانے دیں گے۔ رات ہمارے پاس ہی قیام کریں گے۔"

ربیکا مڑی مسکرائی، ایک میٹھی نگاہ اس نے بدر پر ڈالی اور کہنے لگی۔ "سیمسون تم ٹھیک کہتے ہو۔ رات یہ یہیں قیام کریں گے بہرحال میں کھانا تیار کر کے لاتی ہوں۔"

اس کے بعد وہ مطبخ کی طرف چلی گئی جبکہ دیوان خانے میں دولاب، جوسی ماریہ اور سیمسون بدر کے ساتھ گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سیمسون بدر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "بھائی! آپ نے کم از کم ایک ہفتہ ہمارے ہاں قیام کرنا ہے۔"

سیمسون کے ان الفاظ پر ربیکا انتہائی خوشی کا اظہار کرتی رہی تھی۔ اس موقع پر مسکراتے ہوئے بدر کہنے لگا۔ "میرے عزیز بھائی ایسا ممکن نہیں۔ مجھے اور بہت سے کام بھی ہیں میں

آج رات تو تمہارے ہاں قیام کروں گا کل تم دونوں کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا او
اپنی رہائش بھی دکھاؤں گا اس کے بعد تم گھر کے سب افراد میرے ہاں بھی جا کر تیا
گے۔"

قبل اس کے بدر کی گفتگو کا جواب ان چاروں میں سے کوئی دیتا حویلی کے درواز
دستک ہوئی تھی۔ دولاب نے کسی قدر فکرمندی سے باہر دیکھا اور کہنے لگا۔

"اس وقت حویلی کے دروازے پر کون دستک دے سکتا ہے۔"

سیمون نے اٹھ کر باہر جانا چاہا لیکن اس کا ہاتھ پکڑ کر بدر نے نشست پر بٹھا
کہنے لگا۔ "تم بیٹھو میں خود دیکھتا ہوں کون ہے۔"

اس کے ساتھ ہی بدر کچھ دیر تک دروازے پر کسی سے بات چیت کرتا رہا اور
خانے میں دولاب، سیمون، ربیکا اور جوسی ماریہ بڑی بے چینی سے اس کا انتظار
رہے۔ اس موقع پر جوسی ماریہ نے اپنے شوہر دولاب کو مخاطب کیا۔

"لگتا ہے بدر کا کوئی جاننے والا آیا ہے۔ میرا اندازہ ہے اسے بلانے آیا ہوگا۔"

سیمون کہنے لگا۔ "بلانے کیوں آیا ہے۔ بھائی رات یہیں رہیں گے۔"

اس سے آگے کوئی کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ اسی لمحہ کمرے میں بدر داخل ہوا وہ
پریشان اور فکرمند تھا۔ گردن اس کی جھکی ہوئی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہو۔
پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی اس موقع پر دولاب نے اسے مخاطب کیا۔

"بدر! خیریت تو ہے بیٹے؟"

بدر نے دولاب کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "خیریت نہیں ہے......"

"کیا......؟" ربیکا اپنی جگہ سے اچھل سی پڑی تھی جوسی ماریہ اور سیمون بھی پر
گئے تھے۔ دکھ بھرے انداز میں بدر نے کہنا شروع کیا۔

"ابھی ابھی جو شخص آیا ہے اور جس نے حویلی کے دروازے پر دستک دی ہے۔
عبدالرحمٰن کی طرف سے تھا وہ انتہائی بری خبر لے کر آیا ہے۔ امیر یوسف بن بخت
بھائی اور بہن کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔"

اس انکشاف پر وہ چاروں سہم سے گئے تھے پھر دولاب نے بدر کو مخاطب کیا۔

"یہ گھناؤنا کام کس نے کیا امیر یوسف بن بخت کو اس وقت سے جانتا ہوں
بچے تھے اب جوان ہو چکے ہیں۔ اس نے کسی سے دشمنی نہیں کی، کسی کو دکھ نہیں د
لوگوں کے کام کرتا رہا ہے آخر یہ کس کا فعل بد ہو سکتا ہے۔"

درد بھری آواز میں بدر کہنے لگا۔ "جو شخص مجھے بلانے آیا تھا وہ ابھی باہر دروازے پر ہی
کھڑا ہے وہ مجھے بلانے آیا ہے میں اب جاتا ہوں۔ امیر یوسف بن بخت اپنی بستی کی
طرف جا چکا ہے میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کی بستی کی طرف روانہ ہوں گا امیر کے
ساتھ قرطبہ سے بہت لوگ جا چکے ہیں۔ خود امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بھی جانا چاہا لیکن
یوسف بن بخت نے قرطبہ میں انہیں رہنے کے لئے کہا اور خود اپنی بستی چلے گئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بدر رکا پھر باری باری ربیکا اور سیمون کی طرف دیکھتے ہوئے
کہنے لگا۔ "تم دونوں بہن بھائی ناراض مت ہونا میرا اس وقت جانا انتہائی ضروری ہے۔"

اس موقع پر ربیکا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ "ہم ناراض کیسے ہوں گے
اندلس کی سرزمین میں امیر یوسف بن بخت وہ انسان ہے جن سے ہر موقع پر جانثاری اور وفا
کی توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ ہمیشہ کچلے اور مظلوم لوگوں کے کام آتے رہے ہیں یہ ان کے
ساتھ بڑا ظلم ہے آپ کا اس وقت جانا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔"

اس کے ساتھ ہی بدر نے ان چاروں سے اجازت لی۔ پھر حویلی سے نکلا اور جو شخص
اسے بلانے آیا تھا اس کے ساتھ وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

✿✿✿

گردن جھکائے آہستہ آہستہ انتہائی پریشان کن انداز اور چہرے پر گہری افسر
سالم بن عطوف اپنی حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا تھا۔ دیوان خانے میں اس کی بیوی عبورہ، دونوں بیٹیاں غریطہ اور نشار بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسے اس حالت
دونوں بے پناہ فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر عبورہ آ
اور اسے شانے سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

''یہ آپ نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے...... کیا ہوا آپ کو......''

عبورہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اتنی دیر تک غریطہ اور نشار بھی قریب
پھر نشار اپنے باپ سالم بن عطوف سے لپٹ گئی اور گلے شکووں بھری آواز میں کہ

''بابا! جس طرح گزشتہ شب آپ نے باہر گزاری اس طرح پہلے کبھی آپ
بغیر یوں گھر سے باہر رات نہیں گزاری۔ بابا! یہ رات ہم نے جس قدر پریشانی او
میں گزاری اس کا اظہار ہم الفاظ میں نہیں کر سکتیں۔ ہم بڑے پریشان اور فکرمند
رات بھر آپ کہاں رہے اس وقت جو آپ نے حالت بنا رکھی ہے یہ ہمارے
برداشت ہے۔ بولیے آپ کو کیا ہوا ہے، کیا کسی نے آپ سے زیادتی کی ہے۔ کو
آپ کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو بتائیں ہم اسی وقت امیر یوسف بن
پاس جا کر اس کی شکایت کرتے ہیں۔''

سالم بن عطوف کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی منہ سے کچھ نہ بولا۔ لگتا تھا
الفاظ نے اسے اور دکھی کر دیا تھا۔ اس لئے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔
کی یہ حالت کم از کم نشار، غریطہ اور عبورہ کے لئے نا قابل برداشت تھی۔

دونوں بیٹیاں آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئیں پھر غریطہ اور نشار ہچکیوں سسکیا
رہی تھیں۔ نشار پھر بولی۔ ''بابا! خدا کے لئے کچھ بولیں کس نے آپ کی یہ حال
کیوں آپ چپ اور گم صم ہیں کچھ تو بولیں۔''

سر پر بندھے ہوئے رومال سے سالم بن عطوف نے اپنے آنسو خشک کیے آ

ے سامنے عبورہ، نشار اور غریطہ بھی بیٹھ گئی تھیں پھر کمرے میں سالم
ک نشست پر بیٹھا اس کے سامنے عبورہ، نشار اور غریطہ بھی بیٹھ گئی تھیں پھر کمرے میں سالم
ن عطوف کی دکھ بھری آواز سنائی دی۔

''میرے بچو! میں تم سب کے لئے ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں...... امیر یوسف
ن بخت کی ماں، بہن اور بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔''

یہ خبر سن کر عبورہ، غریطہ اور نشار گم صم ہو کر رہ گئی تھیں۔ خصوصیت سے نشار کی حالت
قابل دید تھی۔ ثمر آور خوابوں کی چاپ جیسا اس کا حسن، چاند کی نرم چھاؤں میں پریم کی
ابجد جیسی اس کی خوبصورتی، شبنم کی کومل پھوار میں گیتوں کے نغموں کی دھند جیسی اس کی
سندرتا بالکل ماند پڑ کر رہ گئی تھی۔ اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے اس بیچاری کو جہاں بھر کے
دکھوں مصائب اور الم خیزیوں کے درمیان کھڑا کر دیا گیا ہو۔ اس کے خوش سیتل مکھڑے کا
جمال خیز اشکارا بھٹکتی تاریکیوں میں در دریچوں کے روگ اور تنس میں بند طیور سے بھی زیادہ
مایوس کن دکھائی دے رہا تھا۔ بیچاری کے چہرے کا دہکتا روپ سلگتے آنچلوں کی صورت
اختیار کر گیا تھا۔ گویا ساری کائنات کے دکھ اس کے دامن میں ڈال دیے گئے ہوں۔

چاروں کچھ دیر تک اپنی اپنی نشستوں پر اس طرح خاموش اور افسردہ بیٹھے رہے جس
طرح سرمدی وجود کا اسرار رکھنے والی کسی قوت نے ان کی وحدت لوگی اور روحوں کی
رومانیت تک کو چھین لیا ہو یا ان کے حال کو بے رس ماضی کی تنہائیوں کے مایوس کن بھنور
میں گھسیٹ دیا گیا ہو چاروں بیچارے ٹوٹے بربط کی پریشان کن لے اور طبع کو ناقص کرنے
والے انگارہ جذبوں جیسے ہو کر رہ گئے تھے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد آخر نشار نے اپنے
باپ سالم بن عطوف کو مخاطب کیا۔

''بابا! جو خبر آپ لے کر آئے ہیں یہ خبر کم از کم ہمارے لئے نا قابل برداشت ہے امیر
کی ماں بہن اور بھائی کو آخر کس نے قتل کیا۔''

سالم بن عطوف جواب تک کافی سنبھل چکا تھا اپنی نشست پر پہلو بدل کر کہہ رہا تھا۔
''بیٹی تم جانتی ہو کل میں امیر کی بستی جریدہ کچھ مریضوں کو دیکھنے گیا تھا وہاں مجھے پتا چلا کہ
امیر کی ماں بہن اور بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر میں امیر کے گھر گیا، وہ اس
وقت قبرستان گئے ہوئے تھے۔ میں ان سے قبرستان جا کر ملا پھر وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے
گئے ان کی حویلی مہمانوں سے بھری ہوئی تھی۔ قرطبہ سے بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے
آس پاس کی بستیوں کے لوگ بھی وہاں اس قدر جمع تھے کہ امیر کے اطراف میں جو
حویلیاں ہیں وہ خالی کروالی گئی تھیں اور وہاں مہمانوں کو ٹھہرایا گیا تھا۔''

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تب نثار نے پھر سوال کیا۔ ''آخر امیر کی
اور بھائی کو قتل کس نے کیا۔''

سالم بن عطوف تھوڑی دیر تک شرمندگی کے احساس میں اپنی گردن کو جھکا
کہنے لگا۔

''بیٹی...... چند روز پہلے جن لوگوں نے کوہستانی سلسلے کے اوپر سے تم دونوں
لے جانا چاہا وہاں امیر یوسف بن بخت کے چرواہوں نے انہیں پکڑ لیا تھا۔ انہوں
تینوں کو اپنی بستی میں لے جا کر ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ امیر کی بستی میں وہ
لوگوں کو بند کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جو کسی سے زیادتی کریں یا جن پر
ہو۔ بعد میں معزز لوگ ان کے متعلق جو فیصلہ کرتے تھے اس پر عمل کیا جاتا تھا۔
اس وقت اپنی بستی میں نہیں تھے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ساتھ جنگوں میں مصروف
ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تینوں کے ساتھی حرکت میں
جانتے ہو کہ وہ تینوں زکائی اور تولا کے آدمی تھے۔ ان دونوں کے کچھ مزید ساتھی
آئے رات کے وقت وہ امیر کی بستی میں داخل ہوئے اس کمرے سے تینوں کو ر
امیر یوسف بن بخت کی حویلی پر شب خون مارا اور اس کی ماں بہن اور بھائی کو
چلے گئے۔ ایسا اس لئے ہوا کہ اس وقت امیر کی بستی کے زیادہ تر لوگ اس کے سا
بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم سے ہونے والی جنگ میں شامل تھے۔''

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تب بڑی پریشانی اور ندامت کا اظہار کر
نثار کہنے لگی۔

''بابا! اگر ایسا ہوا ہے تو میں سمجھتی ہوں یہ ہماری وجہ سے ہوا ہے۔ اس لئے کہ
نثار اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اس کا باپ
عطوف بول اٹھا تھا۔

''بیٹی! یہ بات تم نے میرے سامنے کہہ دی ہے اگر تمہاری ملاقات امیر
الفاظ اس سے مت کہنا اس لئے کہ یہ الفاظ میں نے امیر سے بھی کہے تھے کہ
ہماری وجہ سے ہوا جس پر امیر نے برہمی کا اظہار کیا ان کا کہنا تھا کہ سب کچھ نثار
کی وجہ سے نہیں ہوا یہ اس نرمی اور رواداری کی وجہ سے ہوا ہے جو ایسے اوباش
ساتھ کی جاتی ہے۔ بہر حال میری بچی......''

نثار بیچ میں بول پڑی اور کہنے لگی۔ ''بابا! آپ کو چاہیے تھا کہ جس وقت آ

کی خبر ہوئی آپ واپس گھر آتے اور ہمیں بھی اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ امیر یوسف
ت ہمارے محسن، ہمارے مربی ہیں۔ ان کے ہم پر اس قدر احسان ہیں جن کا بوجھ ہم
بھر نہیں اتار سکتے۔ بابا! اس سے بڑھ کر انہیں کیا دکھ ہوگا کہ ان کی ماں، بہن اور
و قتل کر دیا گیا ہے۔ ان کی حویلی کو ایک طرح سے خالی کر دیا گیا ہے......''

س سے آگے نثار کچھ نہ کہہ سکی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور آواز ہچکیوں میں
ہو گئی۔

ریطہ بیچاری خود بھی رونے لگی تھی ساتھ ہی نثار کو بھی سنبھالنے لگی تھی۔ اس موقع پر
نے اپنے شوہر سالم بن عطوف کو مخاطب کیا۔ ''میرے خیال میں ہم چاروں کو ابھی
وقت امیر کے ہاں جانا چاہیے۔''

پنی ماں عبورہ کے ان الفاظ پر نثار چونکی تھی اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے اور اپنی آواز
پاتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بابا! ماں ٹھیک کہتی ہیں ہمیں ابھی اور اسی وقت امیر کی بستی کی
جانا چاہیے۔''

س پر سالم بن عطوف کہنے لگا۔ ''میرے بچو! میں تو تم تینوں کو ہی لینے آیا ہوں تم تینوں
یاری کرو اور اٹھو چلیں۔''

س پر غریطہ بول اٹھی۔ ''بابا! ہم کھانا کھا چکے ہیں اور نثار پہلے آپ کے لئے کھانا لاتی
پ کھانا کھالیں۔''

س پر سالم بن عطوف کہنے لگا۔ ''نہیں میری بچی، میں کھانا نہیں کھاؤں گا میں وہاں
ھا کر آ رہا ہوں۔ امیر یوسف بن بخت تو مجھے آنے ہی نہیں دے رہے تھے ان کے چچا
نا کے اہل خانہ اس سے بھی زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ میں نے جب ان سے کہا
میں اپنے اہل خانہ کو بھی لانا چاہتا ہوں تب انہوں نے مجھے آنے کی اجازت دی۔ اب
وں اٹھو تیاری کرو اور چلیں۔''

اس پر عبورہ نثار اور غریطہ تینوں اٹھ کھڑی ہوئیں اپنی تیاری کی تھوڑی دیر بعد وہ
ں امیر یوسف بن بخت کی بستی جریدہ کا رخ کر رہے تھے۔

✿✿✿

اوباش زکائی اور اس کا دست راست تولا دونوں ایک روز اپنے بہت سے سا
ساتھ شمال مغرب کے رخ پر سفر کر رہے تھے ان میں یوسف بن بخت کی ماں
بھائی کے تین قاتل بھی تھے۔ایک جوہڑ کے کنارے زکائی اور تولا دونوں نے ا
کو روکا اور وہاں گھوڑوں کو پانی پلانے لگے۔اس موقع پر اپنے گھوڑے کو اڑا
ساتھی زکائی اور تولا کے قریب آیا اور دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہمارے محترم مہربانو! ابھی تک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ہم کدھر کا رخ کر
کہاں ہم اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش کریں گے۔یوسف بن بخت کی ما
بھائی کو قتل کرنے کے بعد ہمارے چاروں طرف خطرات منڈلاتے پھریں گے
والا لمحہ بھر کو رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔''آپ دونوں جانتے ہیں یوسف
جہاں وقت کی لہروں میں نرم مزاج، مسرت بھرے نغموں جیسا بے ضرر، مہک اور
سنگم اور حدی خوانوں کی لے جیسا نرم مزاج ہے وہاں وقت پڑنے پر وہ
دیتا کوہستانوں کا جہنم اور انتقام لینے کے لئے جلتا ہولناک عذاب اور سلگتی بھڑتی
صورت اختیار کر لے گا۔میرے بھائی! میں سمجھتا ہوں یوسف بن بخت سے دشمنی
نے اندلس کی سرزمین کو اپنے لئے تنگ کر دیا ہے۔میرا اپنا ذاتی خیال ہے کہ ہ
ماں، بہن اور بھائی کو قتل نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ صرف اپنے ساتھیوں کو چھڑا کے ا
لینا چاہیے تھا۔میں ڈرتا ہوں اس وقت سے جب یوسف بن بخت اجالوں کی لا
اور وقت کے موسموں کی بیزاری اور شعور کی طرح ہمارا تعاقب کرے گا وہ ہمیں تل
کے لئے خلا میں منتشر اوراق کی طرح اپنے آدمی ہمارے پیچھے لگائے گا اور ہمار
پاؤں تک آگ ہی آگ پھیلاتا چلا جائے گا۔''

وہ سوار جب خاموش ہوا تو کسی قدر افسردہ اور مغموم لہجے میں زکائی اور تولا
دوسرے کی طرف دیکھا پھر زکائی نے اس سوار کو مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! تو ٹھیک کہتا ہے ہم تیری باتوں سے انکار نہیں کرتے لیکن جو

چکا۔میں خود نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ماں، بہن اور بھائی کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کرنے
لے ہمارے ساتھی بھائی ہیں۔انہیں ہم یوسف بن بخت کے حوالے تو نہیں کر سکتے۔
ارے یہ خدشات بھی درست ہیں کہ یوسف بن بخت ہمارے تعاقب میں بہت سے
ی لگائے گا ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کرے گا وہ جتنا نرم ہے غصے اور انتقام میں اتنا
زدست بھی ہے لیکن میں تمہیں اور اپنے ساتھیوں کو ایک ایسی جگہ لے کر جاؤں گا جہاں
ر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے گا۔جہاں تمہیں کوئی تلاش نہ کر سکے گا اور یہ بھی ممکن ہے وقت
نے پر جس شخص کے پاس میں تمہیں لے جا رہا ہوں وہی اندلس کا حکمران بنے اور اس
حکمران بننے پر ہم بھی بے پناہ فوائد حاصل کر لیں۔''

زکائی کی اس گفتگو کے جواب میں اس سوار کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی
کہنے لگا۔''آپ ہمیں کہاں لے کر جا رہے ہیں۔''

زکائی مسکرا دیا پھر کہنے لگا۔''میں تم سب کو دریائے تاجہ اور دریائے آنہ کی درمیانی
مینوں میں طلیطلہ شہر کے نواحی کوہستانی سلسلوں کی طرف لے جا رہا ہوں۔''

''وہاں آپ کا کوئی جاننے والا ہے۔'' بڑے غور سے زکائی کی طرف دیکھتے ہوئے اس
رنے پوچھا تھا۔

زکائی کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔''ہاں...... ایک جاننے والا ہے جو میرا یقین
، کہ آنے والے دنوں میں ایک طوفانی قوت بن کر اندلس میں نمودار ہوگا۔اس کا پورا نام
بداللہ بن عبدالوحد ہے لیکن زیادہ تر لوگ اسے شقنا کے نام سے پکارتے ہیں۔کوہستانی
لے کی ایک بستی شقت بریاں میں قیام کرتا ہے۔اس کی ماں کا نام فاطمہ ہے جو مر چکی ہے
ی کی نسبت سے وہ اپنے آپ کو آلِ رسول فاطمی کہلانے لگا۔حالانکہ آلِ رسول سے اس کا
ئی تعلق نہیں اور ضعیف الاعتقاد بربر اور اس قسم کے دوسرے لوگ بداعتقادی میں اس
، ارادت مندی کا اظہار کرنے لگے اور اس کے ارد گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔صورتحال
ھتے ہوئے وہ پہلے بالکل اوباشوں جیسا تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ لوگ میرے پاس
ہو رہے ہیں تو اس نے اپنی وضع قطع میں کچھ تقدس پیدا کر لیا۔اب شقت بریاں میں
ی کے پاس کافی لوگ جمع ہو چکے ہیں۔ہم بھی اس کے پاس جائیں گے۔میں تم پر ایک
انکشاف بھی کروں کہ فرانس میں جس قدر جرائم پیشہ لوگ ہیں یا شمالی اندلس میں جو
رانیوں کی سلطنتیں ہیں، ان کے اندر قاتل اور دوسرے قسم کے جرائم میں ملوث لوگ سب
ل کر اسی شقنا کے پاس آ جاتے ہیں۔اس طرح کوہستانی سلسلے کے اندر اس نے اپنا

ایک مسکن بنا لیا ہے اور وہاں سے نکل کر وہ کسی بھی وقت اندلس پر اپنی حکومت کا علم
کا عزم کر سکتا ہے اور وہ ایسا کسی نہ کسی روز کر گزرے گا میں تم سب کو اسی کے پاس
جا رہا ہوں اس سے بہتر اور محفوظ جگہ ہمیں کہیں مل نہیں سکتی۔ جیسا کہ میں تمہیں پہلے
ہوں کہ اس شقفنا کا تعلق نہ صرف یہ کہ راز دارانہ رابطہ فرانس کی حکومت سے ہے بلکہ
کے شمال میں چھوٹی بڑی نصرانی مملکتیں ہیں، ان کے ساتھ بھی اس کے گہرے روابط ہیں
ان سے اسے مالی اور ہتھیاروں کی مدد بھی ملنا شروع ہو چکی ہے۔ میں تمہیں یقین
ہوں کہ یوسف بن بخت اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کا اندلس میں بہترین رقیب ثابت ہو
یہاں تک کہنے کے بعد زکائی رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"
عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ بات بڑی عجیب اور حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ مشرق
اموی سلطنت کے سکوت اور اموی خاندان بلکہ قبیلے کی ہمہ گیر ہلاکت اور بربادی کے
کسی طرح دشمنوں میں گھرا ہوا ایک غریب الوطن مفرور اور بے یار و مددگار عبدالرحمٰن
معاویہ اندلس پہنچا اور دیار غیر میں پہنچ کر یہاں کے حکمران یوسف کو شکست دی اور
کے فہری خاندان کی بربادی کا باعث بنا۔ لیکن جب ہم عبدالرحمٰن بن معاویہ اور یوسف
عبدالرحمٰن دونوں کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ان دونوں حریفوں کی سیرتوں کا م
کرتے ہوئے بڑا فرق سامنے آتا ہے۔ جو شخص عملی طور پر ان دونوں کو دیکھے گا تو
نتیجے پر پہنچے گا عبدالرحمٰن کی فتح و کامرانی اور یوسف کی شکست و ناکامی کے عجیب و غ
آثار ہیں۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ عزم و ہمت، صبر و استقلال، تدبر اور فراست میں
بن عبدالرحمٰن پر بہت زیادہ فوقیت رکھتا ہے وہ طالع آزما، نڈر، بے باک اور ہر خطرے کا
مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں یوسف بن عبدالرحمٰن اپنی
ہوئی عمر کی وجہ سے عزم و ہمت کا فقدان رکھتا ہے جس کے نتیجے میں عبدالرحمٰن بن م
کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ یوسف بن عبدالرحمٰن ایک طرح سے صلح
درمیانی حکمت عملی کا پیروکار ہے جو اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی ہے اور وہ عبد
بن معاویہ کی دانشمندانہ چالوں کا مقابلہ نہیں کر سکا۔

میں سمجھتا ہوں یوسف بن عبدالرحمٰن کی سب سے مہلک غلطی یہ ہے کہ اس نے
بن حاتم کے مشورے کے باوجود عبدالرحمٰن بن معاویہ کو اندلس میں داخل ہونے کے
ہی ہاتھ نہیں ڈالا اور اسے کچل کر اندلس سے باہر نہ نکالا جس کے نتیجے میں اسے اپنی
بڑھانے کا موقع مل گیا مزید یہ کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے ایک نہایت اعلیٰ

نصب العین تھا وہ اپنے آپ کو اندلس کا جائز وارث سمجھتا ہے اور اس نصب العین کی تکمیل
کے لئے اس نے عزم و ہمت، صبر و استقلال اور جرأت اور سرفروشی سے کام لیا ہے لیکن
یوسف بن عبدالرحمٰن کے سامنے کوئی نصب العین نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ اس کی عبدالرحمٰن
بن معاویہ سے مصالحت ہو جائے اور پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یوسف بن عبدالرحمٰن
میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے والا نہیں اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے بجائے جان
بچانے کے لئے راہ فرار اختیار کرنے کا عادی ہے۔ یوسف بن عبدالرحمٰن کے کردار کی انہی
کمزوریوں کی وجہ سے اس کے لشکر میں وہ نظم و ضبط، حوصلہ اور ولولہ نہیں جو عبدالرحمٰن بن
معاویہ کے لشکر میں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد زکائی رکا اور پھر سلسلہ کلام کو آگے بڑھا رہا تھا۔" اس پر متزاد یہ
کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نہ صرف شجاعت تجربہ کار تیغ زن ہے بلکہ وہ ایک بے مثل قائد اور
سپہ سالار بھی ہے اس کے ان اوصاف کی وجہ سے اس کے لشکر میں ناموافق حالات بھی نظم و
ضبط اور بے جگری سے لڑنے اور ہر معرکے میں کامیاب رہنے کا عزم رہتا ہے اور ان سب
چیزوں سے بڑھ کر عبدالرحمٰن کے حامیوں اور اس کے لشکریوں کو اس کی قیادت پر پورا اعتماد
ہے عبدالرحمٰن کو بہترین سالار ملے ہوئے ہیں جن میں سرفہرست یوسف بن بخت ہے۔ اس
کا چچا عبدالملک ہے۔ عبدالملک کے دونوں بیٹے اور یوسف کے چچا زاد حبیب اور عمر ہیں۔
بوعثمان ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے سالار ہیں جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور
عبدالرحمٰن بن معاویہ کے حامی ہیں لیکن یوسف بن عبدالرحمٰن کو یہ سہولتیں میسر نہیں ہیں۔
س کے علاوہ میں نے یہ بھی جائزہ لیا ہے کہ یوسف بن عبدالرحمٰن کے لشکریوں اور اس کے
سالاروں کو ہمیشہ یہ گلہ بھی رہا ہے کہ ان کا قائد یوسف ان کی مرضی کے خلاف یا تو صلح پر
آمادہ ہو جاتا ہے یا انہیں چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تم سب
نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ یوسف بن عبدالرحمٰن نے شروع سے ہی مدافعتی جنگ کا طریقہ
ختیار کر لیا اور یہ طریقہ حالات کے لئے سازگار نہ تھا کیونکہ اس وقت ضرورت جارحیت کی
تھی۔ اس تقاضہ وقت کو یوسف بن عبدالرحمٰن نے نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے خوب
سمجھا اور اس نے ہر بار حملہ کرنے میں پہل کی اور ہمیشہ جارحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے
کامیاب و کامران رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ سے صلح کرنے کے بعد بھی
یوسف بن عبدالرحمٰن نے بہت بڑی غلطی کی ہے حکومت تو اس سے چھن ہی چکی ہے لیکن
یوسف بن عبدالرحمٰن کا قرطبہ میں سکونت اختیار کر لینا اس کے حق میں زہر قاتل ثابت ہو

گا۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے دل میں اس کی کھٹک رہے گی اس لئے وہ اسے حیلے بہ سے گاہے گاہے ذلیل وخوار کرتا رہے گا۔ اگر مجھ سے کوئی پوچھتا تو میں یہ کہتا کہ یوسف عبدالرحمٰن کو اپنی جائداد اور اپنی ہر چیز بیچ کر یا اس کا کوئی معقول انتظام کر کے اندلس نکل جانا چاہیے تھا قرطبہ میں رہتے ہوئے عبدالرحمٰن کو ہر وقت یوسف بن عبدالرحمٰن کی کی ضرورت رہے گی۔ یوسف بن عبدالرحمٰن نے قرطبہ میں رہنے کی شرط پر صلح کر کے اور صمیل بن حاتم کے خاندان کا ایک طرح سے خاتمہ کروانے کی بنیاد ڈال دی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب زکائی خاموش ہوا تو کسی قدر بیزاری اور الجھن کا کرتے ہوئے اس کا ساتھی تولا کہنے لگا۔

''زکائی جہنم میں جائیں یہ دونوں یہ جانیں اور اندلس کی حکومت جانے۔ میرے میں یہاں رک کر ہمیں اپنی منزل کھوٹی نہیں کرنی چاہیے فوراً یہاں سے کوچ کر کے منزل کا رخ کرنا چاہیے۔''

زکائی نے اس سے اتفاق کیا اتنی دیر تک گھوڑے بھی پانی پی چکے تھے اس کے پھر پہلے کی طرح دریائے آنہ کے اس پار طلیطلہ کے کوہستانی سلسلے کا رخ کر رہے تھے

✿✿✿

سالم بن عطوف، عبورہ، غریطہ اور نشار چاروں یوسف بن بخت کی حویلی میں داخل ہوئے اس وقت حویلی کے اندر ایک ڈھلی ہوئی عمر کی خاتون، ایک نوخیز نوجوان اور خوبصورت لڑکی تھی۔ ڈھلی ہوئی عمر کی عورت یوسف کی چچی اور عبدالملک کی بیوی طبیرہ اور اس کے ساتھ جو نوجوان اور خوبصورت لڑکی تھی وہ طبیرہ اور عبدالملک کی بیٹی اور یوسف بن بخت کی چچازاد امبرینہ تھی۔

جونہی اس لڑکی نے غریطہ اور نشار کی طرف دیکھا، وہ ان کی طرف بھاگی باری باری ان سے گلے ملی طبیرہ اور امبرینہ، دونوں ماں بیٹی ان چاروں کو جانتی تھیں۔ اس لئے کہ اس سے پہلے وہ چاروں یوسف بن بخت کے ہاں رہ کر گئے تھے۔ امبرینہ کی ماں طبیرہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''بیٹی سب کو دیوان خانے میں بٹھاؤ میں ابھی آتی ہوں۔''

غریطہ اور نشار دونوں کا ہاتھ پکڑ کر امبرینہ دیوان خانے کی طرف ہو لی، سالم بن عطوف اور عبورہ دونوں میاں بیوی ان کے پیچھے ہو لیے تھے۔

چاروں کو دیوان خانے میں بٹھانے کے بعد امبرینہ باہر آئی، اس کی ماں منہ ہاتھ دھو رہی تھی اس کے پاس کھڑی ہوئی منہ ہاتھ دھونے کے بعد جب اس نے انگوچھے سے اپنا چہرہ صاف کیا تب وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے والی تھی کہ اس کی ماں طبیرہ نے اسے مخاطب کیا۔

''تمہارا انداز، تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم کسی بڑے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہو۔''

امبرینہ مسکرا دی اور ہلکی سی آواز میں کہنے لگی۔ ''اماں! پہلی بار یہ چاروں جب بھائی کے ہاں آئے تھے تو اس وقت بھی میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتی تھی لیکن نہیں کہہ پائی۔ اب یہ چاروں پھر آئے ہیں تو نجانے کتنی دیر ٹھہریں گے اس کے بعد ہو سکتا ہے اس موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ اماں یہ بتاؤ اس غریطہ اور نشار میں سے زیادہ پرکشش اور خوبصوت کون ہے۔''

طبیرہ نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر ڈانٹ کر کہنے لگی۔ ''یہ کون سا

موقع ہے ایسی گفتگو کرنے کا اس گھر میں بیک وقت تین اموات ہوئی ہیں اور تم کون ر
موضوع لے بیٹھی ہو۔"

معذرت طلب انداز میں اپنی ماں کو مخاطب کرتے ہوئے امبرینہ کہنے لگی۔ "اماں! میر
کوئی خوشی کی بات تو نہیں کر رہی میں تو یہ پوچھ رہی ہوں کہ ان دونوں میں سے کوا
خوبصورت اور پرکشش ہے اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گی کہ میں ایسا سوال کیوں کر رہ
ہوں۔"

جواب میں طبیرہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ "چھوٹی جس کا نام نثار ہے وہ غریطہ سے
کہیں زیادہ خوبصورت اور پرکشش ہے۔ اب کہو تم کیا کہتی ہو۔"

جواب میں امبرینہ سنجیدہ ہوگئی اور کہنے لگی۔ "اماں...... آپ جانتی ہیں کہ بڑے بھا
حبیب کے لئے ہم نے غریطہ کا رشتہ مانگا تھا لیکن ان لوگوں نے معذرت کر لی اس لئے
غریطہ کا رشتہ پہلے سے کہیں طے تھا۔ اگر وہ غریطہ کے لئے مان جاتے تو اس نثار کو چھو
بھائی عمر کے لئے لے لیتے لیکن اب جبکہ غریطہ کا معاملہ ختم ہو چکا تو کیا ایسا ممکن نہیں
بھائی حبیب کے لئے ہم نثار کا انتخاب کر لیں۔ اماں! میں یہ نہیں کہتی کہ ابھی اور اسی وق
اس موضوع پر بات کر کے معاملے کو پکا کر لیں لیکن میں ایک طرح سے ایک مشورہ د
رہی ہوں اپنی پسند کا اظہار کر رہی ہوں۔"

جواب میں طبیرہ نے کچھ سوچا لمحہ بھر کے لئے امبرینہ کی طرف بڑے غور سے دیکھا
کہنے لگی۔ "بیٹی یہ وقت کوئی فیصلہ کرنے کا تو نہیں بہرحال اگر تم نے یہ موضوع چھیڑ ہی
ہے تو عنقریب اس سلسلے میں، میں تمہارے باپ سے بات کروں گی اور وہ حبیب کے
باقاعدہ نثار کا رشتہ مانگنے کے لئے جائے گا پر میری بیٹی رشتہ مانگنے سے پہلے میں تم سے
کہوں گی کہ تم خود ہی رازدارانہ طریقے سے اس موضوع پر نثار سے گفتگو کر لینا پہلے
طرح ہمیں شرمندگی نہ اٹھانا پڑے ہو سکتا ہے نثار کا بھی ان لوگوں نے رشتہ پہلے سے
کر لیا ہو۔ جب ہم مانگیں، انکار ہو جائے تو ہماری بڑی بے عزتی ہوگی۔"

امبرینہ کچھ اداس اور سنجیدہ سی ہوگئی۔ کچھ دیر گہری سوچوں میں کھوئی رہی پھر کہنے لگی
"اماں! تم کہتی تو ٹھیک ہو بہرحال آؤ اندر جا کر ان کے پاس بیٹھتے ہیں پھر میں
سے علیحدگی میں اس موضوع پر گفتگو کروں گی۔ اگر اس کی منگنی کہیں طے نہ ہوئی ہوا
ہمیں حبیب کے لئے مل جائے تو میں سمجھتی ہوں یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔ اماں اس
خوبصورت لڑکی میرے خیال میں اندلس میں نہیں ملے گی۔"

طبیرہ مسکرا دی اور کہنے لگی۔ "اب زیادہ وقت ضائع نہ کرو چلو اندر دیوان خانے میں جا
کر بیٹھتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں مڑیں، دیوان خانے میں آ کر بیٹھیں کچھ دیر خاموشی رہی پھر
امبرینہ کی طرف دیکھتے ہوئے سالم بن عطوف نے پوچھ لیا۔ "بیٹی کچھ پتا ہو کہ امیر یوسف
بن بخت اس وقت کہاں ہیں۔"

جواب میں امبرینہ مسکرائی اور کہنے لگی۔ "عم! وہ ابھی باہر گئے ہیں کچھ مہمان آئے تھے
انہیں الوادع کہنے کے لئے باہر نکلے ہیں۔"

اس پر سالم بن عطوف نے پھر پوچھ لیا۔ "بیٹی! کوئی اندازہ ہو کہ امیر یہاں مزید کتنے
دن قیام کریں گے۔"

جواب میں امبرینہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ "میرا خیال ہے امیر کے علاوہ میرے
باپ اور دونوں بھائی زیادہ دن یہاں قیام نہیں کریں گے بہت جلد واپس قرطبہ جائیں گے
اس لئے کہ وہاں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ ان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور پھر یہ
کہ......" یہاں تک کہتے کہتے امبرینہ رک گئی تھی اس لئے کہ باہر کھٹکا ہوا تھا پھر وہ اپنی جگہ
پر اٹھی، بھاگتی ہوئی باہر نکلی اور دروازے کے قریب مڑ کر پیچھے دیکھ کر کہنے لگی۔ "میں دیکھتی
ہوں، میرے خیال میں بھائی آ گئے ہیں۔"

جب وہ دیوان خانے سے نکل کر صحن میں گئی تو واقعی حویلی میں یوسف بن بخت داخل
ہوا تھا امبرینہ چند قدم آگے بڑھی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "بھائی! آئیں دیوان
خانے میں دیکھیں کتنے اچھے لوگ آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔"

جواب میں یوسف بن بخت انتہائی سنجیدہ اور فکرمند تھا۔ غور سے امبرینہ کی طرف دیکھتے
ہوئے کہنے لگا۔ "کون لوگ آئے ہیں؟"

امبرینہ دیوان خانے کی طرف بڑھی اور کہنے لگی۔ "بھائی میں نہیں بتاؤں گی بس آپ
دیوان خانے میں آئیں آپ کو خود ہی پتا چل جائے گا۔" اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت
دیوان خانے کی طرف بڑھا۔ امبرینہ بنت عبدالملک اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

۞۞۞

یوسف بن بخت جب دیوان خانے میں داخل ہوا تو سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک
طرح سے اسے تعظیم دی یوسف بن بخت آگے بڑھ کر سالم بن عطوف کے قریب بیٹھ گیا۔
ایک طرف عبورہ بیٹھی ہوئی تھی وہ روتی ہوئی آواز میں یوسف بن بخت سے اس کی ماں بہن

اور بھائی کے مرنے پر اظہار افسوس اور ہمدردی کرنے لگی تھی اس موقع پر نشار کو نجانے کیا ہوا کہ وہ رو پڑی پہلے اس کی سسکیاں دبی رہیں پھر ہچکیاں بلند ہونے لگیں پھر وہ زور زور سے رونے لگی تھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے غریطہ بھی ہچکیوں میں رو رہی تھی۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے سالم بن عطوف، عبورہ، یوسف بن بخت، امبرینہ اور اس کی ماں طبیرہ انتہائی پریشان ہو رہی تھیں۔ اس موقع پر یوسف بن بخت حرکت میں آیا اور اپنی چچا زاد بہن امبرینہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امبرینہ تم ان دونوں بہنوں کو ذرا باہر لے جاؤ دوسرے کمرے میں لے جا کر انہیں ڈھارس اور تسلی دو۔“

امبرینہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی دو ایک بار اس نے نشار اور غریطہ کو اٹھنے کے لئے کہا جب وہ نہ اٹھیں تب دونوں کے بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی باہر دوسرے کمرے میں لے گئی تھی۔

ان دونوں کے جانے کے بعد اپنے آنسو اپنے آنچل سے خشک کرتے ہوئے عبورہ یوسف بن بخت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ”بیٹے اتنا بڑا حادثہ ہوا اور بستی کے کسی آدمی کو خبر تک نہ ہوئی اور وہ شیطان اتنی بھیانک واردات کرنے کے بعد بچ کر بھی نکل گئے۔“

عبورہ کے اس سوال کے جواب میں یوسف بن بخت جس کی گردن جھکی ہوئی تھی کہنے لگا۔ ”اماں! بات یہ ہے کہ ہماری بستی اور اس کے آس پاس جس قدر بستیاں ہیں جس میں عبداللہ بن خالد کی بستی القطین بھی شامل ہے کبھی ایسا واقع، کبھی ایسا حادثہ ہوا ہی نہیں ہماری یہ ساری بستیاں مثالی خیال کی جاتی تھیں یہاں قتل و غارت گری تو بہت دور کی بات کبھی کوئی آپس میں جھگڑا تک نہیں۔ اگر کہیں چھوٹی موٹی تکرار اختلاف رائے مکان و زمین کے سلسلے میں کوئی گھریلو تنازعہ اٹھتا تھا تو بستیوں کے سارے سرکردہ لوگ مل کر جو فیصلہ کرتے تھے اسے قابل قبول سمجھ کر خاموشی اختیار کر لی جاتی تھی۔ میری ماں اور میرے بھائی اور بہن کا قتل ان بستیوں کا پہلا بھیانک حادثہ ہے بہرحال میری بستیوں کے کچھ لوگ رضا کارانہ طور قاتلوں کو تلاش کرنے کے لئے نکل گئے ہیں انہوں نے مجھ سے پوچھا بھی نہیں ہے اور مجھے امید ہے وہ انہیں تلاش ضرور کریں گے۔ اس حادثے کو دیکھتے ہوئے میری بستی جریدہ اور آس پاس کی جس قدر بستیاں ہیں وہاں احتیاطی تدابیر اختیار کر لی گئی ہیں۔ نوجوانوں کے گروہ بن گئے ہیں جو بستیوں کی حفاظت کے لئے دن رات مستعد رہنے لگے ہیں۔“

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تو نشار کی ماں عبورہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”امیر! میری دونوں بیٹیاں نشار اور غریطہ اپنے آپ کو مجرم خیال کرنے لگی ہیں ان

کہنا ہے کہ صرف ان کی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا۔“

یوسف بن بخت نے سر جھٹک دیا اور کہنے لگا۔ ”اگر وہ ایسا سوچتی ہیں تو یہ ان کی حماقت ہے قدرت جو فیصلے کرتی ہے پوچھ کر نہیں کرتی اور پھر وہ دونوں بہنیں اپنے آپ کو کیوں مجرم خیال کرتی ہیں۔ جن لوگوں نے انہیں کوہستانی سلسلے سے اٹھانے کی کوشش کی تھی، ان کی حفاظت کرنا میری اور القطین اور آس پاس کی بستیوں کے چرواہوں کا کام تھا۔ اس لئے کہ یہ کام میں نے ان کے ذمے لگایا ہوا تھا اور انہوں نے بڑے احسن طریقے سے اپنے کام کی تکمیل کی اور انہیں یہاں میری بستی میں لا کر ایک کمرے میں بند کر دیا آگے جو حادثہ ہوا وہ خداوند قدوس کی طرف سے ایسا منظور تھا اس میں نہ کوئی مجرم ہے نہ کوئی ملوث ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے یوسف بن بخت کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ عین اسی لمحہ اس کی چچا زاد بہن امبرینہ کمرے میں داخل ہوئی اور بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ”بھائی آپ غریطہ اور نشار کے ماں باپ سے کہیں کہ چند دن یہیں قیام کریں اس طرح ہمارے پاس رونق رہے گی۔“

اس موقع پر یوسف بن بخت نے سالم بن عطوف کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”جو کچھ امبرینہ نے کہا ہے اس کا جواب آپ خود ہی دیں۔“

سالم بن عطوف نے مسکراتے ہوئے شفقت بھرا ہاتھ امبرینہ کے سر پر رکھا پھر کہنے لگا۔ ”بیٹی ایک رات ہم یہاں رک جائیں گے۔ وہ بھی تمہاری خاطر ورنہ تم جانتی ہو ایک غریب کی حیثیت سے زیادہ دن گھر سے غائب رہنا میرے لئے مشکل ہے۔“

امبرینہ جواب میں ضد کرنے لگی۔ ”ایک رات سے کیا ہوتا ہے کم از کم......“

امبرینہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی کہ پھر بڑے شفقت بھرے انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے سالم بن عطوف کہنے لگا۔ ”دیکھو بیٹی ہم چاروں تو ایک رات یہاں رک جائیں اگر تم غریطہ اور نشار کو روکنا چاہتی ہو تو ہم ایسا کریں گے کہ کل میں اور میری بیوی عبورہ تو چلے جائیں گے اور تم غریطہ اور نشار کو اپنے پاس جتنے دن رکھنا چاہتی ہو رکھ لینا اس کے بعد میں آ کر انہیں لے جاؤں گا۔“

سالم بن عطوف کے اس جواب پر امبرینہ خوش ہو گئی تھی اس موقع پر یوسف بن بخت نے بھی اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ”اب تم خوش ہو؟“

امبرینہ اپنی جگہ پر اچھلنے کے انداز میں کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔ ”ہاں بھائی میں بھی یہی چاہتی تھی۔“ اس کے ساتھ ہی وہ جس طرح بھاگتی ہوئی آئی تھی ایسے ہی بھاگتی ہوئی

کمرے سے نکل گئی تھی۔
امبرینہ کے جانے کے بعد سالم بن عطوف گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ کمرے
یوسف بن بخت کا چچا عبدالملک اور اس کے دونوں بیٹے حبیب اور عمر داخل ہوئے
تینوں نے آگے بڑھ کر سالم بن عطوف سے پرجوش مصافحہ کیا یوسف بن بخت نے
انہیں بیٹھنے کے لئے کہا تب عبدالملک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”بیٹے! ہم تینوں بیٹھنے کے لئے نہیں آئے اشبیلیہ سے کچھ لوگ تم سے ملنے کے
آئے ہیں میں نے انہیں اپنی حویلی میں ہی بٹھایا ہے۔ اٹھو وہیں جا کر ان سے مل لو
بن عطوف کو بھی اپنے ساتھ لے چلتے ہیں میں چاہتا ہوں تمہاری حویلی میں صرف خوا
آنا جانا ہو۔“
اس پر یوسف بن بخت اٹھ کھڑا ہوا عبورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”اماں!
یہاں بیٹھنا چاہتی ہیں تو بیٹھی رہیں ورنہ ساتھ والے کمرے میں غریطہ اور نشار ہیں ا
ساتھ جا کر بیٹھ جائیں۔“
عبورہ وہاں سے اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ عبدالملک، حبیب
تینوں یوسف بن بخت اور سالم بن عطوف کو لے کر حویلی سے نکل گئے تھے۔

کوہستان طلیطلہ کے بیچ میں ایک کافی بڑی بستی کی حویلی میں ایک روز زکائی ا
دونوں شقنہ یعنی عبداللہ بن عبدالواحد کے سامنے کھڑے اپنے حالات سنا رہے تھے۔
شقنہ چہرے سے انتہائی مکروہ انسان لگتا تھا لیکن داڑھی رکھ کر اس نے اپنی ذا
تقدس پیدا کرنے کی کوشش ضرور کی تھی آنکھوں سے ذہانت کم اور شرارت زیادہ ٹپک
زکائی جب اپنی داستان کہہ چکا تب شقنہ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اسے مخاطب
کہنے لگا۔
”تم دونوں نے اچھا کیا کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں چلے آئے۔
تمہیں کسی سے جان کا خطرہ ہے نہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی تعاقب کرتا ہوا
جائے گا اگر کوئی پہنچا بھی تو واپس نہیں جائے گا جس بستی میں تم کھڑے ہوئے ہو
آس پاس میلوں میں جس قدر بستیاں ہیں وہ سب میرے آدمیوں کی ہیں۔ یوں
کوہستانی سلسلے کے اندر میں نے اپنا مسکن بنا لیا ہے اور اس مسکن سے میں عنقری
کام کی ابتداء کی طرف جانے کی کوشش کروں گا۔ اب جبکہ تم اپنے حالات سنا ہی

عبدالرحمٰن بن معاویہ اور یوسف بن عبدالرحمٰن کو بھی خوب جانتے ہو تو کیا تم بتاؤ گے کہ
عبدالرحمٰن کے مقابلے میں اس یوسف کو شکست کا سامنا کیوں کرنا پڑا۔“
جواب میں زکائی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ”اس کی ایک نہیں کئی وجوہات ہیں سب
ے بڑی وجہ میرے خیال میں یہ ہے کہ گو بنو اُمیہ کی حکومت اور اقتدار کا مشرق میں چراغ
گل ہو چکا ہے لیکن مغرب میں اس کا اثر و نفوذ ابھی تک موجود ہے چنانچہ جب یہاں کے
دگوں کو یہ خبر ہوئی کہ بنو اُمیہ کا ایک فرد عبدالرحمٰن بن معاویہ ہسپانیہ کی حکومت کا دعویدار ہے
ذ وہ اسے تخت کا جائز وارث سمجھتے ہوئے اس کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اس کے علاوہ
یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم اگرچہ ہمیشہ متحد ہی نظر آئے لیکن سرقسطہ کے
اصرے میں صمیل بن حاتم کے دل میں یوسف کے خلاف میل آ چکا تھا اس لئے کہ
رقسطہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے صمیل بن حاتم کو مقرر کیا گیا تھا جب اسے کامیابی نہ
وئی تو یوسف سے اس نے کمک مانگی یوسف نے کمک نہ بھیجی اس بناء پر بھی صمیل کے دل
ں اس کے خلاف ایک میل سا آ گیا تھا اور وہ دل میں یہ بھی خیال کرنے لگ گیا تھا کہ
سف بن عبدالرحمٰن کی جگہ اسے اندلس کا والی اور حکمران ہونا چاہیے۔ یوسف بن عبدالرحمٰن
ا دست راست بدر اس وقت اندلس میں وارد ہوا جب اندلس میں سازشوں کا جال پھیلا
وا تھا اس وقت اگر صمیل بن حاتم یوسف بن عبدالرحمٰن سے کھنچا ہوا نہ ہوتا تو دونوں فوری
اروائی کر کے اس انقلاب کو وہیں کچل سکتے تھے۔ مؤرخ کی نگاہ یہ بھی دیکھے گی کہ
بدالرحمٰن بن معاویہ اندلس پہنچا تو یہ دونوں یعنی یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم
پس میں صاف ہو گئے تھے لیکن اس وقت عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے اثرات قائم کر چکا
ا۔ تاہم اگر یہ دونوں ابتداء ہی سے تدارک کرنا شروع کر دیتے تو عبدالرحمٰن ان دو شرائط کو
ول کر لیتا جو بعد میں اسے پیش کی گئیں تو اس نے دو کے بجائے چار شرطیں عائد کر دیں۔
میل جنگ کا حامی تھا اور چاہتا تھا کہ فوراً عبدالرحمٰن پر حملہ آور ہو کر اسے اندلس سے باہر کیا
ئے لیکن یوسف اس سے اختلاف رائے رکھتا تھا اس کا خیال معاہدہ صلح پر زیادہ جم گیا۔
میل کو بھی اس وقت اپنی رائے پر زیادہ اعتماد نہ رہا اور وہ بھی آنکھیں بند کر کے یوسف
ن عبدالرحمٰن کے پیچھے لگ گیا۔ یوسف بن عبدالرحمٰن اور صمیل بن حاتم سے ایک کوتاہی یہ
ا ہوئی کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ جنوبی اندلس میں تھا تو یوسف بن عبدالرحمٰن کے لئے موقع
ا کہ وہ شمالی و مشرقی اندلس سے وسیع پیمانے پر لشکری جمع کر لیتا اپنی قوت اور طاقت میں
ب اضافہ کرتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ شروع سے ہی مصالحت کی خام خیالی

میں مبتلا تھا اور ان تیاریوں کے لئے کوئی کوشش نہ کی یوسف بن عبدالرحمٰن کی اسی سہل
پسندی اور خاموشی نے الٹا کام کیا اس لئے کہ اندلس کے بہت سے علاقوں سے مسلح
اور ادھر ادھر پھیلے ہوئے لشکری آ کر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس جمع ہوتے رہے ا
طاقت اور قوت میں اضافہ کرتے رہے۔ ان کے علاوہ اندلس میں ان گنت مسلح جوان
تھے جو بنو اُمیہ کے نمک خوار تھے لہٰذا عبدالرحمٰن بن معاویہ کا سنتے ہی اس کی ط
امنڈ ھے۔"

زکائی جب خاموش ہوا تب شقنہ بولا اور اپنے پہلو میں جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس کی ط
اشارہ کر کے زکائی اور تولا کو کہنے لگا۔ "یہ میرا دست راست ہے یا یوں جانو ان علاقوں
یہ میرا نائب ہے میرے ساتھیوں کے اندر یہ وجہی غسانی کے نام سے جانا پہچانا جا
یوں اس کے علاوہ جس قدر مسلح جوان اور لشکری میرے پاس ہیں ان کا سالار اعلیٰ یہی
غسانی ہے۔ زکائی اور تولا میں سمجھتا ہوں تم بھی اچھے تیغ زن ہو اور ہمارے لئے عمدہ
ثابت ہو سکتے ہو میں تم پر یہ واضح کروں کہ جس طرح عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس
حکومت کا حق لے کر آیا ہے اسی طرح ہم بھی سمجھتے ہیں کہ ہمیں بھی اندلس پر حکومت کر
حق ہے اور میرا ارادہ بلکہ مجھے یقین ہے کہ کسی نہ کسی روز ہم اپنا یہ حق چھین کر رہیں گے

زکائی اور تولا اس کے ان الفاظ سے خوش ہو گئے تھے۔ اس بار تولا نے اسے کہ
کیا۔ "یقیناً آپ اس قابل ہیں کہ اندلس کی حکمرانی آپ کے ہاتھ میں ہو......"

تولا کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات اچکتے ہوئے شقنہ کا نائب وجہی
بول اٹھا تھا۔ "تم لوگ ٹھیک کہتے ہو، اب وقت آنے والا ہے کہ اندلس کے سارے ا
باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔ گو عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اندلس میں داخل ہو
یوسف بن عبدالرحمٰن کو اپنے سامنے زیر کر کے حالات کو اپنے حق میں کرنے کی کو
ہے لیکن ابھی تک اسے اندلس کا حقیقی راہنما تسلیم نہیں کیا جا سکا ابھی بہت سے علا
جن پر اس کا تصرف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہماری اور عبدالرحمٰن کی طاقت اور قو
بڑا فرق اور تفاوت رہے گا عبدالرحمٰن صرف اندلس میں جمع ہونے والی قوت پر انحصا
گا لیکن ہمارے ارد گرد بہت سی طاقتیں ہیں جو ہماری مدد کریں گی جبکہ عبدالرحمٰن کو
افریقہ سے اسے کوئی مدد نہیں ملے گی خلافت بغداد پہلے ہی اس کے خلاف ہے وہ
قلع قمع کرنے کی کوشش کرے گی بہر حال جن امور میں یوسف بن عبدالرحمٰن ناکام
عبدالرحمٰن بن معاویہ کو کامیابی ہوگئی ان امور سے ہم بچ کر رہیں گے جو غلطیاں یوسف

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے کیں وہ ہم نہیں دہرائیں گے ہم وہ کام کریں گے جن کے ذریعے
عبدالرحمٰن بن معاویہ کو زیر کرتے ہوئے اس کے سامنے دو ہی راستے رکھیں گے یا وہ اپنے
آپ کو ہمارے حوالے کر دے ہم اس کا خاتمہ کر دیں گے یا اندلس کی سرزمین چھوڑ کر جدھر
سے آیا ہے ادھر ہی چلا جائے۔"

وجہی غسانی جب خاموش ہوا تب زکائی نے شقنہ کی طرف دیکھا اور خوشی کا اظہار
کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر آپ کو کچھ نصرانی حکمرانوں کی طرف سے بھی تائید اور حمایت حاصل ہے تو یوں
جانیں اندلس کی حکومت آپ کے قدموں می پڑی ہوئی ہے۔"

زکائی کے ان الفاظ پر شقنہ پھول گیا تھا فوراً اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"ہماری حمایت اور مدد پر ایک نہیں کئی نصرانی حکمران ہیں سب سے پہلے تو فرانس پوری
طرح ہماری حمایت میں ہے ہمارا اس کے ساتھ رابطہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ شمالی اندلس کی
سب سے طاقت ور نصرانی قوت اشتوراس کا حکمران تدویلہ بھی ہماری حمایت میں ہے اس
سے بھی ہمارا رابطہ ہے اور وہ برابر ہمیں مدد روانہ کر رہا ہے میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ
ان بستیوں میں جو ہمارے مسلح جوان ہیں ان میں کافی نصرانی گھرانے بھی ہیں جو وہاں
سے آ کر ادھر آباد ہوئے ہیں اور ہمیں اندلس کی حکومت دلانے میں مدد اور حمایت کے
خواہش مند ہیں۔ اس کے علاوہ شمورہ، ایلہ، شقوبیہ اور کشتالہ کے حکمران بھی ہماری پشت
پناہی پر ہیں اور ان سب سے بڑھ کر بشکنس کا کاؤنٹ آف سرڈین بڑی بے چینی سے اس
وقت کا انتظار کر رہا ہے جب اندلس کی حکمرانی ہمارے ہاتھ میں ہوگی اور یہ سرڈین بھی ہر
طرح سے ہماری حمایت اور مدد کر رہا ہے زکائی اور تولا میں تمہیں یقین دلاؤں کہ عنقریب
وہ دن آنے والا ہے کہ اندلس پر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے بجائے میری اور وجہی غسانی کی
حکمرانی ہوگی اور تم لوگ ہمارے دست راست کی حیثیت سے ہمارے ساتھ رہو گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شقنہ خاموش ہو گیا پھر اپنے نائب وجہی غسانی کی طرف دیکھتے
ہوئے کہنے لگا۔ "وجہی! زکائی اور تولا کے بہت سے ساتھی باہر کھڑے ہیں اب تم دونوں کو
ساتھ لے جاؤ ان دونوں کے علاوہ ان کے ساتھیوں کے بھی طعام اور قیام کا بہترین
بندوبست کرو۔"

اس کے ساتھ ہی وجہی غسانی اپنی جگہ سے اٹھا زکائی اور تولا کو لے کر وہاں سے نکل گیا
تھا۔

سالم بن عطوف اور عبورہ دونوں میاں بیوی گھر جا چکے تھے جبکہ گزشتہ دو دن سے غر
اور نثار نے یوسف بن بخت کی حویلی میں ہی قیام کیا ہوا تھا یوسف بن بخت تقریباً سارا
اپنے چچا کی حویلی میں افسوس کرنے والے کے پاس رہتا رات کو اپنی حویلی میں سو رہتا
کی چچا زاد بہن اور چچی بھی اس کی حویلی میں قیام کیے ہوئے تھیں۔

تیسرے روز جب نثار کی بڑی بہن غریطہ دیوان خانے میں کسی موضوع پر گفتگو کر
تھی تو امبرینہ، نثار کو اپنی حویلی کے وسطی حصے میں جہاں پھل دار درخت تھے لے گئی دو
کچھ دیر وہاں چہل قدمی کرتی رہیں پھر زیتوں کے ایک درخت تلے وہ بیٹھ گئیں کچھ
خاموشی رہی پھر امبرینہ نے نثار کو مخاطب کیا۔ ”نثار میری بہن! اگر تم اجازت دو تو
ایک موضوع پر تم سے گفتگو کروں۔“

اس موقع پر نثار نے بڑے غور اور جواب طلب سے انداز میں اس کی طرف دیکھا
کہنے لگی۔ ”کوئی اچھا موضوع چھیڑنا پوچھو...... کیا پوچھنا چاہتی ہو......“

امبرینہ کچھ دیر خاموش رہی پھر دوبارہ اس نے نثار کو مخاطب کیا۔ ”میری بہن! ج
موضوع پر میں گفتگو کرنے لگی ہوں اس موضوع کے لئے یہ وقت تو مناسب نہیں اس
کہ بھائی کی ماں، بہن اور بھائی فوت ہوئے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ اس طرح پھر کبھی
آپ سے گفتگو کرنے کا موقع نہ ملے۔“

نثار نے اس بار تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ”اچھا...... تم
باندھنے کی ضرورت نہیں ہے جو کہنا ہے کہو...... جو پوچھنا چاہتی ہو پوچھ لو......“

جواب میں امبرینہ نے گلہ صاف کیا ایک گہری نگاہ نثار پر ڈالی پھر وہ بول اٹھ
”میری بہن! آپ جانتی ہیں کہ پہلے آپ کی بڑی بہن غریطہ سے ہم اپنے بھائی حبیب
رشتہ جوڑنا چاہتے تھے لیکن بعد میں پتا چلا کہ غریطہ کی رشتے داروں کے ہاں منگنی ہو چکی۔
لہٰذا ہمارا تمہارا کوئی رشتہ قائم نہ ہو سکا جس پر مجھے اور میری ماں، میرے باپ اور ہمار
دیگر اہل خانہ کو سخت دکھ اور افسوس تھا۔ میری بہن! اگر تم برا نہ مانو تو کیا میں تم سے پوچھ
ہوں کہ اگر ہم حبیب بھائی کے لئے تمہارا رشتہ مانگیں تو اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض
نہ ہوگا۔“

نثار کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبی رہی اس کے چہرے کے تاثرات بھی بد
رہے کبھی ہلکا سا تبسم نمودار ہوتا اور کبھی فوراً ہی اس پر سنجیدگی چھا جاتی شاید وہ کوئی فیص

رنے کی کوشش کر رہی تھی یا وہ الفاظ تلاش کر رہی تھی جنہیں استعمال کرتے ہوئے وہ
رینہ کو اس کے سوال کا جواب دینا چاہتی تھی۔

جب تک وہ سوچتی رہی تفکرات اور پریشانی کے انداز میں امبرینہ اس کی طرف دیکھتی
ی یہاں تک کہ نثار نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”امبرینہ، میری بہن! یہ معاملہ ویسے ہی ہے جیسے میری بہن غریطہ کے سلسلے میں ہوا تھا
ن کے سلسلے میں تم لوگوں کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا اور ایسا معاملہ میری وجہ سے بھی ہو جائے
لہٰذا میرا رشتہ مانگنا فضول ہے اور میرے خیال میں تم اس موضوع پر نہ کسی سے گفتگو کرنا
نہ اپنے گھر والوں کو اس سلسلے میں کوئی رائے دینا۔“

نثار کے اس جواب پر تھوڑی دیر کے لئے امبرینہ پریشان اور منتشر سی ہو کر رہ گئی تھی
ی حالت سے لگتا تھا نثار کے جواب نے اس کے سارے خیالات، ارادوں کو منتشر کر
ر رکھ دیا ہو پھر اس نے نثار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”میری بہن! کیا غریطہ کی طرح تمہاری بھی کہیں منگنی پہلے سے کہیں طے ہے۔“

نثار مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”تمہارا اندازہ درست ہے۔“

امبرینہ نے پھر پوچھ لیا۔ ”کیا تم اسے پسند بھی کرتی ہو۔“

مسکراتے ہوئے نثار نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ”ہاں میں اسے پسند کرتی ہوں۔
ے بے پناہ محبت کرتی ہوں اس لئے کہ وہ اب میرے لئے نشان منزل ہے۔“

”کیا وہ غیروں میں سے ہے یا تمہارے رشتے داروں میں سے۔“ امبرینہ نے جستجو
رے انداز میں نثار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

”وہ غیروں میں سے نہیں ہمارے عزیزوں میں سے ہے۔“ نثار نے ہلکے سے تبسم میں
ب دیا تھا۔

”کیا وہ میرے بھائی حبیب سے بھی خوبصورت اور اعلیٰ شخصیت کا مالک ہے۔“ اپنی
ائی اور پریشانی کو رفع کرنے کے لئے شاید امبرینہ نے یہ سوال داغ دیا تھا۔

لحہ کے لئے نثار نے اس کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر کہنے لگی۔ ”دیکھو امبرینہ!
ا تمہارے اس سوال کا جواب نہیں دوں گی اس لئے کہ اگر میں اس کی شخصیت کا صحیح خاکہ
پنچوں گی، اس کی ذات کی صحیح عکاسی کروں گی تو تمہیں دکھ ہوگا اس بناء پر میں تمہارے
ی حبیب اور اس کا جائزہ تمہارے سامنے پیش نہیں کرنا چاہتی۔“

امبرینہ نے اس کا بازو پکڑ کر ہلایا پھر ضد کرنے کے انداز میں کہنے لگی۔ ”نہیں بہن کہو!

سچی بات مجھے کڑوی نہیں لگتی اب جبکہ یہ معاملہ ختم ہو چکا ہے کہ ہم اپنے بھائی کے لئے تم
رشتہ نہیں مانگ سکتے تو مجھے تمہاری نجی زندگی سے متعلق جانتے ہوئے خوشی ہوگی۔ اب
کہ جسے تم چاہتی ہو یا ان الفاظ کو یوں بھی کہہ سکتی ہو کہ جو تمہیں پسند کرتا ہے اپنی شخصیہ
اپنی ذات میں کیسا ہے۔"

جواب میں نشار کچھ سوچتی رہی شاید مناسب الفاظ تلاش کرتی رہی اس کے بعد امبر
کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "امبرینہ جسے میں نے چاہا ہے یا دوسرے الفاظ
یہ کہو کہ میں جس سے منسوب ہوں وہ ان نوجوانوں میں سے ہے جو اپنی بصیرت کے
ہاتھوں سے سمندر کی گہرائی اور فلک کی بلندی تک ناپنے کی ہمت اور جرأت کر لیتے
اب وہی میرے لئے پرکشش بیداری حسین انقلاب کا پیغام اور راحت اور اطمینان
اسرار حیات ہے۔ امبرینہ وہ نوجوان جسے میں نے چاہا۔ جسے میں نے پسند کیا وہ ج
تمناؤں کو کھیتوں جیسا نرم رو ہے وہاں وہ جس سے دشمنی رکھتا ہے اس کے لئے سوز
اضطراب انتقام کی صرصر اور عذاب بسیروں سے بھی زیادہ ہولناک ثابت ہوتا ہے جہاں
چاندنی سی اجلی سوچوں جیسا بے ضرر ہے وہاں وہ کروٹیں لیتے زیست میں تلخی گھول د
والے بحر جیسا نڈر اور بے باک بھی ہے جہاں وہ فضاؤں میں چاہت کی چاندنی جیسہ
رو ہے وہاں وہ اپنی جرأت مندی اور دلیری میں برق کے کوندوں کی لپک جھپک سے
زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

نشار یہاں تک کہنے کے بعد رکی پھر اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھا رہی تھی۔ "امبر
میری بہن! اب وہی میری آنکھوں کی منزل، میری سماعت کا ساحل وہی میرے لئے
بھی ہے ساحل بھی ہے اب وہ میرے لئے شیشے کی وہ دیوار ہے جس کے اندر میں
ذات کے عکس دیکھ سکتی ہوں۔ وہ میرے لئے رنگ اوڑھے شاعری اور ساحری سے
زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس لئے میں اسے اپنی حفاظت، اپنے تحفظ کا منبع و عامن خیالَ
ہوں۔ امبرینہ! میرا اور اس کا ساتھ ایسا ہی ہے جیسے کومل شاخوں اور نرم پتوں کا، جیسے
اور ساحل کا، جیسے بہار اور پھولوں کا، جیسے لب اور تبسم کی ساحری کا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نشار رکی لحظہ بھر کے لئے بڑے غور سے اس نے امبر
طرف دیکھا پھر استفہامیہ سے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "امبرینہ! تم نے
کی ذات، اس کی شخصیت سے متعلق پوچھا تھا جسے میں نے چاہا ہے اس کی ذات سے
اتنی تفصیل کافی ہے یا مزید کچھ کہوں۔"

امبرینہ کی حالت سے ایسے لگتا تھا جیسے وہ کہیں کھو گئی ہو چونکی اور کہنے لگی۔ "نہیں میری
ن جسے تو نے چاہا ہے اس کی بڑے اچھے الفاظ اور خوب انداز میں تو نے عکاسی کی ہے
حال میں خوش ہوں کہ تم کسی سے منسوب ہو چکی ہو اور تم اسے پسند بھی کرتی ہو لیکن وہ
تمہیں کتنا چاہتا ہے، تمہیں کیا سمجھتا ہے۔"

نشار مسکرائی اور کہنے لگی۔ "یہ میں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی نہ میں نے اس سے
سلسلے میں کوئی سوال کیا ہے میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اسے چاہتی ہوں اس
محبت کرتی ہوں اور یاد رکھنا میرا امن کہتا ہے۔ محبت اور چاہت یک طرفہ تو نہیں ہوتی۔"

نشار مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ چونک سی پڑی اس لئے کہ یوسف بن بخت ان دونوں کی
ف آرہا تھا اور اس کے پیچھے غریطہ، سالم بن عطوف اور عبورہ بھی تھے۔ ان کے قریب آ
یوسف بن بخت رکا پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم دونوں یہاں چھپ کر بیٹھی ہوئی ہو ہم تو تم دونوں کو تلاش کر رہے تھے نشار
رے بابا اور اماں تمہیں لینے آئے ہیں۔ میں تو نہیں چاہتا تھا کہ تم دونوں بہنیں جاؤ
ی تو خواہش تھی کہ تم لوگ مزید کچھ دن یہاں رہو لیکن میں تمہارے بابا اور ماں کو بھی
ا اور تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

نشار اٹھ کھڑی ہوئی یوسف بن بخت کے قریب ہوئی لحظہ بھر کے لئے اسے بڑے غور
دیکھا پھر کہنے لگی۔ "امیر! اس سے پہلے مجھے آپ سے کہنے کا موقع نہیں ملا پہلی بات یہ
ہمیں اس حادثے کا اتنا افسوس ہے کہ جسے ہم الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے اور یہ ہماری
سے ہوا ہے اس لئے کہ......"

ہاتھ اٹھا کر یوسف بن بخت نے اسے خاموش رہنے کے لئے کہا پھر نرم لہجے میں کہنے
"اس میں تم دونوں بہنوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور تو ان لوگوں کا ہے جو شرافت کا
نہ ترک کر کے اوباشی کی راہیں اختیار کرتے ہیں لیکن وہ بچ نہیں پائیں گے۔"

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب نشار نے اسے پھر مخاطب کیا۔ "امیر! کہیں ایسا تو
ا کہ وہ لوگ اب ہمیں مزید نقصان پہنچائیں۔"

ہلکا سا تبسم یوسف بن بخت کے چہرے پر نمودار ہوا تھا پھر وہ کہنے لگا۔ "اب تمہاری
ظت کا اہتمام میں نے پہلے سے بھی سخت کر دیا ہے میں آج خود بھی قرطبہ روانہ ہو رہا
ا میرا گھوڑا بالکل تیار ہے اگر تمہارے ابا اور اماں نہ آئے ہوتے تو میں تم لوگوں سے مل
لوچ کر چکا ہوتا۔"

اس موقع پر نجانے کس خیال کے تحت نثار نے اپنی بڑی بہن غریطہ کو کہنی ماری۔ اس کے کہنی مارنے کے اس فعل کو یوسف بن بخت اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا۔ یوسف بن بخت مسکرایا اور غریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔ ”غریطہ، میری بہن! نثار سے کہنیاں کھاتی جاؤ گی یا جواب میں کچھ کہو گی بھی۔“

اس موقع پر غریطہ نے تیز نگاہوں سے نثار کی طرف دیکھا جواب میں نثار نے منہ دوسری طرف کرلیا پھر غریطہ، یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”امیر! دراصل اس کی خواہش ہے کہ قرطبہ دیکھے یہ خود تو آپ سے کہنے کی جرأت نہیں کر رہی تھی صبح سے میرے پیچھے پڑی ہوئی تھی کہ میں آپ سے بات کروں کہ اگر آپ کے لئے ممکن ہو تو آپ ہمیں قرطبہ شہر ضرور دکھایئے گا۔“

یوسف بن بخت جواب میں کچھ کہنے والا تھا کہ حویلی کے سامنے والے حصے کی طرف سے بدر، ربیکا، جوسی ماریہ، دولاب اور سیمسون آتے دکھائی دیئے۔

بدر کے پیچھے پیچھے اس جگہ آئے جہاں یوسف بن بخت اور دوسرے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ یوسف بن بخت آگے بڑھ کر پرجوش انداز میں بدر، دولاب اور سیمسون سے ملا پھر اس کے بعد سب کا آپس میں تعارف کروایا بدر کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔ ”بدر! تم کل تو یہاں سے گئے تھے پھر آئے ہو خیریت تو ہے نا میں تو بس تھوڑی دیر تک قرطبہ کی طرف کوچ کرنے والا ہوں۔“

اس پر بدر کہنے لگا۔ ”یہ میرے محترم دولاب، ان کی بیٹی ربیکا، ان کی بیوی جوسی ماریہ اور ان کا بیٹا آپ کے پاس آکر افسوس کرنا چاہتے تھے مجھے بڑا دکھ ہے کہ جب میں پہلی بار آپ کے پاس آیا تو اس حادثے کی اطلاع مجھے ان کے ہاں سے ملی تھی میں اسی وقت انہیں اپنے ساتھ لے آتا لیکن......“

اس سے آگے بدر کو چپ ہو جانا پڑا اس لئے کہ یوسف بن بخت بول پڑا۔ ”اچھا ہوا تم آ گئے تم نے ایک طرح سے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ یہ غریطہ اور نثار دونوں بہنیں قرطبہ دیکھنا چاہتی تھیں میں انہیں کوئی جواب دینے والا تھا کہ تم آ گئے اب تمہاری آمد سے میرا کام آسان ہو گیا ہے میرا قیام تم جانتے ہو ان دنوں مستقر میں ہے۔ امیر نے میرے لئے ایک حویلی کا انتظام بھی کرلیا ہے لیکن اس میں، میں نے ابھی تک رہائش اختیار نہیں کی اور اب وہاں میرے لئے رہنا مزید دشوار ہو جائے گا اس لئے کہ میں اکیلا تو وہاں نہیں رہ سکتا اور میری رہائش ویسے بھی ان دنوں مستقر میں ہے میں کسی دن وقت نکال کر غریطہ اور

نثار کو قرطبہ لاؤں گا اور یہ دونوں تمہارے ہاں یا محترم دولاب کے کہاں قیام کرلیں گی۔“

اس موقع پر ربیکا بول پڑی اور یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”امیر! ان کا قیام بدر کے ہاں نہیں ہو گا بلکہ یہ دونوں بہنیں ہمارے ہاں قیام کریں گی ان کے وہاں قیام کرنے سے ہمیں خوشی ہو گی۔“

ربیکا جب خاموش ہوئی تب اس کی ماں جوسی ماریہ بول اٹھی۔ ”امیر! ربیکا ٹھیک کہتی ہے ان دونوں بہنوں کی اور ان کے ماں باپ کی حیثیت ہمارے ہاں معزز مہمان کی سی ہو گی۔ میرے خیال میں یہاں سے جب ہم قرطبہ جائیں گے تو یہ ہمارے ساتھ ہی چلیں۔“

اس موقع پر نثار کی ماں عبورہ بول اٹھی اور کہنے لگی۔ ”نہیں ایسے نہیں آج تو ہم گھر جانے والے ہیں کسی مناسب موقع پر ہم قرطبہ ضرور آئیں گے۔“

اس پر یوسف بن بخت بول اٹھا۔ ”محترم سالم بن عطوف آج تو آپ کا اور آپ کے اہل خانہ کا جانا مشکل ہے یہ نئے مہمان آ گئے ہیں ان کے ساتھ آپ بھی قیام کریں میں بھی اپنے جانے کا لائحہ عمل منسوخ کرتا ہوں۔ کل میں، بدر اور یہ سارے مہمان قرطبہ کا رخ کریں گے اور آپ اپنی بستی کی طرف چلے جایئے گا۔“

سالم بن عطوف نے اس پر اتفاق کیا پھر وہ دن اور آنے والی شب سب نے اکٹھے گزاری۔ اگلے روز یوسف بن بخت، بدر، ربیکا، جوسی ماریہ، دولاب اور سیمسون قرطبہ کی طرف چلے گئے تھے جبکہ سالم بن عطوف، عبورہ، غریطہ اور نثار اپنی بستی کا رخ کر گئے تھے۔

✿✿✿

قرطبہ کے مشرقی حصے میں ایک روز ہسپانیہ کا سابق حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن ا
دیوان خانے میں اکیلا اور اداس بیٹھا ہوا تھا گردن اس کی جھکی ہوئی تھی گہری سوچوں مں
اس کی حالت سے لگتا تھا وہ تفکرات اور پریشانیوں کی دنیا میں کھو چکا ہو یا اپنے ماضی کو
کرتے ہوئے کوئی اہم فیصلہ کرنے کے درپے ہو۔ اس کے دونوں بیٹے اس وقت قر
کے قصر میں یرغمال کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے اسی بناء پر یوسف بن عبدال
تنہائی کے علاوہ اپنے آپ کو دنیا کا بے بس اور مجبور انسان خیال کر رہا تھا وہ انہی سو
میں غرق تھا کہ اس کی رہائش کے دروازے پر کسی نے زوردار انداز میں دستک دی
دستک سن کر یوسف بن عبدالرحمٰن چونکا تھا جن خیالات میں وہ غرق تھا ان سے وہ نکلا
دروازے کی طرف گیا دروازہ جب اس نے کھولا تو اس نے دیکھا دروازے پر دو سوارا
گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ مغرب
نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ یوسف بن عبدالرحمٰن تھوڑ
تک بڑے غور سے ان دونوں سواروں کی طرف دیکھتا رہا پھر انہیں مخاطب کیا۔

''عزیزو! میں نے تمہیں پہچانا نہیں تم لوگ کون ہو اور میں خیال کرتا ہوں اس سے
تم لوگوں سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔''

اس پر ان میں سے ایک بول اٹھا۔ ''امیر! آپ کا کہنا درست ہے ہم آپ کے
چند انتہائی اہم خبریں لے کر آئے ہیں اس لئے کہ......''

یوسف بن عبدالرحمٰن ایک طرف ہٹ گیا اور کہنے لگا۔ ''اگر تم میرے لئے کوئی اچھ
لے کر آئے ہو تو اس موضوع پر یہاں گفتگو کرنا مناسب نہیں اندر آؤ۔''

دونوں سوار اندر داخل ہوئے یوسف بن عبدالرحمٰن دونوں کو اصطبل کی طرف ـ
وہاں ان دونوں کے گھوڑوں کے چارے کا اہتمام کرنے کے بعد انہیں وہ دیوان
میں لایا نشستوں پر بٹھایا پھر انہیں مخاطب کیا۔

''عزیزو! اب کہو تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو، میرے لئے تمہارے پاس کیسا اد

پیغام ہے۔''

آنے والے میں سے ایک بول اٹھا۔ ''امیر! کیا آپ ابوصباح کو جانتے ہیں۔''

یوسف بن عبدالرحمٰن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''ابوصباح سے تمہارا مطلب اشبیلیہ کا
م ہے تو پھر وہ میرے عزیزوں میں سے ہے میں اسے کیوں نہیں جانوں گا۔''

آنے والا پھر بول اٹھا۔ ''امیر ہم دونوں ابوصباح ہی کی طرف سے قاصد بن کر آپ کی
ف آئے ہیں۔ اس نے آپ کے نام اچھے خاصے پیغامات بھیجے ہیں۔ پہلی بات جو اس
ہی ہے وہ یہ کہ آپ نے جو عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ساتھ صلح جوئی کا راستہ اختیار کیا ہوا
یہ نامناسب ہے اس کا کہنا ہے کہ جس وقت آپ ہسپانیہ کے حکمران تھے اور عبدالرحمٰن
معاویہ ہسپانیہ میں داخل ہوا تھا اسی وقت آپ کو چاہیے تھا کہ اسے نکال باہر کرتے اسی
ت اس پر حملہ آور ہوتے اور جن سرزمینوں کی طرف سے وہ آیا تھا اسی طرف اسے بھگا
ے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ ابوصباح کو یہ بھی گلہ اور شکوہ ہے کہ جب آپ عبدالرحمٰن
معاویہ کے خلاف حرکت میں آئے تو آپ نے نہ کسی والی سے مشورہ کیا نہ کسی اپنے
ار سے بات کی صرف صمیل بن حاتم کو اپنے ساتھ رکھا اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ
ی بات بھی نہیں مانتے رہے۔ ابوصباح کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ نے عبدالرحمٰن بن
ویہ کے کہنے پر جو قرطبہ میں قیام کر رکھا ہے یہ بھی آپ کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا
۔ کسی وقت آپ کی کوئی حرکت اسے ناگوار گزر سکتی ہے اور وہ آپ کی جان کے درپے
سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے جو سب سے بڑی غلطی کی کہ اپنے دونوں بیٹوں کو
ال کے طور پر عبدالرحمٰن کے پاس رکھ دیا اور وہ قرطبہ کے قصر میں نظر بندی کی زندگی بسر
رہے ہیں اگر آپ یہ شرائط نہ مانتے اور آج وہ باہر ہوتے، آپ کے لئے کام کرتے،
دیوں کو جمع کرتے اور ان لشکریوں کی مدد سے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو ہسپانیہ سے نکال
کیا جا سکتا تھا۔''

وہ قاصد جب خاموش ہوا تب بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے یوسف بن عبدالرحمٰن
ے لگا۔ ''جو کچھ ابوصباح کہتا ہے اپنی جگہ وہ درست ہے لیکن جو حالات میں اپنی آنکھوں
دیکھتا تھا وہ مختلف تھے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ساتھ ایسے سالار شامل ہو گئے تھے جو
ے کا بہترین تجربہ رکھتے تھے اگر میں صلح جوئی کا راستہ اختیار نہ کرتا تو یاد رکھنا وہ جنگوں
ہر صورت میں مجھے نیچا دکھاتے۔ میری جان کے درپے ہو جاتے میں نے جو صلح جوئی کا
تہ اختیار کیا ہے اس کے نتیجے میں کم از کم میری جان تو بچی ہوئی ہے۔ میرے بیٹے بھی

محل کے اندر محفوظ ہیں۔ تم دیکھتے ہو عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ساتھ بڑے بڑے سالار دے رہے ہیں ان میں یوسف بن بخت ہے اس کا چچا عبدالملک اور اس کے ہیں ابو عثمان ہے عبداللہ بن خالد اور اس کے لواحقین ہیں اس کے علاوہ اور بہت سے اس کا ساتھ دے رہے ہیں میرے ساتھ صمیل بن حاتم کے علاوہ چند اور تھے جو جنگ کا وسیع تجربہ نہیں رکھتے تھے صرف صمیل جنگ کا تجربہ رکھتا تھا لیکن وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا بناء پر مجھے صلح جوئی کا راستہ ہی اختیار کرنا پڑا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن عبدالرحمٰن رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ابو صباح نے جو شکوے شکایت کیے ہیں میں انہیں تسلیم کرتا ہوں ہو سکتا میری سوچیں غلط ہوں میں نے غلطی کی ہو پر اب وہ کیا چاہتا ہے۔"

اس بار آنے والوں میں سے دوسرا بول اٹھا۔ "وہ چاہتا ہے کہ آپ فی الفور ماردہ کی طرف چلے جائیں وہاں بہت سے لوگ آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے خود ابو صباح خفیہ طور پر آپ کی مدد کرے گا فی الحال ابو صباح اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا لیکن پردہ رہ کر آپ کی مدد کرے گا اور امید ہے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے مقابلے میں آ کامیاب رہیں گے۔"

وہ شخص جب خاموش ہوا تب کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے یوسف عبدالرحمٰن کہنے لگا۔

"اکیلے ابو صباح کی مدد کرنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا اس لئے کہ عبدالرحمٰن معاویہ کافی طاقت پکڑ چکا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے اور اسے ہسپانیہ سے نکالنے کے ایک بڑے اتحاد کی ضرورت ہے۔"

یوسف بن عبدالرحمٰن کے ان الفاظ کے جواب میں ان دو میں سے ایک پھر بول اٹھا "آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر یہاں سے نکل کر آپ ماردہ رخ کر ہیں تو آپ کی پشت پناہی پر صرف اشبیلیہ کا حاکم ابو صباح اکیلا نہیں ہو گا بلکہ قبائل بڑے سرداروں میں سے ارزق بن نعمان اور ہشام پوری طرح آپ کی مدد کریں گے آپ ان دونوں سرداروں کو اچھی طرح جانتے ہیں ان کے ساتھ کس قدر قوت ہے اس بھی آپ واقف ہیں۔"

اس انکشاف پر یوسف بن عبدالرحمٰن کے چہرے پر رونق اور آنکھوں میں چمک ہوئی تھی کچھ دیر سوچتا رہا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر ابو صباح در پردہ میری مدد کرتا ہے اور اس کے علاوہ ارزق بن نعمان اور ہشام بھی ساتھ دیتے ہیں تو پھر میرا اندازہ ہے کہ بات بن سکتی ہے ہم چھاتی تان کر عبدالرحمٰن معاویہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اسے پسپائی پر مجبور بھی کر سکتے ہیں۔"

یوسف بن عبدالرحمٰن کی گفتگو سے آنے والے وہ دونوں قاصد خوش ہو گئے تھے پھر ایک ف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "یہ معاملہ ہے تو پھر آج رات کو یہاں سے نکل جانا چاہیے دونوں آپ کے ساتھ ہوں گے ماردہ تک آپ کے ساتھ جائیں گے اس کے بعد بھی پ کے پہلو سے پہلو ملا کر کام کریں گے۔"

یوسف بن عبدالرحمٰن نے ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا۔ "میں تم دونوں کی تجویز سے ق کرتا ہوں آج رات قرطبہ سے نکل کر ماردہ کی طرف کوچ کیا جائے گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے یوسف بن عبدالرحمٰن رک گیا پھر بڑے غور سے باری باری ان کی ف دیکھا پھر کہنے لگا۔ "کیا اس سلسلے میں صمیل بن حاتم سے بات نہ کریں اور اسے بھی ے ساتھ لے کر جائیں۔"

ان دو میں سے ایک نے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "صمیل کو ھ لے کر جانا اپنے آپ کو گرفتار کروانے کے مترادف ہے اگر ہم صمیل کو بھی اپنے ساتھ جاتے ہیں تو یاد رکھیے گا کسی نہ کسی طرح اس فرار کی خبر ہو جائے گی ہم سب پکڑے یں گے اور موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے ویسے بھی صمیل بن حاتم اب اتنی ت نہیں رکھتا اس کے ساتھ جو قبائل کا زور تھا وہ ٹوٹ کا تھا وہ اکیلا آپ کے لئے سود مند ت نہیں ہو سکتا اور پھر ارزق بن نعمان اور ہشام جیسے منجھے ہوئے سالاروں کا آپ کو ن حاصل ہو گا وہ آپ کے پشت پناہ ہوں گے خفیہ طور پر ابو صباح بھی آپ کی مدد ے گا لہٰذا ایسے موقع پر صمیل بن حاتم کو اپنے ساتھ نہیں لیا جا سکتا دانشمندی کا بھی یہی ا ہے کہ اس فرار کی خبر کسی اور کو ہونے ہی نہ پائے ورنہ ایک کان سے دوسرے کان یہ خبر عبدالرحمٰن تک پہنچے گی اور آپ تو ایک طرف رہ گئے ہم دونوں کا بھی یہاں سے شکل ہو جائے گا۔"

یوسف بن عبدالرحمٰن مان گیا کہنے لگا۔ "تمہارا مشورہ درست ہے صمیل بن حاتم کو نہیں تم لوگ کچھ دیر بیٹھو میں تم دونوں کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔"

اس پر ایک فوراً بول اٹھا۔ "آپ کو کھانے کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں ہے مغرب از سے پہلے ہم قرطبہ کی ایک سرائے میں کھانا کھانے کے بعد آپ کی طرف آئے ہیں

میرے خیال میں ہمیں اب یہاں سے نکل بھاگنا چاہیے اس وقت شہر پناہ کے کھلے ہیں اکا دکا سوار اگر نکلتا ہے تو کوئی روک رکاوٹ نہیں۔ پہلے ہم دونوں غربی سے نکلتے ہیں ہمارے پیچھے پیچھے آپ بھی نکل جائیے گا پھر اکٹھے ماردہ کا رخ کریں
یوسف بن عبدالرحمٰن نے اس سے اتفاق کیا پھر تینوں اصطبل میں گئے پہلے عبدالرحمٰن کے گھوڑے پر زین ڈال دی گئی اسے دھانہ چڑھانے کے بعد دو گھوڑوں کو لے کر حویلی سے نکل گئے ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد یوسف بن گھوڑے کی باگ پکڑے حویلی سے باہر نکل گھوڑے پر سوار ہوا آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے وہ شہر پناہ کے مغربی دروازے کی طرف گیا اور بغیر کسی روک رکاوٹ سے باہر نکل گیا شہر سے ایک میل کے فاصلے پر وہ دونوں قاصد بھی یوسف بن سے مل گئے پھر تینوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ماردہ کا رخ کر رہے تھے۔

یوسف بن عبدالرحمٰن کی فرار کی خبر جب عبدالرحمٰن بن معاویہ کو ہوئی تب تاخیر اس نے اپنے مسلح جوان اس کے پیچھے لگائے تا کہ وہ یوسف بن عبدالرحمٰن کو پکڑ لیکن انہیں ناکامی ہوئی اور ان دونوں قاصدوں کے ساتھ یوسف بن عبدالرحمٰن میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اگلے روز عبدالرحمٰن بن معاویہ نے یوسف بن عبدالرحمٰن کے دست راست حاتم کو طلب کیا۔ صمیل بن حاتم جب عبدالرحمٰن کے سامنے گیا تو اسے اس نے لئے کہا صمیل بن حاتم جب بیٹھ گیا تو کچھ دیر تک عبدالرحمٰن اس کی طرف دیکھتا چہرے اس کی آنکھوں کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا پھر ایک دم اس سے سوال کیا۔

”یوسف بن عبدالرحمٰن کہاں ہے؟“

صمیل بن حاتم جسے ابھی تک اس سارے واقع کا علم نہ تھا چونکنے کے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف دیکھنے لگا پھر سر جھکا اور کہنے لگا۔

”ابن معاویہ میں کیا جانوں یوسف بن عبدالرحمٰن کہاں ہے کیا تم نے حفاظت پر مقرر کیا تھا جو مجھ سے اس طرح کا سوال کر رہے ہو۔“

صمیل بن حاتم کے اس روکھے جواب پر عبدالرحمٰن بن معاویہ غصہ کھا گیا نے ضبط کیا دوبارہ پوچھا۔ ”تم جانتے ہو گے کہ وہ کہاں گیا ہے اس لئے کہ اس کے دست راست ہو۔“

صمیل نے پھر اسی لہجے میں جواب دینا شروع کیا کہنے لگا۔ ”اول بات یہ کہ جب ہم دونوں نے تمہارے کہنے پر قرطبہ میں قیام کیا ہے میری اس سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی اس سلسلے میں اگر کوئی یہ ثابت کرے کہ ملاقات ہوئی تو جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے گی بخوشی قبول کروں گا اب اگر وہ شخص کہیں چھپ گیا ہے اور اس سے متعلق مجھ سے سوال کیا جا رہا ہے تو یہ بے محل سوال ہے جب میرا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہیں ہے تو پھر میں کیسے بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے اور اگر میرا اس سے میل جول ہوتا تو مجھے پتا ہوتا کہ وہ کہاں ہے۔ کیا وہ فرار ہو گیا ہے۔“

اس پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔ ”وہ قرطبہ سے بھاگ کر کہیں چلا گیا ہے کیا تم بتا سکتے ہو وہ کہاں گیا ہے۔“

صمیل بن حاتم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔ ”ابن معاویہ اگر مجھے پتا ہوتا کہ اس نے بھاگنا ہے تو میں بھی اس کے ساتھ بھاگ کر قرطبہ سے چلا جاتا مجھے یہاں قرطبہ میں تمہاری نگرانی میں زندگی بسر کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔“

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے صمیل بن حاتم کو بہت کریدنے کی کوشش کی اس سے یوسف بن عبدالرحمٰن کے فرار سے متعلق کچھ جاننا چاہا لیکن جب اسے ناکامی ہوئی صمیل بن حاتم کچھ نہ بتا سکا تب عبدالرحمٰن نے صمیل بن حاتم کو زندان میں ڈال دیا اس وقت یوسف بن عبدالرحمٰن کے دو بیٹے قرطبہ کے قصر میں یرغمالیوں کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ان دونوں بھائیوں کو بھی زندان میں ڈال دیا تھا۔

ان دو میں سے ایک یوسف بن عبدالرحمٰن کا بیٹا ابوالاسود اور دوسرا اس کا داماد حبیب بن عبدالرحمٰن تھا جسے وہ اپنا بیٹا ہی خیال کرتا تھا۔ بہرحال یوسف بن عبدالرحمٰن ماردہ پہنچ گیا اس کے وہاں پہنچنے کے ساتھ ہی بہت سے عرب اور بربر قبائل اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے پاس مسلح جوانوں کی خاصی بڑی تعداد ہو گئی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے یوسف بن عبدالرحمٰن نے وہاں سے کوچ کیا وہ چاہتا تھا کہ لقنت سے ہوتا ہوا قرطبہ جائے اور وہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ٹکرائے اور اسے شکست دے کر اسے قرطبہ سے نکال باہر کرے۔

دوسری جانب عبدالرحمٰن بن معاویہ کو بھی یوسف بن عبدالرحمٰن کی ان تیاریوں کی خبر ہو گئی تھی ساتھ ہی اسے یہ بھی بھنک پڑ گئی تھی کہ اشبیلیہ کا حاکم ابو صباح اندر ہی اندر یوسف بن عبدالرحمٰن کی مدد کر رہا ہے لہٰذا سب سے پہلا قدم جو عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اٹھایا وہ یہ تھا کہ اس نے ابو صباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کر دیا اور عبدالملک کو عارضی طور پر

اشبیلیہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن معاویہ نے یوسف بن بخت اور اپ سالاروں کے ساتھ قرطبہ سے کوچ کیا ان کا ارادہ تھا کہ ماردہ کے اطراف ہی میں ا بن عبدالرحمٰن سے ٹکرا کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ یوسف بن عبدالرحمٰن کو جب خبر ہو عبدالرحمٰن بن معاویہ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے قرطبہ سے کوچ کر چکا ہے تب ا لقنت کی طرف جانے کے بجائے اشبیلیہ کا رخ کیا یہاں سے مزید عرب قبائل ک جوان اس کے ساتھ شامل ہو گئے مؤرخین کا خیال ہے کہ اس کے پاس لگ بھگ بیر مسلح جوان جمع ہو گئے تھے۔

اشبیلیہ میں ابو صباح کو معزول کیا جا چکا تھا اشبیلیہ کا حاکم اب عبدالملک تھا او جب خبر ہوئی کہ یوسف بن عبدالرحمٰن بیس ہزار جنگجوؤں کے ساتھ اشبیلیہ کا رخ کر رہا وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا ساتھ ہی اس نے اپنے بیٹے کو دوسرے شہروں سے کمک لی لئے روانہ کر دیا۔

اب یوسف بن عبدالرحمٰن کو ایک اور فکر لاحق ہوئی اس نے سوچا کہ وہ عبدالرح معاویہ کا مقابلہ کرنے کے لئے قرطبہ کا رخ کرتا ہے تو وہ دوطرفہ حملے کا شکار ہو سک سامنے کی طرف سے عبدالرحمٰن بن معاویہ اس پر حملہ آور ہو گا پشت کی طرف سے عبد اشبیلیہ شہر سے نکل کر اس پر حملہ کر کے اسے بے پناہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذ راز داری کے ساتھ اس نے اپنا رخ بدلا اشبیلیہ جانے کے بجائے وہ بڑی برق رفتار عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف بڑھا اور برج اسامہ کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ ا پڑاؤ کیا۔

بہر حال عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ ابھی دور تھا اتنی دیر تک عبدالملک بھی کمک لے کر آ گیا اس سے عبدالملک کو حوصلہ ہوا لہٰذا وہ اشبیلیہ شہر سے نکلا اور بن عبدالرحمٰن پر اس نے حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا تھا۔

یوسف بن عبدالرحمٰن اس وقت برج اسامہ میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا عبدالملک بھی لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوئے۔ لڑائی قدیم رواج کے مطابق شروع ہوئی یوسف بن عبدالرحمٰن کی طرف سے ایک بر ہی تنومند اور دیوہیکل تھا اپنے لشکر سے نکلا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں آیا پرانے قا کے مطابق پہلے اس نے رجز خوانی کی پھر اپنا مدمقابل مانگا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے عبدالملک نے اپنے بیٹے عمر کو بھیجا کہتے ہیں عمر ابھی اس کے مقابلے کے لئے نکلا ہی

تھا کہ ایک حبشی عبدالملک کے لشکر سے نکلا اور عمر کی راہ روکتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس بربر سے آپ نہیں ٹکرائیں گے یوں جانیں یہ میرا شکار ہے۔ اس کے مقابلے میں مجھے جانا چاہیے اس کے ساتھ ہی عمر کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ حبشی اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدان کے وسطی حصے کی طرف چلا گیا تھا اس وقت ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔

یوں دونوں لشکریوں کے درمیان دونوں حریف دیر تک اپنے اپنے جوہر دکھاتے رہے نہ یہ کم نہ وہ زیادہ بارش برسنے کی وجہ سے زمین پر پھسلن ہو چکی تھی اتفاق سے بربر کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑا حبشی لپک کر آگے بڑھا اور اس نے تلوار بلند کرتے ہوئے گرائی اور اس بربر کے اس نے دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ اس جیت پر عبدالملک کے حوصلے بڑھ گئے اس موقع پر اس نے اور اس کے بیٹوں نے زوردار نعرہ مارا اور یوسف کے لشکر پر وہ افکار کی روش پر سرگرداں الفاظ، رینگتے زمانوں میں مایوسی اور شکستگی کا شکار کرتے اندھیاؤ، راہ طیب کے مسافروں جیسے عناصر نحیف اور دل گرفتہ کر دینے والے خوف بھرے اور ان دیکھے اندیشوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے عبدالملک اور اس کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے میں عزم اور ضرب لگانے میں ایک انوکھا اور ایک نیا جلال تھا۔

دوسری جانب یوسف بن عبدالرحمٰن اور اس کے حواری بھی فریب ذات کی ویرانیوں، خونناکیوں کا قطعہ لکھتے شور کرتے طوفانوں، حال کو داغ دار، مستقبل کو زنگ آلود کر دینے والی برق کی برہم زقندوں اور تنہائیوں کے شہر میں طوفانوں کے زور کی کدورت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دونوں لشکریوں کے درمیان ہولناک جنگ شروع ہو گئی تھی رزم گاہ میں موت کے دہکتے دوزخ بھڑک اٹھے تھے بڑی تیزی سے سینے چھلنی، جبینیں خون نشان ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ آہستہ آہستہ عبدالملک اور اس کے لشکری یوسف بن عبدالرحمٰن کے ساتھیوں پر حاوی ہوتے دکھائی دینے لگے یہ صورتحال یوسف بن عبدالرحمٰن اور اس کے لشکریوں کے لئے مایوس کن تھی لہٰذا ان میں بھگدڑ سی مچ گئی تھی اس کے بعد یہ افراتفری ایسی بڑھی کہ اگلی صفوں کے جنگجو پچھلی صفوں کی طرف پلٹنے لگے تھے یہ گویا مکمل طور پر پسپائی تھی اس پسپائی کو دیکھتے ہوئے یوسف اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ اٹھا۔ عبدالملک کے پاس چھوٹا سا لشکر تھا اور عبدالرحمن بن معاویہ ابھی دور تھا لہٰذا اس نے بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا۔

دوسری جانب یوسف بن عبدالرحمٰن اپنے لشکریوں کے ساتھ نہیں بھاگا اس کے ساتھ

اس کے دو پرانے خادم تھے انہیں لے کر وہ طلیطلہ کی طرف بھاگا وہ چاہتا تھا کہ طلیط
پناہ لے لے گا اور عبدالرحمٰن بن معاویہ سے محفوظ ہو جائے گا۔ پر یوسف بن عبدا
بدقسمتی کہ ابھی وہ طلیطلہ سے دس میل کے فاصلے پر تھا کہ راستے کی ایک بستی کے کچھ
نے اسے دیکھ اور پہچان لیا۔

اس موقع پر ایک جوان نام جس کا عبداللہ بن عمر تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو پ
کے کہا۔ ''دوڑو، پکڑو، یہ ہسپانیہ کا سابق حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن ہے اس پر
دنیا تنگ ہو چکی ہے اسے ٹھکانے لگا دینا چاہیے اس لئے کہ جب تک یہ زندہ رہے
چین سے بیٹھے گا نہ دوسروں کو آرام لینے دے گا۔''

اس کی اس پکار پر لوگ اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ یوسف اور اس کے دونوں
کے گھوڑے تھکے ہارے تھے لہٰذا وہ ان کے اندر گھر گئے اب طلیطلہ صرف چار
فاصلے پر رہ گیا تھا جن لوگوں نے انہیں گھیرا انہوں نے ایک غلام اور یوسف بن عب
تو قتل کر دیا دوسرا غلام کسی نہ کسی طرح بھاگ کر طلیطلہ چلا گیا۔

اس طرح ہسپانیہ کے سابق حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کا خاتمہ ہو گیا دوس
ایک اور حادثہ پیش آیا۔ یوسف بن عبدالرحمٰن کے ساتھیوں میں سے اب قابل
صمیل بن حاتم رہتا تھا جسے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے زندان میں ڈال دیا تھا کہتے
زندان میں مر گیا اس کی لاش کے پاس زہر کا ایک پیالہ پڑا ہوا تھا کچھ مؤرخین کا
کہ اسے زہر پلا دیا گیا تھا کچھ کا خیال ہے اس نے خود ہی زہر پی لیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ اور یوسف بن بخت کو یوسف بن عبدالرحمٰن سے ٹکرانا ہی نہ
خاتمہ ہو گیا لہٰذا اپنے لشکر کو لے کر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور یوسف بن بخت واپس
طرف چلے گئے تھے۔

✿✿✿

حالات کچھ سازگار ہوئے تو سالم بن عطوف نے اپنی بیٹی غریطہ کی شادی کا اہتمام کیا اس شادی میں یوسف بن بخت کے علاوہ ابو عثمان، عبداللہ بن خالد، ربیکا، جوسی ماریہ، دولاب، یمسون، بدر اور ان کے علاوہ قرطبہ اور دیگر شہروں کے بہت سے سرکردہ لوگوں نے شرکت کی تھی۔

رخصتی سے قبل یوسف بن بخت نے غریطہ کو اس کی شادی کے موقع پر چند انتہائی قیمتی تحائف پیش کیے اس موقع پر بڑے دکھ اور فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے یوسف بن بخت نے غریطہ کو مخاطب کیا۔

''غریطہ میری بہن یہ جو میں تمہیں دے رہا ہوں سمجھنا کہ ایک بھائی کی طرف سے بہن کے لئے ہے تمہارا کوئی بھائی نہیں ہے اس لئے تم بھائی کی کمی محسوس کرو گی میں تو ہر رشتے کی کمی محسوس کرتا ہوں مری ماں، بہن بھائی سب چلے گئے۔ آج میری ماں ہوتی تو تمہیں اس سے زیادہ دیتیں خود اپنے ہاتھوں سے تمہیں رخصت کرتیں۔''

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر غریطہ رونے والی ہو گئی تھی اس موقع پر نثار ہی نہیں سالم بن عطوف، عبورہ، ربیکا، جوسی ماریہ سب اس کے پاس کھڑے تھے۔ پھر غریطہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور یوسف بن بخت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی میں آپ سے ایک راز کی بات کہتی ہوں۔ اس میں آپ کی بھی بھلائی ہے اور میرے خاندان کی بھی امید ہے آپ برا نہیں منائیں گے۔''

آگے بڑھ کر یوسف بن بخت نے بڑی محبت اور پیار سے اپنا ہاتھ غریطہ کے سر پر رکھا پھر کہنے لگا۔ ''کہو میری بہن...... تو کیا کہنا چاہتی ہے میں تیری ہر بات غور سے سنوں گا۔''

غریطہ نے اپنا منہ آگے بڑھایا پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ''بھائی اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ پر انکشاف کروں گی کہ میری چھوٹی بہن نثار اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کو پسند کرتی ہے۔''

یہ خبر سن کر یوسف بن بخت کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک اور چہرے پر خوشیوں کا

ایک طوفان اللہ آیا تھا پھر ہلکے سے لہجے میں غریطہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''میری بہن یہ سچ ہے۔''

غریطہ نے ہلکے سے تبسم میں جواب دیا۔ ''میرے بھائی کیا اس موقع پر میں اپنے بھائی سے مذاق کر سکتی ہوں اور بھائی بھی یوسف بن بخت جیسا جس کے ہم پر بے شمار احسان ہیں۔ بھائی! میں نے یہ حقیقت آپ پر واضح کی ہے مجھے امید ہے یہ خبر آپ کی خوشی کا باعث بنے گی۔''

جواب میں یوسف بن بخت مسکرایا کہنے لگا۔ ''خوش نہیں بلکہ خوشیوں کا باعث بنے گی اس لیے کہ......''

اس سے آگے یوسف بن بخت کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بدر آگے بڑھا تھا اور یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''امیر آپ ایسے ہی کسی خبر سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے یا اس سے متعلق ہمیں بھی کچھ بتائیں گے۔''

یوسف بن بخت نے بدر کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔ ''بدر! وہ خبر تو میری ذات سے متعلق ہے لیکن عنقریب سب لوگوں کو اس کی خبر ہو جائے گی لیکن وہ خبر بہت اچھی اور فی الوقت اس کی تشہیر نہیں کی جا سکتی۔''

اس موقع پر چونکہ نثار بھی قریب ہی کھڑی ہوئی تھی لہٰذا یوسف بن بخت نے نثار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ''نثار کیا میں نے درست کہا ہے یا غلط؟''

نثار کو کسی حد تک شک تو پڑ گیا تھا کہ شاید غریطہ نے اس سے متعلق کچھ کہا ہے لہٰذا اس نے اپنی گردن جھکا لی اور مسکراتے ہوئے دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔ ''امیر! مجھے جب خبر ہی کا نہیں پتا تو میں اس کے صحیح اور غلط ہونے سے متعلق کیا کہہ سکتی ہوں۔ ہاں اگر آپ مجھے وہ بات بتائیں جو غریطہ نے کہی ہے تو پھر میں آپ کو کوئی معقول جواب دے سکتی ہوں۔''

یوسف بن بخت رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ نثار حقیقت یہ ہے کہ اس خبر کی کسوٹی تم ہی ہو جو کچھ غریطہ نے کہنا تھا وہ تو کہہ چکی اب اس خبر کی حقیقت اور بے بنیاد ہونے کی گواہی تو تم ہی دے سکتی ہو۔''

نثار کا شک اور شبہ مزید پختہ ہو گیا تھا سر اوپر اٹھاتے ہوئے ایک گہری نگاہ اس نے یوسف بن بخت پر ڈالی اس کے بعد کہنے لگی۔ ''امیر! اب بھی آپ مجھے اندھیرے اور بے خبری میں رکھ رہے ہیں خبر آپ بتاتے نہیں اور آخری فیصلہ مجھ پر ہی چھوڑے جا رہے ہیں۔

یوسف بن بخت بات کو ٹالتے ہوئے کہنے لگا۔ ''چلو اس موضوع پر بعد میں بات کی جائے گی اس وقت تو غریطہ کی رخصتی کا معاملہ سب سے اہم ہے۔''

اس کے بعد سب غریطہ کی رخصتی میں حصہ لینے لگے آخر غریطہ اپنے گھر چلی گئی۔ آنے والی رات سب مہمانوں نے سالم بن عطوف کے ہاں گزاری اگلے روز جب مہمان رخصت ہونے لگے تب ربیکا اس جگہ آئی جہاں یوسف بن بخت اور بدر کھڑے ہوئے تھے ربیکا نے ایک میٹھی نگاہ بدر پر ڈالی پھر یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی! میں آپ کے پاس نثار کی وکیل بن کر آئی ہوں غریطہ کے چلے جانے سے وہ اکیلا پن اور تنہائی محسوس کرنے لگی ہے آپ جانتے ہیں ان دونوں بہنوں میں کتنا پیار تھا غریطہ کے جانے کے بعد وہ کافی دیر تک روتی رہی ہے میں نے بڑی مشکل سے اسے چپ کروایا تھا بہر حال میں اسے اپنے ساتھ قرطبہ لے جانا چاہتی ہوں اس کے ماں باپ بھی ہمارے ساتھ جائیں گے کیا آپ مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔''

یوسف بن بخت نے تیز نگاہوں سے ربیکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''ربیکا، میری بہن! میں کون ہوتا ہوں اجازت دینے والا یہ اجازت تو اس کے ماں باپ دیں گے۔''

لمحہ بھر کے لئے ربیکا نے بڑے غور سے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''نہیں بھائی! اس میں آپ بھی ملوث ہیں کل غریطہ کی رخصتی کے وقت جو کچھ آپ نے ہم سے چھپایا تھا اس کی مجھے خبر ہو چکی ہے اور وہ خبر یہ ہے کہ نثار آپ کو پسند کرتی ہے آپ سے محبت کرتی ہے اب بتائیں کیا میں نے غلط کہا ہے۔''

جواب میں یوسف بن بخت نے شانے اچکائے کہنے لگا۔ ''اب میں کیا جانوں تم نے ٹھیک کہا ہے یا صحیح پر ایک خبر میں نے بھی سنی ہے۔'' یوسف بن بخت نے پہلے بدر کی طرف دیکھا پھر ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ربیکا، میری بہن اگر تم اور بدر برا نہ مانو تو میں نے یہ خبر بھی سنی ہے کہ تم دونوں بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو، ایک دوسرے کو چاہتے ہو، دیکھو جھوٹ مت کہنا کم از کم مجھ سے تو سچ کہنا۔ اس لئے کہ ربیکا میری نگاہوں میں تمہاری حیثیت ایک بہن کی سی ہے۔''

اس موقع پر ربیکا کی گردن جھک گئی کچھ دیر تک خاموشی رہی کچھ کہہ نہ پائی یوسف بن بخت نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''ربیکا میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے اس موقع پر اگر تم مجھے سچائی پر مبنی جواب دے دو تو میں تمہارا کام آسان کر سکتا ہوں اس سلسلے میں تمہارے ماں باپ سے بات کر سکتا ہوں اور تمہیں منزل تک پہنچنے کے لئے کافی آسانیاں فراہم کر

سکتا ہوں۔"

چونکنے کے انداز میں ربیکا نے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ "ابن بخت، میرے بھائی! آپ کا کہنا درست ہے لیکن ان کا مجھے نہیں پتا کہ ان کے میرے متعلق کیا خیالات ہیں۔"

جواب میں یوسف بن بخت نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔ "مجھے بدر کے خیالات جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے اس لئے کہ بدر خود ہی کہہ چکا ہے کہ وہ ربیکا کو بے پناہ تک پیار کرتا ہے۔ اب جب کہ یہ خود ہی اظہار کر چکا ہے تو مجھے اس کے خیالات جاننے کیا ضرورت ہے۔"

اس موقع پر ربیکا نے شکرگزاری کے انداز میں بدر کی طرف دیکھا پھر دوبارہ اس۔ یوسف بن بخت کو مخاطب کیا۔ "بھائی جس موضوع پر گفتگو کرنے آئی تھی وہ ویسے کا ویسے رہ گیا بھائی میں چاہتی تھی نشار اور اس کے ماں باپ کو ساتھ لے جائیں جو مکان بدر کو ملا ہے اس میں بدر رہتے تو ہیں نہیں لہٰذا زیادہ تر آپ کے ساتھ مستقر ہی میں قیام کرتے ہ جتنے دن وہ قرطبہ میں رہنا چاہیں بدر کے مکان میں قیام کرلیں۔ اس سلسلے میں آپ کو کو اعتراض تو نہیں۔ قرطبہ میں قیام کے دوران جو اخراجات ہوں گے انہیں ہم لوگ برداشہ کریں گے۔"

یوسف بن بخت نے غور سے ربیکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ "ربیکا میری بہن یہ کی ممکن ہے جبکہ تم مجھے نشار کے ساتھ ملوث کر رہی ہو تو ان تینوں کے اخراجات تم نہیں ب برداشت کروں گا بہر حال جس مقصد کے لئے تم آئی ہو اس کا فیصلہ تمہیں خود کر لینا چا تھا اچھا اب ایسا کرو واپس جاؤ ان تینوں سے کہو تیار ہو جائیں۔"

یوسف بن بخت کا جواب سن کر ربیکا خوش ہو گئی تھی پھر وہاں سے ہٹ گئی تھوڑی دیر ب سب نے وہاں سے کوچ کیا قرطبہ جانے کے لئے نشار سالم بن عطوف اور عبورہ بھی ا کے ساتھ تھی۔

سالم بن عطوف، نشار اور عبورہ کو اس حویلی میں ٹھہرایا گیا تھا جو بدر کی رہائش کے۔ مختص کی گئی تھی لیکن ابھی تک بدر نے اس میں رہائش نہ رکھی تھی۔ بدر اور یوسف بن بخ نے اپنے کچھ آدمی منگوا کر حویلی کی بہترین صفائی کا اہتمام کیا تھا اور حویلی اور اس کے میں ضرورت کی ہر شے لا کر رکھ دی تھی یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد لگ بھگ ا ہفتہ تک نہ یوسف بن بخت اور بدر لوٹ کر ان کے پاس آئے تاہم ربیکا اور اس کا بھا

دن ہر روز ان کے پاس آتے۔ ان کا احوال جاننے کے ساتھ جس چیز کی ضرورت ہوتی ہیں لا کر دے دیا کرتے۔

ایک روز سالم بن عطوف، عبورہ اور نشار تینوں حویلی کے صحن میں نشستیں لگائے بیٹھے ئے تھے کہ حویلی میں یوسف بن بخت داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی نشار کے چہرے پر دور تک خوشیاں اور آنکھوں میں ایک چاہت بھری چمک جاگ اٹھی تھی یوسف بن بخت ہا ان کے پاس آیا بلند آواز میں سلام کیا سالم بن عطوف نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس مصافحہ کرنے کے بجائے اسے گلے لگایا پھر اپنے قریب ہی بٹھا لیا۔ یوسف بن بخت باری باری تینوں کا جائزہ لیا پھر کہنے لگا۔

"آپ تینوں کے چہرے بتاتے ہیں کہ آپ تینوں مجھ سے نالاں ہیں۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ کے جواب میں تڑپ کر سالم بن عطوف کچھ کہنا چاہتا س سے پہلے اس کی بیوی عبورہ بول پڑی۔

"ابن بخت یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تم سے ناراض ہوں یہ ناممکنات میں سے ہے۔ تاہم لو تم سے شکوہ اور گلہ ضرور ہے۔ ہر روز دن میں تین بار صبح دوپہر شام کو ایک جملہ یہ ضرر تی ہے کہ امیر یوسف بن بخت ہمیں اس حویلی میں داخل کرنے کے بعد لوٹ کر ہماری ۔ آئے ہی نہیں جیسے ہماری آپس میں کوئی پہچان ہی نہ ہو۔"

یوسف بن بخت شرما سا گیا تھا عجیب سے انداز میں اس موقع پر اس نے نشار کی طرف یا پھر اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایسی کوئی بات نہیں میں جان بوجھ کر نہیں آیا حویلی میں تقریباً ضروریات کی ساری ۂ ڈلوا دی تھیں پورا ہفتہ آپ کے ہاں نہ آنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ کم از کم آپ تینوں ہفتہ تو سکون اور آسودگی میں رہیں اور آنے جانے والے کے باعث زحمت کا شکار نہ اس بناء پر میں نہیں آیا ورنہ میں نے ربیکا اور اس کے بھائی سیمسون کو سختی کے ساتھ یدکی تھی کہ وہ دونوں بہن بھائی ہر روز یہاں آیا کریں خصوصیت کے ساتھ میں نے ربیکا کہا تھا کہ وہ روزانہ نشار کے پاس بیٹھا کرے اس سے گفتگو کرے۔ اس طرح اس کی ت میں نشار کا وقت اچھا گزرے گا۔ ایسا میں نے اس لئے کیا تھا کہ پہلے نشار کے پاس ابہن غریطہ تھی اس کے جانے کے بعد یہ تنہائی محسوس کرتی تھی سو میں نے اس تنہائی کو کرنے کے لئے ربیکا کو یہاں آنے کے لئے کہا اور میں روزانہ اس سے پوچھتا بھی رہا وہ یہاں آتی بھی ہے کہ نہیں میرے خیال میں وہ دونوں بہن بھائی اگر مجھ سے جھوٹ

نہیں بولتے رہے تو روزانہ آتے رہے ہیں۔"
نثار نے پہلی بار یوسف بن بخت کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔"امیر! ہمیں آپ سے گلہ، کوئی شکوہ نہیں۔ رہا سوال ربیکا اور سیمسون کا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے کے مطابق وہ روزانہ یہاں آتے رہے ہیں اور ہمارے پاس بیٹھتے رہے ہیں۔ امیر! پورا ایک ہفتہ آپ ہماری طرف اس لئے نہیں آئے کہ آپ کے آنے سے ہمیں پریشانی گی تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ آپ کی ہمارے ساتھ زیادتی ہوگی آپ ہمارے محسن، ہمارے مربی ہیں اور محسنوں کا گھر میں آنا باعث اذیت نہیں باعث خوشی اور عزت ہوتا ہے۔"

نثار کی اس گفتگو کا جواب یوسف بن بخت دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ حویلی ربیکا اور اس کا بھائی سیمسون داخل ہوئے تھے نثار اپنی جگہ سے اٹھ کر ربیکا سے گلے ملی نثار نے ربیکا کو اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا تب ربیکا نے بیٹھنے کی بجائے یوسف بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بھائی آپ کو یاد ہوگا چند دن پہلے آپ سے میں نے التماس کی تھی آپ مجھے قر سے متعلق تفصیل بتائیں لیکن آپ اس وقت ٹال گئے تھے اب نثار بھی یہاں آئی ہوئی لہٰذا اس شہر سے متعلق آپ ہم دونوں کو کچھ تفصیل بتائیں۔ میں تو ابھی تک شہر میں گھو کے لئے گئی ہی نہیں پہلی بار یہاں آنا جانا ہوا ہے آپ سے شہر کے متعلق تفصیل جانن بعد پھر جو مقامات زیادہ پسند ہوں گے انہیں دیکھنے کے لئے آپ سے التماس کریں گے۔

یوسف بن بخت جب کچھ سوچنے لگا تب ربیکا نے اسی طرح کھڑے ہی کھڑے پھر شروع کیا۔"دیکھئے بھائی! آج ٹالئے گا نہیں۔"

یوسف بن بخت مسکرا دیا کہنے لگا۔"پہلے تم بیٹھ جاؤ پھر میں تم سے کچھ کہتا ہوں۔"

اس پر ربیکا کہنے لگی۔"جب تک آپ تفصیل بتانے کی حامی نہیں بھرتے تب تک میں نہ بیٹھوں گی اور آپ نے تفصیل بتانے سے انکار کر دیا تو میں بھائی کو لے کر چلی جاؤں گی۔"

یوسف بن بخت فوراً مان گیا اور کہنے لگا۔"اچھا بیٹھو میں بتاتا ہوں اس پر ربیکا مسکرا ہوئے بیٹھ گئی تب یوسف بن بخت نے گلا صاف کیا اس کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

"جہاں تک قرطبہ کے نام اور اس کے آباد ہونے کا تعلق ہے اس سے متعلق لوگوں کی مختلف آراء ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ قرطبہ ایسے عبرانی لفظ کا مرکب ہے جن کے معنی قر طیب یعنی اچھی بستی کے ہیں۔ کچھ لوگ اسے قُرطبہ پڑھتے ہیں ان لوگوں کا خیال ہے کہ نام یونانی الفاظ سے مرکب ہے۔ ان کے علاوہ کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ ایشیا کی قو

کنعانی یعنی قرطاجنہ جنہیں فونیقی بھی کہتے ہیں انہوں نے یہ شہر بسایا تھا ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ قرطبہ یونانی زبان کے الفاظ سے مرکب ہے۔ اس کا مطلب وہ اجر ساکن یعنی رہنے والوں کا صلہ یا انعام بتاتے ہیں۔ ایک گروہ اس طرف بھی جاتا ہے کہ قرطبہ پرانا اسپینی نام ہے اس کا پرانا نام کوردوبہ تھا جو آہستہ آہستہ بگڑ کر قرطبہ بن گیا۔ دوسری صدی قبل مسیح میں جس وقت کنعانی یعنی فونیقی قوت حاصل کر چکے تھے اور ان کے اور اہل روما میں دوبارہ جنگ ہوئی تو ہسپانیہ میں شہر کوردوبہ ایک متمول شہر تھا اس کی تجارت عمدہ حالت میں تھی۔ رومنوں کے سپہ سالار مارکیلوس نے اس شہر پر قبضہ کر لیا اور رومنوں کو اس نے وہاں لا کر بسایا اس طرح قرطبہ رومی مقبوضات ہسپانیہ کے جنوبی علاقوں کا دارالریاست ہو گیا۔ جس وقت رومن حکمران سیزر اور پمپی میں لڑائیاں شروع ہوئیں تو اہل قرطبہ نے پمپی کی طرف داری کی۔ اس بناء پر بعد کے دور میں سیزر نے یہاں کے لوگوں کو سخت سزائیں دی تھیں۔ رومانی شہنشاہوں کے زمانے میں کبھی قرطبہ کبھی اشبیلیہ ہسپانیہ کا مرکزی شہر اور پایہ تخت رہا۔ رومانیہ کے بعد قوطیوں کا دور آیا انہوں نے قرطبہ پر قبضہ کر لیا اس وقت یہاں رومانی حکومت کر رہے تھے بہر حال قوطیوں نے جس وقت شہر پر قبضہ کر لیا تو ان کے دور میں اس شہر کو کوئی خاص عروج حاصل نہ ہوا۔ قوطی قوم کے بعد اندلس میں مسلمانوں کی حکومت ہوئی اسلامی لشکر کا سالار طارق بن زیاد ان سرزمینوں میں داخل ہوا اور اس کے حکم سے اس کے سالار مغیث نے قرطبہ شہر پر قبضہ کیا اہل شہر کے ساتھ مسلمان نہایت رعایت سے پیش آئے شروع میں مسلمانوں نے اشبیلیہ کو دارالحکومت قرار دیا لیکن جب خلیفہ دمشق نے اسمع بن مالک کو یہاں کا والی مقرر کیا تو اس نے اشبیلیہ کے بجائے قرطبہ کو اندلس کا درالحکومت بنایا۔ اس وقت سے لے کر اب تک قرطبہ ہی اندلس کا دارالحکومت ہے۔

قرطبہ کے بالکل پہلو میں دریائے کبیر بہتا ہے اس شہر کے اکیس محلے ہیں جن میں دو محلے دریائے کبیر کے اس پار ہیں۔ اس شہر کے سات بڑے اور ایک چھوٹا دروازہ ہے۔ پہلے دروازے کا نام باب القنطرہ ہے۔ جنوب کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں وہ اسی دروازے سے شہر میں داخل ہوتے ہیں ان کو اس طرف آنے کے لئے پہلے دریائے کبیر کا پل پار کرنا پڑتا ہے۔ پل پار کرنے کے بعد باب القنطرہ آتا ہے جس کے ذریعے جنوب کی طرف سے شہر میں داخل ہوا جا سکتا ہے۔

دوسرے دروازے کا نام جزیرۃ الخضراء ہے۔ یہ قدرے جنوب مشرق کی طرف ہے اور یہ بھی دریائے کبیر ہی کی طرف ہے۔

تیسرا دروازہ باب الحدید ہے اس کو باب سرقسطہ بھی کہتے ہیں اس دروازے
خصوصیت یہ ہے کہ اس دروازے سے باہر تین بڑی بڑی شاہراہیں جو مختلف شہروں
آتی ہیں جب ملتی ہیں اور ایک چوک سا بناتی ہیں ان تین شاہراہوں میں سے ایک قا
شہر سے آتی ہے دوسری قرمونہ سے اور تیسری اشبیلیہ شہر سے آتی ہے۔

چوتھے دروازے کا نام باب طلبیرہ ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو شمال کی طر
سے قرطبہ شہر میں داخل ہونے کے لئے آتے ہیں۔

پانچویں دروازے کا نام باب عامر القرشی ہے۔ اس دروازے کے سامنے ایک مسلم
عامر القرشی کا مقبرہ ہے اسی بناء پر اس کا نام بھی وہی رکھ دیا گیا ہے۔

چھٹے دروازے کا نام باب الجوز ہے۔ یہ شہر کے مغربی جانب ہے اس کو باب بطلوس
کہا جاتا ہے۔

شہر کے ساتویں دروازے کا نام باب عطارین ہے اس کو باب اشبیلیہ بھی کہا جاتا۔
ان سات دروازوں کے علاوہ ایک چھوٹا دروازہ بھی ہے جس کو پہلے باب یہود کہا جا
مگر اس نام کو یہاں کے لوگوں نے پسند نہیں کیا اس لئے اس کا نام بدل کر اب باب
کے بجائے اس باب الھدیٰ پکارا جاتا ہے۔

اس شہر میں دو چیزیں دیکھنے کے لائق ہیں۔ ایک قرطبہ کا شاہی محل اور دوسری قرط
مسجد جہاں تک قرطبہ کے شاہی محل کا تعلق ہے تو اپنی ابتدائی شکل میں یہ وہی محل ہے
مسلمانوں کے یہاں داخل ہونے سے پہلے بلاط ازریق کہا جاتا تھا یہ نام اس وجہ سے
کہ قوطی بادشاہ ازریق جس سے مسلمانوں نے اندلس فتح کیا تھا اس کا بانی تھا بلکہ نا
وجہ یہ تھی کہ ازریق کا دارالحکومت ان دنوں طلیطلہ تھا اور جب وہ طلیطلہ سے قرطبہ مر
کرتا تھا اس محل میں قیام کرتا تھا لہٰذا اس کا نام بلاط ازریق ہو گیا۔

کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ محل ایک قدیم ترین عمارت ہے ان کا کہنا ہے کہ زمانہ ق
کے وہ بادشاہ جن کی اس ملک پر حکومت تھی وہ یہاں سکونت رکھتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ
محل اس دور کے بادشاہوں کا تھا جب مصر میں حضرت موسیٰؑ موجود تھے۔ قصر کے باہ
اندر پرانے وقتوں کی تعمیرات نظر آتی ہیں۔ یونانیوں، رومانیوں، قوطیوں اور ان قوموں
جو اب موجود نہیں ہیں، یہاں عجیب و غریب آثار ہیں۔ ان قدیم بادشاہوں کے بعد
مسلمانوں کا دور شروع ہوا تو انہوں نے اس قدیم قصر یعنی بلاط ارزیق کو اپنی سکونت
لئے پسند کیا اور انہوں نے اس میں طرح طرح کی صناع و بداع کیں اور عجیب عجیب آ

بے نظر باغ لگائے ہر طرح کا سامان عیش و آرام مہیا کیا۔ دور کے پہاڑوں سے
جن کو جبال قرطبہ کہتے تھے آب شیریں کی تہزین کاٹ کر محل میں لائی گئیں اور پھر یہاں
سے ان نہروں کا پانی جست کے نلوں میں جاری کر کے شہر کے چپے چپے کو شادابی اور
طراوت بخش دی۔ انہی نلوں سے یہ پانی ایک حوض سے دوسرے حوض میں جو مختلف وضع
کے تھے، کہیں خالص سونے کے اور کہیں چاندی کے، کہیں پیتل کے، کہیں چمکتے ہوئے
پتھروں کے تھے۔ بہتا ہوا بڑی پر فضا جھیلوں اور خوش نما تالابوں میں جمع ہو جاتا تھا اور جا
بجا یونان کے نہایت صاف اور پاکیزہ سنگ مرمر کے بنے ہوئے خوبصورت فواروں میں
اپنے چھوٹنے کی بہار دکھاتا تھا یہاں ایک فوارہ صناعوں نے ایسا تیار کیا تھا جس میں سے
پانی کی دھاریں بہت ہی اونچی اڑتی تھیں یہ فوارہ ایسا عجیب تھا کہ اس کی مثل مشرق اور
مغرب میں اس وقت موجود نہ تھی مسلمان حکمرانوں نے اس قصر کے چاروں طرف
خوبصورت باغ لگوائے بڑے عالیشان کمرے تعمیر کروائے جا بجا پر تکلف حماموں کا اہتمام
کیا قصر شاہی کے شمال کی طرف امیر عبدالرحمٰن نے ایک باغ لگوایا جس کو باغ رصافہ کہا
جاتا تھا۔ اس پر فضا باغ کے اندر ایک عالیشان قصر بھی تعمیر کیا گیا تھا اور پھر یہاں رفتہ رفتہ
ایسی آبادی ہو گئی کہ وہ ایک شہر معلوم ہونے لگا۔ باغ میں دور دور کے پودے بیج اور گٹھلیاں
منگوا کر بوئی گئیں جو بڑی کوشش اور اہتمام سے پروان چڑھے اور طرح طرح کی ترکاریاں
اور میوے اندلس میں پیدا ہونے لگے اور پھر اندلس کے مسلمانوں نے ان کی پیداوار کو
خوب ترقی دی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن کی بہن دمشق سے اپنے بھائی کو میوے اور
درخت بھیجا کرتی تھی ایک مرتبہ اس نے کچھ انار بھیجے جو نہایت شیریں اور خوش ذائقہ تھے
عبدالرحمٰن نے یہ انار اپنے امراء میں تقسیم کر دیے ایک ٹکڑا اصفر بن زید کو بھی دیا یہ اس
خاندان انصار سے تھا جو حضور ﷺ کا علمبردار بھی رہا تھا۔ یہاں بھی ان کو علمبرداری کی
خدمت تھی۔ اس وقت یہ لوگ ریہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے وہ انارے لے کر گھر گئے
اس کو اپنے باغ میں لگایا جب درخت تیار ہوا تو اس کا پھل امیر کی خدمت میں پیش کیا۔
امیر انار کھا کر خوش ہوا اور اس کے دانے باغ رصافہ میں بوئے وہاں بھی ان کا پھل نہایت
عمدہ ہوا اور یہ پھل صفر بن زید کے نام سے مشہور ہو گیا۔

دمشق سے کچھ کھجوروں کے پودے عبدالرحمٰن نے منگوا کر اس باغ میں لگوائے تھے ایک
روز وہ باغ میں داخل ہوا تو ایک کھجور کو بالکل تنہا اور اکیلا کھڑا دیکھ کر اداس اور افسردہ ہو گیا
اور اس پر ایک نظم کہی کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

"رصافہ کے بیچوں بیچ کھجور کا ایک درخت دکھائی دیا جو نخلستانی شہروں سے جدا ہو کر مغرب میں آن پڑا۔ میں نے اس درخت سے کہا کہ پردیسی اور جدا ہونے اور اپنے فرزند اور اہل و عیال سے ایک مدت دراز سے مبتلا فراق رہنے کی حیثیت میں تو بھی میری طرح بے منزل مسافر ہے۔ تو نے اس شہر میں نشونما حاصل کی جہاں تو بالکل پردیسی ہے۔ اپنے وطن سے نکل کر پھینک دیئے جانے اور جدا کیے جانے میں تیری مثال بالکل میری ہی جیسی ہے۔ خدا تجھے ابر بہار اور اپنے بارانِ رحمت سے سیراب کرے۔ جس سے زمین جل تھل ہو جاتی ہے۔"

قرطبہ کی دوسری عمارت جو دیکھنے کے لائق ہے وہ یہاں کی جامع مسجد ہے اِ
متعلق کہا جاتا ہے جب ہسپانیہ میں رومانیوں کا تسلط تھا اور رومانی بت پرست تھے
کے شہر میں ان کا ایک بڑا معبد یا بت خانہ تھا۔ جب ہسپانیہ میں نصرانی مذہب پھیلا
معبد اور بت خانے کی جگہ ایک بہت بڑا کلیسا ایک نصرانی شہید کی یاد میں تعمیر کر د
اسے کلیساشنت کا نام دیا گیا بعد میں قوطی بادشاہوں نے جو نصرانی تھے اس عمار
تکلفات پیدا کیے مدت تک یہ کلیسا اسی طرح رہا۔ جب مسلمانوں کا دور آیا تو مسل
نے اندلس پر لشکری کشی کی تو قرطبہ کے شہر پر ان کا قبضہ ہوا جس طرح حضرت عمرؓ کے
حضرت خالدؓ ابو عبید بن جراح نے دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کے کلیسا کو عیسا
اور مسلمانوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا تھا ایسا ہی کلیساشنت کے معاملے میں بھی کیا
یعنی کلیسا کا نصف حصہ مسلمانوں نے مسجد کے لئے مخصوص کر لیا اور دوسرا نصف
نصرانیوں کو ان کے مطابق عبادت کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ لیکن آہستہ آہستہ
قرطبہ مسلمانوں کا دارالحکومت ہو گیا تو وہاں مسلمانوں کی آبادی خوب بڑھی۔ بہت
امراء نے وہاں سکونت اختیار کر لی اب مسجد میں نمازیوں کے لئے جگہ کی تنگی ہونے
گنجائش نکالنے کے لئے بہت سی ترکیبیں کی گئیں لیکن وہ سب ایسی تھیں جن سے نماز
مسجد میں داخل ہونے کے لئے بڑی دشواری پیش آتی تھی۔

ایک مدت تک یہی حالت رہی حتیٰ کہ امیر عبدالرحمٰن نے قرطبہ کو پایہ تخت بنایا جب
کی حکومت کو استحکام ہو گیا تو شہر کی ضروریات اور آرائش کی طرف توجہ کی۔ پہاڑوں کو
کر نہر شہر میں لائی گئی بازار حمام اور سرائیں بنائیں۔ پر تکلف باغات اور عمارات ک

ڈالی ساتھ ہی جامع مسجد کو وسیع پیمانے پر بنوانے کا خیال ہوا مگر شرائط صلح کے مطابق جو حصہ
کلیسا کا نصرانیوں کو مل چکا تھا اسے کیونکہ حاصل کر کے مسجد کو وسیع کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال
کوشش کی گئی نصرانیوں کے بڑے بڑے رئیسوں سے کہا کہ کلیسا کا جو حصہ تمہارے قبضے
یں ہے اسے مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کر دو ہم نہایت گراں قیمت دینے کو تیار ہیں۔
واب میں نصرانیوں نے کہا کہ ہم اپنا آدھا حصہ فروخت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہماری
رط یہ ہے کہ شہر سے باہر ہمارے جو کلیسا ویران ہو گئے ہیں انہیں دوبارہ آباد کیا جائے اور
ہیں از سر نو تعمیر کرنے کی اجازت بھی دی جائے۔ مسلمانوں نے یہ فیصلہ سن کر بھاری
ت جو ان کو دینے کے لئے کہی تھی ادا کر دی اور ان کا آدھا حصہ بھی مسجد میں شامل کر لیا
ر سے باہر جو کلیسا گرے ہوئے تھے ان کی مرمت اور تعمیر کی بھی مسلمانوں نے خود کروا
۔ یوں عمارت پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد کلیسا کو گرا کر اس کی جگہ ایک عالیشان مسجد
ائی گئی۔ دمشق کے ایک بڑے ماہر فن نے مسجد کا نقشہ تیار کیا چونکہ مسجد کو ایک بڑے پیمانے
بنوانے کا قصد تھا اس لئے اس کی تعمیر پر ایک عرصہ لگ گیا۔ مسجد کے گرد ایک چار دیواری
ی اس چار دیواری کی مضبوطی کے لئے باہر کے رخ پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دیواروں
ے پشت بان بنائے گئے تھے جن کے کنگرے تھے اس چار دیواری اور اس کے کنگرے دار
واروں اور پشت بانوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسجد بھی کوئی قلعہ ہے چار دیواری کی شمالی
وار کے وسط میں مسجد کا دروازہ بنایا گیا جس سے مسجد کے صحن میں پہنچا جاتا تھا اس
وازے سے ملا ہوا مغرب کی سمت مسجد کا ایک بڑا مینار تھا جس پر موذن اذان دیا کرتا تھا
ر پر جانے کے لئے ایک زینہ تھا جس کی بلندی بھی عمارت کے لحاظ سے موزوں تھی۔
ن کے گرد شمال و مشرق اور مغرب کی جانب خوبصورت محراب تھے بیچ میں ایک حوض وضو
رنے کے لئے تھا مسجد کے باہر ایک کنویں سے پانی بھرا جاتا تھا۔ ایک خوشنما گنبد کے
چے محراب تعمیر کی گئی تھی یہاں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ تھی اور ایک طرف ممبر رکھا ہوا
دالانوں کے ستونوں کی ہر صف پر ایک ہی وضع کی محرابوں کی ایک صف تھی ستونوں کی
ی تقریباً بارہ فٹ تھی پھر ہر ستون پر ایک اور ستون تھا جس سے ایک دوسری صف
ونوں کی پہلی صف پر قائم ہوئی تھی ستونوں کی اس دوسری صف پر بھی ایک صف محرابوں
تھی پھر کہیں کہیں محرابوں کی پہلی اور دوسری صفوں میں ایک تیسری صف محرابوں کی قائم
ے نہایت خوبصورت چھت بنائی گئی تھی جس کی اونچائی مسجد کے فرش سے لگ بھگ
ک 35 فٹ تھی۔ محرابوں کو بھرا نہ گیا تھا بلکہ ان کے بیچ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی تھی اس

لئے جس رخ سے بھی دیکھا جاتا حد نظر تک ستونوں کی صفیں اور محرابوں کا ایک جا
آتا تھا۔ محراب کے دائیں بائیں ان سے ملے ہوئے دروں میں مقصورے
بادشاہ نماز پڑھتے تھے مسجد کے باہر مغربی جانب قصر شاہی تھا قصر سے مسجد تک ا
خاص سلطان کے لئے بنایا گیا تھا جو مسجد کی قبلہ والی دیوار کے قریب دیوار کے مغ
ختم ہو جاتا تھا یہ مسجد تقریباً نو برس میں تیار ہوئی۔

قرطبہ اور اس کے قصر اور اس کی مسجد کے متعلق تفصیل بتانے کے بعد یوسف خاموش ہو گیا۔ اس موقع پر نشار اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کا باپ عطوف بول اٹھا۔

"امیر! آج آپ کھانا کھائے بغیر ہمارے ہاں سے نہیں جائیں گے آپ یہ
میں ذرا بازار جاتا ہوں گھر کے لئے ضروریات کی چیزیں خرید کر لاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی جب سالم بن عطوف اٹھا تو عبورہ بھی کھڑی ہو گئی اور کہنے لگ
بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں مجھے بھی کچھ ضرورت کی چیزیں لینی ہیں۔"

اس موقع پر کچھ سوچتے ہوئے ربیکا نے اپنے بھائی سیمسون کو مخاطب کیا۔ "سیم
بھی خالہ اور خالو کے ساتھ جاؤ جو بھی سامان یہ لیں تم خود اٹھا کر لانا۔" ربیکا شا
کے امیر یوسف بن بخت اور نشار کو تنہائی کا کوئی موقع فراہم کرنا چاہتی تھی اس۔
سیمسون بھی چپ چاپ سالم بن عطوف اور عبورہ کے ساتھ ہو لیا۔

جب وہ تینوں حویلی سے نکل گئے تب ربیکا نے فوراً اپنے کام کی ابتداء کی
مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "نشار! تم یہاں امیر کے پاس بیٹھو میں ذرا حویلی
ستھرائی اور مطبخ کو بھی دیکھتی ہوں۔"

نشار بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ "چلو میں بھی تمہارے
ہوں۔" ربیکا فوراً آگے بڑھی اور آنکھ دبا کر اس نے نشار کو مخصوص اشارہ کیا پھر ا
ہاتھ اس کے شانے پر رکھے اور اسے دوبارہ اس کی نشست پر بٹھاتے ہوئے کہنے لگ
"تم یہاں بیٹھو میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی۔" اس کے ساتھ ہی وہ تقریباً
وہاں سے ہٹ گئی تھی ایسا کر کے وہ نشار اور یوسف بن بخت کو تنہائی میں گفتگو کر۔
فراہم کرنا چاہتی تھی۔

ربیکا کے جانے کے تھوڑی دیر بعد تک خاموشی رہی پھر گفتگو کا آغاز یوسف نے کیا اور اپنے سامنے بیٹھی ہوئی نشار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "نشار اگر تم برانہ

موضوع پر تم سے گفتگو کروں۔"

نشار نے ایک دزدیدہ نگاہ یوسف بن بخت کے چہرے پر ڈالی پھر کہنے لگی۔ "کچھ کہنے کے لئے آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اجازت لیے بغیر بھی سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔"

یوسف بن بخت مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ "میری چچازاد بہن امبرینہ بتا رہی تھی کہ تم نے حبیب کی زندگی کا ساتھی بننے سے انکار کر دیا کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی۔"

نگاہ اٹھا کر نشار نے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ "اگر اس نے آپ کو یہ بات بتائی ہے تو وجہ بھی بتا دی ہوگی۔"

"وجہ تو بتائی ہے کہ تم کسی اور کو پسند کرتی ہو جو تمہارے عزیزوں میں سے ہے۔ امبرینہ کہہ رہی تھی کہ اس شخص سے تمہاری سگائی تو نہیں ہوئی لیکن تم اس سے محبت ضرور کرتی ہو۔"

نشار نے اس بار کسی قدر بے باکی کا مظاہرہ کیا اور یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "امیر میرے خیال میں کسی سے محبت کرنا جرم نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس دشت امکان کی ہر جہت میں محبت ہے۔ ہریالی ساون کی پھوار سے محبت کرتی ہے۔ محبت کے بغیر تو انسان خود سے کوسوں دور ہو جاتا ہے اور پھر میں یہ بھی کہوں کہ کسی کی سوچوں پر غالب نہیں آیا جا سکتا۔ ہر کوئی کسی نہ کسی سے کسی نہ کسی طرح محبت کرتا ہے۔ آپ کو بھی کسی کے آنے کی خوشی ہوتی ہوگی کسی کے جانے کا غم، کسی کے آنے سے آپ کی امیدیں مہکتی ہوں گی۔ کسی کے جانے سے اداسیاں ہجوم کرتی ہوں گی۔ امیر! خداوند قدوس کی جو مدحت تسبیح و ثناء ہم کرتے ہیں اس میں بھی محبت ہے۔ محبت المنِ المن میں طور طور میں اپنی تجلیات کا عکس دکھاتی ہے۔ میں یہاں تک کہہ سکتی ہوں کہ لوح و قلم کی بنیاد کا ایک عنصر بھی محبت ہے۔ محبت آدم کا شرف ہے۔ محبت انسان کو تجلی آفریں اور سحر پیکر بنا کر رکھ دیتی ہے۔ پیغمبروں کے وظیفہ شب و سحر میں محبت ہے۔ سازوں کے آہنگ اور روانی اور مرتاض کی ریاضتوں میں محبت ہے۔ عبادتوں کی انتہا چاند کی انوار فشانی اور ستاروں کی پر ہجوم روشنی میں بھی محبت ہے۔"

جب تک نشار بولتی رہی یوسف بن بخت مسکراتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تب وہ کہنے لگا۔ "تم نے تو محبت پر ایک اچھا خاصا درس دے دیا۔ میرا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ تم کسی سے کیوں محبت کرتی ہو۔ تمہیں ایسا کرنے کا حق ہے۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ جسے تم چاہتی ہو، جس سے تم محبت کرتی ہو وہ آخر کون ہے، کہاں ہے یا کسی اور شہر میں رہتا بستا ہے۔"

نثار مسکرائی اپنے خوبصورت گلابی ہونٹوں پر اس نے زبان پھیری اور پھر کہنے لگی
"امیر! جسے میں چاہتی ہوں وہ میری یادوں کے مرغزاروں میں، شاخوں کی خوشبو بھری کا پھول ہے۔ وہ میری آنکھوں کے نصف النہار میں محبت کی جوت جلاتا کرنوں کا نور گردش دوراں کے تیور میں میرے لئے وہ جذب و کشش کا شعور اور میرے لہو کی لہروں میں وہ ایک انوکھا جذب نہاں ہے۔"

اس کے ساتھ ہی نثار اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور تھوڑا سا پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگی
"میں اب ربیکا کی طرف جاتی ہوں۔ امیر! جس کو میں چاہتی ہوں میرے خیال میں اس کا نام یہاں آپ کی موجودگی میں کہنا مناسب نہیں ہے۔"

نثار ابھی وہیں کھڑی تھی کہ ان کے پیچھے جو پھولوں سے بھرا ہوا ایک پودا تھا اس کے پیچھے سے ربیکا نمودار ہوئی۔ تالی بجاتی ہوئی مسکراتی ہوئی نثار کے قریب آئی اور کہنے لگی۔
"نثار تم نے بہت اچھی اور انتہائی عمدہ گفتگو کی لیکن میری بہن! گفتگو کو یوں ادھورا کر تو نہیں جاتے۔ جس نشست سے اٹھی ہو وہیں بیٹھ جاؤ دیکھ کسی کام کو ادھورا نہ چھوڑتے۔ اس طرح تاخیر ہو جاتی ہے اور جس کام میں تاخیر ہو وہ بگڑ جاتا ہے اور بعد پچھتانے کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا اپنی نشست پر بیٹھو اور امیر یوسف بن بخت کی طرف کرتے ہوئے صاف اور واضح الفاظ میں کہہ دو کہ امیر! میں آپ سے محبت کرتی ہوا آپ کو چاہتی ہوں۔ دیکھو یہ الفاظ کہنے میں اب شرم کیسی جب تم امیر کو پسند کرتی ہوا پھر اس کا اظہار کرنے میں کیا حرج ہے۔"

شرماتے ہوئے نثار چپ چاپ اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ ربیکا بھی قریب آئی جہ سے وہ اٹھ کر گئی تھی وہاں بیٹھی اور پھر یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی
"بھائی! کسی غلط فہمی میں نہ رہیے گا۔ میں آپ کو صاف بتاتی ہوں کہ نثار آپ محبت کرتی ہے یہ آپ کے سامنے بیٹھی ہے پوچھ لیں اس سے اگر اسے آپ سے محبت ہے تو آپ کے سامنے انکار کر دے۔"

یوسف بن بخت تھوڑی دیر تک بڑے غور سے نثار کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے ا مخاطب کیا۔ "نثار جو کچھ ربیکا نے کہا ہے یہ درست ہے یا غلط۔ دیکھو! خاموشی اختیار نہ جواب ضرور دینا۔"

نثار کی گردن جھک گئی چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا۔ پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔
"امیر! جو کچھ ربیکا نے کہا ہے یہ درست ہے۔ میں نے واقعی آپ کو چاہا ہے، آ

سے محبت کی ہے۔ اگر ایسا کرنا جرم ہے تو پھر میں مجرم ہوں۔"

بے پناہ خوشی کا اظہار کر کے یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "نہ تم نے کوئی جرم کیا ہے اور نہ تم مجرم ہو لیکن ایک بات کی وضاحت کر دو۔ تم نے تو امبرینہ سے کہا تا کہ تم کسی ایسے شخص سے محبت کرتی ہو جو غیروں سے نہیں بلکہ تمہارے عزیزوں میں سے ہے۔"

نثار اب کسی حد تک سنبھل چکی تھی گردن اپنی سیدھی کی اور یوسف بن بخت کی طرف دیکھے بغیر کہنے لگی۔ "امیر! میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا میں نے واقعی امبرینہ سے کہا تھا کہ جس سے میں نے محبت کی ہے وہ غیروں میں سے نہیں عزیزوں میں سے ہے۔ امیر! بات دراصل یہ ہے کہ جس سے محبت کی جائے، جسے چاہا جائے پھر وہ غیر نہیں ہوتا اپنا ہوتا ہے۔ اسی بناء پر یہ بات میں نے امبرینہ سے کہی تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نثار خاموش ہوئی کچھ سوچا اس کے بعد ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "جس طرح تم نے مجھے امیر کے سامنے بٹھا کر میرے احساسات اور جذبات کو عیاں کیا ہے اسی طرح کسی روز میں تمہیں بدر کے سامنے بٹھا کر یہ کھیل کھیلوں گی۔"

جواب میں ربیکا مسکرائی اور کہنے لگی۔ "نثار، میری بہن! اب تمہیں یہ کھیل کھیلنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی بدر کے سامنے میں اظہار کر چکی ہوں کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ جس وقت میں نے یہ اظہار کیا تھا اس وقت امیر یوسف بن بخت وہاں موجود تھے اگر میری بات پر اعتبار نہ ہو تو ان سے پوچھ لو۔"

جواب میں نثار نے جب سوالیہ انداز میں یوسف بن بخت کی طرف دیکھا تب یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "نثار یہ غلط نہیں کہتی جس روز ہم نے تمہارے ہاں سے قرطبہ کی طرف آنا تھا اس روز میری موجودگی میں ربیکا نے یہ اظہار کر دیا تھا کہ یہ بدر کو پسند کرتی ہے۔ بدر بھی وہاں اس وقت موجود تھا۔"

یوسف بن بخت رکا پھر اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "نثار بات دراصل یہ ہے کہ جس وقت غریطہ نے رخصت ہونا تھا اس وقت اس نے میرے کان میں سرگوشی کی تھی اس نے مجھے یہی بتایا تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن میں سب کچھ تمہاری زبان سے سننا چاہتا تھا۔ آج جبکہ تم نے سب کچھ کہہ دیا ہے تو اس کے لئے میں تمہارا ممنون اور شکر گزار ہوں اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہاری محبت اور تمہاری چاہت کی خوب قدر دانی کروں گا۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ کے جواب میں نثار کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اسی لمحہ سالم

بن عطوف، عبورہ اور سیمسون حویلی میں داخل ہوئے وہ سامان اٹھائے ہوئے تھے قریب آئی تو ربیکا اور نشار نے اٹھ کر ان سے سامان لے لیا۔ اس موقع پر عبور دونوں کو مخاطب کیا۔ ''میری بچیو! اب تم سارا سامان مطبخ میں لے جاؤ اور کھانا تیار

نشار اور ربیکا دونوں وہ سارا سامان لے کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں جبکہ یو بخت کے پاس سالم بن عطوف، عبورہ اور سیمسون بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے۔

✿✿✿

عبدالرحمٰن بن معاویہ قرطبہ میں اپنے قصر میں بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس اس کے بیٹے بھی تھے اس لئے کہ عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹوں اور دیگر لواحقین کو بھی اب ہسپانیہ میں بلا لیا تھا۔ ایک طرف یوسف بن بخت، ابو عثمان، بدر اور دوسرے بہت سے سالار بیٹھے ہوئے تھے اس کمرے میں عمائدین سلطنت داخل ہوئے جب سب لوگ آ گئے تب عبدالرحمٰن نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عزیزانِ من! گو یوسف بن عبدالرحمٰن کو ہم نے اپنے سامنے زیر کر لیا ہے اور اس کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اس کے دو اہم ساتھی جنگ میں بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے ایک ارزق بن نعمان۔ دوسرا ہشام۔ اب جو مخبر میرے پاس خبریں لے کر آئیں ہیں ان کے مطابق ان دونوں نے اپنے ساتھ کافی جمعیت ملا لی ہے اور یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمیں ہسپانیہ سے نکال باہر کریں گے۔

جہاں تک ارزق بن نعمان کا تعلق ہے تو اس سے متعلق خبر آئی ہے کہ اس نے جزیرہ خضرہ میں علم بغاوت بلند کیا اور وہاں سے نکل کر اس نے شذونہ شہر کا رخ کیا۔ یہاں پہلے سے یوسف بن عبدالرحمٰن کے طرف دار موجود تھے۔ لہٰذا انہوں نے ساز باز کر کے شذونہ شہر پر ارزق بن نعمان کا قبضہ کروا دیا ہے۔ لہٰذا اس وقت جزیرہ خضرہ سے لے کر شذونہ تک کے سارے علاقے کو ارزق بن نعمان نے اپنی بغاوت اور سرکشی میں لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔

دوسرا ہشام جو یوسف بن عبدالرحمٰن کے بہترین ساتھیوں میں سے ہے۔ وہ طلیطلہ کی طرف بھاگا اور طلیطلہ پر اس نے قبضہ کرنے کے بعد وہاں اچھا خاصا لشکر جمع کر لیا ہے اور شہر میں وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا ہے۔''

دراصل عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لئے یہ دونوں خطرناک بغاوتیں تھیں۔ عبدالرحمٰن نے چونکہ ہسپانیہ کے سابق حکمران یوسف اور اس کے ایک بیٹے کو قرطبہ کے دروازے پر لٹکا دیا تھا کہ دوسرے باغی مزاج لوگوں کو کان ہو جائیں اور وہ آرام سے بیٹھ جائیں۔ لیکن ہیبت کے ساتھ ساتھ نفرت اور عداوت لوگوں میں بھڑک اٹھی۔ ابھی چونکہ پوری طرح ہسپانیہ میں

امن بحال نہ ہوا تھا لوگ دل و جان سے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے حق میں بھی نہ ہو
پھر اس پر متزاد یہ کہ بربر جوان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیہاتوں میں لو
کرتے پھر رہے تھے اور کاشت کاروں کی فصلیں اٹھا کر لے جاتے تھے، تاجروں
لوٹ لیتے تھے ان کی وجہ سے ملک کا نظام درہم برہم ہونے لگا لہٰذا اس سے باغیوں
تقویت ملی۔ ارزق بن نعمان اور ہشام کے علاوہ ایک تیسری بڑی قوت بھی عبدالرحم
معاویہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہونے کے درپے تھی یہ ابو صباح تھا جو کبھی اشبیلیہ
تھا اور عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے معزول کر دیا تھا یہ چونکہ یمنی قبیلوں کا سردار
یمنی قبائل سارے کے سارے اس کا ساتھ دے رہے تھے اور یمنی قبائل بھی جمع ہو
طاقت کو مستحکم کر رہے تھے اور وہ کسی بھی وقت ابو صباح کی سرکردگی میں عبدالرحم
خلاف بارود بن کر پھٹ سکتے تھے۔

بہر حال ارزق بن نعمان اور ہشام سے متعلق تفصیل بتانے کے بعد عبدالرحم
معاویہ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اپنے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیزو! آج تم سب لوگوں کو قصر میں بلانے کا اولین مقصد یہی ہے کہ
کیا جائے کہ جو بغاوتیں ہمارے خلاف کھڑی ہوئی ہیں، ان میں سے پہلے کس کو س
کے لئے نکلا جائے۔“

وہاں بیٹھے سارے سالار آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے تھے پھر یوسف بن
نے، جو خود بھی بنو اُمیہ کا سردار تھا عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا
کیا۔

”امیر! جہاں تک ہم سب کا خیال ہے اس کے مطابق ہشام کو فی الحال فراموش
ہوئے ارزق بن نعمان کا رخ کیا جائے۔ ہشام کو اس لئے ہم نظر انداز کرنا چاہتے
ہشام طلیطلہ میں محفوظ ہو چکا ہے۔ طلیطلہ کی فصیل بڑی مضبوط اور مستحکم ہے اور ا
کرنے کے لئے ہمیں کچھ دن بھی لگ سکتے ہیں اور ہماری اس مصروفیات
اٹھاتے ہوئے ارزق بن نعمان شذونہ سے نکل کر قرطبہ کا رخ کر سکتا ہے اس لئے
جزیرہ خضرہ سے لے کر شذونہ تک تو پہلے ہی سارے علاقوں پر قابض ہو چکا
صورت میں حالات ہمارے حق میں ابتر ہو سکتے ہیں اور اگر ہم ہشام کو نظر انداز
ہوئے ارزق بن نعمان کا رخ کرتے ہیں تو ہشام کسی بھی صورت اپنی جمعیت کے
طلیطلہ شہر سے باہر نکلنے کا خطرہ مول نہیں لے گا۔ وہ جانتا ہے اگر اس نے کھلے میدا

ل کر ہم سے ٹکرانے کی کوشش کی تو شکست اس کا مقدر بن کر رہے گی۔ لہٰذا حالات کیسے
ی برے کیوں نہ ہوں ہشام طلیطلہ شہر میں محصور رہ کر ہی اپنے باغی پن کا اظہار کرتا رہے
۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے امیر ہم سب یہی مشورہ دیں گے کہ پہلے ارزق بن
مان کو زیر کرنے کے لئے شذونہ شہر کا رخ کیا جائے۔“

جب تک یوسف بن بخت بولتا رہا عبدالرحمٰن بن معاویہ اس کے بیٹے بڑے خوش کن
راز میں اس کی طرف دیکھتے رہے جب وہ خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن توصیفی انداز میں اس
طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ابن بخت جو کچھ تم نے کہا ہے یوں جانو یہ میرے دل کی آواز ہے۔ آخری فیصلہ یہ
ہے کہ پہلے ارزق بن نعمان کو نیچا دکھانے کے لئے شذونہ شہر کا رخ کیا جائے گا اس کے
طلیطلہ میں محصور ہو جانے والے ہشام کی طبیعت صاف کی جائے گی۔ ابن بخت! اب تم
پنے سالاروں کو لے کر مستقر کا رخ کرو۔ آنے والی شب کو ہم اپنے لشکر کے ساتھ شذونہ
کی طرف کوچ کریں گے۔“

اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن وہاں سے اٹھ کر نکل گیا تھا۔ وہاں جمع ہونے والے
رے لوگ بھی قصر کے اس کمرے سے چلے گئے تھے۔ آنے والی شب کو عبدالرحمٰن بن
عاویہ نے اپنے سالاروں اور لشکر کے ساتھ قرطبہ سے کوچ کیا اس کا رخ شذونہ شہر کی
رف تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ عبدالرحمٰن بن معاویہ شذونہ پہنچا۔ شہر کے معززین کے ساتھ
س نے رابطہ قائم کیا اور انہیں کہلا بھیجا کہ وہ اگر اپنی خیریت چاہتے ہیں تو ارزق بن نعمان
ہمارے حوالے کر دیں۔ پہلے تو شہر والوں نے جواب دیا کہ شہر کے اندر ارزق بن نعمان
خاصا بڑا مسلح گروہ ہے اور اگر ہم نے ارزق بن نعمان کو پکڑ کر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے
الے کرنا چاہا تو اس کے مسلح جوان ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو ارزق بن نعمان کو آپ
کے حوالے کرنے کا فیصلہ کریں گے۔

شہر والوں کے جواب سے عبدالرحمٰن سمجھ گیا کہ شہر والے ارزق بن نعمان کے سامنے
بے بس ہیں ورنہ ان کے پاس کوئی قوت ہوتی تو وہ ضرور ابن نعمان کو قید کر کے اس کے
الے کر دیتے لہٰذا عبدالرحمٰن بن معاویہ نے شہر پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پورا
نا عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا مشورہ دیا خود بھی وہ آرام کرتا
ہا شاید اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آنے والی شب کو وہ شہر پر حملہ آور ہوگا اور ہر صورت میں
رزق بن نعمان کو گرفتار کر کے اسے اس کے بدترین انجام تک پہنچائے گا۔

دوسری طرف عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اس خاموشی نے شہر کے اندر ارزق بن نعمان کو بھی ایک پریشانی اور تجسس میں ڈال دیا تھا اس نے جس قدر لشکری اس کے ساتھ تھے کو شہر کی فصیل کے اوپر متعین کر دیا تھا تاکہ عبدالرحمٰن اور اس کے سالار کسی وقت بھی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں تو انہیں روکا جا سکے۔ اس طرح دن گزر گیا سورج غروب ہوا اور رات بڑی تیزی کے ساتھ زمین اور فضاؤں کے اندر پڑاؤ گہرے کرنے لگی عشاء کی نماز کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے کام کی ابتداء کر دی تھی۔ شہر کی مختلف سمتوں سے اس نے شہر پر حملہ کر دیا تھا۔ ایک سمت سے وہ خود حملہ آور ہوا۔ دوسری طرف یوسف بن بخت اور تیسری جانب سے بدر اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کو لے کر فصیل پر ٹوٹ پڑے تھے۔ رسیوں کی سیڑھیوں کے ذریعے انہوں نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

ارزق بن نعمان نے اپنے لشکر کا بڑا حصہ اس سمت رکھا جہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کا پڑاؤ رکھا تھا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے ذہن میں ٹھان رکھی تھی کہ اس جگہ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ عبدالرحمٰن حملہ آور ہوگا۔ اس کی اس کمزوری سے یوسف بن بخت اور بدر نے فائدہ اٹھایا اور اپنی اپنی سمتوں سے وہ فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کے فصیل کے اوپر چڑھنے کے ساتھ ہی فصیل پر گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ عبدالرحمٰن کی طرف سے دشمن کا زور ختم ہوگیا تھا اور وہ بھی فصیل پر اپنے لشکریوں کے ساتھ چڑھ گیا تھا۔

جس وقت ارزق بن نعمان کے سارے مسلح جوان فصیل کے اوپر برسرپیکار ہوئے تب شہر کے کچھ سرکردہ لوگوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا شہر کے اندر پہلے سے گروہ تھا اس کو وہ حرکت میں لائے اور ارزق بن نعمان کو انہوں نے گرفتار کرلیا۔ ساتھ ہی انہوں نے شہر پناہ کا دروازہ بھی کھول دیا اور شہر کے اندر جگہ جگہ انہوں نے اعلان شروع کر دیا کہ ارزق بن نعمان کو گرفتار کرلیا گیا ہے لہٰذا جنگ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں یہ آوازیں، یہ صدائیں فصیل کے اوپر بھی سنی جانے لگی تھیں لہٰذا ارزق بن نعمان کے مسلح جوان پیچھے ہٹ کر بھاگنے لگے تھے اور جو شذونہ کے رہنے والے تھے وہ اپنے گھروں میں دبک گئے تھے۔ شہر کے لوگوں نے ارزق بن نعمان کو عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے پیش کیا عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شہریوں سے اس نے تعرض نہ کیا بلکہ ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ارزق بن نعمان کو گرفتار کر کے اس کے حوالے کر دیا سارے شہریوں کو اس نے عام معافی دے دی۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے

ساتھ اس نے چند یوم کے لئے شذونہ شہر میں قیام کر لیا تھا تاکہ شہر کے نظم ونسق کو پہلے کی طرح بحال کر سکے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی شذونہ شہر ہی میں قیام کیا ہوا تھا کہ اس کے طلایہ گروں نے یہ خبر دی کہ شمال میں جو نصرانیوں کی ریاستیں تھیں ان کے مختلف عساکر نے مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہو کر دور دور تک تباہی پھیلانی شروع کر دی ہے۔ بستیوں کی بستیاں لوٹ کر وہ جلانے لگے ہیں اور مسلمانوں کے علاقوں میں بربادی اور شکست و ریخت کا کھیل شروع کر چکے ہیں۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ شذونہ شہر سے نکلا اور بڑی برق رفتاری سے اس نے قرطبہ کا رخ کیا تھا۔

☆☆☆

قرطبہ کی رہائش گاہ میں ایک روز سالم بن عطوف ایک کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ اس کمرے میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی بیوی عبورہ داخل ہوئی نگاہ اٹھا کر سالم بن عطوف نے اس کی طرف دیکھا چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عبورہ! خدا جھوٹ نہ بلوائے تمہارے چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ تم کسی خاص موضوع پر بات کرنے کے لئے آئی ہو اس سے پہلے کبھی تمہارا چہرہ اس طرح تمتمایا نہ تھا جس طرح میں اب دیکھ رہا ہوں۔ بیٹھو اور کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔''

عبورہ آگے بڑھ کر جب سالم بن عطوف کے پاس بیٹھ گئی تب ابن عطوف نے اسے مخاطب کیا۔ ''پہلے یہ بتاؤ کہ نثار کہاں ہے۔''

عبورہ نے غور سے اپنے شوہر سالم بن عطوف کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''نثار اس وقت ساتھ والے کمرے میں ربیکا کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔ سیمسون ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے چھوڑ کر گیا ہے۔ وہ بتا رہا تھا کہ امیر یوسف بن بخت کو قرطبہ میں رہائش کے لئے حویلی ملی ہے۔ اس کی صفائی ستھرائی کا کام ہو رہا ہے اور یوسف بن بخت اور بدر اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اس وقت وہیں ہیں۔

عبورہ خاموش ہوئی تو کچھ سوچتے ہوئے سالم بن عطوف کہنے لگا۔ ''عبورہ! یہاں قرطبہ میں رہتے ہوئے ہمیں کافی دن ہو گئے ہیں میرے خیال میں اب واپسی کی تیاری کرنی چاہئیے آج یوسف بن بخت آتے ہیں تو اس موضوع پر ان سے بات کروں گا۔''

''ایک اہم موضوع پر میں بھی آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔'' عبورہ نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"کیسا اہم موضوع۔" تجسس بھرے انداز میں سالم بن عطوف نے دیکھا تھا۔
"میں دراصل نشار سے متعلق آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔" ہچکچاتے ہوئے عبورہ نے کہنا شروع کیا تھا دراصل نشار امیر یوسف بن بخت کو پسند کرنے لگی ہے اور امیر بھی اس میں دلچسپی رکھتے ہیں اسے پسند کرتے ہیں۔"

عبورہ کے اس انکشاف پر سالم بن عطوف کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا کہنے لگا۔ "عبورہ کیا کہہ رہی ہو۔"

"میں آپ سے غلط بیانی نہیں کر رہی۔" عبورہ نے اپنی خوشی کو دباتے ہوئے کہا تھا۔

"میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ تم غلط بیانی سے کام لے رہی ہو۔ لیکن ایک بات ہے اگر یوسف بن بخت نشار کو پسند کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں یہ ہماری خوش بختی ہے۔ اگر نشار امیر کو پسند کرتی ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں اس لئے کہ......"

عبورہ نے سالم بن عطوف کی بات کاٹ دی اور کہنے لگی۔ "نہیں یہ معاملہ یک طرفہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ دراصل اس موضوع پر گفتگو اس لئے کی کہ میں آپ کا عندیہ لینا چاہتی تھی۔"

"دیکھو عبورہ! اس سلسلے میں میری رائے اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی تمہاری رضا اہمیت رکھتی ہے۔ تم نشار کی ماں ہو۔ مائیں اپنی بیٹیوں کے بہت سے بھید جانتی ہیں جو بیٹیوں کی ماں کو ہوتی ہے باپ کو نہیں۔ لہٰذا جو بھی فیصلہ تم نشار کے سلسلے میں کرو گی میری طرف سے وہ آخری ہوگا۔ لیکن بھلی مانس ایک بات تو بتاؤ تمہیں کس نے بتایا کہ نشار اور امیر یوسف بن بخت ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

جواب میں عبورہ مسکرائی اور کہنے لگی۔ "یہ انکشاف تھوڑی دیر پہلے مجھ سے ربکا نے کیا ہے۔ وہ خود بھی بدر سے محبت کرتی ہے اور بدر بھی اسے چاہتا ہے۔ دراصل نشار اور ربکا دونوں ایک دوسرے کی رازدار ہیں۔ اب آپ بتائیں آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔"

ہلکا سا تبسم سالم بن عطوف کے چہرے پر نمودار ہوا اور پھر کہنے لگا۔ "میں نے اس میں کیا کہنا ہے پر اس سلسلے میں ہم کوئی قدم اٹھانے میں پہل تو نہیں کر سکتے جب تک یوسف بن بخت کی طرف سے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔"

عبورہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "آپ کا اندازہ، آپ کا فیصلہ درست ہے۔ جب بھی امیر یوسف بن بخت نشار کو اپنانے کی خواہش کریں گے ہم انکار نہیں کریں گے۔ میں اس موضوع پر آپ سے اس لئے گفتگو کر رہی ہوں تا کہ آپ کو سارے حالات کا علم ہو۔"

سالم بن عطوف نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ "عبورہ اگر یہ معاملہ احسن طریقے سے اپنے انجام کو پہنچ جائے تو میں سمجھوں گا کہ ہم دونوں میاں بیوی خوش قسمت ہیں اس لئے کہ ہماری دونوں بیٹیاں سکھ چین سے رہیں گی۔ غریطہ پہلے ہی اچھی جگہ جا چکی ہے بڑی پرآسائش زندگی بسر کر رہی ہے۔ نشار کا معاملہ بھی اگر امیر کے ساتھ طے ہو جاتا ہے تو ہم دونوں میاں بیوی خوش ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہتے کہتے سالم بن عطوف کو رک جانا پڑا اس لئے کہ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی تھی پھر تھوڑی دیر بعد نشار اور ربکا دونوں نمودار ہوئی تھیں۔ ربکا دروازے پر رک گئی ہاتھ پکڑ کر اس نے نشار کو بھی روک لیا پھر سالم بن عطوف اور عبورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "آپ دونوں کسی خاص موضوع پر تو گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر میں اور نشار دونوں بہنیں واپس چلی جاتی ہیں۔"

اس پر سالم بن عطوف اور عبورہ دونوں کھلکھلا کر ہنس دیے پھر سالم بن عطوف کہنے لگا۔ "ربکا، میری بیٹی! کس قسم کی گفتگو کرتی ہو۔ بھلا بیٹیوں سے بھی کسی قسم کا راز ہو سکتا ہے۔ ہم نے اس موضوع پر گفتگو کرنی ہے جس کا تم سے بھید رکھا جائے۔ آؤ بیٹھو......"

اس کے ساتھ ہی ربکا اور نشار دونوں آگے بڑھ کر نشستوں پر بیٹھ گئی تھیں پھر قبل اس کے کہ کوئی گفتگو کا آغاز کرتا باہر حویلی کے صحن میں کسی کے بولنے کی آواز سنائی دی تھی۔ سالم بن عطوف اپنی جگہ پر اٹھا اور کہنے لگا۔

"آپ تینوں بیٹھیں میں دیکھتا ہوں کون ہے۔" سالم بن عطوف جب باہر نکلا تو اس نے دیکھا یوسف بن بخت، بدر اور سیمون تینوں حویلی کا صحن عبور کرنے کے بعد سکونتی حصے میں داخل ہو رہے تھے۔ جب وہ سالم بن عطوف کے قریب آئے تو سالم بن عطوف انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم لوگ اس وقت اس کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہیں آ جائیں۔" یوسف بن بخت، بدر اور سیمون اسی کمرے میں داخل ہوئے۔ آگے بڑھ کر سب نشستوں پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت نے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"ابن عطوف! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے کے لئے آیا ہوں۔ لیکن جہاں آپ نے رہائش رکھی ہوئی ہے وہاں نہ آپ کی کوئی جائداد ہے نہ اپنی ذاتی حویلی یا گھر جس کی آپ کو دیکھ بھال کرنی پڑے۔ آپ طبیب ہیں اور اندلس کے چند اچھے

طبیبوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں الفتین کی رہائش ترک کر کے آپ ا
اہل خانہ کے ساتھ قرطبہ میں آ جائیں۔ میں، بدر اور سیمسون اس وقت ربیکا کے گھر
کر آ رہے ہیں۔ اس موضوع پر ہم نے ربیکا کے باپ دولاب اور ماں جوسی ماریہ
مشورہ کیا ہے۔ ان کی بھی بڑی خواہش ہے کہ آپ الفتین سے نکل کر یہاں آ جائیں۔
امیر عبدالرحمٰن سے بات کر چکا ہوں۔ آپ قرطبہ کے مستقر کے سرکاری طبیب بھی
گے۔ اس کے لئے حکومت کی طرف سے آپ کو اچھی خاصی رقم ماہانہ ملتی رہے گی۔ ا
بولیں آپ کیا کہتے ہیں۔ میری خواہش ہے، آپ بالکل آرام کریں۔" سالم بن عط
نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"بیٹے! میں نے کیا کہنا ہے یہ دونوں ماں بیٹی سامنے بیٹھی ہوئی ہیں۔ مل کر فیصلہ کر
جو کہیں گی ایسے کر لیا جائے گا۔"

یوسف بن بخت نے باری باری عبورہ اور نثار کی طرف دیکھا پھر عبورہ کو مخاطب کیا۔

"اماں! بولیں سارا معاملہ آپ پر چھوڑا جا رہا ہے۔" اس کے بعد یوسف بن بخت
نثار کی طرف دیکھا پھر اسے بھی مخاطب کیا۔

"نثار! تم بھی سوچو۔ دیکھو اس میں نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی زور۔ الفتین کوئی اتنی
بستی نہیں جہاں آپ کو زیادہ آسودگی فراہم ہو گی۔ قرطبہ مرکزی شہر ہے۔ یہاں ز
وسائل اور سہولتیں ہیں۔"

یوسف بن بخت کے اس استفسار پر عبورہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ نثار پہلے بول اٹھی

"امیر! آپ نے جو پیشکش کی ہے۔ اس کے لئے ہم آپ کے ممنون اور شکرگزار ہ
پر پہلی بات یہ اٹھتی ہے کہ ہم رہائش کہاں رکھیں گے۔ جہاں ہم رہ رہے ہیں، یہ بدر ا
کی حویلی ہے کل کو بدر اور ربیکا کی شادی ہوتی ہے تو وہ اس حویلی میں منتقل ہوں گے
ہمیں یہاں سے نکلنا پڑے گا۔"

نثار کے ان الفاظ پر ربیکا شرما گئی تھی۔ جبکہ بدر مسکرا رہا تھا۔ اس پر نثار کی طرف د
ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"تمہیں کس نے کہا ہے کہ تم لوگ اس حویلی میں قیام کرو گے۔ امیر عبدالرحمٰن نے
جو رہائش کے لئے حویلی دی اس کی صفائی ستھرائی بالکل مکمل ہو چکی ہے۔ میں، سیمسون
بدر وہیں سے ہو کر آ رہے ہیں۔ آپ تینوں اس حویلی میں منتقل ہو جائیں گے۔ میں آ
لوگوں کی مرضی جاننے کے لئے جلدی اس لئے کر رہا ہوں کہ میں اور بدر آنے والی ش

لشکر کو لے کر یہاں سے کوچ کریں گے۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر نثار چونکی تھی۔ سالم بن عطوف اور عبورہ نے بھی
س بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا پھر سالم بن عطوف نے اسے مخاطب کیا۔

"بیٹے تم اور بدر کس سمت کوچ کرو گے۔"

جواب میں یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"شمال کی نصرانی ریاستوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر دھاوے بولنے شروع کر دیے
۔ دیہاتوں، شہروں، قصبوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا ہے۔ لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا
۔ ان میں سرفہرست بشکنس کا کاؤنٹ آف سرڈین ہے۔ یہ انتہاء درجہ کا جابر، ظالم
ن ہے۔ بشکنس کی سلطنت کو توسیع دینا چاہتا ہے اور اس کے لئے مسلمانوں کے وسیع
ے پر قبضہ کرنے کا خواہش مند ہے۔ میں اور بدر ایک لشکر کو لے کر اس کی سرکوبی کے
روانہ ہونے والے ہیں۔"

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے تجسس بھرے انداز
نثار کہنے لگی۔

"اگر آپ کی حویلی میں ہم نے رہائش اختیار کر لی تو آپ کہاں رہیں گے۔"

اس موقع پر ربیکا مسکراتے ہوئے بول اٹھی۔ "نثار! تمہیں اس سلسلے میں فکرمند ہونے
یا ضرورت ہے۔ جب تک امیر یوسف بن بخت کی شادی نہیں ہو جاتی اس وقت تک
شکر ہی میں قیام رکھیں گے جس طرح آج کل ان کا قیام ہے۔ بدر بھی ان کے ساتھ
ر ہی میں رہتے ہیں اور امیر کی جب تم سے شادی ہو جائے گی تو امیر بھی اسی حویلی میں
لوں کے ساتھ قیام کریں گے۔"

ربیکا کے ان الفاظ پر نثار شرم و حیا کے باعث دوہری ہو گئی تھی گردن اس کی جھک گئی
تاہم ربیکا کے اس جملے پر سالم بن عطوف اور عبورہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا۔ بدر
سون بھی مسکرا رہے تھے۔ یوسف بن بخت کی حالت عجیب تھی کبھی وہ سالم بن عطوف
رہ کی طرف دیکھ لیتا تھا اور کبھی اس کی نگاہیں سر جھکائے حسین نثار پر جم جاتی تھیں۔
وقع پر بدر بولا اور سالم بن عطوف اور عبورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"دراصل اب تک ساری گفتگو پہیلیوں میں ہوتی رہی ہے۔ اب بات کھل ہی گئی ہے تو
لن انداز میں ہونی چاہیے۔ محترم ابن عطوف! جہاں تک میرا اور ربیکا کا تعلق ہے تو
اور اس کی شادی کے لئے ربیکا کی ماں باپ کے علاوہ اس کا بھائی سیمسون بھی اپنی

رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں اور خداوند نے چاہا تو کسی مناسب موقع پر ہم دونوں
کرلیں گے۔"

اس موقع پر جب کہ امیر یوسف بن بخت بھی یہاں ہے۔ ہماری بہن نشار بھی ہوئی ہے تو میں آپ پر انکشاف کروں کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں الہٰ کی پسند اور محبت ہی کو دیکھتے ہوئے ربیکا نے یہ جملہ کہا ہے جو آپ نے سنا۔"

بدر جب خاموش ہوا تب سالم بن عطوف بول اٹھا۔ یوسف بن بخت کی طرف ہوئے کہنے لگا۔

"ابن بخت میرے بیٹے اگر اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تم نشار کا انتخا چکے ہو تو میں سمجھوں گا کہ یہ ہماری خوش بختی ہے۔ بیٹے جب بھی تم نشار کو اپنانا چا معاملہ ہماری خوشی کا باعث ہوگا اس وقت تک نشار ہمارے پاس تمہاری امانت کی ح سے رہے گی۔"

سالم بن عطوف کے اس فیصلے پر نشار اور یوسف بن بخت ہی نہیں ربیکا، بدر اور بھی خوش ہو گئے تھے۔ عبورہ کے چہرے پر بھی دور دور تک خوشیاں اور آنکھوں میں م بھری چمک ناچ اٹھی تھی۔ اس موقع پر یوسف بن بخت نے پھر سالم بن عطوف کی دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"جو بات میں نے آپ سے کہی تھی وہ ادھوری ہی رہ گئی کہ آپ الفتین سے قرط ہونا چاہتے ہیں کہ نہیں۔"

سالم بن عطوف کے بجائے جھجکنے کے انداز میں ربیکا بول اٹھی۔ یوسف بن بخ طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بھائی آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔ اب تو سارا معاملہ ہی حل ہو گیا ہے۔ نہیں منتقل ہوں گے۔" پھر اس نے سالم بن عطوف کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"کیوں عم میں نے غلط کہا ہے۔"

اس پر سب کھلکھلا کر ہنس دیئے اور سالم بن عطوف کہنے لگا۔ "نہیں بیٹی تو نے ہے۔ ہم الفتین سے قرطبہ منتقل ہونے کے لئے تیار ہیں۔"

اس موقع پر ربیکا اٹھ کھڑی ہوئی سالم بن عطوف اور عبورہ کی طرف دیکھتے ہو لگی۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں اور نشار دونوں وہ حویلی دیکھ آئیں۔"

اس پر یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"نہیں تم دونوں نہیں جاؤ گی بلکہ سب چلتے ہیں۔ آپ سب کو حویلی میں چھوڑ کر میں اور بدر مستقر کی طرف چلے جائیں گے اس لئے کہ ہم دونوں نے کوچ کی تیاری بھی کرنی ہے۔"

سب نے اس پر اتفاق کیا پھر سب اٹھ کر حویلی سے نکل گئے تھے۔ اسی شب یوسف بن بخت اور بدر ایک لشکر کو لے کر شمال کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

❁❁❁

جس روز یوسف بن بخت اور بدر نے کوچ کیا تھا اس سے اگلے روز عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی یوسف بن عبدالرحمٰن کے خیر خواہ ہشام کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے طلیطلہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

طلیطلہ شہر کا زیادہ تر حصہ کوہستانی ہے لیکن بڑے بڑے وسیع ہموار میدان اور مرتفع قطعات بھی ہیں۔ مشرقی اور جنوبی حصے میں جبل طلیطلہ کے سلسلے پھیلے ہوئے ہیں اور ایسے پہاڑ ہیں جو جنوب میں دریائے آنہ اور شمال میں دریائے تاجہ سے سیراب ہونے والی زمینوں کو جدا کرتے ہیں۔ اس شہر سے متعلق کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شہر حضرت نوحؑ کے بیٹے طوبال نے بسایا تھا کچھ مورخین کا خیال ہے کہ ایک بادشاہ ہسپانوس کی بیٹی آئی بریہ نے اس شہر کی تعمیر کا کام سرانجام دیا تھا۔

ایک بیان یہ بھی ہے کہ قبل مسیح جب بابل کے بادشاہ بخت نصر کے ظلم سے یہودیوں نے بیت المقدس سے جلا وطنی اختیار کی تو وہ اندلس میں جا کے آباد ہو گئے اور وہاں انہوں نے ایک شہر بسایا اروس کا نام انہوں نے عبرانی زبان میں تولیوس یعنی نسلوں کا شہر رکھا اور یہ آگے بگڑ کر طلیطلہ ہو گیا۔

دوسری صدی عیسوی میں جب رومانیوں کا قبضہ اس شہر پر ہوا تو انہوں نے اس کا نام تم رکھا اس کے بعد رومانی قیصر نے اس شہر کا نام اپنی زبان میں زیطلہ رکھ دیا۔ جس کے خوشحال رہنے والا ہے۔ یہ غالباً لاطینی لفظ سے ماخوذ تھا۔

طلیطلہ کا شہر سنگ خارہ کی ایک اونچی نیچی پہاڑیوں پر آباد ہے جس کو سوائے شمالی سمت باقی اطراف میں دریائے تاجہ گھیرے ہوئے ہے۔ دریا کی رفتار یہاں آکر بہت تیز ہو ہے کیونکہ بہاؤ کی طرف زمین کا نشیب زیادہ ہے۔

شہر کے اندر کسی بلند مقام سے چاروں طرف دیکھا جائے تو شمال کی جانب تشتالیہ کے میدان اور جنوب کی طرف دریا پار جبل طلیطلہ نصف دائرے کی شکل میں نظر آتا ہے۔

اگر شہر کے باہر کسی مقام پر دیکھا جائے تو تمام شہر سنگ خارہ کا عظیم الشان قلعہ مع ہوتا ہے جس کی حفاظت تین اطراف سے دریائے تاجہ کرتا ہے اور شمالی سمت میں جس طر دریا نہیں ہے ایک دوہری فصیل نہایت مستحکم بنی ہوئی ہے۔ یہ پرانی تعمیر ہے جس مضبوطی اور عمدگی کی تعریف بہت سے مؤرخوں نے کی ہے۔

عرب مؤرخین لکھتے ہیں کہ طلیطلہ کا قلعہ نہایت مضبوط اور مستحکم تھا۔ شہر میں باغا نہریں، پھلواریاں، مرتفع عمارتیں اور مضبوط قلعے موجود تھے۔ دریائے تاجہ پر ایک عجیب تھا جو صرف ایک محراب پر کھڑا تھا۔ اس کے نیچے دریا بڑے زور شور سے بہتا تھا۔

دریا کے کنارے کے قریب ایک راہٹ جو بہت بڑا تھا تعمیر کیا گیا تھا جس کا نوے ہاتھ اونچا تھا۔ اس چرخ کے ذریعے دریا کا پانی پل پر چڑھایا جاتا تھا اور وہاں نلوں کے ذریعے زمین کے نیچے ہی نیچے سارے شہر میں پہنچایا جاتا تھا۔

مسلمانوں کی فتوحات سے قبل یہ شہر قوطی بادشاہوں کا دارالسلطنت تھا اور یہیں وہ کا محل تھا جسے بیت الحکمت کہا جاتا تھا۔ جس میں ایک طلسم بند تھا۔ ہر قوطی بادشاہ اپنا قفل اس بیت الحکمہ کے دروازے پر لگا دیتا تھا اور اپنے جانشین کو وصیت کر جاتا تھا کہ محل کو کھولنے کا کبھی قصد نہ کرے۔ لیکن راڈرک یعنی آخری بادشاہ نے اسے کھولا ج نتیجہ مایوسی اور نقصان کے سوا کچھ نہ ہوا۔ راڈرک کو اس طلسم میں اہل عرب کی تصویریں آئیں اور اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کی حکومت چھن کر مسلمانوں کے ہاتھوں چلی گئی۔

کچھ مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی بیت الحکمہ میں وہ قیمتی خوان رکھا ہوا تھا جو مائدہ سلیمان کہا جاتا ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ مائدہ طلیطلہ کے ایک کلیسا تھا اور یہ اس جگہ تھا جہاں کلیسا کی دوسری قیمتی اشیاء آراستہ رکھی جاتی تھیں۔ اس کا رنگ سبز بیان کیا جاتا ہے۔ طرح طرح کے قیمتی جواہرات اس میں جڑے ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ وہ زمرد کے ایک بہت بڑے ٹکڑے کو تراش کر بنایا گیا تھا۔

اسی طلیطلہ شہر کی ایک وسیع عمارت میں جو غالباً کلیسا سے متعلق ہو گی طارق بن زیا ایک سو ستر 170 تاج طلیطلہ کے بادشاہوں کے ملے تھے اسی رعایت سے عرب مؤ نے اس عمارت کا نام بیت الملوک بیان کیا ہے۔ مغربی مؤرخوں نے بھی اس عمارت متعلق لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ۔

موسیٰ بن نصیر جب اندلس میں وارد ہوا ہر طرف بڑے بڑے شہروں اور علاقوں

رنے کے سوا دوسرا کام نہیں کیا حتیٰ کہ وہ شاہان طلیطلہ کے شہر میں پہنچے۔ یہاں انہوں نے یک محل دیکھا جس کا نام بیت الملوک تھا۔ یہ نام اس وجہ سے ہوا تھا کہ اس میں سونے کے ج رکھے ہوئے تھے۔ ایک ایک تاج ایک ایک بادشاہ کا تھا گویا یہ تاج ان بادشاہوں کے ئے جنہوں نے اندلس پر حکومت کی تھی۔

ہر ایک تاج پر صاحب تاج کا نام کندہ تھا اور جس قدر اولاد اس نے چھوڑی تھی اس کی راد اور بادشاہ کی ولادت تخت نشینی اور اموات کی تاریخیں بھی کندہ تھیں کیونکہ اندلس کے طی بادشاہوں میں مدت سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ ہر ایک بادشاہ کی موت پر اس کا تاج وہ زندگی میں پہنتا تھا اس محل میں لا کر رکھ دیا جاتا تھا۔

(سن اٹھارہ سو اٹھاون 1858 تک یورپ کے مؤرخین مسلمانوں کو یہ تاج ملنے کو یت اور من گھڑت داستان خیال کرتے تھے لیکن جب طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر ، قریب ایک مکان سے چند تاج اور کلیسائی اشیاء برآمد ہوئیں تو یقین ہو گیا کہ عربوں ، جو تاجوں کا حال بیان کیا تھا وہ سچ تھا۔ تفصیل اس کی کچھ یوں تھی کہ صوبہ طلیطلہ کے ، چھوٹے سے قصبے کے قریب ایک ندی میں سخت طغیانی آ گئی جب پانی اترا تو اس ندی کنارے ایک پرانے قوطی گرجا کے کھنڈر میں ایک جگہ مٹی میں کچھ چیزیں چمکتی ہوئی نظر یں۔ سب سے پہلے ایک غریب کسان کی بیوی کی نظر ان پر پڑی اس نے اور اس کے ند نے قیمتی چیزوں کو وہاں سے نکال لیا۔ ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ وہ خزانہ ہے جو بارہ سو ل سے زمین میں دبا ہوا تھا ان کو جو سب سے بڑی فکر لاحق ہوئی وہ یہ کہ حکومت کو خبر نے سے پہلے پہلے طلیطلہ کے جوہریوں کے ہاتھ اس مال کو بیچ ڈالیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا میں سے اکثر چیزیں پیشتر اس کے کہ کسی واقف کار کی ان پر نظر پڑے، توڑ کر گلا دی ں۔ اتفاق سے اسی قصبے کے ایک مدرسہ کے ایک معلم نے ان میں سے ایک چیز کسان بیوی کے ہاتھ میں دیکھ لی وہ چونکہ تعلیم یافتہ آدمی تھا دیکھتے ہی سمجھ گیا یہ تو کوئی بڑے نے وقتوں کا مال ہے لہٰذا اس نے اس کی اطلاع حکام کو کر دی اور جو چیزیں سنار کی بھٹی حوالے نہیں ہوئی تھیں وہ بچ گئیں اگر یہ اتفاق پیش نہ آتا تو ساتویں صدی عیسوی کے سائی زیورات کے ایک پورے مجموعے سے دنیا محروم ہو جاتی۔)

اس سے ثابت ہو گیا کہ عرب مؤرخین کا یہ بیان کہ تاجوں پر قوطی بادشاہوں کے نام رہ تھے بالکل درست تھا اور اس پر کوئی تعجب بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ دراصل ہر ایک پابند ب قوطی بادشاہ دو تاج بنوایا کرتا تھا ایک وہ خود پہنتا تھا اور دوسرا کلیسا کی نظر کر دیتا تھا۔

یہ دستور ایسا تھا جس سے اس امر کی تصریح آسانی سے ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی قیمتی مسلمانوں کو فتح اندلس کے وقت کیسے مل گئیں۔ اسی طلیطلہ شہر سے باہر دریائے تاجہ کنارے ایک مشہور مسلمان منجم ابوالقاسم عبدالرحمٰن نے پن گھڑیاں بنائی تھیں۔ طلیطلہ پن گھڑیاں بڑی مشہور تھیں اور وہاں کے عجائبات میں سمجھی جاتی تھیں۔ عربوں نے ان البلیلتان رکھا تھا یہ ایک عجیب صنعت تھی جس سے علم ہیت کے مشاہدات میں وقت کا کیا جاتا تھا۔ علاوہ وقت کے دن اور تاریخ بھی ان سے معلوم ہو سکتے تھے۔ اس صنعت موجد مسلمان ابوالقاسم عبدالرحمٰن بڑا زیرک انسان تھا بہترین ہیت دان تھا اسی نے سے متعلق اور آلات بھی مثلاً زرقلہ اور عباسیہ ایجاد کیے تھے جو صنعت اس نے ایجاد کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

دریائے تاجہ کے بائیں کنارے کے نزدیک ایک عمارت میں دو حوض بنائے گئے جو چاند کے بڑھنے پر بتدریج پانی سے بھرتے اور چاند کے گھٹنے پر بتدریج پانی سے خالی رہتے تھے۔ جس وقت نیا چاند افق پر نمودار ہوتا تو ہر ایک حوض میں زمین دوز نلوں بھرنا شروع ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صبح تک جس قدر پانی ایک حوض میں سما سکتا کے ساتویں حصے کا چوتھائی حصہ اور دن ختم ہونے پر ساتویں حصہ کا نصف حصہ پانی جاتا تھا لیکن پندرہویں شب کو جبکہ چاند گھٹنا شروع ہو جاتا تھا تو ان حوضوں کا پانی بھر وروز میں بقدر ساتویں حصے کے نصف کے گھٹتا چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اکیسویں حوض آدھے آدھے خالی ہو جاتے تھے اور چاند کی انتیسویں شب ہوتی تو پانی کا ایک قطرہ ان میں نہ رہتا۔ ایک عجیب بات ان حوضوں کی یہ تھی کہ اگر کوئی شخص اپنی طرف میں پانی نکالے یا ان میں پانی ڈالے تو اس کا اثر ان پر نہ ہوتا تھا پانی باہر سے کوئی حوض میں گرتے ہی غائب ہو جاتا اور جس قدر پانی کوئی نکالتا تھا تو فوراً یہ کمی از خود ہو جاتی تھی۔ بہرحال جس قدر پانی از روئے صنعت اس وقت رہنا چاہیے تھا وہی رہ اس طرح ان حوضوں کے ذریعے جو ابوالقاسم عبدالرحمٰن نے بنائے تھے وقت، دن، اور مہینوں کا تعین کیا جا سکتا تھا۔

''یورپ کا ایک مؤرخ ڈان پاسکل لکھتا ہے کہ سن اٹھارہ سو چھتیس 1836ء نے اس شکستہ عمارت کو جس میں یہ حوض تھے بچشم خود دیکھے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کی دیواروں پر بہت خوبصورت پچی کاری کا کام عربوں کے وقت کا کیا ہوا موجود ہے میں نے جس وقت اس عمارت کو دیکھا تو وہ ایک خرمن گاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔

عمارت کے صحن میں دو حوض تھے برسوں کے کوڑے اور کرکٹ سے اٹے ہوئے تھے ان حوضوں کے نیچے ایک زمین دوز راستہ تھا اور چند سال ہوئے کہ خرمن گاہ کے مالکوں نے چند پیسے کے نل جن کے ذریعے ان میں پانی آتا تھا یہاں سے نکالے تھے بہرحال اس شہر میں مسلمانوں کے وقت کے آثار اب برائے نام کہیں کہیں باقی ہیں۔ نصرانیوں نے مسلمانوں کی عمارتوں کو اپنے گرجوں، خانقاہوں اور دیگر عمارات کے بنانے کے لئے صاف کر دیا۔ بعض قدیم عمارتوں کی کسی کسی پرانی دیوار پر اب بھی مسلمانوں کا سنگ تراشی کا کام نظر آتا ہے۔ طلیطلہ شہر کا موجودہ سب سے بڑا گرجا پہلے مسلمانوں کی ایک عالیشان مسجد ہوا کرتی تھی۔ اس مسجد کی عمارت کو پندرھویں صدی عیسوی یعنی نویں صدی ہجری میں گرجا بنا دیا گیا تھا۔)

بہرحال عبدالرحمٰن بن معاویہ طلیطلہ شہر کی طرف بڑھا یہاں ہشام نے کافی قوت پکڑ لی تھی اس لئے کہ جن سرداروں سے عبدالرحمٰن نے ان کی جاگیریں چھین لی تھیں وہ بھی دل میں غبار لیے بیٹھے تھے اور ہشام سے مل گئے تھے۔ ہشام اس قدر طاقت اور قوت پکڑنے کے بعد قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے آکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرے میں شدت پیدا ہوئی تو ہشام نے آخر صلح کی درخواست کی اور اطاعت کرنی چاہی۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس کے ایک بیٹے کو یرغمال میں لیا اور اسے امان دے دی۔ لیکن ہشام ایسا بد فطرت نکلا کہ جونہی عبدالرحمٰن نے پیٹھ پھیری اس نے پھر سرکشی کی اور بغاوت پر اتر آیا۔ عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ دوبارہ پلٹا اور اسے اطاعت قبول کرنے کو کہا اس بار وہ نہ مانا شہر کے اندر اپنی طاقت اور قوت کو مستحکم کیا اور فصیل کے اوپر بھی اس نے ان گنت لشکری بٹھا دیئے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے عارضی طور پر بدر کو بھی اپنے پاس طلیطلہ کے نواح میں بلا لیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے یوسف بن بخت کی طرف بھی یہ پیغام بھجوایا تھا کہ وہ جہاں ہے وہیں رک جائے جب تک بدر واپس اس کے پاس نہیں آتا اس وقت تک وہ شمال کے باغیوں کی طرف نہ بڑھے۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ اور بدر دونوں نے مل کر کئی دن تک کوشش کی لیکن وہ طلیطلہ کو سر کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ اس کی پہلی وجہ یہ تھی کہ شہر کی فصیل انتہائی مضبوط اور مستحکم تھی۔ تین اطراف میں دریائے تاجہ کی سرکش لہریں تھیں۔ چوتھی جانب کوہستانی سلسلہ تھا اور اس سے ملا کر ایک مضبوط اور مستحکم فصیل بنائی گئی تھی جس پر چڑھنا انتہائی دشوار تھا۔

ابھی محاصرہ جاری تھا کہ عبدالرحمٰن کو خبریں ملنا شروع ہوئیں کہ جنوبی اندلس کے حالات

بڑی تیزی سے خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں عبدالرحمٰن بن
طلیطلہ شہر کا زیادہ عرصہ تک محاصرہ نہ کر سکتا تھا اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے اس نے
فیصلہ کیا۔

ہشام کا وہ بیٹا جو اس کے پاس یرغمال تھا اسے قتل کر کے اس کا سر منجنیق کے ذ
عبدالرحمٰن نے شہر کے اندر پھنکوا دیا بدر کو واپس اس نے یوسف بن بخت کی طرف ر
دیا اور خود اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ قرطبہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

✡✡✡

یوسف بن بخت اور بدر دونوں اپنے لشکر کو لے کر شمال کی طرف بڑھے یہاں تک کہ وہ
یائے دویرہ کے کنارے جا پہنچے تھے۔ یہاں دریا کے کنارے ان سے ان کے وہ طلایہ گر
ن ملے جو انہوں نے اپنے آگے آگے شمال کی طرف پھیلائے تھے۔ ان کے آنے پر
یائے دویرہ کے کنارے لشکر کو روک دیا گیا وہ طلایہ گر یوسف بن بخت کے قریب آئے
ف بن بخت کو مخاطب کرتے ہوئے ایک کہہ رہا تھا۔

"امیر! بشکنس کا کاؤنٹ سرڈین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ وہ دریائے دویرہ کے
پار خیمہ زن ہے۔"

وہ طلایہ گر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے یوسف بن بخت بول
۔ "جس جگہ اس نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہ دریائے دویرہ سے کتنے فاصلے پر ہوگی۔"

آنے والے اس طلایہ گر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ "میرے خیال میں کاؤنٹ سرڈین کا
ؤ دریائے دویرہ سے لگ بھگ پانچ میل کے فاصلے پر ہوگا۔ وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں
ل جانب کوہستان برغش پڑتا ہے۔ اسی کوہستانی سلسلے سے ایک دریا نکل کر دریائے
ہ سے آکر ملتا ہے اور دریا کا نام بھی دریائے برغش ہے۔

جس جگہ سرڈین نے پڑاؤ کیا ہے اس کی صورتحال کچھ اس طرح ہے کہ اس کے پڑاؤ
شرقی جانب دریائے برغش ہے۔ غربی اور شمالی جانب برغش کا کوہستانی سلسلہ ہے
ں اس نے پڑاؤ قائم کیا ہے۔ وہ جگہ اس نے خود منتخب کی اور پورے علاقے کا جائزہ
کے بعد اس نے پڑاؤ کیا۔ اس لئے کہ اس جگہ کے شمال مغربی جانب ایک تنگ درہ
اس درے کے اندر اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ جسے وہ محفوظ دستوں کے طور پر
مال کرتا ہے رکھا ہوا ہے۔ اب اس کا ہم سے جنگ کرنے کے لئے طریقہ کار اس طرح
کہ جب ہم دریائے دویرہ کو عبور کرنے کے بعد اس کے سامنے پڑاؤ کریں گے تو وہ فی
جنگ کی ابتدا نہیں کرے گا پہلے ہمارے لشکر کا جائزہ لے گا پھر اپنے ان دستوں کو
ھ درے کے لئے پیغام بھجوائے گا جو درے کی گھات میں ہوں گے پھر مناسب موقع

جان کر وہ ہم سے جنگ کی ابتدا کرے گا اس کے لشکر کے وہ دستے جو درے میں ہ وہ اس وقت ہمارے پہلو یا ہماری پشت پر حملہ آور ہوں گے۔ جب جنگ اپنے عرو گی اگر حملہ آور نہیں ہوں گے تو کم از کم ہمارے پڑاؤ کو آگ لگانے کی کوشش کر تا کہ ہمارے لشکر میں افراتفری پھیلے اور ہم پسپائی اور شکست کا شکار ہو جائیں۔ وہ جب خاموش ہوا تو یوسف بن بخت آگے بڑھا اور اس کی اور اس کے ساتھیوں تھپتھپائی پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں تمہیں تمہاری کارگزاری پر سلام پیش کرتا ہوں تم نے اہم اطلاعات فراہم کی ہیں۔ اب تم لشکر گاہ میں جاؤ۔ وہاں تمہارے آرام اور کھانے اہتمام کیا جائے گا لیکن کل ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ دریائے دویرہ کو عبور کر اور جس درے کی تم نشاندہی کر رہے ہو اس پر حملہ آور ہوں گے۔ جہاں سرڈین نے محفوظ دستے رکھے ہوئے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی وہ طلایہ گر وہاں سے ہٹ گئے۔ ان کے جانے کے بع سالاروں کو مخاطب کر کے کہا۔ ”عزیز ساتھیو! ہمارے خلاف سرڈین جو جال بن ر جس سازش میں وہ ہمیں مبتلا کرنا چاہتا ہے ایسے ہی جال ہم اس کے خلاف بُن دیکھو ہمارے مخبر کہہ چکے ہیں کہ اس درے کے لگ بھگ پانچ میل پیچھے اس نے ا محفوظ دستے بٹھا دیئے ہیں۔ آج رات کی تاریکی میں ہم دریائے دویرہ کو عبور کر اس درے کے قریب جا کر پڑاؤ کریں گے آدھی رات کے قریب ہمیں اس در قریب ہونا چاہیے وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا جائے گا کہ د آ کر کھلے میدان میں آ کر کھلتا ہے وہاں سے لے کر تقریباً آدھ میل درے کے علاقے کو ہم اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ درے کے دونوں جانب آدھ میل کے میں اپنے مسلح جنگجو بٹھا دیں گے جن کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے ہی پتھر بھی اکٹھے کر لیے جائیں گے جنگ شروع ہونے کے بعد اگر سرڈین کے محفو اس درے میں سے نکل کر میدان میں داخل ہونا چاہیں تو آدھ میل کا وہ درہ جس پر قبضہ کر رکھا ہو گا وہ ان کے لئے قیامت کا میدان بنا کر رکھ دیں گے۔ دونوں طرف پر تیر اندازی کی جائے گی پتھر لڑھکائے جائیں گے۔ چھوٹے پتھر مارے جائیں طرح میں چاہتا ہوں وہ دستے جو سرڈین نے ہمیں نیچا دکھانے کے لئے گھات میں ہیں ہم ان کی گھات میں بیٹھ کر ان کی موت اور مرگ کا باعث بن جائیں۔ ہم نے

ابتداء کرنے کے بعد سرڈین یقیناً اس بات کا منتظر رہے گا کہ درے والے اس کے درے سے نکل کر ہمارے پہلو یا ہماری پشت پر حملہ آور ہو کر ہماری کمزوری کا باعث اگر وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوتے تو کم از کم ہمارے پڑاؤ میں گھس کر پڑاؤ کو آگ لگا ہماری افراتفری اور پسپائی کا باعث بنیں گے اور جب ہمارے گھات میں بیٹھے ہوئے جوان ان کو تباہ و برباد کر دیں گے اور جو بچیں گے وہ واپس بھاگنے پر مجبور ہوں گے یب ردعمل ظاہر ہو گا۔ کافی دیر کے بعد جب سرڈین کے وہ محافظ دستے درے سے ر ہمارے خلاف کارروائی نہیں کریں گے تب سرڈین پریشان ہو گا۔ بدحوصلگی اور ں کا شکار ہو کر رہے گا اور اس کے ان ہی احساسات اور ان ہی جذبات سے فائدہ اٹھا اوند نے چاہا تو دریائے دویرہ کے کنارے اسے ہم بدترین شکست دیں گے۔“

ہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن بخت رکا کچھ سوچا اس کے بعد بدر اور دوسرے سپہ وں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میرے عزیز بھائیو! جو کچھ میں نے کہنا تھا وہ کہہ چکا۔ اس سلسلے میں اگر تم میں سے کے پاس کوئی بہتر تجویز ہو یا جو تجویز میں نے پیش کی ہے اس میں کوئی ترمیم یا اضافہ ہے تو بولے۔“

اب میں بدر کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی یوسف بن بخت کی اس تجویز سے اتفاق پھر وہاں پڑاؤ کر لیا تھا اور پھر لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا جانے لگا تھا۔

❁❁❁

دھی رات سے کچھ پہلے جبکہ چاروں طرف ھُو کا عالم تھا۔ نیند سے گلے ملتی خاموشیوں شے کو اپنی عبائیں پہنا دی تھیں کبھی کبھی اپنی بولی میں خداوند قدوس کی تسبیح کرتے ں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں یا سردی کا مارا ہوا کوئی پرندہ کبھی کبھی بول کر اپنی ی کا اظہار کر دیتا تھا۔ ورنہ چاروں طرف چپ اور خاموشی تھی۔ ایسے میں یوسف بن ر بدر نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا دریائے دویرہ کے کنارے اوپر کی سمت بڑھے ں ایک کھلے میدان میں دریا کا پاٹ خوب چوڑا ہو جاتا تھا اور پانی کی گہرائی کم تھی ہو دریا کو عبور کر گئے اور پھر اپنے طلایہ گروں کی راہنمائی میں آدھی رات کے بعد نے بالکل درے کے قریب جا کر پڑاؤ کر لیا تھا۔ پڑاؤ کرنے کے ساتھ ہی یوسف ت اور بدر نے اپنی کارروائی کی ابتداء کر دی تھی۔ درے کے آدھے میل کے فاصلے ے کے دونوں جانب انہوں نے اپنے تیر انداز بٹھا دیے تھے اور پھر بڑے بڑے

پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے تھے اور صبح تک اس سارے کام کی تکمیل کر دی گئی تھی ا جوان بڑی بڑی چٹانوں اور پتھروں کی اوٹ میں کچھ اس طرح بیٹھ گئے تھے کہ اگر میں کوئی سفر کرے تو وہ دکھائی نہ دیتے تھے۔

ان سارے امور کی تکمیل کے بعد جہاں درہ میدان میں اترتا تھا وہاں بھی یو بخت نے اپنے کچھ تیر انداز دستے بٹھا دیئے تھے۔ ایسا اس نے اس احتیاط کے تح کہ سرڈین کے محافظ دستوں میں سے اگر کوئی تیروں اور پتھروں سے بچتا بچا میدانوں کی طرف آ بھی جائے تو جو تیر انداز وہاں بٹھے ہوں گے وہ انہیں چھلنی کر دیں گے۔ ان سارے انتظامات سے مطمئن ہونے کے بعد یوسف بن بخت اور ب لشکر میں آ گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سورج مشرق سے طلوع ہوا تھا۔ اس وق یوسف بن بخت، بدر اور اس کے ساتھی فجر کی نماز کے بعد صبح کے کھانے سے فارغ تھے۔ یوسف بن بخت نے ایک بار پھر سارے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا اب ا سامنے سرڈین کے لشکر کا پڑاؤ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ یوسف بن بخت اپنے سا مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیزو! اگر تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں تھوڑی دیر تک د ساتھ جنگ کی ابتداء کرنے والا ہوں میں جنگ میں تاخیر نہیں چاہتا وقت ضائع ن چاہتا اور اس کے لئے میرے پاس ایک وجہ بھی ہے۔ میرے عزیزو! درے کے جانب اور درے کے اوپر جو ہم نے انتظامات کیے ہیں وہاں اپنے تیر انداز بٹھائے ہم نے جنگ میں تاخیر کی تو یاد رکھنا دشمن کا کوئی طلایہ گرد دشمن کو بتا دے گا کہ در آخری سرے پر ہم نے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ لہٰذا ہمیں نقصان پہنچانے کے اور طریقہ کار اختیار کریں گے۔ میں ایسا نہیں ہونے دینا چاہتا۔ اس بناء پر میں تھ تک جنگ کی ابتداء کرنے والا ہوں۔ اس لئے کہ سرڈین نے جو دستے درے کے ا کیے ہیں وہ ابھی اٹھ رہے ہوں گے ان میں کوئی خاص ہلچل نہیں ہوگی اس لئے انہ اپنے ذہن میں یہ بات بٹھائی ہوگی کہ انہوں نے اس وقت حرکت میں آنا ہے جب سرڈین کے ساتھ جنگ کی ابتداء ہو جائے گی۔ درے کے آخری سرے پر چونکہ ہما انداز اور مسلح جوان مستعد ہیں لہٰذا ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور جنگ کی ا دینی چاہیے تاکہ سرڈین کے محفوظ دستے ہمارے لئے نقصان کا باعث نہ بنیں۔"

یوسف بن بخت کی اس تجویز سے بدر اور دوسرے سالاروں نے جب اتفاق کیا

الفور جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے لشکری صفوں کو استوار کیا جانے لگا۔ ساتھ ہی لشکر کے اندر بڑے بڑے طبل بھی بج اٹھے تھے۔

جس وقت یوسف بن بخت اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہا تھا اور اپنے لشکر کے اندر اس نے جنگ کے طبل بھی بجوا دیئے تھے ساتھ ہی اس کے لشکر میں خداوند قدوس کی کبریائی کی تکبیریں بھی بلند ہونا شروع ہو گئیں تھیں تب سرڈین اور اس کے لشکری کسی قدر پریشان دئے تھے اس لئے کہ وہ توقع ہی نہیں رکھتے تھے کہ مسلمان آتے ہی ان سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

یہ دیکھتے ہوئے جواب میں سرڈین نے بھی اپنی صفیں درست کرنا شروع کیں اور جنگ کے طبل اس نے بھی اپنے لشکر میں بجوا دیئے تھے۔ اس موقع پر اپنے لشکریوں کے حوصلے ر کرنے کے لئے سرڈین نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے میں پہل کرے ۔ اپنے ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر سرڈین اپنے لشکر کو حرکت میں لایا پھر وہ ت کے جان سوز سکوت میں مصلوب انسانیت، تپتے جلتے پیاسے صحرا اور وقت کی رواں رفت میں کپڑے بھاڑنے اندھیاؤ اور خرابیوں کی تحریکیں آباد کرتی سرد ٹھٹھرتی پیلی رتوں طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ سرڈین مطمئن تھا۔ وہ جانتا تھا جو لشکر مسلمان لے کر آئے ہیں تعداد میں اس کے لشکر سے کم بھی ہے اور ساتھ ہی اسے یہ بھی اطمینان تھا کہ اس کے ے والے دستے وہاں سے نکل کر اپنا رنگ دکھائیں گے تو مسلمانوں کے پاس صرف ہی راستہ رہے گا اور وہ یہ کہ وہ بھاگیں اور دریائے دویرہ کو عبور کر کے اپنی جانیں یں۔ اسی بناء پر وہ بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا۔

دوسری جانب مسلمان دفاع تک ہی محدود رہے۔ سرڈین نے دیکھا کہ اس کے حملوں کو ل نے اس طرح روکا تھا جیسے ان گنت لمحوں کی بھیگی آنکھوں میں تمناؤں کے سراب اتر تے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مسلمان لشکری اس انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے کام ابتداء کر چکے تھے۔ جیسے رم و رقص کے تسلسل اور خواب و خمار میں بربط کی نبض پر کسی نوا کا بھاری ہاتھ پڑا ہو۔ اس کے بعد یوسف بن بخت نے اپنے لشکر کے اندر ایک انقلاب کیا۔ دفاع اس نے ترک کر دیا جارحیت پر اترا اور وہ بھی سرڈین کے لشکر پر ثبات کو ی میں بدل دینے والے صرع کے ہولناک دوروں، شہرتوں کے تکبر کو پاش پاش کر نے والی فطرت کی قوتوں ادراک کو اوہام میں بدل دینے اور آثار احوال اور اعمال کو برباد دینے والے کروٹیں لیتے اٹل عذابوں کی نہاں قوت تسخیر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے میدانِ جنگ میں قضا دل کی گہرائیوں پر اتر
لیوں کی مسکراہٹیں ویرانیوں میں نظروں کی بساطیں، سنسانیوں میں تبدیل ہونا شرو
تھیں۔ بڑے بڑے سورماؤں، بڑے بڑے تیغ زنوں کی جواں آب و تاب بے تعبیر
کی طرح بکھرنے لگی تھی اجلے خوش کن خیالات میدان جنگ میں ظلمت خانو
خاروخس کی طرح بے جہت ہونا شروع ہو گئے تھے کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوئی
امید لگائے بیٹھا تھا کہ درے میں اس کے محافظ دستے اچانک نکل کر مسلمانوں پر
ہوں گے اور اس کی کامیابی اور مسلمانوں کی شکست کو یقینی بنا دیں گے لیکن جوں جو
گزرتا گیا اور درے والے نمودار نہ ہوئے تب سرڈین اور اس کے لشکریوں کی حالہ
اوڑھے اجسام بن بادل برکھا، ہریالی اور نمو سے محروم اشجار اور آنکھوں کی بے
بھڑک اٹھنے والی تلخیوں کی لو سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ سرڈین اور یوسف
کے درمیان جنگ جب اپنے عروج، اپنے زوروں پر آ گئی تھی تب سرڈین نے ا
کے وہ دستے جنہیں اس نے درے کے اندر رکھا تھا اور جنگ کے دوران حملہ آ
کے احکامات جاری کیے تھے وہ دستے حرکت میں آئے۔ درے کے اندر ہی اندر
بڑھے درہ چونکہ تنگ تھا لہٰذا آگے بڑھنے کی رفتار کوئی زیادہ تیز نہ تھی بہر حال آگ
ہوئے جب وہ اس جگہ کے قریب پہنچے جہاں یوسف بن بخت نے اپنے ساتھی
تب اس وقت تک کوئی ہلچل برپا نہ ہوئی۔ سرڈین کے دستے آہستہ آہستہ آگے بڑ
یوسف بن بخت کے وہ مسلح جوان جو دونوں جانب درے کے اوپر گھات میں بیٹ
تھے وہ چاہتے تھے کہ جب سرڈین کے زیادہ سے زیادہ آدمی ان کی زد میں آئیں
اپنے کام کی ابتداء کریں۔ اس لئے انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ان دستوں کا اگلا
درے کے بالکل آخری سرے پر پہنچ جائے گا تب وہ اپنے کام کی ابتداء کریں گے
کہ درے سے باہر بھی ان کے تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے اور اگر کسی نے بھاگ
سے باہر نکل کر میدانوں میں جانے کی کوشش کی تو وہ بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو
اس طرح اس آدھ میل کے ٹکڑے میں جہاں یوسف بن بخت کے آدمیوں نے گھ
ہوئی تھی جب پوری طرح سرڈین کے آدمی اس میں سما گئے تب کوہستانی سلسلے
جانب ان پر ایک خونی انقلاب برپا ہوا پہلے زوردار پتھروں کی بارش کی گئی جب
سے کچھ نے بھاگ کر میدان میں اترنا چاہا تو سامنے کی طرف سے اس قدر تیز
ہوئی کہ انہیں یوں لگا جیسے ان پر موسلا دھار بارش کی طرح تیر برسنا شروع ہو گئے

درہ چونکہ تنگ تھا لہٰذا پلٹنا بھی کوئی آسان نہ تھا پلٹتے پلٹتے بھی وقت لگا تھا اتنی
ی طرح پلٹے
ریک کوہستانی سلسلے کے دونوں جانب پتھروں نے انہیں بدحال کر کے رکھ دیا تھا اور جو
ھروں سے بچتے بچاتے پیچھے ہٹے تھے ان پر اوپر سے بھی موسلا دھار انداز میں تیر اندازی
ئی تو درہ سرڈین کے لشکریوں کی لاشوں سے بھرنا شروع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر یوسف
ن بخت کے ان مسلح جوانوں نے جو عقلمندی کا کام کیا وہ یہ کہ کوہستانی سلسلے کے دونوں
انب اوپر ہی اوپر رہتے ہوئے انہوں نے بھی آگے بڑھنا شروع کیا تھا درے کے اندر
رڈین کے جو لشکری بھاگے تھے ان کے تعاقب میں وہ سنگ باری اور تیر اندازی کرتے
ھلے گئے تھے۔ سرڈین کے آدمی درے کے اوپر چڑھنے کی جسارت نہیں کر رہے تھے اس
لئے کہ وہ جانتے تھے کہ جو بھی اوپر چڑھا، پتھروں اور تیروں کی مار مارا جائے گا لہٰذا درے
ے اندر بھاگے۔ درے کی تنگی کی وجہ سے ان کے بھاگنے کی رفتار کم تھی جبکہ کوہستانی
سلسلوں کے اوپر کھلا وسیع علاقہ ہونے کی وجہ سے یوسف بن بخت کے آدمی بڑی آسانی
سے ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ اس طرح لگ بھگ دو میل درے کے اندر یوسف
ن بخت کے آدمیوں نے ان پر سنگ باری اور تیر اندازی کی اور ان میں سے بہت کم کو اپنی
انیں بچا کر بھاگنے کا موقع ملا۔ درے میں سرڈین کے بھاگنے والے آدمیوں کا تعاقب
ک کر کے کوہستانی سلسلے کے دونوں جانب جو یوسف بن بخت کے مسلح جوان تھے وہ پلٹے
ں جگہ آئے جہاں درے کے منہ پر تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے سب وہاں جمع ہو گئے پھر
سف بن بخت نے ان پر جو سالار مقرر کیا تھا اس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا
روع کیا۔

"میرے عزیزو! درے کے اندر دشمن کے جس قدر لشکری گھات میں تھے ان کا تو ہم
نے خاتمہ کر دیا ہے بہت کم جانیں بچا کر بھاگے ہیں۔ اس طرح درے کی طرف سے اب
مارے لشکر کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس وقت نہ ہم امیر یوسف بن بخت سے مشورہ کر سکتے
ں نہ بدر سے اس لئے کہ وہ دونوں بری طرح جنگ میں مصروف ہیں جو کچھ کرنا ہے ہم
نے خود ہی کرنا ہے۔ اس وقت میں نے جو سوچا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ
یہاں سے ہم اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر سرڈین کے لشکر کے پہلو کی طرف بڑھیں گے۔
زور زور سے تکبیریں بلند کریں گے اور ساتھ ہی خبریں بھی بلند آواز میں پھیلاتے ہوئے
دشمن کے لشکر کے قریب جائیں گے تاکہ دشمن کے لشکری ہماری ان آوازوں کو سنیں۔ پہلی
صدا ہم نے یہ دینی ہے کہ سرڈین کے وہ لشکری جو درے کے اندر تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا

ہے۔ جونہی یہ خبر سرڈین کے لشکر میں پھیلے گی یاد رکھنا اس میں ایسی بد دلی پھیلے گی کہ وہ جنگ سے ہاتھ کھینچنا شروع کر دیں گے۔ اور دوسری خبر جو ہم نے پھیلانی ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کے لشکر کو کمک پہنچ گئی ہے۔

یہ دو خبریں جب سرڈین کے لشکر میں پھیلیں گی تو یاد رکھا وہ جنگ کرنے کے بجائے پسپائی اور فرار کو ترجیح دیں گے۔"

اس سالار نے یہ دوسرا دانشمندانہ قدم اٹھایا تھا۔ پہلا اس کا بہترین فیصلہ یہ تھا کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر ہی اوپر رہتے ہوئے اس نے درے کے اندر بھاگتے ہوئے سرڈین کے لشکریوں کا دو میل تک تعاقب کرتے ہوئے انہیں اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ ان میں سے کوئی پلٹ کر اپنے لشکر کی طرف جائے۔ دوسرا اس سے بھی بہتر قدم وہ یہ اٹھایا تھا کہ تکبیریں بلند کرتے ہوئے دو طرح کی خبریں پھیلاتے ہوئے دشمن پر ضرب لگائی جائے۔ تاکہ دشمن کے لشکر میں بد دلی پھیلے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد یوسف بن بخت کے وہ لشکری حرکت میں آئے پہلے یکجا ہو کر اپنی تنظیم درست کی پھر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ سرڈین کے لشکر کے ایک پہلو کی طرف بڑھے تھے قریب جا کر زور زور سے تکبیریں بلند کرتے ہوئے وہ پہلے سے طے شدہ دو خبریں بھی پھیلانے لگے تھے۔

ان مسلح جوانوں نے سرڈین کے لشکر پر اس زور سے حملہ کیا تھا کہ ان کے پہلو کی جو صفیں تھیں ان کے اندر ابتری پھیلا کر رکھ دی تھی۔ سرڈین کے وہ لشکری چونکہ اپنے سامنے مسلمانوں سے برسرپیکار تھے اب جب کہ پہلو سے بھی یوسف بن بخت کے لشکریوں نے حملہ کر دیا تب ان میں افراتفری پھیلنا ایک قدرتی فعل تھا اور پھر جب سرڈین کے لشکر میں یہ خبریں دور تک پھیلیں کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے اور یہ کہ انہوں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ درے میں گھات میں بٹھایا تھا۔ مسلمانوں نے حملہ آور ہو کر اس کا بھی خاتمہ کر دیا ہے تب سرڈین کے لشکر میں بد دلی اپنے عروج کو پہنچ گئی تھی۔ خود سرڈین بھی بد دل ہو کر گھبرا اٹھا تھا اس لئے کہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ درے کے اندر جو اس کے لشکری ہیں ان کا خاتمہ ہو گیا ہے ورنہ وہ ابھی تک اپنے کام کی ابتداء کر چکے ہوتے۔

یہ صورتحال سرڈین کے لئے انتہائی تشویش ناک تھی اس لئے کہ اس کی صفیں بالکل ابتری کا شکار ہو چکی تھی اس کے لشکری اپنے ہاتھ کھینچتے ہوئے جنگ کرنے سے پرہیز کرنے لگے تھے اس صورتحال نے مسلمانوں کے حوصلوں اور ولولوں کو اور مضبوط اور مستحکم کر دیا تھا

وہ پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے اس طرح سرڈین کے لشکر میں مکمل طور پر ابتری پھیلی لہٰذا اپنے لشکر کو مزید تباہی سے بچانے کے لئے سرڈین نے شکست قبول کی اور اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔

یوسف بن بخت اور بدر نے اپنے ان لشکریوں کو جو درے میں اپنے فرائض انجام دینے کے بعد میدان میں اتر کر دشمن پر حملہ آور ہوئے تھے انہیں ان کے سالار تمام بن علقمہ کی سرکردگی میں پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا ساتھ ہی تمام بن علقمہ کے ذمے یوسف بن بخت نے یہ بھی کام لگایا کہ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر اپنے پڑاؤ میں لے جائے اس کے بعد یوسف بن بخت اور بدر نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے برغش کے کنارے کنارے سرڈین اور اس کے لشکریوں کا خوفناک تعاقب شروع کر دیا تھا۔

❁❁❁

سرڈین کا دور تک تعاقب کرنے کے بعد یوسف بن بخت اور بدر اپنے لشکر کے ساتھ پلٹے اور کوہستانوں کے دامن میں اس جگہ آئے جہاں سرڈین کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔ ان کے آنے تک تمام بن علقمہ نے دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو اپنے پڑاؤ میں منتقل کر دیا تھا اور جو جوان جو زیادہ زخمی تھے تعاقب میں حصہ نہیں لے سکتے تھے ان کی مرہم پٹی کا سامان بھی کر دیا تھا۔

یوسف بن بخت اور بدر دونوں جب تمام بن علقمہ کے پاس آئے تب کچھ دیر تک یوسف بن بخت بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا اس موقع پر تمام بن علقمہ فکر مند ہو گیا اور یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن بخت میرے عزیز بھائی! مجھ سے کوئی غلطی، کوئی کوتاہی ہو گئی ہے جو آپ اس طرح مجھے غور سے دیکھ رہے ہیں۔"

ابن علقمہ کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا پھر ایک دم وہ آگے بڑھا ابن علقمہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کی پیشانی پر بوسے دیئے پھر علیحدہ ہو کر اسے مخاطب کیا۔

"ابن علقمہ دراصل میں تمہیں تمہاری کارگزاری پر مبارک باد پیش کرنا چاہتا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ ایسا کرنے کے لئے میں کون سے مناسب الفاظ استعمال کروں۔ میں نے درے میں جو مسلح دستے تمہاری کمانداری میں دیئے تھے ان سے تم نے خوب کام لیا اور درے کی طرف سے سرڈین کے جن لشکریوں نے ہم پر حملہ آور ہونا تھا ان سے بڑے احسن طریقے

سے نمٹتے ہوئے تم نے ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس سے بھی بڑھ کر تم نے جو معرکہ سرانجام دیا وہ یہ کہ درے کو اپنے لئے محفوظ کرنے کے بعد تم بیکار نہیں بیٹھ گئے اگر تم ایسا کرتے تو تم پر کوئی حرف گیری نہ تھی اس لئے کہ میں نے تمہیں صرف درے کی حفاظت پر مامور کیا تھا اور تمہارے لئے یہی احکامات تھے کہ درے کے اندر سے سرڈین کا لشکری اگر میدان میں اترے تو اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ پر میرے عزیز! تو نے کمال کیا درے کو اپنے لشکر کے لئے محفوظ کرنے کے بعد تو بیکار نہیں بیٹھا بلکہ اپنے مسلح دستوں کے سات زندگی اور موت کا کھیل کھیلتے ہوئے تم سرڈین کے شکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہو گئے اور سرڈین کو قبل از وقت بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ گو ہمارے تیز حملوں کے باعث سرڈین کے لشکر میں بد دلی کے آثار پیدا ہو رہے تھے لیکن وہ کسی نہ کسی طرح جما ہوا تھا اور جب تمہارے لشکری تکبیریں بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے اور ساتھ یہ بھی شور کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے اور یہ کہ درے کے اندر سرڈین کے جو دستے تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے تب ان حملوں کا سرڈین اور اس کے لشکریوں پر بڑا منفی اثر ہوا اور شکست تسلیم کرتے ہوئے وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابن علقمہ میں ایک بار پھر تیری فراست اور دانشمندی، تیری جرأت اور دلیری کو سلام پیش کرتا ہوں۔''

جب تک یوسف بن بخت بولتا رہا تمام بن علقمہ مسکراتا رہا یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب آگے بڑھ کر وہ یوسف بن بخت سے لپٹ گیا پھر کہنے لگا۔

''ابن بخت آپ میری کچھ زیادہ ہی تعریف کر رہے ہیں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرے اس طرح حملہ آور ہونے سے دشمن کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے تو میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ میرے ادھر آنے سے پہلے جس انداز میں آپ اور بدر دشمن پر ضربیں لگا رہے تھے اس وقت ہی اس کی قسمت اس کے مقدر میں شکست اور فرار لکھا جا چکا تھا۔ میرے یہاں پہنچنے اور پہلو کی طرف حملہ آور ہونے کا یہ اثر ہوا کہ وہ فرار چند لمحے پہلے ہو گیا۔ تمام بن علقمہ کی اس گفتگو کے جواب میں یوسف بن بخت کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کچھ گھوڑ سوار پڑاؤ میں داخل ہوئے سیدھے ادھر آئے جہاں یوسف بن بخت، بدر اور تمام بن علقمہ اور دوسرے سالار کھڑے ہوئے تھے۔

قریب آ کر وہ گھوڑوں سے اترے بلند آواز میں سب نے مل کر سلام کہا آگے بڑھ کر سب سے پر جوش مصافحہ کیا اس کے بعد ان میں سے ایک اپنے سارے ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے یوسف بن بخت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! آپ اور بدر دونوں کو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے فی الفور قرطبہ پہنچنے کے لئے کہا ہے۔''

آنے والے اس مخبر کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت کچھ پریشان اور حیران سا رہ گیا تھا پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ اس قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''امیر کو ایک دم کیا سوجھی کہ اس نے ہمیں قرطبہ بلا لیا ہے۔ اگر طلیطلہ کی بغاوت فرو نہیں ہوئی اور امیر عبدالرحمٰن دوبارہ طلیطلہ کا محاصرہ کر کے ہشام کو اپنے سامنے زیر کرنے کا ارادہ کر چکا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی اچھا فیصلہ نہیں ہے۔ میرے اپنے خیال کے مطابق طلیطلہ کو فی الحال اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے کب تک وہاں محصور رہتے ہوئے ہشام بغاوت کو جاری رکھ سکے گا اس وقت ہمارے سامنے سب سے بڑا اور اہم مسئلہ شمال کے نصرانیوں سے نمٹنا ہے جو آئے دن اپنی اپنی گھاتوں سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں دور تک لوٹ مار کرتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ اس کوشش میں بھی ہیں کہ مسلمانوں کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرتے ہوئے مسلمانوں کی سلطنت کی حدود کو سمٹنے پر مجبور کیا جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن بخت رکا پھر اپنے سلسلہ کلام کو بڑھاتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''آنے والے ہمارے محترم طلایہ گرو! اس وقت ہم نصرانیوں کے مقابلے میں بہتر صورتحال میں ہیں۔ میرے عزیز! شمال کی طرف سے صرف کاؤنٹ سرڈین کی طرف سے خطرہ نہیں۔ ایسے بہت سے کاؤنٹ ہیں جو آئے دن ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کرنے کے علاوہ ہمارے کچھ علاقوں پر بھی قبضہ کرنے سے متعلق سوچ رہے ہیں۔ لہٰذا شمال کی نصرانی قوتوں کا قلع قمع کر کے انہیں اپنی حدود میں رہنے پر مجبور کرنا بہت بڑا معرکہ ہے اس وقت اگر ہم اس مہم کو یہیں تک چھوڑ کر واپس جاتے ہیں تو اس کے بڑے بڑے اثرات مرتب ہوں گے۔ اگر ہم یہاں سے ہٹ جاتے ہیں۔ قرطبہ کی طرف چلے جاتے ہیں تو سرڈین پلٹے گا، ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اس کی حالت اس وقت زخمی سانپ کی سی ہو گی ہمارے جانے کے بعد وہ مسلمانوں کے علاقوں میں ایسی تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلے گا جس سے متعلق تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس مہم کو یہیں تک چھوڑ کر قرطبہ کا رخ نہیں کرنا چاہیے ابھی ان علاقوں میں نصرانیوں کے دو اور حکمران ہیں جو مسلمانوں کے علاقوں میں ترک تاز کرتے رہتے ہیں ساتھ ہی فرانسیسیوں

کے بھی کچھ آوارہ مزاج لشکران کوہستانی سلسلوں کے اندر ایک تنظیم کے تحت بھٹکتے مسلمانوں کی بستیوں اور قصبوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ ایہ لئے کرتے ہیں کہ انہیں خبر ہو چکی ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کی حالت دگرگوں عبدالرحمٰن بن معاویہ شام سے اندلس میں داخل ہوا ہے کچھ لوگ اس کا ساتھ د ہیں کچھ اس سے روگردانی کر رہے ہیں اور ایسے گومگوں حالات میں نصرانی فائدہ اٹھا میں مسلمانوں کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب آنے والا وہ قاصد پھر بول اٹھا۔

"امیر! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اپنی جگہ وہ بالکل مناسب اور درست ہے لیکن حالات کے تحت امیر عبدالرحمٰن نے آپ کو واپس قرطبہ میں طلب کیا ہے یا در حالات ان سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اس وقت امیر عبدالرحمٰن نے دو امو سے آپ کو لشکر سمیت قرطبہ میں بلایا ہے۔ پہلا یہ کہ مغربی علاقوں میں یمنی قبائل بغا چکے ہیں۔ ابو صباح یمنیوں کا سب سے بڑا سردار تھا اسے جب اشبیلیہ کی امارت عبدالرحمٰن نے محروم کیا تو وقتی طور پر چاروں طرف خاموشی رہی ابو صباح بھی گوشہ نشی چلا گیا لیکن حقیقت میں وہ گوشہ نشین نہیں ہوا اندر ہی اندر یمنی قبائل کو ابھارتا رہا جس نتیجے میں اس کے ہوا دینے پر مغربی علاقوں میں یمنی قبائل ایک خوفناک بغاوت کر چکے ہیں اور اگر جلد ان کی سرکوبی نہ کی گئی تو یاد رکھیے گا انہیں روکنا اگر ناممکن نہیں تو ا کا مشکل ضرور ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ خلیفہ بغداد منصور نے بھی یہاں امیر عبدالرحٰ معاویہ کے خلاف سازش کی ہے افریقہ میں اس کا ایک جاننے والا رہتا تھا۔ نام اس ہے اس سے اس نے ساز باز کی وہ اشبیلیہ میں وارد ہوا ہے اور بے شمار لوگ اس کے ہو رہے ہیں۔ وہ بھی عنقریب بغاوت کھڑی کر دے گا اس طرح ہسپانیہ کے اندر ہمارے لئے اس قدر ابتر ہوں گے کہ ان پر قابو پانا ہمارے لئے انتہائی مشکل ہو گا۔"

قاصد جب خاموش ہوا تب بڑے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے یوسف بن بخت تھا۔

"ان یمنیوں نے بڑے برے وقت میں بغاوت کھڑی کی ہے میرا ذاتی خیال سرڈین کو شکست دینے کے بعد ایک دو دن تک اپنے زخمی لشکریوں کی دیکھ بھال کر

ے بعد میں شمال مغرب کی طرف کوچ کرتا جس طرح سے سرڈین ہمارے علاقوں پر حملہ ور ہوتا رہا ہے میں چاہتا تھا کہ اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہم بھی دور تک ترک تاز رتے تا کہ ان نصرانیوں کو یہ نصیحت ملتی کہ اگر وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو سکتے ہیں تو ے ان کے مرکزی شہروں تک دھاوا بول سکتے ہیں لیکن جو حالات تم سنا رہے ہو ان کے تحت را یہاں سے قرطبہ کی طرف جانا ہی مناسب لگتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن بخت رکا لمحہ بھر کے لئے اس نے باری باری اپنے یب کھڑے بدر، تمام بن علقمہ اور دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا پھر انہیں مخاطب رتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیزو! اس موقع پر بولنا صرف میرا ہی حق نہیں تمہیں بھی اس موقع پر کوئی ورہ دینا چاہیے جس پر عمل کرنا ہمارے لئے سود مند ہو۔"

یوسف بن بخت کے خاموش ہونے پر تمام بن علقمہ کہنے لگا۔ "امیر! آپ جو فیصلہ ریں گے وہ ہمارے لئے آخری ہے اگر آپ واپسی کے لئے کوچ کرتے ہیں تو میرے ال میں یہ زیادہ بہتر فیصلہ ہوگا اس لئے کہ اگر ہمارا مرکز محفوظ نہیں ہے تو پھر ہمیں شمال ے ان علاقوں میں نصرانیوں کے خلاف ترک تاز کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ پہلے پنے مرکز کو مضبوط، مستحکم اور محفوظ بنانا چاہیے اس کے بعد اطراف میں اپنے دشمن پر حملہ ر ہو کر انہیں زیر کرنا چاہیے۔"

تمام بن علقمہ کی اس گفتگو کو یوسف بن بخت نے پسند کیا پھر اس کے حکم پر سارے مال بت کو سمیٹا گیا پڑاؤ ختم کر کے سارا سامان بار برداری کے جانوروں پر لادا گیا اور پھر ڑی دیر بعد یوسف بن بخت اپنے لشکر کے ساتھ دریائے برغش کے کنارے سے قرطبہ کا خ کر رہا تھا۔

طلیطلہ شہر میں ہشام کے سرکشی اختیار کرنے اس کے بعد شمال کی طرف سے بر کے مسلمانوں کے علاقوں پر ترک تاز کرنے کی وجہ سے یمنی قبائل کو شہہ ملی اور ا ابو الصباح کے کہنے پر انہوں نے بغاوت کر دی اور اشبیلیہ کے اندر انہوں نے ایک برپا کر دیا۔ گو ابو صباح جو عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف سے اشبیلیہ کا والی تھا اسے مع جا چکا تھا۔ بظاہر وہ گوشہ گیری کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن اندر ہی اندر یمنی قبائل کو رہا تھا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت کھڑی کر دیں ملک کے اندر شورش دیں تاکہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کی حکومت کا تختہ الٹ کر اسے اندلس سے نکال جائے۔ اسی کی شہہ پر اشبیلیہ شہر میں یمنی قبائل نے بغاوت اور سرکشی کر کے شہر دروازے بند کر لیے اور شہر کے اندر ایک خاصا بڑا لشکر جمع کر لیا۔

اشبیلیہ اندلس کا ایک انتہائی مضبوط اور مستحکم شہر تھا دریائے کبیر اس کے پاس۔ تھا اور بائیں جانب سے اس میں دریائے شنیل اور دریائے آرا گرتے تھے اپنی بڑ لحاظ سے اس دریا کو دریائے دجلہ اور فرات کا ثانی خیال کیا جاتا ہے۔

اشبیلہ شہر دریائے کبیر کے بائیں کنارے بحیرہ محیط سے لگ بھگ چوون 54 م فاصلے پر واقع تھا شہر سے تھوڑی دور اسی دریا کے کنارے طرمیانہ کا پرفضا مقام تھ اسلامی عہد حکومت میں اشبیلیہ کے شہری تفریح کے لئے جایا کرتے تھے۔ جہا دریائے کبیر کا تعلق ہے تو دھانے سے لے کر بہتر 72 میل تک اس میں مدوجزر بار برداری کے جہازوں کی ہر وقت اس میں آمدورفت رہتی تھی کشتیاں چلتی رہتی تھیں کشتیوں کا ایک پل تھا بازار مال تجارت سے بھرے رہتے تھے ہوا معتدل تھی ہر طر زار تھے عمارتیں نہایت خوبصورت تھیں جن میں سفیدی ہوتی رہتی تھی اور باغوں کے میں وہ ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے رات کو آسمان پر ستارے نہ صرف اندرون شہر بلکہ شہر بھی حسن اور خوشنمائی میں دلہن بنا رہتا تھا۔ دریا کے دونوں کناروں پر باغات۔ میں انگور اور سیب کے درخت بکثرت تھے یہ باغات اور سیرگاہیں دریا کے کنارے

دور تک چلی گئی تھیں جنہوں نے دریا کی زینت کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔

اشبیلیہ کے قریب جبل رحمت پر انجیر کے باغات تھے۔ شہر کے اندر ہر طرف نہریں جاری تھیں اور درختوں خصوصاً نارنگی لیموں اور ترنج کی کثرت تھی یہاں کا سردا نہایت عمدہ ہوا کرتا تھا یہاں کے لوگ بڑے نازک اور لطیف طبیعت رکھتے تھے بڑے بذلہ سنج ہر فن میں صاحب کمال تھے۔ یہاں کے شاعروں کا شمار نہیں تھا۔ فرصت کے اوقات اکثر سیر و تفریح میں گزارتے تھے۔ شہر سے مغربی سمت شرف کا علاقہ تھا یہ چالیس میل لمبا، بارہ میل چوڑا ٹکڑا تھا اور انتہا درجہ کا سرسبز اور شاداب تھا۔

جہاں تک اشبیلیہ شہر کا تعلق ہے تو یہ اسپین کا بڑا پرانا شہر تھا پہلے یہ شہر ایشیا کے کنعانیوں کے قبضے میں رہا اس وقت افریقہ میں بھی کنعانیوں ہی کی حکومت تھی۔ پھر اس شہر پر اہل روما کی حکومت ہوئی انہوں نے اشبیلیہ کو صدر مقام بنایا اور اکثر متمول رومن اس شہر میں آن کر آباد ہو گئے تھے۔ پینتالیس 45 قبل مسیح میں رومنوں کے قیصر جولیس نے اس شہر پر قبضہ کیا اور اس کا نام کلونیہ جولیا رکھا۔ کہتے ہیں اشبیلیہ شہر کی بنیاد ایک حکمران یولیس نے رکھی تھی۔ اشبیلیہ کے مغرب میں چند میل کے فاصلے پر طالقہ کا شہر تھا یہ رومنوں کے تین بڑے قیصروں کی جائے پیدائش بھی تھا۔ اسی طالقہ میں ایک عورت کا بت ہوا کرتا تھا جو ایک بچے کو گود میں لیے ہوئے تھی اور ایک سانپ ان پر حملہ آور ہو رہا تھا یہ بت اس قدر خوبصورت تھا کہ بعض لوگ اس پر عاشق ہو جاتے تھے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ وینس دیوی کا بت تھا اور رومنوں کے زمانے کی یادگار تھی یہ وہی عشق کی دیوی تھی جس کی رومن پرستش کیا کرتے تھے۔ پانچویں صدی عیسوی میں سب سے پہلے وندال قوم نے اس شہر پر قبضہ کر کے اسے اپنا مرکز بنایا اور یہ اندلس کا دارالحکومت بھی بنا رہا پھر اسی صدی عیسوی میں جب قوطیوں کی حکومت اسپین میں ہوئی تو انہوں نے اشبیلیہ کو چھوڑ کر طلیطلہ کو اپنا مقام بنا لیا۔

قوطیوں کے بعد اسلامی عہد شروع ہوا مسلمانوں نے طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں اس شہر کو فتح کیا موسیٰ بن نصیر خلیفہ ولید کی طلبی پر جب اندلس چھوڑ کر دمشق چلا گیا تو اپنے بعد اپنے فرزند عبدالعزیز کو اندلس کا والی مقرر کیا عبدالعزیز جب تک اندلس کا والی رہا اشبیلیہ ہی اندلس کا دارالحکومت رہا۔ کہتے ہیں اشبیلیہ میں نصرانیوں نے اس کثرت سے اسلام قبول کیا تھا کہ ایک نئی مسجد بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ یہ مسجد بہت وسیع اور عالیشان تعمیر کی گئی اس کے علاوہ مسلمانوں نے شہر کے گرد ایک فصیل بنائی جو انتہائی مضبوط اور مستحکم تھی۔ کہتے ہیں اندلس کے زیادہ تر محل اور قصر اشبیلیہ کے مہندسوں اور

معماروں نے ہی تعمیر کیے تھے بلکہ اندلس سے باہر مراکش میں بھی تعمیر کا کام کیا۔ ا میں ریشمی کپڑے، موسیقی کے بہت سے آلات نہایت عمدہ بنائے جاتے تھے۔ طرح کے شیریں میوے پیدا کرنے اور باغبانی کے جملہ فنون میں یہاں کے مسلمان بڑے تھے مینا کاری اور پچی کاری کا کام بھی یہاں بہت عمدہ ہوتا تھا چنانچہ اس شہر کے لوگوں ایک نمونہ تیار کر کے اپنے سلطان کو پیش کیا تھا جو اب بھی اسپین کے عجائب گھر میں ہے۔

اشبیلیہ پھلوں کی پیداوار میں بھی بہت سے شہروں سے آگے خیال کیا جاتا ہے۔ زیتون، روغن زیتون، سنگترے، لیموں، ترنج اور دو قسم کے انجیر بڑے مشہور خیال کیے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں خاص قسم کا درخت ہوا کرتا تھا جس کی شاخوں سے تیر چلا کمانیں بنائی جاتی تھیں۔

بہر حال اشبیلیہ میں یمنی قبائل نے ابو الصباح کے کہنے پر بغاوت کر دی تھی بغ فرو کرنے کے لئے ایک روز عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے قصر میں اپنے سالار دوسرے سرکردہ ذمہ دار لوگوں کو طلب کر لیا تھا۔ اس موقع پر سب کو مخاطب کرتے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔

''یمنی قبائل نے جو ہمارے خلاف بغاوت کھڑی کی ہے اس کی خبر تم سب لوگوں چکی ہے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ یہ سب کچھ ابو صباح کی شہہ پر کیا جا رہا ہے۔''

اس موقع پر ایک چھوٹا سالار اپنی جگہ سے اٹھا اور امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! اگر یہ بغاوت اور سرکشی ابو الصباح کی انگیخت پر ہو رہی ہے تو پھر اس بغ ختم کرنے کے لئے کیا ہمیں ابو الصباح کو گرفتار نہیں کر لینا چاہیے میں سمجھتا ہوں گرفتاری اور اس کے لئے عبرت خیز سزا تجویز کیے جانے پر باغی اپنی روش ترک گے۔''

جب وہ سالار چپ ہوا تب سوالیہ انداز میں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے یوسف بن کی طرف دیکھا۔ اس پر یوسف بن بخت کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! میں اپنے اس سالار کی تجویز سے اتفاق نہیں کرتا اس لئے کہ سب یمنیوں کی بغاوت کو فرو کرنا ہو گا اگر اس بغاوت کو فرو کرنے سے پہلے ہم نے ابو الص ہاتھ ڈالا یا اسے سزا دینے کی کوشش کی تو یاد رکھیے گا اس بغاوت اور سرکشی میں اور زیادہ

اور ولولہ پیدا ہو جائے گا اور باغی اور سرکش لوگ بغاوت اور سرکشی کرنے کے ساتھ ساتھ ابو الصباح کا انتقام لینے کے لئے بھی اٹھ کھڑے ہوں گے۔''

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔

''ابن بخت! تم ٹھیک کہتے ہو میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ جیسا تم چاہ رہے ہو ایسا ہی ہوگا۔ میرے خیال میں مجھے لشکر لے کر اشبیلیہ کا رخ کرنا چاہیے۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک بار پھر یوسف بن بخت بول اٹھا۔

''امیر میں آپ کے فیصلوں میں مخل تو نہیں ہونا چاہتا لیکن ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں یمنیوں کے علاوہ بھی اندلس کے اندر عباسیوں کے حق میں ایک لاوا پک رہا ہے اور یہ سب کچھ عباسی خلیفہ منصور کے کہنے پر ہو رہا ہے۔ گو ابھی سارا کام زیر زمین ہے کھل کر یہ لوگ سامنے نہیں آئے اس بناء پر میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قرطبہ کے اندر ہی مقیم رہیں۔ اشبیلیہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے میں اور تمام بن علقمہ چلے جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں بدر بھی یہاں آپ کے پاس رہے اور اگر آپ بدر کو میرے ساتھ بھیجنا چاہتے ہیں تو میں کہوں گا کہ تمام بن علقمہ آپ کے پاس رہے۔ بنو عباس بھی ایک بہت بڑی لہر اور تحریک کی صورت اختیار کر کے قرطبہ شہر کا رخ کر سکتی ہے۔ اس بناء پر آپ کا اور کسی اچھے سالار کا قرطبہ میں رہنا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔''

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''میرے عزیز! میں تمہارا اس تجویز سے بھی اتفاق کرتا ہوں۔ بدر کو میرے پاس ہی رہنے دو جو لشکر تم اور بدر لے کر شمال کے نصرانیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تھے وہی لشکر لے کر تم اور تمام بن علقمہ کل یہاں سے اشبیلیہ کی طرف روانہ ہو جانا اور یوسف بن بخت! مجھے امید ہے جس طرح تم نے دریائے دویرہ کے کنارے کاؤنٹ سرڈین کو بے ضرر بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک دیا تھا ایسے ہی تم یمنیوں کی بغاوت کو بھی فرو کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ مجلس امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ختم کر دی تھی۔

سالم بن عطوف، عبورہ اور نثار تینوں الفتین سے قرطبہ کی اس حویلی میں منتقل ہ
تھے جو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف سے یوسف بن بخت کو دی گئی تھی۔

ایک روز اس حویلی میں نثار اور ربیکا دونوں اکیلی ایک کمرے میں بیٹھی گفتگو ک
تھیں کہ حویلی میں یوسف بن بخت داخل ہوا تھا۔ جب وہ اس کمرے کے درواز
جس کے اندر ربیکا اور نثار بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں تب وہ دروازے پر رک گیا اس م
ربیکا نے اسے مخاطب کیا۔

”بھائی! آپ دروازے پر کیوں رک گئے کیا کسی نے آپ کو منع کر رکھا
دروازے پر ہی کھڑے رہنا ہے اندر داخل نہیں ہونا۔“

ربیکا کی اس گفتگو پر یوسف بن بخت مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ ”میری بہن پہلے یہ
نثار کے ابا اور اماں کہاں ہیں۔“

”وہ تو بازار سودا سلف خریدنے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔“ ربیکا نے بڑے غو
اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ”پر بھائی آپ اندر تو آئیں ناں صرف ان دونوا
ساتھ آپ کا رشتہ تو نہیں ہے ہم دونوں کے ساتھ بھی ایک رشتہ اور تعلق ہے۔ یہاں
ہے جسے آپ کی زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہاں میں ربیکا ہوں جو
بن بخت کی بہن ہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی رشتہ ہو سکتا ہے۔“

یوسف بن بخت مسکراتے ہوئے آگے بڑھا ایک نشست پر بیٹھ گیا پھر ربیکا ک
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ربیکا تم کچھ زیادہ ہی بولنے لگ گئی ہو پر باتیں اچھی کرتی ہو۔“ یوسف بن بخ
اس سوال پر ربیکا کچھ کہنے والی تھی کہ نثار نے ایک گہری نگاہ یوسف بن بخت پر ڈا
کہنے لگی۔

”جب سے اس کا رشتہ بھائی بدر کے ساتھ طے ہوا ہے تب سے اس نے کچھ زبا

ہکنا شروع کر دیا ہے۔“

جواب میں ربیکا مسکرائی اور جواب میں نثار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”اور تم تو
گویا بھائی یوسف سے منسوخ ہونے کے بعد گوشہ گیری اور اعتکاف میں چلی گئی ہو جیسے منہ
ں زبان ہی نہ رکھتی ہو۔ اسے چپ چپ نہ سمجھے گا جب آپ نہیں ہوتے تو بڑے مزے کی
یں کرتی ہے۔ مجھ سے زیادہ چہکتی ہے۔ مجھ سے زیادہ باتیں بھی کرتی ہے۔“

اس پر یوسف بن بخت کھلکھلا کر ہنس دیا نثار نے بھی مسکراتے ہوئے ربیکا کو مخاطب
لیا۔ ”ربیکا اس قسم کا جھوٹ نہیں بولتے۔“ ربیکا بھی ہنس دی کہنے لگی۔

”دیکھو نثار! اگر جھوٹ بولنے سے کوئی خوش ہو جائے اور ہنس دے تو میرے خیال
ں ایسا جھوٹ کوئی خاص برا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دونوں طرف کے لوگوں کو پتہ ہوتا ہے
کہ یہ جھوٹ ہے۔“

ربیکا جب چپ ہوئی تو کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر ان دونوں کی طرف
یکھتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

”میں اس لئے آیا تھا کہ میں کل لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر رہا ہوں......“

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر نثار چونک سی پڑی تھی۔ بڑی فکرمندی اور پریشانی کا
ظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”ابھی آپ کو یہاں آئے ہوئے دو تین دن ہی ہوئے ہیں پھر آپ کہہ رہے ہیں کہ
پ کس مہم پر نکل رہے ہیں۔“

جواب میں یوسف بن بخت بڑی سنجیدگی میں کہنے لگا۔ ”میں بدر کو تم سب کی دیکھ بھال
کے لئے یہیں چھوڑ رہا ہوں میں اور تمام بن علقمہ اس لشکر کو لے کر اشبیلیہ کا رخ کر رہے
یں۔ جس لشکر کو لے کر ہم شمال میں نصرانیوں کی ترک تاز کا سد باب کرنے کے لئے گئے
تھے۔ آپ لوگوں نے یہ خبر سن لی ہو گی کہ یمنی قبائل نے بغاوت کھڑی کر دی ہے۔ ابو
الصباح پہلے اشبیلیہ کا والی تھا۔ اسے معزول کر دیا گیا تھا اور عارضی طور پر وہاں کا والی
میرے چچا عبدالملک کو مقرر کیا گیا تھا لیکن اسے بھی امیر عبدالرحمٰن نے قرطبہ میں طلب کر
لیا وہاں عارضی طور کسی اور کو امیر مقرر کیا گیا جس کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یمنی
بغاوت اور سرکشی پر اتر آئے ہیں اور انہی کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے میں لشکر کے
ساتھ اشبیلیہ کا رخ کر رہا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت اپنی جگہ سے اٹھا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے

ہوئے کہنے لگا۔

"آپ دونوں پہلے کی طرح بیٹھ کر باتیں کریں میں جاتا ہوں۔ مجھے ابھی متق جانا ہے۔ لشکر کی تیاری کا سامان بھی کرنا ہے بدر اور تمام بن علقمہ وہاں پہنچ چکے ہو اور میرا انتظار کریں گے۔"

اس موقع پر بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے نثار کہنے لگی۔ "پہلے آپ ب کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری بات سنیں پھر چلے جایئے گا۔"

نثار کے کہنے پر یوسف بن بخت بیٹھ گیا نثار نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"آپ کی حالت سے لگتا ہے آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔"

یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے کھانا تو میں نے ابھی تک نہیں کھایا لیکن میں مستقر کر کھا لوں گا۔"

"کھانا آپ مستقر میں نہیں، یہاں ہمارے پاس بیٹھ کر کھائیں گے میں ابھی کھا کرتی ہوں۔ اتنی دیر تک اماں اور ابا بھی آجائیں گے آپ ان سے بھی مل لیجئے گا۔"

اس موقع پر نثار اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ "ربیکا فالتو باتیں نہ کرو تم میں کھانا تیار کر کے یہیں لاتی ہوں۔"

اس پر ربیکا نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا اسے نشست پر بٹھا دیا پھر کہنے لگی۔ "یہاں منسوبہ کا حق بنتا ہے بہن کا نہیں۔ تم امیر کے پاس بیٹھو...... اپنے حال کے منصو مستقبل کے لائحہ عمل پر گفتگو کرو میں مطبخ میں جاتی ہوں اور کھانا تیار کر کے لاتی ہو اس سلسلے میں تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے ساتھ ہی ربیکا اٹھی او کی طرف چلی گئی تھی۔

ربیکا کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر یوسف بن بخت نے نث مخاطب کیا۔

"نثار! الفتین سے اس حویلی میں منتقل ہونے کے بعد تم لوگوں کو کوئی تکلیف و دشو تو پیش نہیں آئی۔"

جواب میں نثار مسکرائی اور کہنے لگی۔

"امیر! اتنی بڑی حویلی میں ہمیں کیا تکلیف اور دقت ہو سکتی ہے۔" جواب میں یو بن بخت کچھ سوچتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

"دیکھو نثار اب میں یا تم غیر نہیں حالات ہی نہیں تمہارے ماں باپ بھی ہم دونوں کو یک دوسرے کے ساتھ منسوب کر چکے ہیں۔ اب ہم دونوں کے درمیان ایک تعلق ایک شتہ اور ایک رابطہ ہے۔ اب تمہارا دکھ میرا دکھ، تمہاری خوشی میری خوشی ہے۔ میں جانتا ہوں ہارے ابا کے ذرائع آمدنی یہاں آنے کے بعد ایک طرح سے محدود ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں پیش کش کی تھی کہ وہ مستقر میں لشکر کے طبیب مقرر ہو جائیں لیکن بعد میں میں نے سوچا ضعیف ہو چکے ہیں اور اس کام کو وہ احسن طریقے سے ادا نہیں کر سکیں گے۔ اس ورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اور بدر نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ تمہارے ابا گھر پر ہیں گے۔ گھر کی دیکھ بھال کیا کریں گے۔ ویسے وہ بہت اچھے اور کامیاب طبیب ہیں کوئی یض آجائے تو اس کی دیکھ بھال کریں۔ جہاں تک تم لوگوں کے گھر کے اخراجات کا تعلق ہے تو میں ان کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن بخت رکا کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ "نثار! تم جانتی اں بہن اور بھائی کے مرنے کے بعد اب میرا آگا پیچھا تو ختم ہو چکا ہے اب تم لوگ ہی رے عزیز، میرے اقارب میں سے ہو۔ جہاں تک میرے چچا کا تعلق ہے وہ اور اس ، بیٹے اپنے ہاں مطمئن اور خوش ہیں۔ ہمارے دادا کی جس قدر زمین اور باغات تھے وہ ہی آدھے آدھے تقسیم ہو چکے ہیں۔ آدھے میرے باپ کو ملے تھے جن کا میں اکیلا ث ہوں۔ آدھے میرے چچا عبدالملک کے حصے میں آئے تھے۔ نثار! عبدالرحمٰن بن ادیہ کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہونا میری مجبوری نہیں ہے۔ میری آبائی ں میں میرے ذرائع آمدنی اس قدر ہیں کہ میں کچھ بھی نہ کروں تب بھی مجھے میرے اجات سے کہیں زیادہ رقم وہاں سے وصول ہو سکتی ہے لیکن عبدالرحمٰن کا ساتھ دینا یوں و میرے فرائض میں سے ایک ہے جسے میں جب تک ممکن ہوا نبھاتا رہوں گا۔"

تھوڑی دیر کے توقف کے بعد یوسف بن بخت پھر کہہ رہا تھا۔ "نثار! تم نے خوامخواہ ے کھانے کے لئے روک لیا میں چلا جاتا تو اچھا تھا مستقر میں لوگ بڑی بے چینی سے میرا ظار کر رہے ہوں گے۔"

یوسف بن بخت مزید کچھ کہنا چاہتا تھا پر اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ بیچ میں نثار پڑی۔

"اگر لوگ مستقر میں آپ کا انتظار کرتے ہیں تو کیا آپ سمجھتے ہیں یہاں اس حویلی میں پ کا کوئی انتظار نہیں کرتا ہوگا۔"

یوسف بن بخت مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''جو اس حویلی میں میرے لئے انتظار کر
میرے لئے سب سے اہم ہے اس کے لئے تو دنیا کی ہر شے کیا جان بھی قربان ک
ہے۔ دیکھو نشار! میرے پاس نقدی کی ایک تھیلی ہے وہ آج میں تمہارے ابا کو د
لئے آیا تھا میں تھوڑی دیر تک یہاں سے چلا جاؤں گا اور میرے خیال میں وہ میری
میں نہیں آئیں گے میں چاہتا ہوں کہ نقدی کی وہ تھیلی تم رکھ لو اور میری طرف سے
سے کہنا کہ یہ تم لوگوں کے اخراجات کے لئے ہے وہ انکار نہیں کریں گے۔''

اس کے ساتھ ہی اپنے لباس کے اندر سے یوسف بن بخت جب نقدی کی تھیلی
لگا تب بڑی ہمت اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نشار نے اپنا خوبصورت نازک
ہاتھ آگے بڑھایا یوسف بن بخت کا بازو پکڑا پھر انتہائی شیریں لہجے میں کہنے لگی۔

''آپ تھیلی نہ نکالیں تو اچھا ہے میری آپ سے التماس ہے کہ ابا اور اماں
تک انتظار کریں وہ زیادہ دیر نہیں لگائیں گے جلد آ جائیں گے۔ جو کچھ آپ نے
اسے میں تسلیم کرتی ہوں اس لئے کہ اب میں آپ سے منسوب ہو چکی ہوں میرا
ساتھ اب ایسا رشتہ ہے جس پر ہر وہ گمان وظن اور خواہش قربان کی جا سکتی ہے
تھیلی آپ دینا ہی چاہتے ہیں تو بابا کو دیں میں لینے سے انکار نہیں کرتی لیکن جب
کو دیں گے تو زیادہ بہتر ہوگا اس لئے کہ اگر وہ نقدی کی تھیلی آپ سے لے کر بابا
میں سمجھتی ہوں یہ ایک معیوب سا کام ہے اب آپ بیٹھیں میں مطبخ میں ربیکا کی
ہوں اس کے ساتھ ہی نشار وہاں سے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔''

یوسف بن بخت اکیلا اس کمرے میں تھا لیکن اسے زیادہ دیر تک انتظار نہ کر
لئے کہ تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں سالم بن عطوف اور عبورہ دونوں میاں بیو
ہوئے تھے جو سامان وہ اٹھائے ہوئے تھے وہ انہوں نے کمرے کے ایک کونے م
پھر آگے بڑھ کر سالم بن عطوف، یوسف بن بخت سے ملا بڑے شفقت آمیز
عبورہ نے بھی اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا پھر تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے گفتگو کا آغاز
عطوف نے کیا تھا۔

''بیٹے کب سے تم آئے ہو۔ یہاں ہم نشار کے پاس ربیکا کو چھوڑ کر گئے تھے
بہنیں کدھر گئیں۔'' اس پر یوسف بن بخت کہنے لگا۔

''بابا! بات یہ ہے کہ میں آج رات کے وقت اپنے لشکر کے ساتھ اشبیلیہ
روانہ ہو رہا ہوں۔ میرے ساتھ میرا سالار تمام بن علقمہ ہوگا وہاں یمنی قبائل نے

رکھی ہے اور ایسا ہمارے خیال میں وہاں کے سابق حاکم ابو الصباح کے کہنے پر کیا گیا ہے۔''
میں آپ لوگوں سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ یہاں پتہ چلا کہ آپ دونوں میاں بوی سودا
سلف خریدنے بازار گئے ہوئے ہیں میں جانا چاہتا تھا کہ ربیکا اور نشار دونوں نے مجھے روک
لیا۔'' اس پر ہلکے سے تبسم میں عبورہ کہنے لگی۔ ''ان دونوں نے بہت اچھا کیا ویسے مجھے امید
نہیں تھی کہ تم ہمیں ملے بغیر چلے جاؤ گے۔''

عبورہ کے خاموش ہونے پر یوسف بن بخت کہنے لگا۔ ''بابا! تھوڑی دیر تک ربیکا اور نشار
کھانا لے آئیں گی اور میں ان کی آمد سے پہلے ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے بات
کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے اہل خانہ تو ختم ہو چکے۔ ماں بھائی بہن جاتے
رہے اب میں اپنے گھر کا اکیلا فرد ہوں دادا کی زمینیں اور باغات تھے وہ تقسیم ہو چکے ہیں
آدھے کا میں مالک آدھے کا میرا چچا ہے اب میرے ذرائع آمدنی اس قدر ہیں کہ وہ
میرے اخراجات سے کہیں زیادہ ہیں۔ آپ کی آمد سے پہلے میں اس موضوع پر نشار سے
بھی بات کر چکا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ صرف گھر کی دیکھ بھال کریں اب جبکہ آپ
نشار کو میرے ساتھ منسوب کر چکے ہیں تو آپ کا میرے ساتھ ایک تعلق اور رشتہ ہے لہٰذا
آپ کے سارے اخراجات میرے ذمے ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ آپ اس رشتے کو
سامنے رکھتے ہوئے انکار نہیں کریں گے۔''

یوسف بن بخت کی اس گفتگو پر عبورہ عجیب سے انداز میں سالم بن عطوف کی طرف
دیکھنے لگی تھی سالم بن عطوف کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''بیٹے ہم تینوں کے اخراجات کچھ زیادہ نہیں ہیں میرا طبیب کا کام بہت اچھا چلتا تھا
اور اسی سے میں نے جو رقم جمع کی تھی بڑی بیٹی غریطہ کی شادی کی۔ اب یہاں منتقل ہونے
کے بعد ذرائع آمدنی محدود ہوئے ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ جلد ہی حالات ٹھیک ہو جائیں
گے اور جس انداز میں میں نے غریطہ کی شادی کی ہے اسی انداز بلکہ اس سے بہتر میں نشار
کی شادی کا بھی اہتمام کروں گا۔ بیٹے! تم نے جو پیش کش کی ہے اس کے لئے میں تمہارا
شکر گزار ہوں۔ ہاں مجھے اگر کبھی رقم کی ضرورت ہوئی تو میں تم سے لے لیا کروں گا۔''

اس پر یوسف بن بخت نے اپنے لباس کے اندر سے تھیلی نکالی اور اسے سالم بن
عطوف کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''جو کچھ آپ نے کہا ہے میں اسے تسلیم نہیں کرتا میں جانتا ہوں آپ غریطہ کی شادی پر
بہت کچھ خرچ کر چکے ہیں اور اب آپ کے پاس سرمایہ نہیں ہے الفتین میں رہتے ہوئے

آپ کی پھر بھی کچھ آمدنی تھی لیکن یہاں آمدنی کا بھی کوئی ذریعہ نہیں۔ اس بناء پر گھر سارے اخراجات میرے ذمے ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ آپ انکار کر کے میری شکنی نہیں کریں گے۔ بابا! آپ تو سوچیے جو آمدنی مجھے زمینوں سے ہوتی ہے یا باغات ملتی ہے یا یہاں جو میں لشکریوں کا سالار ہوں اس سے جو کچھ مجھے ملتا ہے یہ میں کہاں کر جاؤں گا اس کے علاوہ میری ماں نے میری اور میری چھوٹی بہن کی شادی کے سلسلے جو ساماج جمع کیا ہوا تھا وہ سب ابھی میری بستی جریدہ میں میرے مکان کے اندر محفوظ وہ سارا سامان بھی یہاں منتقل کرنا ہے۔"

یوسف بن بخت کی اس گفتگو کے جواب میں سالم بن عطوف کچھ کہنا ہی چاہتا تھا نشار اور ربیکا کھانے کے برتن اٹھائے وہاں آ گئیں۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اس کے اجازت لے کر یوسف بن بخت وہاں سے نکل گیا تھا۔

۞۞۞

یوسف بن بخت جب مستقر میں پہنچا تو کسی قدر پریشان اور حیران ہوا اس لیے وہاں بدر اور تمام بن علقمہ کے ساتھ خود عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی تھا اسے دیکھتے ہی فکرمندی میں اسے مخاطب کرتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"امیر! آپ یہاں، خیریت تو ہے......"

جواب میں عبدالرحمٰن بن معاویہ مسکرایا یوسف بن بخت کا شانہ تھپتھپایہ اور کہنے لگا۔

"فکرمند ہونے کی بات نہیں ہے جس وقت میں نے تم سب کو اپنے پاس بٹھایا میں ایک موضوع پر تم لوگوں سے بات کرنا بھول گیا دراصل وہ موضوع میرے ذہن میں بھی بعد میں۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معایہ کہہ رہا تھا۔ "ابن بخت تمہاری سے پہلے اس موضوع پر میں بدر اور تمام بن علقمہ سے رازدارانہ طور پر گفتگو کر چکا ہوں جو تجویز میں نے پیش کی ہے اس سے یہ دونوں متفق بھی ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ میں نے کسی اور پر اس تجویز کا اظہار نہیں کیا لیکن میں اس پر اس وقت عمل نہیں کروں جب تک تم اس سے اتفاق نہیں کرتے ہو۔ میرے عزیز! بات یہ ہے کہ آج رات تم اور بن علقمہ اشبیلیہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ گے بدر میرے پاس ر اگر تم پسند کرو تو میں اس موقع پر ایک بہت بڑا قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں جس وقت تم اشبیلیہ کا محاصرہ کر لو باغیوں کے خلاف برسرپیکار ہو جاؤ تو میں تیز رفتار قا

العباح کی طرف روانہ کروں۔ اسے یہاں اپنے پاس بلواؤں اسے اس کے باغیانہ ے کی وجہ سے سزا ضرور ملنی چاہیے اور وہ اس قابل ہے کہ اسے ختم کر دیا جائے جب تک زندہ رہے گا اندلس کے اندر یکے بعد دیگرے بغاوتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ کھڑا کرتا ہے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ ابوالصباح کو یہاں بلا کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے پھر یہ خبر اشبلیہ پا دی جائے اور باغیوں کو جب خبر پہنچے گی کہ ابوالصباح کا خاتمہ کر دیا گیا ہے پہلے تو ے خیال میں وہ لڑے بغیر ہتھیار ڈال دیں گے یہ میری ایک تجویز ہے اور اگر تم لوگ سے اتفاق کرو گے تب اس پر عمل کیا جائے گا۔"

عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہوا تب یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "امیر یہ ایک اچھی تجویز ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک ابوالصباح زندہ رہے گا بغاوتیں تو ری کرتا رہے گا اس لئے کہ یمنی قبائل اس کے حمایتی ہیں اس کی بات مانتے ہیں جب وہ زندہ ہے وہ کسی اور کی حمایت کریں گے نہ بات مانیں گے اس کے خاتمے کے بعد نہیں مطیع بھی کر لیں گے اور پھر وہ ہمارا اتباع بھی کریں گے لیکن ابوالصباح کی موجودگی وہ ایسا نہیں کریں گے۔ لہٰذا میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں جونہی ہم یہاں روانہ ہوں اور آپ کو خبر پہنچے کہ ہم اشبیلیہ پہنچ چکے ہیں اور ہم نے وہاں کا محاصرہ کر لیا تب آپ ابوالصباح کو اپنے پاس بلوائیے گا اگر ہمارے ہاں پہنچنے سے پہلے ابوالصباح یہاں بلایا تو اس کے حمایتیوں کو خبر ہو جائے گی لوگ بھڑک اٹھیں گے اور ایک بہت بڑی ت اٹھ کھڑی ہو گی اشبیلیہ کے علاوہ بھی لوگ جگہ جگہ بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش یں گے لیکن سب سے بڑا مرکز اشبیلیہ ہے جب ہم نے وہاں کا محاصرہ کر لیا ہو گا اور ا سے کوئی نہیں اٹھے گا تب دوسری جگہوں سے کوئی بھی ابوالصباح کے حق میں بولنے کی رت نہیں کرے گا۔"

یوسف بن بخت کے اس جواب پر عبدالرحمٰن بن معاویہ مسکرایا اور کہنے لگا۔ "ابن بخت تگو کر کے تو نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب تم لوگ اپنے کوچ کی تیاری کرو میں اور جاتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ حالات جلد ہی ہمارے حق میں سازگار ہو جائیں گے۔" کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن اور بدر وہاں سے چلے گئے تھے آنے والی شب کو یوسف بن اور تمام بن علقمہ لشکر کو لے کر اشبیلیہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے کوچ کر گئے ۔ اشبیلیہ پہنچتے ہی یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا شہر پر انہوں حملے شروع نہیں کیے بلکہ شہر کے اندر نہ کسی کو جانے دیتے تھے نہ باہر نکلنے دیتے تھے

محاصرے میں انہوں نے سختی پیدا کر لی تھی اور ایسا کر کے وہ انتظار کرنے لگے تھے کہ دیکھ ابو الصباح کے سلسلے میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف سے کیا خبر آتی ہے۔

۞۞۞

عبدالرحمٰن بن معایہ نے تیز رفتار قاصد بھجوا کر ابو الصباح کو طلب کر لیا۔ عبدالرحمٰن خیال تھا کہ وہ اپنے چند محافظوں کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوگا پہلے اسے سمجھانے کی کوشش کرے گا اگر ابو الصباح سمجھ گیا بغاوت اور سرکشی کھڑی کرنے سے باز آ گیا تب واپس جانے دے گا کچھ نہ کہے گا لیکن اگر اس نے سرکشی نہ چھوڑنے کا عزم کیا تب اس کا خاتمہ کر دے گا۔

بہر حال عبدالرحمٰن بن معایہ نے ابوالصباح کو طلب کیا تو عبدالرحمٰن کی امیدوں کے خلاف ابو الصباح ایک بہت بڑا لشکر لے کر قرطبہ پہنچ گیا اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کو آنے کی اطلاع کی عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے قصر میں طلب کیا اور اس کے ساتھ تھا اسے شہر سے باہر ہی خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ ابو الصباح مان گیا اور جو لشکر لے کر اسے باہر ہی قیام کرنے کے لئے کہا اور خود وہ قصر میں داخل ہوا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس کا شاندار استقبال کیا اپنے پاس بٹھایا پھر گفتگو کا کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔ ”ابو الصباح میں کوئی تمہید نہیں باندھ تمہیں پہیلیوں میں نہیں ڈالوں گا صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے میں تم سے کہوں ہسپانیہ میں جو بغاوتیں کھڑی ہو رہی ہیں ان میں تمہارا ہاتھ ہے اس وقت جو اشبیلیہ باغی اٹھے ہیں وہ یہ سب تمہاری شہہ پر کر رہے ہیں اس سے پہلے جو اشبیلیہ میں بغ ہوئی تھی اس میں بھی تم ملوث تھے اور پھر تمہارے دو سرکردہ ساتھی ارزق اور ہشام بھی بغاوت کھڑی کر چکے ہیں تم جانتے ہو ارزق بن نعمان کی بغاوت ختم کر کے اس خاتمہ کر دیا گیا ہے تاہم ہشام ابھی تک طلیطلہ میں بغاوت کھڑی کیے ہوئے ہے اشبیلیہ اور قرطبہ کے گرد و نواح میں حالات خراب نہ ہوتے تو میں طلیطلہ میں ہشا بغاوت فرو کیے بغیر قرطبہ نہ لوٹتا بہر حال ہشام سے تو میں بعد میں خوب نمٹوں گا۔ یہاں طلب کرنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہ جو تم جا بغاوتیں کھڑی کرنے کا اہتمام کر رہے ہو اسے اب بند کر دو کافی ہو چکا اب میرے سلسلہ نا قابل برداشت ہوتا چلا جا رہا ہے میں جانتا ہوں جہاں کہیں بھی بغاوت کھڑی ہے اس میں تم ملوث ہوتے ہو اس لئے کہ بغاوت کھڑی کرنے والے اکثر و بیشتر

قبائل ہیں اور تم یمنی قبائل کے سردار ہو تمہاری رضامندی، تمہاری حمایت کے بغیر کیسے اور کیونکر بغاوت ہو سکتی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہوا تو ابو الصباح نے بھی کسی قدر بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”ابن معاویہ! یہ جو تم الزام تراشی کر رہے ہو کیا اس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے۔ میں اشبیلیہ کا حاکم تھا تم نے معزول کر دیا میں نے ایک لفظ نہیں کہا چپ چاپ گوشہ گیری کی زندگی بسر کرنے لگا اب تم کہتے ہو کہ میں بغاوتیں کھڑی کر رہا ہوں جب میں کسی شہر کا حاکم ہی نہیں تو میں کیسے باغیوں اور سرکشوں کو ابھار سکتا ہوں۔“

ابوالصباح جب خاموش ہوا تب کسی قدر غصے کا اظہار کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کہنے لگا۔

”ابوالصباح میں جانتا ہوں جو کچھ تم چھپا رہے ہو تمہارا چہرہ اسے ظاہر کرتا ہے پر ایک بات یاد رکھنا وہ لوگ جو اوروں کے ہونٹوں کے تبسم چھینتے ہیں بغاوت کا باعث بنتے، پرسوز نغمے الاپتے ہیں۔ دل کے آئینے میں جڑے لوگوں کے خواب بے تعبیر کرتے ہیں۔ بہتے رواں راستوں کو پر خطر بناتے ہیں لوگوں کی خوش کن خواہشوں کو ریزہ ریزہ کرتے ہیں ان کے اپنے خیالات کے سمندر میں بھی انقلاب رونما ہوتا ہے اور وہ خود بھی آفات اور آلام کا شکار ہوتے ہیں۔ ابن الصباح اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم لفظوں سے معنی کی ردا چھین کر خوشیوں اور مسرتوں کا پیکر بنے رہو گے تو یہ تمہاری بھول ہے اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم امن کے دشمن اور ظلم کے امین بنے رہو گے اور کوئی تم سے باز پرس نہیں کرے گا تو تمہاری غلط فہمی ہے یاد رکھنا حالات جب ناموافق ہوتے ہیں تو مستی کے ساغر کی طرح حرکت میں آتے ہیں اور رتن من کو موت کا لقمہ بنا دیتے ہیں تقدیر جب برگشتہ ہوتی ہے تو مسلسل اور مستقل پرواز کرتے شاہین کی طرح سروں پر سوار ہو کر ان دیکھے عذاب نازل کر دیتی ہے۔ ابوالصباح میں تمہیں آخری بار کہتا ہوں امن کے قرطاس پر ظلم کی تاریکی بکنا بند کر دو حرص و ہوس میں چیختے جان بلب کرتے لمحوں کو آواز نہ دو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ خاموش ہو گیا ابو الصباح تھوڑی دیر تک اسے گھورتا رہا چہرے کے تاثرات اس دوران بدلتے رہے پھر کہنے لگا۔

”اگر تم سوچتے ہو کہ مجھے اکیلا بلا کر تم مجھ پر حاوی ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے اس وقت میرا لشکر شہر سے باہر خیمہ زن ہے اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ یمنی قبائل کو مجھ سے برگشتہ کر دو گے تب یہ بھی تمہاری غلط فہمی ہے۔ اس لئے کہ جس طرح کالے لفظوں سے قرطاس

ابیض نفرت نہیں کرتا، جس طرح حروف تحریر سے کشیدہ نہیں ہوئے اور جس طرح سے اس کی روشنی بیزاری کا اظہار نہیں کرتی اس طرح یمنی قبائل بھی مجھ سے نہ بیزار ہو ہیں، نہ مجھے چھوڑ سکتے ہیں اور نہ مصیبت کے وقت میرا ساتھ دینے سے گریز کر سکتے ابن معاویہ! اگر تم نے زر کے بازار اور حرص کے دشت و بیابان میں مجھے خون کا غسل کی کوشش کی تو یاد رکھنا اپنے لئے بھی قضا کے گرم ساحلوں کی ہواؤں کو آواز دو گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ابن الصباح رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ ر "عبدالرحمٰن بن معاویہ ابھی تم شکستہ روح کی انجمن میں ٹوٹے ہوئے آنسو کی حیثیت ہو بادلوں کی حرارت میں گمنام راہوں کے چراغ جیسے ہو۔ تمہارے پاؤں ابھی ہسپانیہ جمے نہیں ہسپانیہ کے لوگ ابھی تک پوری طرح تم سے اظہار یکجہتی اور جانثاری نہیں کر اس لئے تم بھی کسی غلط فہمی میں نہ رہنا اور تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ تمدن کے ارتقا افشانی سے وہی مستفید ہو سکتا ہے جس نے اس کا اہتمام کیا ہو۔ آزادی کی فصل وہی سکتا ہے جس نے غلامی کی گھمبیر گھڑیوں سے نفرت کرتے ہوئے آزادی کی خاطر مرنے کا عہد کر کے انتھک جدوجہد کا بیج بویا ہو۔ مجھ پر ہاتھ ڈالنے اور نقصان پہنچا کوشش کرو گے تو اپنی جان گنوا بیٹھو گے۔"

عبدالرحمٰن نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "ابو الصباح میں اند حکمران ہوں اکثریت کا اعتماد بھی حاصل کر چکا ہوں اس سلسلے میں اگر تمہیں کوئی شک ذہن سے نکال دو۔ ورنہ میں تمہیں مقدر میں کوئی مستحکم حصار، کوئی محفوظ دریچہ، کوئی لمحہ نہیں رہنے دوں گا تمہارے تکلم اور تبسم تک کو ساکت اور جامد کر کے رکھ دوں گا۔ صباح! میں ہمت ہارنے والا ہوں نہ بزدل۔ ایسا ہوتا تو دمشق سے افریقہ تک ریگزا دشت اور جنگلوں اور صحراؤں میں دھکے کھاتا ہوا ادھر آنے کی کوشش نہ کرتا کم ہمت سمندر پار کر کے اندلس کی سرزمین میں وارد نہ ہوتا۔ اب وارد ہو چکا ہوں تو یاد رکھنا میرے راستے کی رکاوٹ بنے گا میں اس کے لئے دردناک عذاب اور جو مجھ پر اعتماد کر گا میرا ساتھ دے گا اس کے لئے زندگی کا سفیر ثابت ہوں گا ابن الصباح! جو لوگ بغ اور سرکشی کریں گے یاد رکھنا جس طرح شفق رنگ بادل اور ماہ انجم کی روشنی سر کوہسار گزر جاتی ہے اس طرح میں بھی باغیوں اور سرکشوں کے اوپر سے گزرتا ہوا ان کے سا ارادوں کو خاک میں ملاتا چلا جاؤں گا۔ ابن الصباح! میں نہ صحرا کا سکوت ہوں نہ کہک کی خاموشی نہ ہواؤں کا تنفس کہ تم لوگ جو چاہو کرتے رہو میں کسی ردعمل کا اظہار نہیں کر

رکھتا ہوں نیکی اور خیر کو اس کے اعلیٰ اور ارفع مقام پر رکھتا ہوں اور بد کو اس کے پست اور ت آمیز مقام تک پہنچا کر رہتا ہوں اگر تم نے بغاوت اور سرکشی جاری رکھنے کی کوشش کی تو رکھنا میں تمہاری گردن کاٹنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کروں گا۔"

غصے اور غضبناکی میں ابن الصباح آگ کے شعلوں کی طرح بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔ "ابن معاویہ اپنے آپ میں رہو۔ جو الفاظ تم میرے لئے استعمال کر رہے ہو میں اس سے ی بڑے الفاظ تمہارے لئے استعمال کر سکتا ہوں۔ اگر تم میری گردن کاٹ سکتے ہو تو کیا سمجھتے ہو تمہاری گردن محفوظ رہے گی۔ نہیں کٹ کر رہے گی۔ عبدالرحمٰن! غلط فہمیوں، ب اور دھوکے کے خول سے باہر نکل آؤ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہسپانیہ کے اندر تمہارے تھ ایک جمعیت اور قوت ہے تو میں ابن الصباح بھی اس سے محروم نہیں ہوں۔ اس کا ازہ تم اس سے لگا سکتے ہو کہ اس وقت بھی یمنی قبائل کا لشکر میرے ساتھ آیا ہے اور جو شہر ، باہر خیمہ زن ہے اور اگر تم نے میرے ساتھ تھوڑی سی بدتمیزی بھی کرنے کی کوشش کی تو رکھنا میرا وہ لشکر قرطبہ شہر پر حملہ آور ہو گا شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا اور ہیں ناصرف ہسپانیہ کی امارت سے محروم کرے گا بلکہ تمہاری گردن کاٹ کر تمہارا سر عباسی ہ منصور کے پاس روانہ کر دیا جائے گا۔"

عبدالرحمٰن بن معاویہ بڑے ٹھنڈے مزاج کا انسان تھا۔ اس کی باتوں پر اس نے تاؤ ں کھایا مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تو تم اپنے لشکر کو اس لئے اپنے ساتھ لے کر آئے ہو تاکہ اپنے باغی پن اور اپنے ُ جذبوں کا دفاع کر سکو۔ لشکر کو اس لئے ساتھ لے کر آیا ہے کہ اگر تیرے باغی رویے کوئی باز پرس کرے تو تم اس کا جواب منفی لہجے میں گھمنڈ اور تمرد کا انداز اپناتے ہوئے ۔ ابن الصباح! میرا نام عبدالرحمٰن بن معاویہ ہے میں جہاں نیکی اور خیر کی قدر کرنے والا ں وہاں بدی اور گناہ کے خلاف اپنی پوری طاقت اور قوت سے حرکت میں آتا ہوں اگر تو ے سامنے بدی کا نمائندہ بن کر آیا ہے تو پھر میں اس لشکر کی پرواہ نہیں کروں گا جو تو پنے ساتھ لے کر آیا ہے تجھے زندہ نہیں رہنے دوں گا۔ اور یہ جو تو نے کہا کہ میرا سر کاٹ کر ی خلیفہ المنصور کے پاس بھجوایا جائے گا تو یہ تو وقت بتائے گا کہ سر تیرا کٹتا ہے یا میرا۔"

عبدالرحمٰن کے خاموش ہونے پر ابن الصباح نے دھمکی آمیز انداز میں کہنا شروع کیا۔ "ے اس قصر میں کوئی بھی غلط قدم اٹھانے کی کوشش نہ کرنا اگر کرو گے تو میں تمہیں پہلے ے بتا دیتا ہوں کہ نہ صرف ہسپانیہ کی امارت سے محروم ہو جاؤ گے بلکہ زندگی سے بھی ہاتھ

دھو بیٹھو گے۔"

ابوالصباح کی یہ گفتگو قریب کھڑی ایک خادمہ بھی سن رہی تھی وہ طیش میں آ گئی خنج
اور ابوالصباح پر جھپٹ پڑی ابوالصباح کمزور نہیں تھا بڑا اکڑیل انسان تھا اس خادمہ
کا وار اس نے روک لیا وہ چاہتا تھا کہ جوابی کارروائی کرے کہ قصر کا ایک نوخیز اور
غلام آگے بڑھا ابوالصباح پر ٹوٹ پڑا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ جب تک یہ کا
ہوتی رہی عبدالرحمٰن بن معاویہ بالکل مطمئن انداز میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ جب ابوا
کو ٹھکانے لگا دیا گیا تو قتل کے بعد اس کی لاش کو ایک اونی کمبل میں لپیٹ کر وہاں
دیا گیا اور وہاں جو خون کے نشان تھے دھو دیئے گئے اس کے بعد قصر کے اسی کر
عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے سارے وزراء، عمائدین اور مشیروں کو طلب کیا جب
لوگ وہاں جمع ہو گئے تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کہہ رہا تھا۔

"رفیقانِ من! آئے دن جو ہمارے خلاف بغاوتیں کھڑی ہوتی ہیں کبھی طلیطلہ
اشبیلیہ کبھی شذونہ میں ان سب کا محرک یمنی قبائل کا سردار ابوالصباح ہے۔ ہسپانیہ میں
قائم کرنے کے لئے ابوالصباح کا قتل انتہائی ضروری ہے۔ جب تک اسے ٹھکانے نہ
جاتا اس وقت تک ہسپانیہ میں بغاوتوں اور سرکشی کا سلسلہ ختم نہیں ہو گا۔ میں ابوالص
ٹھکانے لگانا چاہتا ہوں اس وقت وہ میرے قصر میں موجود ہے۔ اگر میں اسے قتل کر
تو بولو اس سلسلے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔"

کہتے ہیں سب لوگوں نے ابوالصباح کے قتل کی مخالفت کی اور اس خدشے کا ا
کہ شہر سے باہر ابوالصباح کا ایک لشکر کھڑا ہے اور قرطبہ میں اتنا بڑا لشکر نہیں ہے کہ
جاری رکھا جا سکے اور پھر جب ان لوگوں کو یہ خبر ہو گی کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر
بڑا حصہ تو اشبیلیہ کی طرف بغاوت فرو کرنے کے لئے گیا ہوا ہے اور ابوالصباح
لشکر کے ساتھ قرطبہ پر حملہ کر دیا ہے تو یاد رکھیے گا لوگ ہماری حمایت ترک کر دیں
ابوالصباح کو قتل نہیں کرنا چاہیے ورنہ ایسا ہنگامہ ہو گا کہ اس پر قابو نہ پایا جا سکے گا۔"

جب سب لوگ بول چکے اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اس تجویز کی مخالفت
ابوالصباح کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔ تب سب سے آخر میں یوسف بن بخت کا چچا عبد
اپنی جگہ سے اٹھا اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جو ساتھی ابھی تک بولے ہیں میں ان میں سے کسی سے بھی اتفاق نہیں کرتا
میں آپ کے خیالات کی تائید کرتا ہوں ابوالصباح کو قتل کر دینا چاہیے یہی ساری بغا

رک ہے اس کے قتل ہونے کے بعد وقتی طور پر مختلف شہروں میں بغاوتیں بھی اٹھیں گی
گامہ آرائیاں بھی ہوں گی لیکن ان پر قابو پانے کے بعد بغاوتوں کا سلسلہ تو کم از کم ختم ہو
ائے گا۔"

عبدالملک کی اس تائید کو عبدالرحمٰن بن معاویہ نے پسند کیا پھر اس نے اپنے خادم کو ایک
صوص اشارہ کیا۔ وہ اشارہ پا کر خادم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ابوالصباح کی لاش اسی
مرے میں لے آیا تھا ابوالصباح کی لاش دیکھ کر وہاں بیٹھے سارے وزیر، مشیر اور عمائدین
گ رہ گئے تھے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے دوبارہ وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب
یا۔

"اب ابوالصبح کو تو میں ٹھکانے لگا چکا ہوں اسے قتل کیا جا چکا ہے اب بولو اس وقت شہر
ے باہر جو ابوالصباح کا لشکر کھڑا ہے اس کا کیا کیا جائے۔"

اس موقع پر یوسف بن بخت کا چچا عبدالملک حرکت میں آیا چھاتی اس کی تن گئی اور
بدالرحمٰن بن معاویہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "امیر! آپ بالکل بے فکر رہیں ان سے میں
ٹتا ہوں۔ ان کے پاس جاتا ہوں ان سے گفتگو کرتا ہوں مجھے امید ہے میری گفتگو سن کر
اب بھاگنے ہی میں اپنی عافیت سمجھیں گے۔"

مسکراتے ہوئے جب عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی
ب عبدالملک باہر نکلا ابوالصباح کے لشکر میں گیا وہاں اس نے اعلان کیا کہ۔

"ابوالصباح نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ساتھ بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تھا لہٰذا وہ قتل
یا جا چکا ہے تو لوگوں کے لئے امیر عبدالرحمٰن نے اعلان کروایا ہے کہ جو لوگ بھی اس کے
اتھ آئے ہیں انہیں امان دے دی جاتی ہے جس کا جی چاہے اپنے گھر چلا جائے اور جو
سا نہیں کرے گا اس کا حشر امیر عبدالرحمٰن ایسا کرے گا کہ ساری زندگی اپنے لئے ہی نہیں
سروں کے لئے بھی عبرت خیزی کا سامان بن جائے گا۔"

عبدالملک کی اس گفتگو کا خاطر خواہ اثر ہوا چنانچہ جس قدر لشکری ابوالصباح اپنے ساتھ
لے کر آیا تھا وہ سب سر جھکا کر واپس چلے گئے اس طرح ان پر حکومت کا رعب غالب آ گیا
اور وہ کوئی جوابی کارروائی کرنے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ قرطبہ میں تو عبدالرحمٰن بن معاویہ کی
تجویز کامیاب رہی۔ ابوالصباح کا اس نے خاتمہ کر دیا اور اس کے لشکری کوئی جوابی
کارروائی کیے بغیر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ دوسری جانب یوسف بن بخت اور تمام
بن علقمہ کے ساتھ بڑا اچھا معاملہ ہوا ... اشبیلیہ پہنچے شہر کا محاصرہ کر لیا تو شہر کے

سرکردہ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں اپنی وفاداری کا یقین دلایا اس یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے اشبیلیہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے لشکر کے سا واپس قرطبہ چلے گئے تھے۔

* * *

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے طلیطلہ شہر کا محاصرہ اس لئے ترک کر کے قرطبہ کا رخ کہ ہسپانیہ کے اندر بنو عباس کے حمایتی سر اٹھانے لگے تھے۔

ہوا کچھ یوں کہ جب عبدالرحمٰن بن معاویہ ایک حکمران کی حیثیت سے قرطبہ میں ہوا تو اس نے خطبہ عباسی خلیفہ کے نام کا جاری کیا تھا لیکن بعد میں کچھ لوگوں کی مخالف عبدالرحمٰن نے یہ طریقہ موقوف کر دیا اور اندلس کی حکومت کو ایک آزاد سلطنت کی دے دی اور اپنے لئے صرف امیر کا لقب اختیار کر لیا۔

ادھر جب دور مشرق میں خلیفہ المنصور کو یہ طرز عمل ناگوار گزرا تو اس نے امیر عبد بن معاویہ کے خلاف حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا جب اسے اپنے اندرونی حالات یکسوئی حاصل ہوئی تو اس نے عبدالرحمٰن بن معاویہ سے نمٹنے کی ابتداء کی۔

خلیفہ منصور کو برابر خبریں پہنچ رہی تھیں کہ اندلس میں انتشار برپا ہے منصور نے اس سے فائدہ اٹھانا چاہا اور اپنے ایک دست راست علاء بن مغیث کو جو افریقہ کے قائدین میں سے تھا اسے ترغیب دی کہ وہ اندلس میں داخل ہو اور عبدالرحمٰن بن مع وہاں سے نکال باہر کرے۔ علاء بن مغیث اور منصور عباسی کے درمیان نامہ پیغا دوران علاء سے منصور نے پوچھا کہ جس لشکر کے ذریعے تم عبدالرحمٰن بن معاویہ کو سے نکالنا چاہو گے وہ لشکر میں یہاں سے بھیجوں یا وہیں تم اس کا انتظام کر لو گے۔

اس پر علاء بن مغیث کہنے لگا خلیفہ کو لشکر بھیجنے کی ضرورت نہیں لشکر کا اہتمام میں ا جا کر ہی کر لوں گا اس لئے کہ وہاں میرے بہت سے عزیز و اقارب اور جاننے و لشکر کا انتظام کر لیں گے۔ آپ صرف مجھے ایک علم اور ایک پروانہ روانہ کر دیں ج طرح سے میرے پاس ثبوت ہو کہ مجھے خلیفہ وقت کی حمایت حاصل ہے اس طرح جوق در جوق میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

چنانچہ منصور عباسی کو علاء بن مغیث کی یہ بات پسند آئی اس نے فرمان ولا عباسیوں کا سیاہ پرچم علاء بن مغیث کو روانہ کر دیا۔ علاء ان دنوں افریقہ میں مقیم تھا بنیادی طور پر وہ اندلس ہی کا رہنے والا تھا جب اسے منصور عباسی کی طرف سے

ولایت اور سیاہ علم مل گیا تب اس نے افریقہ سے کوچ کیا اور اندلس کے شہر باجہ میں آیا۔

علاء بن مغیث نے باجہ شہر کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ اس کا اپنا تعلق جو نہی بنی یعصب سے تھا اور باجہ اور اس کے گردونواح میں بے شمار بنی یعصب کے افراد مقیم تھے لہٰذا علاء بن مغیث نے یہیں اپنے کام کی ابتداء کرنی چاہی۔ اس کے علاوہ جو اس نے باجہ شہر کا انتخاب کیا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ شہر ایک پہاڑی کے اوپر واقع تھا اور اس کے ارد گرد کوہستانی پتھروں سے بنائی گئی ایک مضبوط اور مستحکم دیوار تھی اور پھر شہر سے باہر بڑے وسیع ہموار زمین کے قطعے پھیلے ہوئے تھے جن میں دور دور تک غلہ اور پھل پیدا ہوتے تھے۔

اس شہر کا پورا نام رومنوں کے دور میں پاکے تھا اور یہی پاکے تبدیل شدہ صورت میں عربوں کے ہاں باجہ کی صورت اختیار کر گیا۔ آج کل یہ شہر پرتگال میں ہے اور پرتگال کے دارالحکومت لزبن سے لگ بھگ پچانوے 95 میلے جنوب مشرق کے فاصلے پر ہے۔

اس شہر کو سب سے پہلے موسیٰ بن نصیر نے فتح کیا تھا اور فتح کے ساتھ ہی وہ عرب جو پہلے مصر میں مقیم تھے اور موسیٰ بن نصیر کے ساتھ اندلس پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے تھے وہ اس شہر میں آباد ہو گئے اس کے علاوہ قحطانی اور بنی یعصب کی بکثرت آبادیاں یہاں موجود تھیں۔ سوا تین سو برس تک یہ شہر قرطبہ کے اموی بادشاہوں کے زیر نگیں رہا انہی ہی کی طرف سے یہاں کے حاکم مقرر ہوتے تھے پھر زمانہ طوائف الملوکی میں جب اشبیلیہ میں بنو عباد کی حکومت قائم ہوئی تھی تو باجہ کا پورا علاقہ حکومت میں شامل کر لیا گیا۔ بنو عباد کی حکومت کا جب خاتمہ ہوا اور افریقہ کے مرابطین اندلس میں بنو عباد کی جگہ سلطنت کرنے لگے یہاں تک کہ مرابطین کی حکومت بھی ختم ہوئی اور یہاں ایک خودمختار مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی اس کے بعد اس شہر پر سلطان عبدالمومن والی مراکش کے نام کا خطبہ بھی پڑھا گیا اس طرح باجہ شہر سلطان عبدالمومن کے مقبوضہ جات کا ایک حصہ بھی رہا۔

اس شہر پر مسلمانوں نے تقریباً ساڑھے پانچ سو برس حکومت کی یہاں سوتی کپڑے بہت عمدہ تیار ہوتے تھے چمڑے کا کام دور دور تک مشہور تھا اسلامی عہد میں باجہ کے علاقے میں چاندی کی کانیں بھی تھیں اس کے علاوہ لوہا، تانبا اور مگنیشیا بھی وافر مقدار میں موجود تھا۔

* * *

بہر حال علاء بن مغیث باجہ شہر پہنچا شہر میں آتے ہی اس نے کارکنوں کے ذریعے سب سے پہلے بنو یعصب سے رابطہ قائم کیا اور بنو یعصب نے اس کا ساتھ دینے کا عزم کر لیا اس کے بعد یہ لوگ ایک دوسرے قبائل سے بھی رابطہ قائم کرنے لگے یوں علاء بن مغیث کے

ساتھ ایک بڑی جمعیت ہوگئی۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک خاصا بڑا لشکر میرے پاس ہوگیا ہے تو اس نے اندلس کی سرزمینوں میں عباسیوں کا سیاہ علم بلند کیا اور اپنے اور جماعت کے لئے لباس بھی سیاہ قرار دیا۔

علاء بن مغیث نے اس تیزی سے کام کرنا شروع کیا کہ اس نے عباسی خلیفہ کے بیعت لینا شروع کر دی جگہ جگہ اس نے اپنے کارکن پھیلا دیئے تھے جنہوں نے بڑی ب سے کام کرنا شروع کر دیا اور یہ علاء بن مغیث کی بہت بڑی کامیابی تھی یہاں تک کہ ا کی بیشتر مسجدوں میں منصور عباسی کے لئے دعائیں مانگی گئیں اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کو غاصب اور مرتد کہا گیا لوگ ہر طرف سے سیاہ کپڑوں میں ملبوس علاء بن مغیث کے جمع ہونے لگے ان دنوں اندلس کی حالت ایسی خراب ہوگئی جیسے پورا اندلس ہی عبدا بن معاویہ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ صرف بنوامیہ یا کچھ بربر اس موقع پر عبدالرحمٰن معاویہ کا ساتھ دے رہے تھے یہ دور امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لئے انتہائی بے لاچارگی اور خطرے کا دور تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ ان دنوں ایسا بددل ہوا تھا کہ اس نے اپنے سالاروں کو قر طلب نہیں کیا بلکہ مستقر میں گیا۔ بدر، یوسف بن بخت، اس کے چچا عبدالملک، اس بیٹوں حبیب اور محمد، تمام بن علقمہ، دیگر سالاروں کو مستقر ہی میں جمع کیا اور جو صور اندلس میں نمودار ہوئی تھی ان کی تفصیل بتائی تھی۔ اس صورتحال پر کچھ دیر تک بحث و ہوتا رہا پھر اپنے سارے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد یوسف بن بخت عبدالرحمٰن معاویہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! جو تفصیل آپ نے بتائی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشبیلیہ میں ہمارا والی بن قطن بھی علاء بن مغیث کا طرف دار ہوگیا ہے جیسا کہ آپ نے بتایا ہے کہ اشبیلیہ جوق در جوق لوگ مسلح ہو کر باجہ شہر میں علاء بن مغیث کا رخ کر رہے ہیں ایسا اشبیلیہ والی کے تعاون کے بغیر ممکن ہی نہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن بخت رکا اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھا ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''امیر! میں مانتا ہوں علاء بن مغیث ایک خاصی بڑی طاقت حاصل چکا ہے اس کے پاس اتنا بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے جتنا ہمارے پاس بھی نہیں لیکن اس فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں میرے خداوند نے چاہا تو غالب ہم ہی رہیں گے۔ وقت جو ہم نے سب سے پہلا قدم اٹھانا ہے وہ یہ کہ اپنے لشکر کے ساتھ اشبیلیہ کی طر

کوچ کریں ہمارے ایسا کرنے سے اگر اشبیلیہ کا والی امیہ بن قطن اطاعت اور فرمانبرداری پر آمادہ ہو جائے تو اسے کچھ نہ کہا جائے اگر وہ ہمارا ساتھ دیتا ہے تو ہماری طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگا بلکہ کوشش کرنی چاہیے کہ اسے اپنے ساتھ ملایا جائے اس طرح اس کے حامی بھی ہمارا ساتھ دیں گے تو علاء بن مغیث کے مقابلے میں ہمیں کچھ تقویت حاصل ہو گی۔''

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ بول اٹھا۔ ''تمہارے خیال میں جب ہم لشکر لے کر اشبیلیہ کی طرف کوچ کریں تو قرطبہ میں کسی کو رکھا جائے

یوسف بن بخت نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''حالات ایسے ہیں کہ آپ کے علاوہ سارے سالاروں کو لشکر میں شامل رہنا ہوگا اور اشبیلیہ کا رخ کرنا ہوگا اس موقع پر میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ اپنے پیچھے اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو رکھیں وہ سلطنت کا نظم و نسق چلانے کی اہلیت اور قابلیت رکھتا ہے اور ہم آج ہی اشبیلیہ کی طرف کوچ کر جائیں۔''

یوسف بن بخت کی اس تجویز کو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے آخری فیصلہ سمجھا اپنے لشکر کو لے کر وہ اشبیلیہ کی طرف کوچ کر گیا اور اپنے پیچھے قرطبہ کا نظم و نسق سنبھالنے کے لئے اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو مقرر کر گیا تھا۔ اشبیلیہ پہنچ کر امیر عبدالرحمٰن نے شہر کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا جس وقت لشکری خیمے نصب کر رہے تھے یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر امیر عبدالرحمٰن کے پاس آئے اس موقع پر یوسف بن بخت نے امیر عبدالرحمٰن کو مخاطب کیا۔

''امیر! اس موقع پر میں آپ کو ایک اور مشورہ دوں گا مجھے خبر ملی ہے کہ اشبیلیہ میں ہمارا حاکم امیہ بن قطن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی فرماں برداری اور اطاعت کا اظہار کرے گا۔ امیر! اگر وہ آپ کی خدمت میں آتا ہے تو آپ اس کا بہترین استقبال کریں۔ پر تپاک انداز میں اس سے ملیں اسے شک تک نہ ہونے دیں کہ ہم اس سے متعلق مشکوک ہیں۔ امیر اس سے متعلق ہمیں ابھی کوئی ٹھوس ثبوت بھی نہیں ملے۔ ہمارا لشکر ہے کہ وہ علاء بن مغیث کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے ہوسکتا ہے جو لوگ اشبیلیہ سے نکل کر علاء بن مغیث کی طرف گئے ہوں انہیں کسی احتیاط کے تحت اس نے نہ روکا ہو۔''

یوسف بن بخت کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کسی قدر ہلکے تبسم میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔

''ابن بخت، میرے بیٹے! تم جو کچھ کہہ رہے ہو، میں ایسا ہی کروں گا اس ا
ہماری بہتری اسی میں ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ عین اسی لمحا
کا حاکم امیہ بن قطن اپنے چند مسلح ساتھیوں کے ساتھ وہاں آیا۔ امیر عبدالرحمٰن ـ
اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ بہترین انداز میں وہ امیر عبدالرحمٰن سے ملا۔ ام
بھی اس کا عمدہ استقبال کیا سب ایک دوسرے سے گلے ملے۔ اس موقع پر شاید اپ
پیش کرنے کے لئے ابن قطن، عبدالرحمٰن بن معاویہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! لوگ اشبیلیہ سے نکل کر علاء بن مغیث کا ساتھ دینے کے لئے باجہ کی
گئے ہیں۔ امیر! آپ کو بھی یہ خبر مل چکی ہو گی اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں
طرف سے بدگمانی کا شکار بھی ہوں گے اور ہونا چاہیے بھی۔ امیر! وہ ایسے لوگ تھے
میں نے روکنا پسند نہیں کیا اگر میں ایسا کرتا تو وہ اشبیلیہ کے اندر بھی بغات کھڑی کر
اور اشبیلیہ کے حالات انتہا درجہ کے خراب ہو جاتے۔ امیر! یہاں ابوالصباح کے قتل
پہنچ چکی ہے یمنی قبائل زیادہ تر شہر سے نکل کر علاء بن مغیث کی طرف گئے ہیں اور ا
قبائل کو میں روکتا تو اشبیلیہ ہی نہیں اس کے نواح میں جس قدر یمنی قبائل بیٹھے ہو
وہ بھی اٹھ کھڑے ہوتے اور اشبیلیہ پر قبضہ کر کے یا تو مجھے قتل کر دیتے یا نکال باہر کر۔

امیہ بن قطن کے ان الفاظ پر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا ذہن کسی قدر صاف ہو گیا ت
کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔

''ابن قطن! ان لوگوں کو نہ روک کر تم نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے میں تمہارے
بدگمان نہیں ہوں۔ تمہیں اس سلسلے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد
مل کر لشکر کے کھانے اور دیگر امور کا انتظام کرنے لگے تھے۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی اشبیلیہ کے نواح ہی میں قیا
ہوا تھا کہ اس کے طلایہ گردوں نے خبر دی کہ شذونہ شہر میں جو امیر عبدلرحمٰن کا والی غیاث
علقمہ لخمی ہے وہ اس لشکر کے ساتھ جو شذونہ میں مقیم تھا علاء بن مغیث کا ساتھ دینے
لئے باجہ کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ یہ صورتحال عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لئے بڑی مایوس
تھی اس لئے کہ شہر شہر میں اس کے خلاف بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ جو علاء بن مغ
کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو اپنی سرزمینوں میں اجنبی قرار د

رہے تھے ایسے میں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بدر کو بلایا یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اس کے ساتھ تھے اس موقع پر بدر کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔

''بدر! میں تمہیں ایک انتہائی اہم کام سونپتا ہوں شذنہ کا حاکم غیاث بن علقمہ لخمی تمہارا جاننے والا ہے اس لئے کہ تمہارے ساتھ وہ چند ہفتے رہا ہے۔ طلایہ گر جو خبریں لے کر آئے ہیں ان کے مطابق ابن علقمہ اپنے لشکر کے ساتھ علاء بن مغیث کا ساتھ دینے کے لئے شذونہ سے کوچ کر چکا ہے دیکھو اسے کسی بھی صورت ابن مغیث کے پاس نہیں جانا چاہیے تم کچھ دستے لے کر جاؤ ابن علقمہ سے جنگ نہیں کرنی نہ اس سے ٹکرانا ہے اس سے بات کر اسے سمجھاؤ کہ ان حالات میں ابن مغیث کا ساتھ نہ دے واپس شذونہ چلا جائے۔ عنقریب یہ ساری بغاوتیں فرو ہو جائیں اسے آرام اور پیار سے سمجھانا، جب بغاوتیں ختم ہو جائیں گی تو یہ سوچو تمہاری کیا حالت ہو گی میں جانتا ہوں وہ غداری کرنے والا نہیں ہے مخلص، جانثار، بہادر اور شجاع بھی ہے لیکن وہ کسی کے بہکاوے میں ضرور آیا ہے لہٰذا تم جاؤ اسے راستے میں روکو اسے سمجھاؤ اور اسے آمادہ کرو کہ وہ لشکر کو لے کر واپس شذونہ چلا جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن رکا پھر کہنے لگا۔ ''میں ابھی تھوڑی دیر تک بڑے تیز رفتار مخبر اور طلایہ گر باجہ کی طرف روانہ کر رہا ہوں وہ ابن مغیث اور اس کے لشکریوں کی نقل و حرکت سے متعلق ہمیں آگاہ کرتے رہیں گے۔ بدر! وقت بہت کم ہے تم چند دستوں کو لے کر یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ تمہارے ساتھ جاتے ہیں اور کچھ دستوں کو تمہارے ساتھ روانہ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ کے کہنے پر بدر چند دستوں کے ساتھ بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اس نے مختصر راستوں کے ذریعے سفر کیا اور ایک جگہ ابن علقمہ کو جا لیا۔

ابن علقمہ جان گیا کہ سامنے کی طرف سے بدر آ رہا ہے لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو روک دیا بدر نے بھی اپنے دستوں کو روکا دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے اس موقع پر ابن علقمہ نے بدر کو مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! یہ بتاؤ کہ تم کدھر آئے ہو۔'' بدر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''پہلے یہ تو بتاؤ تم کدھر جا رہے ہو۔'' ابن علقمہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے

لگا۔ ”تم جانتے ہو میں کدھر کا رخ کر رہا ہوں اس لئے تو تم میری طرف آئے ہو
اس پر بدر سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔ ”خدا کی قسم تمہارا کہنا درست ہے دیکھو میر
دوست ہی نہیں بھائی خیال کرتا ہوں میں جانتا ہوں اس وقت جگہ جگہ امیر عبدا
لاف بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں لیکن یاد رکھنا یہ بغاوتیں بہت جلد ختم ہو جائیں
اپنے لشکر کو لے کر ابن مغیث کا رخ کر رہے ہو تو میں سمجھتا ہوں یہ بڑا غلط فیصلہ
تمہاری طرف سے ایک احمقانہ قدم ہے۔ دیکھو جب ساری بغاوتیں ختم ہو
سرکشوں اور باغیوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا تو پھر یہ تو سوچو امیر عبدالرحمٰن کی نگ
تمہاری کیا عزت، تمہارا کیا وقار اور وقعت رہ جائے گی یاد رکھنا بغاوتیں زیادہ د
نہیں رہیں گی ختم ہوں گی یہ ابن مغیث جو اٹھا ہے یوں جانو بس ہانڈی کے ا
ایک وقتی سا جوش ہے جو ٹھنڈا ہو جائے گا ختم ہو جائے گا۔“ بدر ذرا رکا پھر کہنے لگا
”اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ ابن مغیث کامیاب ہو جائے گا تو ایسا ہرگز نہیں
بدر کے خاموش ہونے پر ابن علقمہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ”ہسپانیہ م
طرف یہ افواہیں اٹھیں ہوئی ہیں کہ امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ اس وقت کوئی بھی
سارے عرب قبائل ابن مغیث کے گرد جمع ہو چکے ہیں اور امیر عبدالرحمٰن بن
ساتھ صرف بنو اُمیہ کے لوگوں کے علاوہ بربر رہ گئے ہیں۔“
ابن علقمہ کے خاموش ہونے پر چھاتی تانتے ہوئے بدر کہنے لگا۔ ”بنو اُمیہ میں
قدر سکت ہے وہ پورے ہسپانیہ کو اپنی گرفت میں کر لیں اور پھر تم جانتے ہو ہسپانیہ
شمار بربر ہیں۔ جنگ کا تجربہ بھی رکھتے ہیں تیغ زنی کا ہنر بھی جانتے ہیں میں
دلاتا ہوں کہ ان سرزمینوں میں ابن مغیث کے باغیانہ پن کے دن چند ہی ہیں
اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا لہٰذا ان حالات میں، میں تمہارے دوست، تمہارے
حیثیت سے تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ اپنے لشکر کو لے کر ابن مغیث کی طر
کے بجائے پلٹو اور شذونہ چلے جاؤ اسی میں تمہاری عزت، تمہارا وقار رہے گا۔ ا
بات نہیں مانو گے تو میں تم سے جنگ نہیں کروں گا، تکرار نہیں کروں گا چپ چاپ
آیا ہوں ادھر ہی چلا جاؤں گا اور تمہیں اجازت دے دوں گا کہ اگر تم خود اپنے آ
ساتھیوں سمیت آگ میں گرانا چاہتے ہو تو گرا دیکھو۔“
بدر جب خاموش ہوا تب بات ماننے کے انداز میں ابن علقمہ کہنے لگا۔ ”بد
گفتگو اچھی کر لیتے ہو تمہیں کہیں اچھا مقرر ہونا چاہیے۔ میں تمہاری بات مانتا

پیش قدمی ترک کر کے اپنے لشکر کے ساتھ شذونہ کا رخ کرتا ہوں۔ اب بولو مزید کیا چاہتے ہو۔“

بدر نے آگے بڑھ کر ابن علقمہ کو گلے لگا لیا اس کی پیشانی چومی پھر دونوں علیحدہ ہوئے ابن علقمہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس شذونہ کا رخ کر رہا تھا جبکہ بدر اپنے دستوں کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے اشبیلیہ شہر کی طرف جا رہا تھا۔

بدر کے اشبیلیہ واپس پہنچنے کے چند دن ہی بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس اس کے مخبر خبر لائے کہ ابن مغیث باجہ سے نکل کر کرمونہ شہر کا رخ کر رہا ہے۔

اس موقع پر عبدالرحمٰن بن معاویہ پھر حرکت میں آیا۔ لشکر کا ایک حصہ اس نے بدر کے سپرد کیا اسے حکم دیا کہ وہ مختصر ترین راستہ کاٹتے ہوئے ابن مغیث سے پہلے کرمونہ پہنچے اور کرمونہ شہر کے باہر پڑاؤ کر کے بیٹھ جائے کھلے کھلے خیمے دور دور تک نصب کر دے تاکہ ابن مغیث وہاں پہنچے تو اتنے وسیع علاقے میں خیمے نصب دیکھ کر ایک دم حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے بلکہ وہاں پڑاؤ کرے عبدالرحمٰن نے مزید کہا کہ وہ بھی باقی لشکر کو لے کر کرمونہ پہنچ جائے گا۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد بدر ایک لشکر لے کر بڑی تیزی سے کرمونہ کی طرف بڑھا وہ ابن مغیث سے پہلے کرمونہ پہنچ گیا اور جس طرح عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے سمجھایا تھا شہر سے باہر اس نے کھلے کھلے خیمے نصب کر کے کافی جگہ کو گھیر لیا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ ابن مغیث بھی وہاں پہنچا۔ اس نے جب شہر سے باہر خیمے نصب دیکھے تو وہ جان گیا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ اس سے پہلے یہاں پہنچ چکا ہے لہٰذا اس نے فی الفور شہر پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کی بلکہ شہر کے نواح میں اس نے اپنا پڑاؤ قائم کر لیا تھا اتنی دیر تک عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی اپنے لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ پہنچ گیا اور جس سمت ابن مغیث نے پڑاؤ کیا ہوا تھا اس کی مخالف سمت سے وہ کرمونہ شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ابن مغیث سے نمٹنے کے لئے کرمونہ شہر کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ کرمونہ بلندی پر تھا اور اس دور میں یہ شہر ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا یہ شہر اشبیلیہ سے لگ بھگ پچیس میل مشرق میں واقع تھا اور یہ رومنوں کا قدیم شہر تھا اور رومنوں کے دور میں اس کا نام کارموہوا کرتا تھا اور یہ ایک کم بلندی والے کوہستانی سلسلے پر اس طرح واقع تھا کہ اہل شہر کو کسی دشمن کے حملہ آور ہونے کا کم ہی خدشہ رہتا تھا۔

پہلی صدی قبل مسیح میں جس وقت رومن سپہ سالار سیزر اور پومپی میں لڑائیاں شروع

ہوئیں تو اس شہر کے لوگوں نے سیزر کا ساتھ دیا اور ایک خود سر حکومت قائم کر کے چلایا۔

رومنوں کے بعد یہاں قوطیوں کی حکومت قائم ہوئی پھر موسیٰ بن نصیر نے اس
کیا فتح کے بعد فاتح عربوں نے اس شہر کو کارمو کے بجائے کرمونہ کہہ کر پکارنا ش
دیا۔ اس شہر کے گرد ایک مضبوط اور مستحکم فصیل تھی اندر عالیشان عمارتیں تھیں باغ ا
تھیں شہر کا بڑا دروازہ مسلمانوں کا تعمیر کیا ہوا تھا اب بھی موجود ہے ایک دوسرا در
سے قرطبہ کو سڑک نکلتی تھی بہت پرانا ہے اس کے بھی آثار اب تک موجود ہیں اس
بہت سی عمارتیں اب بھی ایسی کھڑی ہیں جن کا طرز تعمیر بول بول کر کہتا ہے کہ تع
اسلامی ہے۔

کرمونہ شہر میں پشتی دروازے سے داخل ہونے کے بعد عبدالرحمٰن بن معا
سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے قاصد خفیہ طور پر بدر کی طرف روا
اسے حکم دیا کہ آنے والی شب کو جب سب لوگ نیند کی گہرائیوں میں ڈوب جا
بڑی رازداری سے اپنے خیمے اکھیڑ کر اپنے لشکر کو لے کر کرمونہ شہر میں داخل ہو جا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ کے اس حکم پر بڑی رازداری سے عمل کیا گیا اور بدر کے
قدر لشکر تھا آدھی رات کے قریب وہ حرکت میں آیا اپنا سارا سامان اور خیمے اکھیڑ کر
شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ کرمونہ پہنچ کر اس نے دیکھا
کے پاس جو لشکر ہے تعداد میں وہ علاء کے لشکر کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے
سے باہر اس کا لشکر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ د
خیمے نصب تھے لشکر کے اندر گھوڑوں اور لشکریوں کا ایک ایسا شور تھا کہ کان پڑ
سنائی دیتی تھی۔

عبدالرحمٰن چاہتا تھا کہ وہ محصور ہو جائے اور اگر علاء شہر کا محاصرہ کر کے ش
داخل ہونے کی کوشش کرے تو مقابلے کو طول دیتا رہے اور آہستہ آہستہ دشمن کے
ہوئے ان کی تعداد کم کرتا رہے اس طرح کسی نہ کسی روز علاء تنگ آ کر محاصرہ اٹھ
واپس جانے پر مجبور ہو جائے گا۔ لیکن عبدالرحمٰن بن معاویہ کے اندازے درست
ہوئے اس لئے کہ شہر میں محصور ہونے کے بعد دن پر دن گزرنے لگے علاء ہر روز
کے ساتھ شہر پر حملہ آور ہوتا اور ہر روز عبدالرحمٰن اپنے سالاروں اور لشکریوں کے

ہونے پر مجبور کر دیتا اس طرح ہفتے تیزی سے گرنے لگے یہاں تک کہ اس محاصرے کو
یک ماہ بیت گیا اور باہر سے علاء کے حملوں میں کوئی کمی یا سستی نہ آئی عبدالرحمٰن کا خیال
علاء کے پاس جنگی سامان اور کھانے پینے کی اشیاء شاید ختم ہو جائیں گی اور وہ واپس
پر مجبور ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اب اسے یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر جنگ نے
رح طول پکڑا اور اسے کرمونہ شہر میں اسی طرح محصور رہنا پڑا تو وہ بالکل بے بس اور
ہو کر رہ جائے گا اس لئے کہ شہر کو چاروں طرف سے علاء نے گھیر رکھا تھا گو شہر کے اندر
نے پینے کی اشیاء کی فراوانی تھی لیکن اب ان کی کمی آتی جا رہی تھی اور اس کمی نے
مٰن بن معاویہ کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔

سری جانب علاء کے لئے بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا وہ باہر سے جنگی سامان کے علاوہ
نے پینے کی اشیاء بھی حاصل کر رہا تھا اس طرح صورتحال عبدالرحمٰن بن معاویہ کے
اور علاء کے حق میں ہوتی چلی جا رہی تھی۔

ن حالات کو سامنے رکھتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ایک روز رات کے وقت
نگ موقوف ہو چکی تھی اور علاء نے اپنے حملہ آور لشکر کو پیچھے ہٹا لیا تھا عبدالرحمٰن نے
یل کے اوپر ہی اپنے سارے سالاروں کو ایک برج کے اندر جمع کیا۔ جب سارے
گئے تب اس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یرے عزیزو! میرا اندازہ تھا کہ محاصرہ جب طول پکڑے گا تو علاء تنگ آ کر یہاں
ٹ جائے گا اور جب وہ ہٹ جائے گا تو ہم کسی نہ کسی طرح اس پر قابو پا لیں گے اس
محاصرے کے دوران میرا اندازہ تھا کہ ہم اس کے لشکر کی تعداد کافی کم کر دیں گے
سا نہیں ہوا۔ ایک تو علاء نے بڑے محتاط انداز میں شہر پر حملہ آور ہونا شروع کیا ہے
ے اس کا نقصان بہت کم ہوا ہے اور اس کے لشکر کی تعداد بھی تقریباً ویسی ہی ہے میرا
ندازہ یہ تھا کہ وہ جنگ سے جی چرا جائے گا لیکن ایسا بھی نہیں ہوا اب ہمارے پاس
ی کمی ہونا شروع ہو جائے گی ضروریات کی دیگر اشیاء کی فراہمی بھی نہیں رہے گی۔
پاس ہتھیار اور دوسری ضروریات جو میدان جنگ میں کام آ سکتی ہیں۔ ان کی بھی
نا شروع ہو جائے گی لہٰذا علاء کی نسبت ہماری حالت ابتر ہو گی اس بناء پر میں نے
ہے کہ اب اس کے سامنے محصور نہیں رہا جائے گا بلکہ کوشش کی جائے گی کہ باہر نکل
ا مقابلہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ اب کوئی صورتحال نہیں۔ میرے عزیزو! تم بھی
لے میں سوچو اور جو بہتر تجویز ہو گی اس پر عمل کیا جائے گا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی سب سالار آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے کہ
رہی اس کے بعد سب نے یوسف بن بخت کو اپنا نمائندہ بنایا جس نے عبدالرح
کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر! ہم سب نے مل کر ایک فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ جس قدر لشکر ہمار
وقت کرمونہ شہر میں ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ میر
گا۔ میرے ساتھ علقمہ کو کر دیں۔ ہم اپنے حصے کے لشکر کو لے کر شہر سے نکل
ایک مناسب جگہ گھات لگالیں گے دوسرا حصہ آپ کی سرکردگی میں رہے گا
کرلیا جائے گا اور یہ وقت رات کا ہو گا آپ کی طرف سے شہر کی فصیل کے
طرف سے جلتے پروں کا ایک تیر چھوڑا جانا چاہیے وہ تیر آپ کے اور میرے
ہو گا وہ تیر جب فضا میں بلند ہو گا تو آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر
کے لشکر پر حملہ آور ہو جائیں گے اور جلتے ہوئے تیر کو دیکھ کر میں اور تمام بن
گھات سے نکل کر رات کے وقت علاء کے لشکر پر حملہ آور ہوں گے اس طر
لشکر پر دو طرفہ حملہ ہو گا تو میں سمجھتا ہوں اسے ہم شکست نہیں بلکہ بدترین شک
کامیاب ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں میرے ساتھیوں نے ایک اور مشور
یہ چاہتے تھے کہ میں شہر کے اندر ہی رہوں لیکن میں نے خود اپنے آپ کو پیش
سے جو لشکر باہر جائے گا اس کے ساتھ میں خود جاؤں گا اور میں ہی دشمن پر
ہوں گا۔ جو دوسری تجویز پیش کی گئی ہے وہ یہ کہ لشکر کے چھوٹے بڑے سار
شہر کی فصیل کے قریب جمع کیا جائے اور وہاں آگ کا ایک الاؤ روشن کیا جا
نیام اس آگ میں ڈال دیے جائیں اور لشکریوں کو ہدایت کر دی جا
شکست دینا ہے یا اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دینا ہے دو کاموں میں
میں ہو کر رہے گا اس طرح لشکری جب عہد کریں گے پھر دیکھیے گا لشکر
اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔"

مؤرخین کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے یوسف بن بخت کی ا
لہٰذا اسی رات امیر عبدالرحمٰن نے اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کو
کے اس دروازے کے قریب جمع کیا جسے باب اشبیلیہ کہا جاتا تھا وہاں آگ
الاؤ روشن کیا گیا پھر خود عبدالرحمٰن اور چھوٹے بڑے سالاروں نے اپنی
آگ میں پھینک دیے۔ عہد کیا کہ دشمن کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنا

پنے آپ کو موت کے بھنور میں پھینک دینا ہے۔ یہ عہد کرنے کے بعد لشکر دو حصوں
تقسیم کر دیا گیا ایک حصے کو لے کر یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے شہر سے نکل کر
ات میں چلے جانا تھا جبکہ دوسرے لشکر کے ساتھ عبدالرحمٰن دیگر سالاروں کے ساتھ شہر
ندر رہا طے یہ پایا کہ اگلی رات جب آدھی گزر جائے گی تب کرمونہ شہر کی فصیل کے
بی حصے سے جلتے ہوئے پروں کا تیر فضاء میں چھوڑا جائے گا اور اس تیر کے چھوڑے
نے کے ساتھ ہی شہر کے اندر عبدالرحمٰن اور باہر سے یوسف بن بخت علاء کے لشکر پر دو
ہ حملہ کریں گے اور رات کے وقت اس کے لشکر کو اس قدر کچلیں گے کہ وہ شکست تسلیم
تے ہوئے بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے۔

طے ہونے کے بعد یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر
کی گہری تاریکی میں کرمونہ شہر کے نواح میں ایک انتہائی محفوظ جگہ پر گھات لگا گئے
جس جگہ انہوں نے گھات لگائی تھی وہاں زمین ٹوٹی پھوٹی تھی جگہ جگہ ٹیلے اور ان کے
ہرے گڑھے تھے ان کے اندر یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے گھات لگائی تھی
شہر کے اندر رہ کر عبدالرحمٰن بن معاویہ بڑی تیزی سے حملہ آور ہونے کے لئے تیاریاں
نے لگا تھا۔

اگلے روز آدھی رات کے تھوڑی دیر بعد کرمونہ شہر کی فصیل کے جنوبی حصے سے جلتے
ے پروں کا ایک تیر فضاء کے اندر بلند ہوا تھا۔

علاء اور اس کے سالاروں، اس کے لشکریوں کی بدقسمتی کہ انہوں نے جلتے ہوئے پروں
تیر کو دیکھا بھی پر اسے کوئی اہمیت نہ دی اور حسب معمول ہتھیار کھولے بے خبری کے
میں پڑے رہے تاہم لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ مستعد تھا وہ بھی اونگھ رہا تھا اس لئے کہ
کے لشکری یہ امید کرتے تھے کہ ایک مہینے سے عبدالرحمٰن بن معاویہ شہر کے اندر محصور
اور اب وہ کسی بھی طرح شہر سے باہر نکل کر ان پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کرے
لیکن حالات نے ان کے خلاف شب خون مارنے اور قدرت نے بھی ان کی امیدوں
برعکس فیصلے کر دیئے تھے اس لئے کہ جوں ہی جلتے پروں کا وہ تیر فضاء میں بلند ہوا بڑی
ری کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ عبدالرحمٰن بن معاویہ شہر کی فصیل کی مخالف سمت سے
پھر اپنے لشکر کے ساتھ وہ علاء کے لشکر کی طرف بڑھا تھا۔ پھر عبدالرحمٰن بن معاویہ دشمن
لشکر پر شرق کے پروں پر پرواز کرتی میٹھی بے کنار کسک، تار نفس کو گردان کا پھندا بناتی
ناک پیاس اور خواہشوں کے زندان میں اپنی جگہ بسنے والے خوفناک خوابوں کی طرح

حملہ آور ہو گیا تھا۔

علاء نے جب دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے شہر سے باہر نکل کر رات تاریکی میں اس پر حملہ کر دیا ہے تو اس نے اپنے سارے لشکر کو باب اشبیلیہ کی ط ہونے کا حکم دے دیا تھا تاکہ شہر سے نکلتے لشکر کو روکا جا سکے اس لئے کہ عبدالرحمٰن دروازے سے باہر نکل کر حملہ کیا تھا۔

جس وقت چاروں طرف سے ابن مغیث کے لشکری سمٹ کر باب اشبیلیہ بھاگ رہے تھے عین اسی لمحے دوسرا انقلاب نمودار ہوا۔ یوسف بن بخت اور تمام وشت ابتلا سے نکلتے ریگزاروں کے پارکھ اور نقد جان سنان کی نوک پر رکھ د ہیبت ناک اندھیاؤں کی طرح نمودار ہوئے تھے پھر وہ ابن مغیث کے لشکر کی پشت سے شعور ذات پیمانوں میں دکھوں کے نوحے بھر دینے والے عناصر دور تک پیاس صحرا کے آشوب اور چاروں طرف چلتے استقرار ے کھڑے کرتے شعلہ آسا شہاب حملہ آور ہو گئے تھے۔

ابن مغیث نے اپنے لشکر کو سنبھالنے کی بڑی کوشش کی لیکن دو طرفہ حملے نے کر رکھ دیا تھا بڑی تیزی سے اس کے لشکریوں کی حالت رات کی تاریکی میں ٹو سے رشتوں، چند گھڑیوں کی مہمان آوارہ بے تاب گھٹاؤں اور ٹوٹی آس سونی را بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی جبکہ دوسری طرف سے عبدالرحمٰن بن معاویہ اور ی بخت اندھیرے کے اندھے سفر میں موت کی داستان لکھتے ستاروں کی طرح ان چلے جا رہے تھے۔ صبح تک موت کا یہ رقص جاری رہا عبدالرحمٰن اور یوسف بن بخت سالاروں نے اس جانبازی سے حملے کیے تھے کہ اپنے سامنے علاء اور اس کے بالکل بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔ جب صبح کا سورج طلوع ہوا تو ابن مغیث بدترین شکست ہوئی اس جنگ میں ابن مغیث ایک گمنام لشکری کے ہاتھوں مارا گ بہت سے سالار بھی اس جنگ میں کام آئے بچے ہوئے لشکر نے بھاگ کر اپنی جا کہتے ہیں اس جنگ میں دشمن کے لگ بھگ سات ہزار لشکری موت کے گھاٹ گئے تھے اور ان میں بڑے بڑے سرکردہ سالاروں کے سر بھی کاٹ دیئے گئے تھے

کرمونہ شہر کے نواح میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اس فتح نے ایک طرح سے سلطنت کو اندلس کے اندر چار سو برس کے لئے مستحکم کر دیا تھا۔ فتح حاصل کر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ اس نے علاء کے سار

اور چیدہ سالاروں کے سر کاٹے ان میں نمک اور کافور بھرا ان کے کانوں میں چھید اور ہر ایک کا نام نسب اور عہدہ لکھ کر کان سے باندھ دیا پھر ایک تھیلے میں یہ تمام تر سیاہ اور علاء کا پروانہ ولایت بھر دیا۔

ایک اور تھیلے میں چند سالاروں کے سر اور سپاہیوں کے سیاہ کپڑے جو اتار لئے گئے بھر دیئے یہ دونوں تھیلے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے دو آدمیوں کو بہت سا انعام دے کر کو مکہ معظمہ میں ایک کو قیروان میں بھیج دیا اور ہدایت کی یہ تھیلے دونوں شہروں کی گلیوں ڈال دیے جائیں۔

ایک تھیلہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے مکہ معظمہ اس لئے بھیجا تھا کہ بنو عباس کا خلیفہ منصور اس وقت حج کے لئے مکہ معظمہ گیا ہوا تھا ایک تھیلا بہر حال قیروان میں ڈال دیا گیا وہاں جو بنو عباس کے حکمران تھے ان پر خوف اور لرزہ طاری ہو گیا تھا۔

دوسرے تھیلے کو اس کے اٹھانے والے جانباز نے جرأت کا اظہار کر کے اس جگہ ڈال جہاں مکہ معظمہ میں منصور کا قیام تھا اور خود غائب ہو گیا۔

لوگ تھیلا اٹھا کر منصور کے پاس لے گئے۔ اس تھیلے میں المنصور نے علاء اور اس کے یوں کے سر دیکھ کر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''افسوس، ہم نے اس ین کو بے یار و مددگار قتل ہونے کے لئے بھیج دیا۔'' پھر چلا کر کہا۔ ''یہ انسان نہیں کسی لان کا کام ہے۔ خدا کا شکر ہے اس نے ہمارے اور ایسے دشمن کے درمیان سمندر حائل دیا ہے۔''

کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد خلیفہ المنصور عباسی پر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا ایسا رعب اور بہ طاری ہوا کہ اس نے اپنے عمائدین سے پوچھا یہ بتاؤ کہ صقرِ قریش یعنی قریش کا باز کون ہے۔

اس پر کچھ لوگوں نے کہا آپ اور پھر انہوں نے المنصور کے اوصاف کا حوالہ دیا اس پر صور نے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا۔ ''نہیں تم نے غلط کہا۔''

انہوں نے کہا۔ ''آپ نہیں تو امیر معاویہؓ ہوں گے۔''

اس نے پھر تردید کی اور کہا یہ جواب بھی غلط ہے۔

لوگوں نے کہا اگر آپ بھی نہیں، امیر معاویہؓ بھی نہیں تو پھر یقیناً عبدالملک بن مروان ں گے۔

المنصور نے پھر نفی میں گردن ہلائی اس پر زچ ہو کر اس کے عمائدین نے کہا۔ ''اگر یہ

معاملہ ہے تو پھر آپ ہی بتائیں صقرِ قریش کون ہے۔"

اس پر بڑی فراخدلی کا اظہار کرتے ہوئے المنصور کہنے لگا۔ "لوگو، سنو! صقرِ ز
عبدالرحمٰن بن معاویہ ہے جس نے نیزوں اور تلواروں سے بچ کر ریگستانوں کو عبور کیا
مصائب برداشت کیے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا، سمندر سے سوار ہوا دور دراز جزیرہ
جا نکلا وہاں عساکر اس کے مقابل کھڑے تھے اس نے اپنی ہمت اور مردانگی سے ا
شکست دی پھر اپنی سیاست اور دانائی سے اپنے دشمنوں کے دلوں پر قبضہ کیا شہروں پر
کیے اور اپنی کھوئی ہوئی طاقت واپس حاصل کی۔ جہاں تک امیر معاویہؓ کا تعلق ہے تو وہ
ایسی سواری پر سوارے ہوئے جس پر انہیں حضر عمرؓ نے سوار کروایا تھا اور لوگ پہلے ہی
تھے لیکن عبدالرحمٰن تو اپنی ذات میں یگانہ اور تنہا تھا اس کے چاروں طرف اس کے دشمن
صرف اس کی دانائی اس کا عزم، اس کی جرأت، اس کی بہادری ہی اس کے رفیق تھے!

یہ الفاظ ادا کر کے گویا بنو عباس کے خلیفہ المنصور نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی شجاع
اس کی دلیری، اس کے پختہ ارادوں کو تسلیم کیا تھا۔

✿✿✿

بن مغیث کو شکست دینے اور اس کا خاتمہ کرنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے
نہ شہر سے باہر ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا کہ ایک روز قرطبہ کے کچھ مخبر اس
مت میں حاضر ہوئے انہیں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے بیٹے سلیمان نے روانہ کیا تھا
وقت یہ قاصد آئے اس وقت عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس اس کے سارے سالار
ہوئے تھے کسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی جب وہ قاصد آئے تو سب کی نگاہیں ان پر
ں سب پر جوش انداز میں ان سے ملے پھر عبدالرحمٰن نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا اور
خاطب کیا۔

یرے عزیزو! تم قرطبہ سے میرے لئے اچھی خبر لائے ہو یا بری۔"

ں پر دونوں قاصدوں میں سے ایک بول اٹھا۔

امیر! ہم دو خبریں لائے ہیں دونوں ہی بری ہیں۔"

ں پر عبدالرحمٰن چونکا تھا سارے سالار بھی قاصدوں کی طرف بڑی جستجو اور انہاک
یکھنے لگے تھے یہاں تک کہ عبدالرحمٰن کی آواز سب کو سنائی دی۔

خبریں اچھی ہوں یا بری۔ کہو کیا معاملہ ہے اس لئے کہ اب میں بری خبریں سننے کا
ہو چکا ہوں اور ان کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا اس پر قاصد بول اٹھا۔

امیر پہلی بری خبر یہ ہے کہ طلیطلہ شہر میں پھر ہمارے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی
لوں نے اطاعت اور فرمانبرداری ترک کر کے سرکشی کے علم کھڑے کر دیے ہیں۔"

اصد رکا پھر دوبارہ بول اٹھا۔ "امیر! ایک تو یہ بری خبر ہے دوسری خبر یہ ہے کہ طبیب
ن عطوف کی بڑی بیٹی غریطہ جو اشبیلیہ کے نواح میں بیاہی ہوئی تھی اسے اور اس کے
قتل کر دیا گیا ہے۔"

یہ خبر سن کر جہاں یوسف بن بخت چونکا تھا وہاں عبدالرحمٰن بھی اداس اور افسردہ ہو گیا تھا
ن بن بخت قاصد کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے عبدالرحمٰن
سے مخاطب کیا۔

"میرے عزیز! کچھ پتا چلا کہ طبیب سالم بن عطوف کی بیٹی اور اس کے شوہر کون ہیں۔"

قاصد کہنے لگا۔ "امیر! سنا ہے سالم بن عطوف کی بڑی بیٹی غریطہ اور اس کے اشخاص نے قتل کروایا ہے ایک زکائی اور دوسرا تولا۔ یہ دونوں اوباش اور غیر ذم تھے کبھی انہوں نے غریطہ کا رشتہ مانگا تھا طبیب کے انکار کرنے پر میرے خیال م نے یہ کارروائی کی ہے۔"

قاصد جب خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے یوسف بن ب ساری تفصیل بتا دی تھی کہ کس طرح زکائی اور تولا طبیب سالم بن عطوف کی دونوں کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور کس طرح انہیں ان کی بستی سے نکالا گیا اور زکائی او بھاگ گئے۔

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد عبدا معاویہ نے اسے مخاطب کیا۔

"ابن بخت، میرے بیٹے! مخبروں نے جو کچھ کہا ہے تم نے بھی سن لیا ہے اب سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "امیر! ہمیں فی الفور یہاں سے کوچ کرنا چاہیے اور کو اپنی گرفت میں لینا چاہیے۔"

جواب میں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ "ابن بخت! جب نے مجھے طلیطلہ کی سرکشی اور بغاوت کی خبر سنائی تھی تو میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں تمہ لشکر دے کر طلیطلہ کی طرف روانہ کروں گا اس لئے کہ میرا دل کہتا ہے کہ طلیطلہ کی بغ صرف تم ہی فرو کر سکتے ہو لیکن اب میں ایسا نہیں کروں گا۔ میرے بیٹے! سالم بن اپنی چھوٹی بیٹی نثار کو تم سے منسوب کر چکا ہے اس لحاظ سے تمہارا ان کے ساتھ ایک تعلق ہے اس کی بیٹی اور داماد کو کیونکہ قتل کیا جا چکا ہے لہٰذا تمہارا فی الفور قرطبہ پہنچنا ضروری ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک اور تمام بن علقمہ کے حوالے کرتے ہیں یہ طلیطلہ کا رخ کریں گے اور وہاں کی بغاوت کرنے کی کوشش کریں گے میں اور تم باقی سالاروں کے ساتھ دوسرے آدھے لشکر کو قرطبہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔"

سب نے اس سے اتفاق کیا پھر بدر اور تمام بن علقمہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر

طرف کوچ کر گئے تھے جبکہ عبدالرحمٰن بن معاویہ اور یوسف بن بخت لشکر کے دوسرے ے کے ساتھ قرطبہ کا رخ کر رہے تھے۔

✿✿✿

ادھر زکائی اور تولا دونوں اوباش اور ان کے ساتھی طلیطلہ کے نواحی کوہستانی سلسلے کو اپنا کن بنانے والے شقنا کے ساتھیوں میں شامل ہو چکے تھے۔ شقنا اندر ہی اندر قوت پکڑ رہا ہر قاتل اوباش اور ہر برے فعل میں ملوث شخص بھاگ کر اس کے پاس چلا جاتا تھا اس رح اس کے ساتھیوں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ چکی تھی جو آس پاس کے قوں میں لوٹ مار کرتے اور اپنی گزر بسر کر رہے تھے ان میں تولا اور زکائی بھی شامل ے۔

ایک روز تولا اور زکائی دونوں شقنا کے پاس گئے اس وقت شقنا اپنے چند ساتھیوں کے اتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا زکائی اور تولا بڑے مطمئن اور خوش تھے۔ شقنا نے ن کی طرف دیکھا پھر دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم دونوں آج مجھے معمول سے کچھ زیادہ مطمئن اور خوش دکھائی دے رہے ہو۔ کیا اس کوئی وجہ ہے؟"

دونوں اس کے سامنے بیٹھ گئے پھر زکائی شقنا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہمارے پاس خوشی کی ایک وجہ ہے یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میں اور تولا دونوں نے یب سالم بن عطوف کی بیٹیوں کا رشتہ طلب کیا تھا اور اس نے انکار کیا تھا اس کے بعد ن میں ابوعثمان عبداللہ بن خالد اور یوسف بن بخت ملوث ہو گئے جن کی وجہ سے ہمیں اگ کر آپ کے پاس پناہ لینا پڑی۔ لیکن ہم خاموش نہیں بیٹھے تھے ہم نے اپنے کچھ ساتھیوں سے بھی رابطہ قائم کیا اور وہ بھی یہاں ہمارے پاس آپ کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے ان میں سے ہم نے دو ایسے ساتھیوں کا انتخاب کیا جو قتل و غارت گری میں انتہا درجہ کی مہارت رکھتے ہیں یہ کام بڑی رازداری اور ہنرمندی سے کرتے ہیں۔ ان دونوں ساتھیوں کے ذمے جو پہلا کام ہم نے لگایا وہ یہ کہ طبیب سالم بن عطوف کی بیٹی غریطہ کو قتل کر دیا جائے اس لئے کہ طبیب نے اس کی شادی اشبیلیہ کے نواح میں ایک شخص سے کر دی تھی اس طرح میرے وہ دونوں ساتھی روانہ ہوئے غریطہ اور اس کے شوہر دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح ہم نے طبیب سالم بن عطوف کو اس کے انکار کی ایک سزا تو دے دی ہے اب اس کی دوسری سزا باقی ہے یعنی ابھی ہم نے اس کی چھوٹی بیٹی کو بھی قتل

کرنا ہے جسے اس نے یوسف بن بخت کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد زکائی جب خاموش ہوا تو شقنا نے کسی قدر مسکراتے ہوئے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم دونوں بھی خوب نکلے اپنے پرانے دشمنوں کو بھولے نہیں ہو یہ جو تم نے سالم بن عطوف کی بیٹی اور اس کے شوہر کو قتل کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ تمہارا انتقام لینے کا بہتر انداز ہے۔ اب تم جب اپنے ساتھیوں کے ذریعے طبیب سالم بن عطوف کی دوسری بیٹی جس کا نام تم نے نشار بتایا ہے اس کا خاتمہ کرو تو اس کے ساتھ ساتھ یوسف بن بخت کا بھی تمام ہونا چاہیے اس لئے کہ اس میں میرا بھی فائدہ ہے۔"

شقنا کے ان الفاظ سے تولا اور زکائی دونوں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگے اس بار تولا نے اسے مخاطب کیا۔

"امیر! اس میں آپ کا کیا مفاد ہے۔"

شقنا کے چہرے پر بڑی مکارانہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

"دیکھو! ایک اجنبی یعنی عبدالرحمٰن بن معاویہ کہاں سے چل کر اندلس میں داخل ہوا یہاں کا حکمران بن بیٹھا ہے اگر وہ اکیلا شام سے افریقہ، افریقہ سے اندلس میں وارد ہو اندلس کا حکمران بن سکتا ہے تو میں پہلے سے یہاں موجود ہوں میرے پاس خاصی قوت بھی ہے ہزاروں پر مشتمل میرے مسلح جوان ہیں جو جنگ کے ہر ہنر میں بہتر تربیت یافتہ ہیں تو پھر میں عبدالرحمٰن بن معاویہ سے بھی جلد اندلس کی حکمرانی حاصل کر سکتا ہوں۔ میرے ساتھیو! میں ابھی حالات کا جائزہ لے رہا ہوں بہت جلد میں اپنے خول سے نکلوں گا عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت کھڑی کروں گا اور ایسی بغاوت کھڑی کروں گا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ اگر اپنی ساری قوت اور طاقت کو بھی میرے خلاف صرف کر دے تب بھی اس بغاوت کو فرو نہیں کر سکے گا اور اسے ہر صورت میں اندلس کی حکومت میرے حوالے کرنا ہو گیا اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو میں ایسے حالات پیدا کروں گا عبدالرحمٰن بن معاویہ کا سر کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

شقنا جب خاموش ہوا تب زکائی اور تولا دونوں کچھ دیر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتے رہے پھر اپنے جذبات، اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہوئے زکائی کہنے لگا۔

"امیر! آپ کے ایسا کرنے سے ہمارے بھی اچھے اور خوشگوار مفاد سامنے آتے ہیں۔"

شقنا نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ کیسے؟"

زکائی پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "امیر! وہ اس طرح کہ جب آپ بغاوت کھڑی کر کے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو اپنے سامنے زیر کر لیں گے اور اندلس کے حکمران بن جائیں گے تو آپ کے حکمران بننے کے بعد آپ ہمارے مفاد کا بھی کوئی نہ کوئی خیال تو ضرور رکھیں گے۔"

اس پر شقنا نے ہولناک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

"ضرور، کیوں نہیں۔ جب اندلس کی حکومت میرے ہاتھ آئے گی تو یاد رکھنا میں تم دونوں کو حاجب اور مشیر سے کم عہدہ نہیں پیش کروں گا۔"

شقنا کے ان الفاظ سے زکائی اور تولا دونوں مطمئن ہو گئے تھے یہاں تک کہ شقنا پھر بول اٹھا۔

"ہاں تو میں نے شروع میں تم سے کہا تھا کہ طبیب سالم بن عطوف کی چھوٹی بیٹی نشار کے ساتھ یوسف بن بخت کا بھی خاتمہ ہونا چاہیے۔ پہلی بات تو یہ کہ اسے نشار کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے دوسری بات یہ کہ جب میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت کھڑی کروں گا تو مجھے اس وقت عبدالرحمٰن کے ساتھیوں میں جس سے زیادہ خطرہ ہے وہ یوسف بن بخت ہے۔ اگر طبیب کی بیٹی کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ کر دیا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں عبدالرحمٰن کو قابو کرنا میرے لیے کسی قدر آسان ہو جائے گا۔"

شقنا کے خاموش ہونے پر زکائی چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! چند روز تک آپ دوسری خبر بھی سنیں گے کہ ہمارے ساتھیوں نے نشار اور یوسف بن بخت دونوں کو ہلاک کر دیا ہے اس لیے کہ میں دو ایک روز تک ان ساتھیوں کو قرطبہ روانہ کروں گا جنہوں نے غریطہ اور اس کے شوہر کو ہلاک کیا تھا۔ وہ قرطبہ کا رخ کریں گے اس لئے کہ طبیب اپنی بیٹی اور بیوی کے ساتھ قرطبہ منتقل ہو چکا ہے اب قرطبہ میں رہتے ہوئے بھی وہ ہم سے بچ نہیں سکے گا۔"

شقنا نے ایک بار پھر زکائی اور تولا کے ارادوں کی تعریف کی اس کے بعد سب کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

✿✿✿

ایک روز امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ یوسف بن بخت اور دوسرے بہت سے سالار

یوسف بن بخت کی حویلی میں داخل ہوئے جس میں سالم بن عطوف نے اپنی بیوی اور نشار کے ساتھ رہائش رکھی ہوئی تھی ابھی وہ حویلی کے صحن میں ہی تھے کہ اندر سے بڑی بے کے ساتھ سالم بن عطوف نکلا جب وہ قریب آیا تو سب سے پہلے امیر عبدالرحمٰن بن معا نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور محبت بھرے انداز میں اسے مخاطب کر

"ابن عطوف مجھے بے حد دکھ اور افسوس ہے کہ کچھ غیر ذمہ دار لوگوں نے تمہاری اور داماد کو قتل کر دیا ہے میں جانتا ہوں یہ تمہارے لئے ایک بہت بڑا المیہ ہے اور مجھے بھی مل گئی ہے کہ یہ کام زکائی اور تولا دو اوباشوں کا ہے میرے خداوند کو منظور ہوا تو ایک ایک روز ہم ان دونوں پر گرفت کر کے انہیں ان کے اعمال کی سزا ضرور دیں گے۔

موقع پر سالم بن عطوف کی پلکیں بھیگ گئی تھیں ہونٹ کاٹ رہا تھا اس کے بعد جب وہ ا عبدالرحمٰن سے علیحدہ ہو کر یوسف بن بخت سے گلے ملا تب اس کی آنکھوں سے آنسو کر اس کی داڑھی پر گرنے لگے تھے اور دبی دبی سسکیاں بھی محسوس کی جا سکتی تھیں۔ یو بن بخت نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی، حوصلہ دیا پھر اسے لپٹا کر آگے بڑھا سب دیوان خا میں جا کر بیٹھ گئے دعا کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے یوسف بن بخت طرف کی دیکھا اور ا مخاطب کیا۔

"ابن بخت! تم اٹھو ذرا میرے ساتھ چلو میں ابن عطوف کی بیٹی اور بیوی سے بھی پسند کروں گا۔ ابن عطوف! تم بھی ہم دونوں کے ساتھ چلو۔"

اس پر یوسف بن بخت اٹھ کھڑا ہوا سالم بن عطوف بھی کھڑا ہوا گیا باقی سب لو وہاں بیٹھے رہے امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ وہ دوسرے کمرے میں گئے وہاں عبورہ اور ن دونوں ماں بیٹی بیٹھی ہوئی تھیں جونہی انہوں نے سالم بن عطوف کے ساتھ یوسف بن بخ اور امیر عبدالرحمٰن کو آتے دیکھا تب دونوں بیچاری ایک دم کھڑی ہو گئی تھیں۔ یوسف بخت کو دیکھتے ہوئے دونوں ماں بیٹی کا دل اس قدر بھر آیا کہ پہلے دونوں کی آنکھوں آنسو دکھائی دینے لگے پھر ہلکی ہلکی سسکیاں سنائی دیں۔ سسکیاں، ہچکیوں میں بدلیں دونوں ماں بیٹی دہاڑیں مار کر رونے لگی تھیں۔ اس موقع پر سالم بن عطوف اور یوسف بخت کی حالت تو بری ہو ہی گئی تھی۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی انتہاء درجہ کا اداس اور افس ہو گیا تھا آگے بڑھا ایک ہاتھ نشار اور دوسرا عبورہ کے سر پر رکھا اور رقت میں ڈوبے ہو الفاظ میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ان ظالموں اور غیر ذمہ دار لوگوں نے جو دکھ تم لوگوں کو دیئے ہیں خداوند کو منظور ہوا

ہنے والے زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہیں گے۔ اس لئے کہ خداوند قدوس نے اس کائنات ں جو قانون فطرت ڈالا ہوا ہے اس کے تحت جب مکافات کا عمل حرکت میں آتا ہے تو ے سے بڑا جابر، بڑے سے بڑا سرکش اور ظالم بھی فطرت کے قانون کے سامنے اپنے رخم کرنے میں مجبور اور بے بس ہو جاتا ہے۔ تم دونوں ماں بیٹی صبر کرو میں تم دونوں کو ن دلاتا ہوں کہ ایک نہ ایک روز وہ دونوں قاتل یا تو تم دونوں ماں بیٹی کے قدموں میں ں گے یا ان دونوں کے کٹے سر تم دونوں کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ اب تم دونوں بیٹی بیٹھو میں جانتا ہوں کہ جو دکھ تمہیں ملا ہے وہ ان حالات میں ناقابل برداشت ہے ن خداوند قدوس جو دلوں کے بھید جانتا ہے ایک روز اپنے قانون کے ظالموں کے خلاف ت میں ضرور لائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن اس کمرے سے نکلا سالم بن عطوف اور یوسف بن بخت ا کے ساتھ تھے۔ دوبارہ اس کمرے میں آئے جہاں سے اٹھ کر گئے تھے کچھ دیر وہاں ر باتیں کرتے رہے سالم بن عطوف کو تسلی دیتے رہے پھر یوسف بن بخت کی طرف بیٹھے ہوئے عبدالرحمٰن کہنے لگا۔

"ابن بخت! تم یہیں رہو، ان لوگوں کو تمہاری موجودگی کی سخت ضرورت ہے میں جاتا ں پہلے میری ایک بات سنو۔"

ساتھ ہی آنکھ کے اشارے سے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے یوسف بن بخت کو مزید اپنے ریب آنے کے لئے کہا یوسف بن بخت جب بالکل عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پہلو سے لو ملا کر بیٹھ گیا تب کچھ دیر تک عبدالرحمٰن اس کے کانوں میں رازدارانہ سی گفتگو کرتا رہا ب تک وہ کچھ کہتا رہا بار بار یوسف بن بخت اثبات میں گردن ہلاتا رہا پھر عبدالرحمٰن بن عاویہ اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے سب لوگ کھڑے ہو گئے یوسف بن بخت اور سالم بن عطوف ان سب کو حویلی کے صدر دروازے تک چھوڑنے کے لئے گئے۔ جب ٹے تب انہوں نے دیکھا عبورہ اور نشار دونوں ماں بیٹی بھی سکونتی حصے سے نکل کر باہر صحن ں آ گئی تھیں۔

یوسف بن بخت اور سالم بن عطوف دونوں چپ چاپ ان کی طرف بڑھے پھر چاروں خاموشی کے ساتھ دیوان خانہ میں آ کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر تک غم انگیز اور الم خیزی سی خاموشی کمرے میں طاری رہی اس دوران عبورہ اور نشار دونوں ماں بیٹی کی گردنیں غم اور دکھ سے جھکی ہوئی تھیں پھر یوسف بن بخت نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے سالم بن عطوف کو

مخاطب کیا۔

"عم! میرا اندازہ غلط نہیں تو میں سمجھتا ہوں یہ کام زکائی اور تولا کا ہے۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر عبورہ اور نشار بھی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھیں۔ میں سالم بن عطوف کی آواز سنائی دی تھی۔

"ابن بخت! میرے بیٹے تمہارا اندازہ درست ہے اس لئے کہ جن اجنبی جو میرے داماد اور بیٹی کو قتل کیا وہ جاتے ہوئے کہہ گئے تھے کہ یہ زکائی اور تولا کو کرانے کا پہلا انتقام ہے۔"

سالم بن عطوف نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"ابن بخت، میرے بیٹے! اب تو میں اپنی بیٹی نشار کی طرف سے بھی فکرمند زدہ ہو گیا ہوں۔ ان کا یہ کہنا کہ یہ انتقام کا پہلا قدم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ و خلاف اور بھی کارروائی کریں گے۔ کوئی اور کارروائی یہی ہو سکتی ہے کہ وہ نشار پ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ ابن بخت! اگر ایسا ہو جائے تو ہم دونوں میاں پاس کیا رہے گا۔"

اس موقع پر یوسف بن بخت نے اپنا ہاتھ سالم بن عطوف کے شانے پر رکھا ہمدردی میں اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"عم! آپ بالکل بے فکر رہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور وہ اتنے دراز دست نہیں کہ وہ یہاں قرطبہ شہر میں گھس کر نشار کو نقصان پہنچا سکیں خداوند قدوس نے اس کائ جو قانون فطرت ڈالا ہوا ہے اس کے تحت ایک روز مکافات عمل شروع ہوتا ہے خداوند قدوس کا قہر اس کے عذاب کی صورت میں آتا ہے تو بڑے بڑے سرکش بڑے جابر بڑے بڑے ظالم بڑے بڑے منہ زور اور دراز صفت بھی اس قانون کے آگے سر کو خم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اس زکائی اور تولا کی تو کوئی حیثیت ہی نہ زکائی نے دھوکہ دہی سے کام لے کر ہمیں عارضی طور پر نقصان پہنچایا ہے لیکن آپ ہیں کہ وہ بے نتھے بیل کی طرح آزاد گھومتے پھریں گے۔ دندناتے پھریں گے۔ نہ نہیں ایک روز انہیں انتقام کے شکنجے اور مکافات کے کولہو کے بیچ سے ضرور گزرنا ہ کچھ حالات سے نمٹنے کے لئے میرے اور امیر عبدالرحمٰن کے درمیان رازداری سے ہے ابھی میں اس کا اظہار کسی پر نہیں کروں گا لیکن میں آپ کو اتنا یقین دلاتا ہوں اور تولا نے اگر نشار یا آپ کے گھر کے کسی اور فرد کو ذرہ برابر بھی نقصان پہنچانے کی

کی تو یوں جانیے گا یہ ان دونوں کی زندگی کی سب سے بدترین حماقت ہو گی ایسا کر کے وہ اپنے آپ کو خود قضاء کے جال میں پھنسائیں گے۔ میں ایک بار آپ تینوں سے کہتا ہوں، آپ تینوں اس وہم اور خدشے کو دل سے نکال دیں کہ زکائی اور تولا نشار یا آپ میاں بیوی کو کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔ انہوں نے جو کارروائی کرنی تھی وہ غفلت اور بے دھیانی میں کر چکے اب انہیں اپنے اس جبر اور جور اور اس گناہ کا حساب دینا ہوگا اور حساب لینے کا یہ وقت بھی بہت جلد آئے گا۔"

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے خدشات میں ڈوبی آواز میں سالم بن عطوف کہہ رہا تھا۔

"بیٹے! غریطہ اور اس کے شوہر پر زکائی اور تولا خود حملہ آور نہیں ہوئے بلکہ ان کے آدمیوں نے یہ کارروائی کی اور میرے ذہن میں یہ وسوسات اٹھتے ہیں کہ اگر وہی آدمی نہیں ہم چہروں سے نہیں پہچانتے کہ وہ دوست ہیں یا دشمن۔ قرطبہ میں داخل ہو جاتے اں کہیں قیام کر لیتے ہیں کوئی موقع پا کر رات کو ہماری حویلی میں داخل ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر کون انہیں روک سکتا ہے، کون انہیں ہاتھ پکڑ ان کی کارروائیوں کو ناکام کر سکتا ہے۔"

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"خدا کرے وہ ایسا کریں میں تو یہ بھی دعا مانگتا ہوں کہ وہ اپنے آدمیوں کو نہ بھیجیں وہ خود ایسا کریں اس کے بعد آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیے گا کہ ان کی ایسی کارروائی کا انجام کیا ہوتا ہے میں نے آپ سے کہا ہے آپ بالکل مطمئن رہیں میں نے اور امیر عبدالرحمٰن نے ظالموں سے نمٹنے کے لئے جو لائحہ عمل تیار کیا ہے اس پر آج سے ہی عمل شروع ہو جائے گا اور دیکھیے گا ظالموں کے خلاف ان کا ظلم کیا رنگ لاتا ہے۔ میں ایک بار پھر آپ تینوں سے کہتا ہوں بالکل پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

یوسف بن بخت اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ بیچ میں عبورہ بول اٹھی۔ "بیٹے! اب تم دونوں ہی بولتے رہے ہو مجھے کہنے کا موقع نہیں دیا۔ اس موقع پر میں یہ کہوں گی کہ بیٹے تم خود بھی ہمارے ساتھ حویلی کے اندر قیام رکھو تمہارے یہاں قیام کرنے سے مجھے، نشار اور اس کے باپ کو ایک طرح کا حوصلہ رہے گا کہ حویلی میں ہماری کوئی حفاظت کرنے والا ہے۔"

یوسف بن بخت مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

''اماں! آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں کوشش کروں گا۔ کبھی یہاں کروں گا کبھی مستقر میں رہوں گا لیکن ایک بات اپنے دل پر لکھ رکھیں کہ میں حویلی ہوں یا نہ ہوں آپ تینوں کی حفاظت کا اہتمام بہترین ہوگا میں نے آپ سے کہا نا کچھ میں اور عبدالرحمٰن نے رازداری سے طے کیا ہے یوں جانو کہ ظالموں اور دراز وں کے خلاف ایک آہنی جال ہے اور عنقریب اس میں ایسے پھنسیں گے کہ جان چھوٹے گی۔''

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور کہنے لگا۔ ''تینوں آرام کریں میں مستقر کی طرف جاتا ہوں میرے اور امیر عبدالرحمٰن کے درمیا معاملہ طے ہوا ہے اسے عملی صورت دیتا ہوں۔''

اس پر عبورہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی، آگے بڑھ کر اس نے یوسف بن بخت کا ہاتھ پکڑا کہنے لگی۔ ''یوسف بن بخت بیٹے! یوں نہیں جاؤ میں جانتی ہوں تم نے کھانا نہیں کھایا سے بیٹھو کھانا کھاؤ۔ پھر جاؤ گے۔''

اس پر یوسف بن بخت مسکرا دیا کہنے لگا۔

''آپ تینوں کے چہرے بھی بتاتے ہیں کہ آپ تینوں نے بھی کچھ نہیں کھایا۔''

اس موقع پر نشار بھی اپنی جگہ پر کھڑی ہوگئی یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے کہنے لگی۔ ''آپ جائیے گا نہیں۔ یہیں ابا اور اماں کے پاس بیٹھیں۔ میں کھانا تیار یہاں لاتی ہوں۔ آپ نے جہاں جانا ہے کھانا کھا کر جائیے گا۔''

اس کے ساتھ ہی نشار، یوسف بن بخت کے جواب کا انتظار کیے بغیر اٹھ کر مط طرف چلی گئی تھی۔ یوسف بن بخت، سالم بن عطوف اور عبورہ اسی کمرے میں بیٹھ کر موضع پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

✡✡✡

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بدر اور تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کی سرکشی اور بغاوت ختم کے لئے روانہ کیا تھا طلیطلہ اپنی بغاوت اور سرکشی میں مشہور ہوگیا تھا۔ اس سے پہلے کی سرکشی کی وجہ سے عبدالرحمٰن نے شہر کا محاصرہ کیا تھا لیکن اپنے بدلتے ہوئے حالا وجہ سے اسے محاصرہ ترک کر کے واپس قرطبہ کا رخ کرنا پڑا تھا۔

اب بدر اور تمام بن علقمہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ طلیطلہ پہنچے۔ شہر کا انہو محاصرہ کرلیا۔ باغی ڈٹ کر بدر اور تمام بن علقمہ کا مقابلہ کرنے لگے۔ بدر اور ابن علق

حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے رہے بار بار رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر فصیل پر چڑھ شہر کو سر کرنے کی کوشش کرتے لیکن ہر بار اوپر سے تیراندازی کی جاتی اور انہیں اپنے یوں کو بچانے کے لئے پیچھے ہٹنا پڑتا تھا۔

آخر بدر اور ابن علقمہ نے طلیطلہ شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اس قدر سختی سے محاصرہ کہ شہر کے اندر ایک تنکا نہ جانے دیتے تھے۔ اس طرح شہری اپنی ضروریات زندگی نہ کی وجہ سے بدحواس اور پریشان ہونے لگے۔ اس پر شہر کے باغیوں نے بدر اور ابن کی اطاعت قبول کر لینے کا پیغام بھجوایا۔

یہ پیغام ملنے کے بعد بدر اور تمام بن علقمہ نے آپس میں مشورہ کیا اور پھر طے یہ پایا کہ میں جو اس وقت بڑے بڑے باغی ہیں طلیطلہ کے لوگوں سے کہا جائے کہ وہ ان کے لے کیے جائیں تب وہ صلح پر آمادہ ہوں گے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد بدر اور تمام بن نے شہر کے لوگوں کو پیغام بھجوایا کہ اگر وہ ہشام بن سحری و ایاز بن ولید اور حمزہ بن لد جیسے سرکشوں کو ان کے حوالے کردیں تب صلح کی جاسکتی ہے۔ شہر کے لوگ اور شہر ندر جو ایک خاص لشکر تھا ان باغیوں کی وجہ سے تنگ آچکا تھا جن باغیوں کو گرفتار کرنے لئے بدر اور ابن علقمہ نے کہا تھا۔ شہر کے لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اور انہیں بدر اور ابن کے پاس لے آئے۔

اس طرح شہر کی بغاوت ختم ہوئی۔ بدر او ابن علقمہ اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ شہر میں ہوئے کچھ روز وہاں قیام کر کے نظم و نسق درست کیا پھر جس قدر باغی گرفتار ہوئے ہیں بدر نے تمام بن علقمہ کی حفاظت میں قرطبہ کی طرف روانہ کردیا تھا۔

تمام بن علقمہ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ قرطبہ کی طرف سے عبدالرحمٰن بن معاویہ کا ایک قاصد آیا اس نے تمام بن علقمہ سے کہا کہ وہ واپس طلیطلہ چلا جائے اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے طلیطلہ کا حاکم مقرر کیا ہے جبکہ بدر کو واپس بلا لیا گیا ہے۔ پر قیدیوں کو لے کر قاصد کے ہمراہ تمام بن علقمہ واپس طلیطلہ آیا شہر کا نظم و نسق اس نے ہاتھ میں لے لیا جبکہ قیدیوں اور قاصد کو لے کر بدر قرطبہ کی طرف چلا گیا تھا۔

✡✡✡

یوسف بن بخت کی حویلی میں ایک روز نثار اور ربیکا ایک کمرے میں علیحد
تھیں اس موقع پر ربیکا نے بڑے پیارے نثار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔
"نثار! امیر یوسف بن بخت کے ساتھ تمہاری مستقبل قریب میں شادی ک
ہے؟" ربیکا کے اس سوال پر نثار نے چونک جانے والے انداز میں دیکھا پھر گھ
انداز میں کہنے لگی۔

"یہ تم کس قسم کی گفتگو کا آغاز کر رہی ہو؟ ابھی میری بڑی بہن کو فوت ہو
آٹھ دن ہوئے ہیں اور تم میری شادی کی بات کرنے لگ گئی ہو۔ ویسے بھی اس
ابھی تک امیر کے ساتھ نہ میں نے گفتگو کی ہے اور نہ میرے ماں باپ نے لیکن تم
جلدی ہو رہی ہے۔"

ربیکا کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر رازدارانہ سے لہجے میں کہنے لگی۔
لئے جلدی ہو رہی ہے کہ تمہاری خوشی سے میری بھی خوشی وابستہ ہے۔"

نثار نے پھر گھور کر اسے دیکھا اور پوچھا۔ "میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہ رہی
ہو۔ میری خوشی سے تمہاری کون سی خوشی وابستہ ہے۔"

ربیکا نے کندھے اچکائے اور کہنے لگی۔

"میری ساری خوشیاں تم سے وابستہ ہیں۔ تمہیں بہن کہا ہوا ہے، ایک بہ
خوشی آتی ہے تو کیا دوسری بہن خوش نہیں ہوتی۔ دیکھو نثار! معاملہ دراصل یو
میرے ماں باپ بدر سے میری شادی کرنے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں لیکن
عہد کر رکھا ہے کہ جس دن تمہاری امیر یوسف بن بخت سے شادی ہوگی اسی رو
کے عقد میں ہوگی۔ بس! اسی بناء پر میں نے کہا کہ تمہاری خوشی سے میری بھی خ
ہے۔"

ربیکا رکی پھر اپنی گفتگو کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
"ویسے ایک لحاظ سے تم خوش قسمت ہو کہ الفتین سے تم لوگ یہاں منتقل ہو

ں بھی تمہاری خوش قسمتی کہ امیر یوسف بن بخت کی حویلی سے تمہاری رہائش کا اہتمام ہوا
طرح تم ہر وقت امیر کے پاس بیٹھ سکتی ہو۔ ان سے گفتگو کر سکتی ہو۔ اس لئے کہ
ے گھر والوں نے تمہیں ان سے منسوب کر دیا ہے ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو
نے کی اجازت ہے۔"

ربیکا جب خاموش ہوئی تب بڑی سنجیدگی میں نثار کہنے لگی۔ "ربیکا! یہ معاملہ نہیں ہے۔
وسف بن بخت حویلی میں بہت کم آتے ہیں حالانکہ میں نے کئی بار ان پر زور ڈالا کہ
ں میں آکر قیام کریں۔ لیکن وہ مستقر میں رہتے ہیں میں نے جب زیادہ زور ڈالا تب
ں نے کہا کہ جب تک میری اور ان کی شادی نہیں ہو جاتی حویلی میں ان کا قیام کرنا
ب سمجھا جائے گا۔ اسی بناء پر وہ رات مستقر ہی میں قیام کرتے ہیں۔ بہرحال دن میں
ار ہمارے پاس ضرور چکر لگاتے ہیں۔"

ثار جب خاموش ہوئی تب ربیکا بول پڑی۔ "بدر کا بھی یہی حال ہے۔ وہ حویلی میں
ں کرتا امیر یوسف بن بخت کی طرح مستقر ہی میں قیام کرتا ہے اور ہمارے ہاں بھی
تو نہیں لیکن ایک دو دن چھوڑنے کے بعد آتا ضرور ہے۔"

ہاں تک کہنے کے بعد ربیکا رکی پھر کسی قدر سنجیدہ سے انداز میں نثار کو مخاطب کر کے
ی۔ "چند روز پہلے جب ہم دونوں اسی کمرے میں بیٹھ کر باتیں کر رہی تھیں تم نے ان
ت کا اظہار کیا تھا کہ تمہاری بہن اور بہنوئی کے قاتل وہ دو اوباش اور بدمعاش زکائی
ہیں۔ تم نے اس خوف کا بھی اظہار کیا تھا کہ وہ تم پر بھی حملہ آور ہو سکتے ہیں اور تمہیں
صان پہنچا سکتے ہیں اور امیر یوسف بن بخت کے بھی درپے ہو سکتے ہیں۔ کیا اس سلسلے
"

یکا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے نثار بول اٹھی۔ "ربیکا تم
ہہ رہی ہو۔ اس حادثہ کے بعد میں نے امیر یوسف بن بخت سے التماس کی تھی کہ وہ
مارے ساتھ قیام کیا کریں۔ لیکن وہ اپنے قیام پر تو راضی نہیں ہوئے مستقر میں
تے ہیں لیکن انہوں نے ہماری حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کیا ہوا ہے۔ اب میں تو لا
ی کی طرف سے مطمئن ہوں۔ اس حویلی میں اگر خداوند نے چاہا تو ہم پر حملہ آور نہیں
گے۔"

ثار کی اس گفتگو کے دوران ربیکا نے کچھ بھی نہ کہا۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر اس
گے بڑھ کر کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگی۔

"چلو باہر چلتے ہیں۔ اس حویلی میں پھل دار داخت بہت ہیں آج میں دیکھتی کون سے پھل پکے ہیں اور کھانے کے قابل ہیں۔"

نثار بھی مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی دونوں باہر آئیں اور حویلی کے باغیچہ تھا اس کے اندر پھل دار درختوں کا جائزہ لینے لگی تھیں۔ ابھی اس باغیچے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ اچانک ربیکا نے چونک کر حویلی کے صدر دروازے دیکھا پھر نثار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"نثار...... ذرا صدر دروازے کی طرف دیکھو۔"

نثار بھی چونکنے کے انداز میں بڑی جب اس نے صدر دروازے کی طرف دروازے سے یوسف بن بخت اور بدر دونوں اندر داخل ہو رہے تھے۔ دونوں ہی خوش ہو گئی تھیں۔ تقریباً بھاگتے ہوئے باغیچے سے نکل کر صدر دروازے کی طرف یوسف بن بخت اور بدر نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ رک گئے دونوں آن کر ان کھڑی ہو گئیں۔ قبل اس کے کہ نثار یا ربیکا میں سے کوئی انہیں مخاطب کرتا یوسف نے نثار کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ جو تم دونوں بہنیں باغیچہ میں چہل قدمی کر رہی ہو تو اس کا مطلب میرے یہ ہو گا کہ ربیکا کے اماں اور ابا یہاں آئے ہوں گے۔"

اس پر نثار چپ رہی۔ ربیکا بول پڑی۔ "نہیں بھائی! ایسا نہیں ہے مجھے چھوڑ گیا تھا اماں، ابا اور سیمسون گھر پہ ہی ہیں۔ میں کئی دن سے نثار کے پاس آج رات بھی میں اسی کے پاس رہوں گی۔"

ربیکا جب رکی تب نثار نے یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے کہا۔ "آپ دونوں یہاں کیوں رک گئے ہیں چلو دیوان خانے میں چل کر بیٹھیں

اس پر یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "ہم دونوں بیٹھیں گے نہیں اس لئے کہ بتانے آئے ہیں کہ ہمارا لشکر ایک مہم کے سلسلے میں کوچ کر رہا ہے۔ امیر ع معاویہ بھی لشکر کے ہمراہ ہوں گے۔ ہم تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کریں لوگوں سے ملنے کے بعد ہم مستقر کا رخ کریں گے۔"

نثار اور ربیکا دونوں کسی قدر پریشان ہو گئی پھر نثار بولی۔ "اب یہاں کھڑے گفتگو نہیں ہو گی۔ کم از کم دیوان خانے میں چل کر بیٹھیں تو سہی میں بابا اور ا کرتی ہوں۔"

نثار کے کہنے پر یوسف بن بخت اور بدر دونوں آگے بڑھے دیوان خانے میں بیٹھ گئے۔ ربیکا بھی ان کے سامنے ایک نشست پر ہو بیٹھی تھی۔ نثار آگے نکل گئی تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی۔ اس کے ساتھ سالم بن عطوف اور عبورہ دونوں میاں بیوی تھے۔ وہ دیوان خانے میں داخل ہوئے تو یوسف بن بخت اور بدر دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ تینوں اندر آنے کے بعد جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب سالم بن عطوف کہنے لگا۔

"ابن بخت، میرے بیٹے! نثار بتا رہی تھی کہ تم اور بدر امیر کے ساتھ کسی مہم پر نکلنے والے ہو اور اسی مہم کی روانگی کے لئے اطلاع دینے والے ہو۔"

سالم بن عطوف کے اس سوال پر یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "عم! نثار نے ٹھیک کہا ہے۔ دراصل لبلہ کے ایک شخص نے بہت سے باغیوں اور یمانیوں کو اپنے ساتھ ملا کر بغاوت کھڑی کر دی ہے اس شخص کا نام مطری ہے۔ بڑا عیار اور چالاک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑا شجاع اور جرأت مند بھی خیال کیا جاتا ہے او وہ دن بدن اپنی قوت میں اضافہ کرتا جا رہا ہے اسی کی اس بغاوت اور سرکشی کو فرو کرنے کے لئے لشکر آج رات یہاں سے لبلہ کی طرف کوچ کرے گا۔ میں اور بدر دونوں لشکر کے ساتھ ہوں گے اسی بناء پر ہم آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔"

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب نثار اپنی جگہ سے اٹھی اور یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "میرے خیال میں آپ دونوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا ہو گا۔ میں کھانا تیار کر کے لاتی ہوں۔"

نثار کے ان الفاظ کے ساتھ ربیکا بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس پر یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "آپ دونوں کو کوئی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں اور بدر دونوں مستقر سے کھانا کھا کر آ رہے ہیں۔ بس آپ لوگوں کو ملنا تھا۔ ہم یہاں زیادہ دیر قیام بھی نہیں کریں گے۔ واپس مستقر میں جائیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ امیر ہم سے پہلے وہاں پہنچ جائیں اس لئے ہم دیر نہیں کریں گے۔"

اس پر نثار اور ربیکا پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئیں تھوڑی دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اس کے بعد یوسف بن بخت اور بدر سب کو الوداع کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔

✿✿✿

امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ باغی مطری کا رخ کیا جو اس وقت لبلہ
نواح میں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ مطری کے لشکر کا یہ
کہ دور دور تک خیمے نصب تھے اندلس بھر کے سارے اوباش اور غیر ذمہ دار لوگ ا
پاس آ کر جمع ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ اندلس کے شمال میں جو نصرانیوں کی ریاستیں
وہ بھی مطری کی مدد کر رہی تھیں اس لئے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اندلس کے اند
عبدالرحمٰن بن معاویہ کی سرکردگی میں مسلمانوں کی ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قا
جائے بہر حال امیر عبدالرحمٰن بڑی تیزی سے لبلہ کی طرف بڑھا۔

مطری کو جب خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اس کا قلع قمع کرنے کے لئے ا
طرف پیش قدمی کر رہا ہے تب اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اور اسے م
الجیش کے طور پر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی راہ روکنے اور اس پر ضرب لگانے کے
روانہ کیا۔

مطری کے اس اقدام کی خبر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو بھی ہو چکی تھی۔ اس سلسلے
جب اس نے اپنے سارے سالاروں سے مشورہ کیا تو یہ طے پایا کہ عبدالرحمٰن بن م
بھی اپنے لشکر کا ایک ہراول دستہ آگے روانہ کرے تاکہ مطری کا جو مقدمۃ الجیش پیش
کر رہا ہے اس سے نمٹا جا سکے۔ صلاح و مشورے کے بعد لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا گ
لشکر کا سالار اعلیٰ یوسف بن بخت کو بنایا گیا۔ بدر کو نائب کی حیثیت سے اس کے ہم
گیا۔ اس طرح اپنے ہراول کو لے کر یوسف بن بخت اور بدر دونوں بڑی تیزی سے
کے مقدمۃ الجیش کی طرف بڑھے تھے۔

کھلے میدانوں کے اندر دونوں مقدمۃ الجیش ایک دوسرے کے سامنے آئے اور م
نے جو مقدمۃ الجیش کے طور پر اپنا لشکر روانہ کیا تھا اس نے جونہی اپنے سامنے یوسف
بخت اور بدر کے لشکر کو دیکھا وہ خواب درخواب عذابوں کے نئے بارگراں، پیچ در پیچ
کے طلسموں اور جبر کے لہو رنگ مناظر لئے ظلم کے طوفانوں کی طرح یوسف بن بخت او

لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔
یوسف بن بخت اور بدر نے کمال مہارت اور جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
ری کے اس لشکر کے حملے کو روکا پھر جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی جرائم کی مالا میں
اور سزا کے دائرے پروتی سلگتی آہوں، خواب راستوں پر تلخی بھری تعبیریں سجاتی اور روح
کھولاتی حدت کی طرح مطری کے ہراول پر حملہ آور ہوئے تھے۔

کھلے میدانوں میں جنگ بری طرح بھڑک اٹھی تھی سارے لشکری خود اپنی صلیب
ئے قضا کے تمغے اپنی چھاتیوں پر سجانے کے درپے ہو گئے تھے۔ بہت سے سورماؤں
خواب ٹوٹنے لگے تھے۔ چاروں طرف سرگرداں موت اور قضاء آنکھوں میں صحرا کی
نیں، چہروں پر اداسیوں کے مہیب جنگل کی تیرگی پھیلانے لگی تھیں۔ میدان جنگ میں
سوزیست تنکنانے میں قضاء کا ایک کرب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

کچھ دیر کی ہولناک جنگ کے بعد مطری کے ہراول لشکر کی حالت بڑی تیزی سے خشک
ن پر آنسوؤں کے دھبوں، خیموں کی ٹوٹی ماضی کے شبستانوں میں دل کے افسانوں کی
ب خیز یادوں سے بھی زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مطری کے لشکر
وسف بن بخت اور بدر کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور بھاگ کھڑا ہوا۔
ن بن بخت اور بدر دونوں نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مطری کے اس ہراول لشکر کا
تک تعاقب کرتے ہوئے نہ صرف اسے نقصان پہنچایا بلکہ ان کی تعداد بھی کافی حد تک کم
دی تھی۔ اس کے بعد ایک جگہ یوسف بن بخت اور بدر نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا اور
عبدالرحمٰن بن معاویہ کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔

ادھر باغیوں کے سربراہ مطری کو جب خبر ہوئی کہ کھلے میدانوں میں امیر عبدالرحمٰن بن
یہ کے سالار یوسف بن بخت اور بدر کے ہاتھوں اس کے ہراول لشکر کو بدترین شکست
ہے تو وہ ایک طرح سے شکستگی، بدحوصلگی کا شکار ہوا لہٰذا لبلہ کے نواحی کھلے میدانوں
جہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں سے اس نے کوچ کیا اشبیلیہ کا
کیا لبلہ اور اشبیلیہ کے درمیان رعواق نام کا مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا مطری اپنے لشکر کے
ہ اس قلعے میں محصور ہو گیا۔ اب اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ جونہی امیر عبدالرحمٰن بن
ویہ اس کی طرف بڑھے گا وہ اس قلعے کے اندر محصور رہ کر نہ صرف اپنا دفاع کرے گا
گائے لگا ہے قلعے سے نکل کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پہ شب خون مارتے
ئے اسے ایسا نقصان پہنچائے گا کہ وہ قلعہ کا محاصرہ ترک کر کے واپس قرطبہ جانے پر

مجبور ہو جائے گا۔ اس موقع پر مطری نے ایک اور قدم اٹھایا اس کے مخبروں نے اسے خبر
کہ امیر عبدالرحمٰن نے اس کے ہراول کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ایک سالار یوسف
بخت کو روانہ کیا تھا اور یوسف بن بخت مطری کے ہراول دستہ کو شکست دینے کے بعد
جگہ پڑاؤ کر چکا ہے اور اب وہ امیر عبدالرحمٰن کی آمد کا انتظار کر رہا ہے اس کے بعد
ہیں وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

اس موقع پر مطری نے فائدہ اٹھایا اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اس نے
کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں بٹھا دیا۔ مطری کا ارادہ یہ تھا کہ جب امیر عبدالرحمٰن
اپنے پورے لشکر کے ساتھ رعواق نام کے قلعے اور اس کے محاصرے میں تندی یا سختی
کرنے کی کوشش کی اور رعواق کے اندر مطری کے لئے رسد و خوراک کا مسئلہ اٹھ کھڑا
جو لشکر اس نے کوہستانی سلسلے میں گھات میں بٹھایا ہوگا۔ اس موقع پر وہ کام دے گا۔

مطری چاہتا تھا کہ جب محاصرے میں سختی پیدا ہوگی تو جس لشکر کو اس نے قلعے کے
میں کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں بٹھایا تھا وہ کبھی کبھی گاہے بگاہے اپنی گھات سے
کر امیر عبدالرحمٰن کے لشکر پر شب خون مارنے کا سلسلہ جاری رکھے گا اور اسی کے انداز
کبھی کبھی وہ خود بھی شہر سے نکل کر امیر عبدالرحمٰن پر حملہ آور ہوتے ہوئے اسے نقصان
پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح مطری نے ایک طرح سے امیر عبدالرحمٰن کے لشکر
دو طرفہ حملے کرنے کے لئے اپنے انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ دوسری طرف امیر عبدالرحمٰن
کو اس کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ اپنے ہراول لشکر کے شکست اٹھانے اور بھاگ
جانے کے باعث مطری نے لبلہ کے مقام سے پڑاؤ اٹھا لیا ہے اور اب وہ قلعہ رعواق
محصور ہو چکا ہے۔ لہٰذا امیر عبدالرحمٰن وہاں پہنچا ہے جہاں یوسف بن بخت اور بدر نے
کیا ہوا تھا۔ اس کے بعد سب نے آپس میں صلح مشورہ کیا پھر پورے کا پورا لشکر قلعہ ر
کا رخ کر رہا تھا۔

✡✡✡

ایک روز صبح ہی صبح امیر عبدالرحمٰن قلعہ رعواق کے مشرق میں نمودار ہوا اور قلعے
فاصلے پر اپنے لشکر کے پڑاؤ کرنے کا حکم دیا کہ اگر قلعے کی فصیل سے کوئی تیر انداز
پوری طاقت وقوت کے ساتھ تیر برسائے تو وہ امیر عبدالرحمٰن کے پڑاؤ تک نہ پہنچے
ملتے ہی آن کی آن میں قلعہ رعواق سے باہر عبدالرحمٰن نے خیموں کا ایک شہر بسا دیا
جب خیمے نصب ہو چکے تب امیر عبدالرحمٰن نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے

طلب کیا شاید وہ قلعہ رعواق پر حملہ آور ہونے کے لئے صلاح مشورہ کرنا چاہتا تھا۔
سارے سالار جب اس کے خیمے میں پہنچ گئے تب امیر عبدالرحمٰن انہیں مخاطب کرتے
ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے جانثار ساتھیو! مطری رعواق میں محصور ہو چکا ہے لبلہ میں قیام کے دوران اس
کے حوصلے یقیناً بلند ہوں گے وہ کھلے میدانوں کے اندر ہمارا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوگا
لیکن یوسف بن بخت اور بدر کے ہاتھوں جو اس کے ہراول لشکر کو شکست ہوئی ہے اس سے
میرے خیال میں وہ کچھ بددل ہوا ہے لہٰذا ہمارے خلاف جنگ کو طول دینے کے لئے اس
نے رعواق میں محصور ہو کر جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس موقع پر میں تم سے یہ پوچھتا ہوں
کہ ہمیں اب مطری اور اس کے قلعہ رعواق سے نمٹنے کے لئے کیا لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے۔"

امیر عبدالرحمٰن کے اس سوال پر سارے سالار آپس میں صلح و مشورہ کرنے لگے۔ پھر
یوسف بن بخت ان سارے سالاروں کی نمائندگی کرتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن کو مخاطب
کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"امیر! آپس میں صلح و مشورہ کرنے کے بعد ہم نے جو فیصلہ کیا ہے اس سے میں آپ کو
آگاہ کرتا ہوں۔ امیر! آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس منجنیقیں نہیں ہیں۔ اگر ہمارے
پاس منجنیقیں ہوتیں تو ان کے ذریعے قلعہ پر سنگ باری کرتے ہوئے ہم قلعہ کی فصیل کا
کچھ حصہ توڑ کر اندر داخل ہو کر مطری کو زیر کر سکتے تھے۔ اب دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ
منجنیقیں بنائی بھی جا سکتی ہیں لیکن رعواق کے نواح میں ایسے درخت نہیں ہیں جن سے
منجنیقیں تیار کی جائیں۔ لہٰذا اب ہمارے سامنے ایک ہی فیصلہ ہے کہ منجنیقوں کے بغیر ہم
نے ہر صورت میں اس قلعہ کو فتح کرنا ہے اور مطری کو گرفتار کر کے اسے اس کی سرکشی اور
بغاوت کی سزا دینی ہے۔ ہم سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ آنے والی شب کو لشکر بالکل آرام
کرے گا اگلا پورا دن لشکر اپنے پڑاؤ میں رہے تا کہ دشمن کو یہی تاثر دیا جائے کہ ہم نے
رعواق کے مشرق میں پڑاؤ کیا ہے لیکن آدھی رات کے بعد لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا
جائے۔ ایک اس طرف ہی رہے جہاں ہمارا پڑاؤ ہے اور دوسرے دو حصے شمال مغرب اور
جنوب مغرب کے رخ پر قلعے سے باہر گھات لے لیں۔ اس کے بعد اسی رات جلتے ہوئے
تیر فضاء میں بلند کیے جائیں جو دونوں لشکروں کی طرف سے آپ کے لئے اشارہ ہوگا کہ وہ
اپنی اپنی جگہ پہنچ کر اپنے آپ کو استوار اور تیار کر چکے ہیں۔ یہ اشارہ ملنے کے بعد وہ لشکر جو
آپ کی کمانداری میں شہر کے مشرقی جانب ہوگا وہ رات کے وقت شہر پر حملہ آور ہونے کی

ابتداء کرے گا۔ اب شہر کے اندر جو مطری کا لشکر ہے وہ یہی خیال کرے گا کہ ہم
رعواق کے مشرق میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا لہٰذا ہم مشرق سے حملہ آو
ہیں۔ اس بناء پر وہ قلعے کے مشرقی حصے پر زیادہ توجہ دے گا اور اپنی عسکری قوت
حصہ آپ کو روکنے کے لئے مشرق کی طرف متعین کرے گا۔ باقی حصوں پر صرف
رکھنے کے لئے کچھ لشکری وہ بھی برجوں کے اندر بٹھا سکتا ہے۔ اب جب مشرق
سے آپ حملہ آور ہوں گے، تو دشمن کی پوری توجہ مشرق کی طرف ہو گی اس سے
دوسرے دو لشکر فائدہ اٹھائیں گے۔ اس وقت دشمن آپ کے ساتھ بری طرح مصرو
باقی دونوں لشکر برجوں کے اندر بیٹھے ہوئے مطری کے محافظوں پر تیر اندازی کر
خاتمہ کرتے ہوئے شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے اگر وہ فصیل پر چڑ
ایک بار کامیاب ہو گئے تو میں سمجھتا ہوں کہ رات کے وقت ہی یہ قلعہ ہمارا ہو گا۔
لشکری شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اوپر جا کر تکبیریں بل
گے آپ کو اشارہ ہو گا کہ وہ فصیل پر چڑھ چکے ہیں۔ ساتھ ہی فصیل کے اوپر جو محا
گے ان کا خاتمہ کرتے ہوئے فصیل کے مشرقی حصے کا رخ کریں گے۔ جب مطری
کے لشکریوں کو خبر ہو گی کہ ہمارے لشکر کا ایک حصہ فصیل پر چڑھ گیا ہے تو وہ اس طر
ہوں گے ان کی اس توجہ سے آپ فائدہ اٹھائیں گے اور مشرقی حصے سے اپنے حملے
پیدا کرتے ہوئے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے۔ آپ اور آپ کے لشکری فصی
چڑھیں، صرف دشمن کے ایک حصے کو اپنے ساتھ مصروف رکھیں گے باقی دونوں لشک
کے اوپر محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد نیچے اتر کر شہر پناہ کا مشرقی دروازہ کھولنے ک
کریں گے۔ جب شہر پناہ کا دروازہ کھلے گا تو آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ
داخل ہو کر اپنی کاروائی کی ابتداء کریں گے۔ اس طرح قلعے کو ہم صبح کا سورج طلوع
تک اپنے سامنے مغلوب اور زیر کر لیں گے۔''

امیر عبدالرحمٰن نے اپنے سالاروں کی اس تجویز سے اتفاق کیا سب کو اس نے
دی پھر اگلے روز رات کو اپنی کاروائی کرنے کے لئے اس نے اپنے سالاروں سے ک
اپنے خیمے میں جا کر آرام کریں۔ لشکریوں کو بھی آرام کرنے کا مشورہ دیں۔ اس کے
ہی سالار امیر عبدالرحمٰن کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

❁❁❁

دو گھڑسوار قرطبہ شہر کے نواح میں نمودار ہوئے شہر کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے دونوں
نے گھوڑوں کو روک لیا پھر ان میں سے ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
''ابن بیطا! ہم قرطبہ پہنچ گئے ہیں اور شہر ہمارے سامنے دکھائی دے رہا ہے۔ اب ہم
پنی کاروائی کی تکمیل کچھ اس انداز میں کرنی ہے کہ جس کام کے لئے ہم آئے ہیں وہ
بھی ہو جائے اور کسی کو ہم پر شک بھی نہ ہو اور ہم اپنی جانیں بچا کر یہاں سے نکل
نے میں کامیاب ہو جائیں۔
وہ جب خاموش ہوا تب اس کا دوسرا ساتھی اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''سلیط، میرے عزیز بھائی! تمہارا کہنا درست ہے اگر ہم طبیب سالم بن عظوف کی بیٹی
قتل کر کے اس کا کٹا ہوا سر اپنے ساتھ لے جائیں تو یاد رکھنا زکائی اور تولا ہم دونوں کو
ل کر دیں گے اس لئے کہ ان دونوں کے پاس دولت بے شمار ہے۔ اس پر دوسرا ساتھی
کا نام بیطا لیا گیا تھا وہ افسردگی میں اپنے دوسرے ساتھی سلیط کو مخاطب کرتے ہوئے
لگا۔
''سلیط، میرے بھائی! مجھے ایک بات کا بے حد دکھ اور افسوس ہے کہ زکائی اور تولا نے
بن بخت کو قتل کرنے کے لئے کچھ اور آدمیوں کو مقرر کیا ہے اگر اس کو بھی قتل کرنے
م دونوں ہی کو مقرر کیا جاتا تو ہم زیادہ فائدے میں رہتے اس لئے کہ خود شقنا بھی
ہے کہ یوسف بن بخت کو قتل کیا جائے اس طرح مستقبل میں اس کے بہت سے کام
ن ہو جائیں گے اور اگر ہم یوسف بن بخت کو قتل کرتے تو زکائی اور تولا سے تو جو کچھ
ملنا تھا وہ مل ہی جانا تھا لیکن شقنا بھی ہمیں مالا مال کر کے رکھ دیتا۔''
اس پر سلیط سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔ ''تمہارا کہنا درست ہے فی الحال ہمیں یوسف بن
کو نظر انداز کر دینا چاہیے اس لئے کہ وہ ہمارے کچھ دوسرے ساتھیوں کا شکار ہے وہ خود
ان سے نمٹتے رہیں گے۔ ہمارے ذمہ جو کام لگایا گیا ہے وہ نشار کا خاتمہ ہے۔ ساتھ ہی
جانتے ہو زکائی نے یہ بھی کہا تھا اگر ہم دونوں نشار کے ساتھ ساتھ اس کی ماں اور اس

کے باپ کو بھی ٹھکانے لگا دیں تو پھر ہمارے انعام کی رقم میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس
میں تم سے کہوں گا کہ اس بات کا افسوس نہ کرو کہ یوسف بن بخت کو قتل کرنے کے ل
دونوں کو مقرر نہیں کیا گیا۔ ہم یہاں بھی دوہرا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں صرف نثار ہی
ہدف نہیں بنائیں گے اس کی ماں اور باپ کو بھی اپنا شکار کریں گے اور پھر دیکھو ا
ہمیں کیا معاوضہ ملتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلیط رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہماری خوش قسم
ہم ان دنوں قرطبہ کا رخ کر رہے ہیں جبکہ امیر عبدالرحمٰن، اس کے سالار اور اس ک
قرطبہ میں موجود نہیں ہے۔ اس طرح ہم پر نگاہ رکھنے والے بہت کم لوگ ہوں گے۔
بات یاد رکھنا کہ تیرے اور میرے بیان میں یکسانیت اور موافقت ہونی چاہیے کسی بھی
پر ہم دونوں کے بیاں میں ذرا برابر فرق نہیں آنا چاہیے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت بھ
شہر کے محافظ ہم سے پوچھ سکتے ہیں کہ ہم کہاں سے آئے ہیں اور شہر میں ہمیں کیا کا
ہو سکتا ہے وہ نہ بھی پوچھیں۔ اگر پوچھیں تو یہی کہنا کہ ہم جوہری اور پارکھ ہیں یہاں
جواہرات بیچنا چاہتے ہیں اور اگر کوئی کام کا جواہر مل گیا تو خرید بھی لیں گے۔ ہمارے
جواہر بھی ہیں اگر انہوں نے شک کیا تو ہم انہیں دکھا سکتے ہیں۔ اس طرح ہم پر کوئی
نہیں کرے گا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد کسی سرائے میں قیام کریں گے اور ایک د
تک انتظار کریں گے اس دوران جس جگہ نثار نے اپنے ماں باپ کے ساتھ قیام کیا ہو
اس کا بھی چکر لگائیں گے اور موقع ملے گا تو اپنا کام کر کے قرطبہ سے چلتے بنیں گے۔"

سلیط کی اس گفتگو سے اس کے ساتھی ابن بیطا نے اتفاق کیا تھا پھر نگاہوں ہی نگا
میں ہی کوئی فیصلہ کر کے وہ مسکرائے۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگائی ا
دونوں قرطبہ شہر کے شمالی دروازے کا رخ کر رہے تھے۔

✿✿✿

باغی و سرکش مطری قلعہ رعواق میں محصور ہونے کے بعد اڑن طشتریوں کی کہانی
مطمئن اور اپنے لشکر کے ایک حصے کو قریبی کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں بٹھانے
بعد خوابوں کی سنہری کلیوں کی سی داستانوں جیسا خوش اور آسودہ ہو گیا تھا۔ لیکن نہیں جا
کہ موسموں کی بدلتی چادر میں لاحاصلی بھرے عذابوں کے نشتر شر خیز کرب، خوابوں
موہوم اور حصار بصیرت کے لباس سنگ میں تبدیل کر دینے والے رقت انگیز مناظر اس
منتظر ہیں۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے سارے سالاروں کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا تھ

آنے والی شب لشکریوں کو مکمل آرام دینے کا موقع فراہم کیا جائے اور اگلی شب کو آدھی
ات کے بعد رعواق پر حملوں کی ابتداء کی جائے گی۔ مطری اپنی جگہ مطمئن تھا کہ امیر
بدالرحمٰن اور اس کے لشکریوں کو کوہستانی سلسلے میں گھات میں بٹھائے جانے والے اس
ے لشکریوں سے متعلق علم نہیں ہو سکا۔ لہٰذا اس نے آنے والی شب کو عبدالرحمٰن بن معاویہ
ے لشکر پر شب خون مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

جو لشکر اس نے گھات میں بٹھایا تھا اس کے سالار کی طرف اس نے پیغام بھجوا دیا کہ
بدالرحمٰن بن معاویہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ رعواق میں آ کر خیمہ زن ہو گیا ہے۔ لہٰذا
نے والی شب کو شب خون مارا جائے گا اور ہر صورت میں اسے ناکام و نامراد واپس قرطبہ
نے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ اپنا تمام معاملہ طے کرنے کے بعد آنے والی والی شب کو
ھی رات کے بعد سب سے پہلے مطری کا وہ لشکر حرکت میں آیا جو گھات میں تھا۔ گھات
ے نکل کر وہ رعواق کی طرف بڑھا اور شہر کے مشرقی حصے میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر
ملہ آور ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مطری بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قلعہ سے نکلا اور
ھی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

خود مطری اور گھات میں بیٹھنے والے اس کے لشکر کے سالار کا خیال تھا کہ عبدالرحمٰن کا
لشکر تھکا ہارا آیا ہے لہٰذا وہ بے خبری کی گہری نیند سو رہے ہوں گے۔ آرام کر رہے ہوں
ے۔ لہٰذا ان پر کامیاب شب خون مارنے کے بعد اور انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچانے
ے بعد وہ قلعے میں داخل ہو جائیں گے اور اپنے اس نقصان کو برداشت نہ کرتے ہوئے
دالرحمٰن بن معاویہ محاصرہ اٹھا کر واپس جانے پر مجبور ہو جائے گا۔

لیکن جب مطری اور گھات میں بیٹھنے والا لشکر دونوں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر
ملہ آور ہوئے تو یہ جان کر ان کی حیرت و پریشانی اور تفکرات کی کوئی انتہاء نہ تھی کہ امیر
بدالرحمٰن بن معاویہ کا لشکر سویا نہیں تھا پورا لشکر جاگ رہا تھا۔ چاق و چوبند تھا اور اپنے
پنے سالاروں کی سرکردگی میں شب خون مارنے والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار
ر مستعد تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے مخبروں نے اسے اس شب خون
ی اطلاع کر دی تھی لہٰذا وہ اپنے سالاروں کے ساتھ شب خون مارنے والوں ہی کا بڑی
بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

مطری اور گھات میں بیٹھنے والے اس کے سالار کا خیال تھا کہ پہلے ہی حملے میں ہم
عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر زوردار حملے کرتے ہوئے اس کے لشکر کے وسطی حصے تک

گھستے چلے جائیں گے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ وہ عبدالرحمٰن کے لشکر کے ایک بڑے حصے کاٹ کر اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے بلکہ اس کے لشکر کے اندر ضرورت سامان بھی چھین کر بحفاظت جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن جب وہ حملہ آور ہوئے تب حالات کو انہوں نے بالکل اپنے خلاف پایا یہ کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی امیر عبدالرحمٰن کا لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو کر مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ ایک حصہ خود عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس دوسرا یوسف بن بخت اور تیسرا بدر کے پاس تھا۔ او جب مطری اور اس کے سالار حملہ آور ہوئے تب سب سے پہلے ان کا سامنا یوسف بن بخت سے ہوا اور یوسف بن بخت نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایک انوکھے انداز میں زمین کی تہوں تک میں زوال کا معرکہ برپا کر دینے والے اور موج در موج کھولتے بھنور کی طرح ان پر حملہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف بدر بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ زندگی کو خون میں نہلاتے زہر آلو جھکڑوں کی طرح حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ جبکہ تیسری سمت سے امیر عبدالرحمٰن جو اپ حصے کے لشکر کے ساتھ حملہ آوروں پر اس طرح نزول کرنا شروع کیا تھا جس طرح زمین چھونے کے لئے مچلتی سورج کی کرنیں نازل ہوتی ہیں۔ لمحوں کے اندر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ یوسف بن بخت اور بدر نے مطری اور اس کے سالار کے لشکریوں پر اَنا کو روند جبر کی طرح حاوی ہونا شروع کر دیا تھا۔

مطری نے جب دیکھا کہ اس کا شب خون ناکام رہا ہے اور الٹا اس کو بے پناہ نقصان سامنا کرنا پڑ رہا ہے تب اس نے یکدم اپنے لشکر کو پلٹ کر شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی شب خون مارنے والے بڑی تیزی سے پلٹے مطری کا وہ سالار جو اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا تھا وہ گھات کی طرف نہیں گیا بلکہ وہ بھی مطری کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ اس طرح مطری اپنا اور اپنے لشکریوں کا نقصان اٹھانے کے بعد انتہا بے دلی کی حالت میں ایک بار پھر قلعہ رعواق میں محصور ہوا تھا۔

اس شب خون کی ناکامی کے نتیجہ میں مطری کی سرکشی اور اس کا غرور کسی قدر کم ہو تھا۔ پہلے وہ یہ امید لگائے ہوئے تھا کہ جب رات کی گہری تاریکی میں ایک طرف سے اور دوسری طرف سے گھات میں بیٹھا ہوا اس کا لشکر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر شب خون ماریں گے تو ان کے ہاتھوں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی شکست یقینی ہو جائے اور ایک بار وہ عبدالرحمٰن کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو لوگ جوق در جوق ان کے لشکر

شامل ہونا شروع ہو جائیں گے اور یہ بھی ممکن تھا کہ خود عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکری کا ساتھ چھوڑ کر مطری کے لشکر میں شامل ہونا شروع کر دیں۔ اس طرح اس کا خیال تھا وہ اندلس کے اندر ایسی طاقت و قوت حاصل کر سکتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کو نکال کر یہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ لیکن اس شب خون کی ناکامی کے نتیجے اس کے سارے ارادے، اس کے سارے ولولے ماند پڑ گئے۔ تاہم اب اس نے تہیہ یا کہ شہر کے اندر محصور رہ کر عبدالرحمٰن کا مقابلہ کرے گا۔ اس جنگ کو طول دینے کے بعد رحمٰن کو اس قدر اکتا دے گا کہ وہ واپس چلا جائے۔ اس طرح مطری کے پاس جان نے کا یہ آخری طریقہ تھا۔

دوسری طرف مطری کے شب خون کو ناکام بنانے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے لشکر رام کرنے کا موقع فراہم کیا لیکن اگلے روز اسے مزید دو بری خبریں ملیں۔

پہلی یہ کہ شذونہ شہر اور اس کے نواح میں ان گنت باغی اور سرکش لوگ ایک شخص عبداللہ راشہ اسدی کی قیادت میں جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے سارے علاقے میں لوٹ مار ربادی کا ایک سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

دوسری خبر یہ تھی کہ باجہ شہر اور اس کے گرد و نواح میں ایک شخص غیاث بن میسر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے بھی بغاوت اور سرکشی اختیار کر لی تھی اور ایک خاصی بڑی جمعیت اور لشکر کرنے کے بعد اس نے بھی باغیانہ کارروائیوں کی ابتداء کر دی تھی۔

یہ دونوں خبریں سن کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو دلی صدمہ ہوا تھا۔ تاہم وقتی طور پر اس ان دونوں باغیوں سے متعلق کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا اس لئے کہ سب سے پہلے وہ سے نمٹ کر کوئی اور دوسرا قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ تاہم یوسف بن بخت اور دوسرے روں سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے اپنے کچھ قاصد شذونہ اور باجہ شہر کی طرف کر دیئے تھے تاکہ وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر باغیوں کی نقل و حرکت سے آگاہ یں۔

دن کسی نہ کسی طرح گزر گیا اور آنے والی رات اپنے دامن میں قیامت خیز انقلاب کر نمودار ہوئی اس لئے کہ عشاء کی نماز کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا لشکر تین وں میں تقسیم ہو گیا۔ خود عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کے ب ہی رہا باقی دو حصوں کو یوسف بن بخت اور بدر لے کر قلعہ رعواق کے دائیں بائیں بہتے ہوئے شمال مغرب اور جنوب مغرب کی طرف چلے گئے تھے۔

یوسف بن بخت شمال مغرب میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پہنچ کر جب اپنے
تیار اور استوار کر چکا تب اس کے حکم پر فضاؤں میں جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر چھو
تھا۔ امیر عبدالرحمٰن جلتے ہوئے پروں کے تیر کے انتظار میں تھا اس نے اور اس کے لشا
نے دیکھا کہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں شمال مغرب کی طرف سے سورج کی سرخ شعا
طرح ایک تیر فضاء میں بلند ہوا تھا اس تیر کو دیکھتے ہی امیر عبدالرحمٰن حرکت میں آ
حصے کے لشکر کے ساتھ وہ شہر کی فصیل کے مشرقی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ تیر دیکھ
کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے اس انداز میں تکبیریں بلند کیں جیسے عمودی چڑھائیوا
نشیب کی طرف آتی شور مچاتی آبشاریں ساعت کو بے کار کر دیتی ہیں۔ اس کے بع
عبدالرحمٰن نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر کی فصیل کے مشرقی حصے پر حملہ کر دیا تھا
رسوں کی سیڑھیاں پھینکی جاتی تھیں اور بڑے بڑے جفاکش اور دلیر اپنے سروں
ڈھالیں رکھتے ہوئے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔

امیر عبدالرحمٰن نے حکم جاری کر رکھا تھا کہ صرف فصیل پر چڑھنے کی مشق کرنی
فصیل کے اوپر نہیں جانا اس لئے کہ حقیقت میں وہ مشرق کی طرف مطری کے سارے
اپنے ساتھ مشغول کر کے یوسف بن بخت اور بدر کو موقع فراہم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ا
سمت سے فصیل پر بڑھ کر دشمن پر ضرب لگائیں۔

بہر حال امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے مشرقی حصے پر حملہ آور ہونے کے باعث شہر
طرف ایک شور جانفروشاں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہتھیار سلاسل کی طرح بجنے لگے تھے۔ ج
سے بجنے لگے تھے۔ آنکھوں کے پیمانے تیروں کی میزاتیں لہولہو ہونا شروع ہو گئیں تو
قضاء درد کے اٹھتے ذرات اور بدبختی کے کھولتے بگولوں کی طرح چاروں سمت سرگردا
گئی تھی۔

بہر حال عبدالرحمٰن بن معاویہ نے فصیل کے مشرقی حصے پر ریگستانی ویرانیوں کے
بیابانی، سمندر کی ہیجانی کیفیت اور سرما کی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع کر دیا
جس وقت یوسف بن بخت اور بدر نے دیکھا کہ مطری کے لشکر کا بڑا حصہ مشر
طرف سمٹ گیا ہے تب وہ اس طرح حرکت میں آئے جیسے ظلم و جور کے بے پناہ
حیوانی جبلتوں کے کھولتے تقاضوں اور سفلی خواہشات کی تپش میں مستور و محرق کھولتی
اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ دونوں مختلف سمتوں سے کھولتے بے کراں اور بے پایاں بحر فا
عجیب تر موت سے عمیق تر شعلہ فشاں آگ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے لمحوں کے

ں نے شہر پناہ پر رسوں کی سیڑھیاں پھینکتے ہوئے اپنے لشکریوں کے ساتھ اوپر چڑھنا
ں کر دیا تھا۔ اوپر جا کر یوسف بن بخت اور بدر نے اپنے لشکریوں کے ساتھ ان
ں کو جو برجوں کے اندر تھے موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا تھا اور اس طرح
مطری امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ مشرق کی جانب بری طرح مصروف تھا وہاں فصیل کے
ے حصے میں یوسف بن بخت اور بدر نے اس کی ساری عسکری قوت کو تیزی سے فنا اور
میں بدلنا شروع کر دیا تھا۔ وہ فصیل پر جس قدر محافظ تھے ان پر نفرت کے بارود اور
کے قحط کی طرح ٹوٹ پڑے تھے اور ان کا صفایا کرتے ہوئے دونوں شہر میں اترے
ر کے اندر جو چھوٹا سا محافظ لشکر تھا اس کا خاتمہ کرنے کے بعد انہوں نے شہر کا مشرقی
ہ کھول دیا تھا۔

ہر کا مشرقی دروازہ کھلنا تھا کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے شہر کے مشرقی حصے پر حملہ
دنا بند کر دیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے مشرقی دروازے سے شہر میں داخل ہو
اس طرح امیر عبدالرحمٰن، یوسف بن بخت اور بدر نے ایک بار پھر اپنے لشکر کو متحد کر لیا
کے اندر جس قدر جنگجو تھے ان کے خلاف بڑی تیزی سے کارروائی کرنا شروع کر دی
بح تک یہ کارروائی مکمل ہو گئی۔ شہر کے اندر جس قدر باغی تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔
کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

ں کو جب عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس طرح گردن جھکائے
تھا جیسے اس کی مضطرب روح یادوں کی صنف میں تحلیل ہو گئی ہو۔ وہ قدیم تحریروں
لتے نقوش کا سایوں دکھائی دے رہا تھا جیسے اس کے جسم اور روح کی خواہشوں کے
ناروں کے ان گنت بھونچال حائل ہو گئے ہوں۔

بدالرحمٰن بن معاویہ تھوڑی دیر تک اسے بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔
نے کیا سمجھ کر میرے خلاف بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کیا۔ کیا تو نے یہ جانا کہ میں
ی لکھی تیرگی میں بہتے پانی کا ایک عارضی بہاؤ ہوں جو ان سرزمینوں سے بھاگ
کا یا اپنی اپنی بولیاں بولتے طیور اور اجنبی دیشوں کے باشندوں کی طرح اپنی ہار مان
ں اور سرزمین کی طرف نکل جاؤں گا۔ ہرگز نہیں ایسا تم جیسے لوگ سوچتے ہیں جو ہواؤں
فاقت کا عہد باندھتے ہیں۔ جو خوابوں میں کھلی عہد رفتہ کی یادوں پر کھڑے ہو کر اپنے
ں کو مضبوط و مستحکم سمجھتے ہیں۔ مطری، میں صبر کی بادبان پھاڑ کر ان نا آشنا ساحلوں کی
آیا تھا۔ یہاں آ کر میں نے بے قراری کے فسوں کو محبت کی دلبستگی میں تبدیل کر دیا

اوراسی سرزمین کواپنا دیس، اپنا وطن جان لیا۔ تم نے کیا سمجھ کر میرے خلاف علم بغاوت کیا۔ کیا تو سمجھتا تھا کہ آوازوں کے شہر میں تو مجھے اُون سے بٹا ہوا دھاگہ اور گردش دہر خستہ جسم پر عہد رفتہ کی کوئی تحریر سمجھ کر مٹا ڈالے گا۔ ایک بات یاد رکھنا وہ لوگ جو میرے ساتھ مخلص ہوتے ہیں میرے ساتھ جانثاری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جسم و جان کے میرے ہم نشین بنتے ہیں، میں وصل کے خام مناظر، انمول جواہر اور بشارت کے موسم طرح ان کی قدر اور ان کی حفاظت کرتا ہوں۔ اور وہ لوگ جو میرے لئے جان کے آ سفر ثابت ہوتے ہیں میں اپنے تن من دھن کی بازی لگاتے ہوئے ان کے لئے رسو موسم و ذلت کا زہر اور دلوں پر موت کی دستک دیتا چیختا سناٹا بن جاتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے عبدالرحمٰن بن معاویہ خاموش رہا پھر سوچا بھرے انداز میں وہ مطری کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کاش! تو اندھے شوق کی نارساء کے پیچھے نہ بھاگتا دل کے سمندر میں اس کی خواہشوں کی پیروی نہ کرتا۔ تو نے لُو کی آغوش میں بسے غبار میں فصل اگانے کی کوشش ایک احمقانہ فیصلہ تھا اور ایسا فیصلہ کر کے تو نے میری نگاہوں میں اپنے دل کو مجرو زیست کو ویران کر دیا ہے۔ اب تو میری نگاہوں میں نفرت کا اکتایا ہوا ایک لمحہ ہے اور لمحوں کو میں کسی بھی صورت نہ باقی رکھنا چاہتا ہوں نہ پسند کرتا ہو۔ اس وقت تو میرے سامنے بڑی بے بسی اور لاچارگی میں گردن جھکائے کھڑا ہے لیکن اس وقت تو کیا سو تھا جب تو نے لبلہ میں ان گنت غیر ذمہ دار لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے ہوئے یہ ارادہ کہ تو میرے خلاف بغاوت کرتے ہوئے کامیابی حاصل کر لے گا۔ اب دیکھ تیرا انجا ہو رہا ہے؟ اور وہ لوگ جو تیرے جیسا رویہ اختیار کرتے ہیں ان کا انجام ایسا ہی ہو میری مجبوری یہ ہے کہ میں تیرے جیسے باغی اور سرکشوں کو معاف کرنے کا روادار ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی اپنے چند چھوٹے سالاروں کو بلا کر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اور اس کے حکم کے مطابق مطری کی گردن کاٹ کر اس کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

جس وقت عبدالرحمٰن بن معاویہ نے مطری کے قتل کا حکم دیا تھا اس وقت اس سارے چھوٹے بڑے سالار اس کے گرد جمع تھے لہٰذا اس کے خاتمہ کے بعد اپنے سار سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! مطری اپنے انجام کو پہنچا۔ اس نے خیال کیا تھا کہ ہم

زمینوں میں نووارد ہیں اور یہ ہمیں اپنے سامنے زیر کر لے گا۔ اس کے سارے ارادے، کی ساری خواہشیں اس کی بھول اور وقت کی دھول ثابت ہوئیں۔ اب ہمارے سامنے بڑے باغی ہیں ایک شذونہ میں بغاوت کھڑی کرنے والا عبداللہ بن خراشہ اور دوسرا باجہ گردونواح میں بغاوت اور سرکشی کرنے والا غیاث بن میسر۔ اب میرے عزیزو! بولو ان سے نمٹنے کے لئے ہمیں کیا قصد کرنا چاہیے۔ اس موقع پر جو میں نے فیصلہ کیا ہے وہ سنو اس میں اگر تم کوئی تبدیلی کرنا چاہو تو اس کی میری طرف سے تم لوگوں کو اجازت ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس لشکر کے ساتھ جو اس جنگ میں میرے ماتحت رہا ہے اسے کر باجہ کا رخ کروں۔ باجہ میں جو ہمارا حاکم ہے اسے ساتھ ملا کر غیاث بن میسر کے حرکت میں آؤں اور اسے مطری کی طرح کچل کر رکھ دوں اور بغاوت کا خاتمہ کر دوں جو لشکر یوسف بن بخت اور بدر کی سرکردگی میں کام کرتا رہا ہے، میں چاہتا ہوں وہ کل یہاں سے شذونہ شہر کی طرف روانہ ہو جائے اور عبداللہ بن خراشہ سے ٹکرا کر اس کا مطری سے بھی بدتر کرے۔''

امیر عبدالرحمٰن کے اس فیصلے کو سارے سالاروں نے پسند کیا لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ آنے شب کو پورا لشکر آرام کرے اور اگلے روز عبدالرحمٰن بن معاویہ باجہ کا رخ کرے ادھر بن بخت اور بدر شذونہ میں کھڑی ہونے والی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

❂❂❂

زکائی اور تولا کے آدمی سلیط اور ابن بیطا جونشار اور اس کے ماں باپ کو قتل
ارادے سے قرطبہ کی طرف آئے تھے وہ بغیر کسی مزاحمت، بغیر کسی شک وشبہ قر
داخل ہو گئے۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے ایک سرائے میں قیام کر
روز تک وہ شہر کے جوہریوں اور زرگروں کے پاس چکر لگاتے رہے اور ان سے
کی خرید وفروخت کا معاملہ طے کرتے رہے۔ گفتگو کرتے رہے لیکن کہیں انہو
نہیں کیا ساتھ ہی ساتھ وہ شہر کے اندر گھومتے پھرتے بھی رہے اور یہ معلوم کیا
اس کے ماں باپ نے یوسف بن بخت کی حویلی میں قیام کیا ہوا ہے۔

ایک روز دونوں سورج غروب ہونے سے کافی پہلے یوسف بن بخت کی حو
کے لئے نکلے شاید وہ یہ چاہتے تھے کہ پہلے اس حویلی کا محل وقوع دیکھ لیں اس
کارروائی کی ابتداء کریں۔ جب یہ یوسف بن بخت کی حویلی کے باہر پہنچے تو ا
دیکھا کہ صدر دروازے کے قریب ہی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ اس کے قر
انہوں نے دیکھا وہ گھوڑوں کی نعل بندی کرنے والا تھا۔ دونوں نے پہلے اس
رک کر آپس میں کھسر پھسر کی۔ کوئی فیصلہ کیا پھر آگے بڑھے۔ نعل بندی کرنے
پاس دونوں جا کھڑے ہوئے پھر سلیط اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز! ذا دیکھ ہمارے گھوڑوں کی نعل بندی تو نہیں ہونے والی"
اپنے گھوڑوں کو کھینچ کر انہوں نے نعل بندی کرنے والے کے قریب کر دیا تھا۔

نعل بندی والا خوب قد کاٹھ کا ایک نوجوان تھا، توانا کڑے جسم کا مالک تھا
سے اٹھا گھوڑوں کے سارے پاؤں اٹھا کر باری باری اس نے دیکھا پھر ان
طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"نہیں! تم لوگوں کے گھوڑوں کی نعل بندی نہیں ہونے والی۔"

ایسا کہنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ سلیط اور ابن بیطا ا
اپنے گھوڑوں کی باگیں ایک دوسرے سے باندھ دیں پھر دونوں آگے بڑھ کر

کرنے والے جوان کے قریب ہوئے اور سلیط اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تو ہمیں ایماندار اور بے ضرر سا نوجوان لگتا ہے تیرے جیسے لوگ بہت کم ملتے ہیں۔ جس
طرح ہم نے تمہیں کہا کہ دیکھو ہمارے گھوڑوں کی نعل بندی ہونے والی ہے تو اگر کوئی حریص
اور لالچی آدمی ہوتا تو وہ ضرور کہتا کہ ہاں ہمارے گھوڑوں کی نعل بندی ہونے والی ہے اور
گھوڑوں کی پہلی نعل اکھیڑ کر اپنی طرف سے نئی نعل بندی کر کے ہم سے خاصی رقم وصول کر لیتا
لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ کیا یہ تمہاری ایمانداری اور تمہارے خلوص کی نشانی ہے۔"

سلیط جب خاموش ہوا تو اپنی گردن کو گھما کر بڑے غور سے اس نعل بندی کرنے والے
نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اجنبی لگتے ہو۔ اگر برا نہ مانو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کن سرزمینوں کی طرف سے
آئے ہو اور کیا ارادے لے کر اس شہر میں داخل ہوئے ہو۔"

لفظ ارادے پر سلیط اور ابن بیطا دونوں چونکے تھے تاہم سنبھل گئے اور نعل بندی
والے کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"ہم نے کیا ارادے لے کر اس شہر میں داخل ہونا ہے قرطبہ ہمارا پرانا جانا پہچانا شہر
ہے۔ ہم شمال کی سرزمینوں کے رہنے والے ہیں۔ یوں جانو ہم جواہر کے پارکھ ہیں۔
اپنے زرگر ہیں۔ بس جواہر ہی کا لین دین کرنے کے لئے قرطبہ میں داخل ہوئے تھے۔
پہلے دو دن سے شہر کی ایک سرائے میں قیام کر رکھا ہے۔ کچھ جوہریوں کی دوکانوں کے چکر
بھی لگائے ہیں لیکن کہیں بھی ہمارے مطلب کا سودا طے نہیں ہوا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلیط جب رکا تو اس نے ابن بیطا کی طرف عجیب سے انداز
میں دیکھا تو وہ نعل بندی کرنے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز! اگر تو برا نہ مانے تو اس موقع پر میں تم سے ایک بات ضرور کہوں گا۔"

نعل بندی کرنے والے نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔ "کیسی بات؟"

ابن بیطا لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز! نعل بندی کے لئے تو نے غلط جگہ کا انتخاب کیا ہے۔ دیکھو یہ بازار نہیں
ہے ایک رہائشی علاقہ ہے اور یہاں تم سے کون گھوڑوں کی نعل بندی کرواتا ہوگا۔"

اس پر نعل بندی کرنے والے نے تیز نگاہوں سے ابن بیطا کی طرف دیکھا پھر کہنے
لگا۔ "تم زرگر ہو جواہرات کے پارکھ ہو۔ اس بناء پر تمہیں میرے کام کا کوئی تجربہ نہیں۔
نعل بندی کرنے کے لئے اپنے گھوڑے کو پکڑ کر بازار کی طرف کون لے کر جائے گا۔

یہ رہائشی علاقہ وہ ہے جہاں بڑے بڑے حکومتی سالار، مشیر اور عہدے دار رہتے ہیں۔ کے اپنے اپنے اصطبل ہیں اور ایک ایک اصطبل میں کئی کئی گھوڑے ہیں لہٰذا نعل بندی لئے یہ جگہ مناسب ہے۔"

اس بار سلیط نے اسے مخاطب کیا۔

"میرے عزیز! معاف کرنا میرے ساتھی نے تمہاری دل شکنی کر دی کیا تم اسی حویلی رہتے ہو، جس کے سامنے تم نے دوکان لگا رکھی ہے یا یہ حویلی کسی اور کی ہے؟"

طنزیہ سی مسکراہٹ نعل بندی کرنے والے کے چہرے پر نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"میں غریب نعل بندی کرنے والا ہوں۔ ایسی حویلیوں سے میرا کیا تعلق؟"

اب ابن بیطا نے اسے مخاطب کیا۔

"ہم نے سنا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سالار یوسف بن بخت کے پاس کافی جواہر ہیں۔ وہ کافی رئیس ہے جواہرات کا لین دین بھی کرتا ہے۔ کیا تم ہمیں بتا کہ اس کی رہائش کس طرف ہے؟ اور ہمیں کب اس سے ملنا چاہیے۔"

ان الفاظ پر نعل بندی کرنے والا چونکا تھا اس کے تاثرات سے لگتا تھا جیسے وہ دونوں سے ایسی ہی گفتگو کی توقع رکھتا تھا۔ ایک لمبا سانس اس نے لیا اور پھر ان دونوں طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یوسف بن بخت جواہرات کا پارکھ نہیں ہے نہ ہی وہ جواہرات سے کھیلنے والا ہے۔ وہ لشکریوں کا سالار ہے اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کا دست راست ہے۔ گفتگو کو کسی طرف لے جانے سے پہلے تم دونوں مجھے یہ بتاؤ کہ تم کو کس نے بتایا کہ یوسف بن جواہرات کا کاروبار کرتا ہے۔ اس کے پاس بہت سے جواہرات ہیں۔"

اس موقع پر سلیط اور ابن بیطا دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر سلیط نے نعل بندی کرنے والے سے کہا۔ "ہم نے سنا ہے کہ جواہرات کا کاروبار یوسف بن بخت کرتا ہے۔ میرے عزیز! ہماری تو اس سے پہلے کبھی یوسف بن بخت ملاقات ہوئی نہیں ہم تو سنی سنائی بات کر رہے ہیں۔"

نعل بندی کرنے والے کے لہجہ میں سختی اور تناؤ آ گیا تھا بڑی کڑکتی ہوئی آواز میں لگا۔ "میں تم سے پوچھتا ہوں کہ یہ بات تم نے کس سے سنی ہے؟" اس کے لہجے کو ہوئے اس بار ابن بیطا بھی سخت اور کڑی آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا تم ہمارے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے بدتمیزی پر نہیں اتر آئے۔ کیا تم ہ

ب لگے ہوئے ہو کہ ہم تمہیں بتائیں کہ یہ بات یوسف بن بخت کے متعلق ہم نے کس ی ہے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ رکا پھر پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجہ میں نعل بندی کرنے لے کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ ہمارا تعلق اغیار سے ہے اور ہم اس شہر کے اندر کوئی واردات کرنے لئے داخل ہوئے ہیں۔ ہم شریف لوگ ہیں جواہرات کے پارکھ ہیں۔ اس کے علاوہ را کوئی تعارف نہیں ہے۔"

ابن بیطا جب خاموش ہوا تب نعل بندی کرنے والا کسی قدر نرم اور ٹھنڈے لہجے میں طب کرتے ہوئے انہیں کہنے لگا۔

"تم لوگ میرے انداز گفتگو اور میرے لہجے کو شاید غلط سمجھے ہو۔ میرا مطلب تم پر شک نا نہیں ہے نہ ہی تم دونوں کی توہین کرنا تھا۔ اگر تم اس شہر میں دونوں تو وارد ہو۔ شمال کی مینوں سے تمہارا تعلق ہے تو تم ہمارے مہمان ہو ہمارے لئے قابل احترام ہو۔ بہر حال میرے الفاظ سے تم دونوں کی دل شکنی ہوئی ہے تو اس کے لئے میں معذرت خواں ں۔"

نعل بندی کرنے والے کے ان الفاظ سے دونوں خوش ہو گئے تھے پھر ان دونوں میں کوئی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ نعل بندی کرنے والا خود ہی بول اٹھا۔

"جس حویلی کے سامنے میں بیٹھا ہوا ہوں یہ حویلی یوسف بن بخت ہی کی ہے۔ یہ بے رہائشی علاقہ ہے لیکن یہاں سے مجھے اس قدر آمدنی ہو جاتی ہے کہ گھر کا چولہا گرم نے کے ساتھ ساتھ کچھ پس انداز بھی کر لیتا ہوں۔"

نعل بندی کرنے والا جب خاموش ہوا تو اس بار سلیط نے اسے مخاطب کیا۔

"میرے عزیز! لگتا ہے تمہارے الفاظ، تمہارے لہجے سے ہمیں کسی قسم کی غلط فہمی ہو گئی ا اس لئے ہم دونوں بھی معذرت خواں ہیں۔ بھائی! اگر تم برا نہ مانو تو ہم یہ کہیں کہ کیا ا بڑی حویلی میں یوسف بن بخت اکیلے ہی رہتے ہیں۔ ہم نے تو ان سے متعلق سنا ہے وہ بنی اُمیہ کے سردار ہیں اور کسی نے ان کی بہن، بھائی اور ماں کو قتل کر دیا تھا۔ وہ اس ئش اکیلے ہی ہیں۔ کیا اتنی بڑی حویلی میں وہ اکیلے ہیں یا ان کے ساتھ کوئی دور کے زیز بھی رہتے ہیں۔"

نعل بندی کرنے والے کے چہرے کے تاثرات سے لگتا تھا کہ وہ بھی کوئی عام آدمی

نہیں ہے۔ ان کی گفتگو تاڑ رہا تھا بات کو بڑھا رہا تھا اور ان سے جو کچھ اگلوانا میں وہ کسی حد تک اپنے آپ کو کامیاب محسوس کر رہا تھا۔ انہیں مخاطب کر کے دھیمے میں کہنے لگا۔

''امیر یوسف بن بخت یہاں اکیلے نہیں رہتے۔ جس لڑکی سے ان کی منگنی ہے وہ لڑکی بھی یہاں رہتی ہے اور اس کے ماں باپ بھی یہیں قیام کرتے ہیں۔ اتنی بڑی حویلی میں وہ اکیلے نہیں ہیں ویسے بھی وہ آج کل حویلی میں نہیں ہیں ساتھ اشبیلیہ کی طرف ایک بغاوت فرو کرنے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔''

نعل بندی کرنے والا جب خاموش ہوا تو اس بار ابن بیطا کسی قدر اندیشور میں بول اٹھا۔

''بھائی! برا مت ماننا یہ کہ میں نے دیکھا ہے اچانک تمہاری طبیعت میں بے آتی ہے اور تم لب و لہجے کے سخت دور میں جا شامل ہوتے ہو۔ میرے بھائی! کٹر قسم کے مسلمان ہیں اور پھر تم جانو ہم جیسے مسلمان مسلم اُمہ کی فلاح و بہبود کا رکھنے والے ہوتے ہیں جو بات میں اسی مقصد کے تحت تم سے پوچھنے لگا ہوں میرے عزیز! برا نہ ماننا۔ دراصل میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر امیر عبدا سارے سالاروں کے ساتھ لشکر کو لے کر بغاوت فرو کرنے کے لئے اشبیلیہ کی طر ہیں تو ان کی غیر موجودگی میں اگر کوئی باغی قوت کوئی سرکش گروہ قرطبہ پر حملہ آور کیا شہر کو نقصان پہنچا کر شہر پر قبضہ کر کے وہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کا تختہ نہیں الٹ

نعل بندی کرنے والے نے ذومعنی سے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر ک

''میرے عزیز! یہ تیری بھول ہے شہر کے اندر اتنا بڑا لشکر ہمہ وقت ضرور رہتا کی حفاظت کر سکے۔ اس کے علاوہ اطراف میں امیر عبدالرحمٰن کے مخبر بھی کام کر کسی بغاوت اور سرکشی کے نمودار ہونے پر اس کی اطلاع بھی بروقت کرتے ہیں نے قرطبہ شہر کے اندر اپنے کسی عزیز کے پاس قیام کر رکھا ہے یا......''

نعل بندی کرنے والے نے شاید یہ سوال جان بوجھ کر کیا تھا کیونکہ وہ دونوں بتا چکے تھے کہ وہ سرائے میں مقیم ہوئے ہیں۔ بہر حال سلیط نے اس کی بات کا کہنے لگا۔

''ہمارا نہ یہاں کوئی رشتہ دار ہے نہ کوئی عزیز۔ ہم نے یہاں شہر کے وسطی قیام کر رکھا ہے۔''

''اگر تم جواہرات کا کاروبار کرتے ہو تو یقینی بات ہے تمہارے ساتھ تمہارے کچھ محافظ بھی ہوں گے اس لئے کہ تم پر ہر وقت ڈاکہ پڑنے کا بھی خدشہ رہتا ہوگا۔'' نعل بندی کرنے والے کے سوال نے لمحہ بھر کے لئے ان دونوں کو پریشان کر دیا تھا۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ ہمارے ساتھ نہ ہمارا کوئی محافظ ہے اور نہ کوئی حمایتی۔ دراصل یہ ہے کہ ہم جواہرات کا کوئی اتنا بڑا اور وسیع کاروبار نہیں کرتے۔ ہمارے پاس چند جواہر رکھے ہیں۔ اگر وہ اچھے داموں بک جائیں تو ہمارا خرچہ نکال دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا۔''

نعل بندی کرنے والے نے پھر لمحہ بھر کے لئے سوچا پھر معنی خیز انداز میں ان کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''جیسا کہ تم دونوں نے خود ہی انکشاف کیا کہ جواہر کا معمولی کام کرتے ہو اور تم نے شہر کی وسطی سرائے میں قیام کر رکھا ہے پر تم شہر کے اس رہائشی علاقے کی طرف کس مقصد کے تحت آئے ہو۔ کیا یہاں تم کسی سے ملنا چاہتے تھے؟''

نعل بندی کرنے والے کے سوال نے پھر ان دونوں کو بوکھلا دیا تھا۔ ان میں سے ابن بیطا بولا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے دراصل ہم نے یوسف بن بخت کی بڑی تعریف سنی تھی کہ وہ ہمدرد ہیں۔ ہم انہیں ملنا چاہتے تھے تاکہ کسی اچھے پارکھ جواہر سے ہمیں ملا دے اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اچھے داموں فروخت کرا دے۔ اس کے علاوہ ادھر آنے کا ہمارا کوئی مقصد نہیں تھا۔ دیکھو ہم نے تمہارا کافی وقت ضائع کر دیا ہے اب ہم چلتے ہیں۔''

ابن بیطا اور سلیط کی گفتگو سے لگتا تھا جیسے وہ نعل بندی کرنے والے کے سوالات سے گھبرا اٹھے ہوں۔ جب وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑ چکے تب نعل بندی کرنے والے نے لمحہ بھر کے لئے عجیب سے انداز میں ان کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر طنزیہ سے تاثرات نمودار ہوئے تھے اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے چل دیئے۔

✿✿✿

اپنے لشکر کے ساتھ رعواق میں ایک دن قیام کے بعد اگلے روز لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے پاس رکھا۔ دوسرا یوسف بن بخت کی کمانداری میں دیتے ہوئے بدر کو بھی اس کے ساتھ کر دیا گیا۔ باقی سالارن کو عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے ماتحت رکھ لیا تھا۔

اب یہ طے پایا تھا کہ یوسف بن بخت اور بدر دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شذونہ شہر کا رخ کریں گے اور وہاں عبداللہ بن خراشہ کی بغاوت کو ختم کر کے پورے علاقے میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش کریں گے جبکہ خود امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے فیصلہ کیا کہ وہ باجہ کی طرف جائے گا اور جن لوگوں نے سرکشی اور بغاوت کی ہے انہیں سزا دے رہے گا۔ ابھی لشکر کے دونوں حصے کوچ کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ کچھ گھڑسوار عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر میں داخل ہوئے اسی جگہ آئے جہاں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے سالاروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ قریب آ کر وہ اترے بلند آواز میں سب نے سلام کیا۔ آنے والے قاصدوں میں سے کوئی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ انہیں پہلے ہی مخاطب کر کے عبدالرحمٰن بن معاویہ بول اٹھا۔

"آنے والو، میرے عزیزو! مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم کوئی پیغام لے کر آئے ہو۔ خدا کرے میرے لئے تم اچھی خبر لے کر آئے ہو۔ اس لئے کہ پہلے ہی جگہ جگہ سے بغاوت اور سرکشی کی خبریں آ رہی ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہوا تو آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

"امیر! ہم باجہ کی طرف سے آئے ہیں۔ آپ کے لئے بہت اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔ آپ کو یہ اطلاع تو پہلے ہی پہنچ چکی تھی کہ وہاں ایک شخص غیاث بن میسر نے بغاوت کر دی تھی کچھ بہت بری ذہنیت کے ظالم اور غیر ذمہ دار اشخاص کو اپنے ساتھ ملا لیا اور بغاوت پر اترا تھا۔ لیکن بھلا ہو باجہ کے والی کا اس لئے کہ وہ آپ کا انتہاء درجہ کا جاں نثار

ہے جونہی اسے خبر ملی کہ غیاث نے بغاوت کی ہے اور بہت سے لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے ہیں اس نے اسے زیادہ طاقت و قوت نہیں پکڑنے دی۔ جس قدر باجہ شہر میں لشکر اس کے پاس تھا اسے لے کر نکلا اور اچانک غیاث بن میسر پر حملہ آور ہوا اسے بدترین شکست دی۔ غیاث بن میسر نے شذونہ کی طرف بھاگنا چاہا اس لئے کہ سنا گیا ہے کہ شہر شذونہ میں جو عبداللہ بن خراشہ نے بغات کی ہے وہ بھی باجہ کی بغاوت کی ایک کڑی ہے۔ اس لئے کہ عبداللہ بن خراشہ بھی اسدی ہے اور غیاث بن میر بھی اسدی ہے۔ سنا ہے وہ دونوں عزیز ہیں اور دونوں نے صلاح مشورہ کر کے ایک ساتھ مختلف شہروں میں بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔ بہر حال اس شکست کے بعد غیاث بن میسر اسدی نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن باجہ میں آپ کے والی نے اس کا تعاقب کیا جس قدر جمعیت اس کے ساتھ تھی اس کو تہ تیغ کر دیا گیا غیاث بن میسر اسدی کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد باجہ کے والی نے اس کا سر قلم کرا دیا۔ اس طرح باجہ میں اٹھنے والی بغاوت اور سرکشی کا یکسر اور مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ امیر! ہم آپ کے پاس یہ اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔"

جب تک قاصد بولتا رہا۔ بڑے خوش کن انداز میں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ مسکراتا رہا۔ اس پاس کھڑے یوسف بن بخت اور دوسرے سالار بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ قاصد جب خاموش ہوا تو امیر عبدالرحمٰن نے ہاتھ کے اشارے سے یوسف بن بخت کو اپنے قریب بلایا اور اس کے کان میں سرگوشی کی جسے سن کر یوسف بن بخت مسکراتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا تھا اور سیدھا امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے گھوڑے کی طرف گیا تھا۔

گھوڑے کی خرجین میں اس نے ہاتھ ڈالا نقدی کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں اس نے نکالیں پھر وہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس آیا تب یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔

"ابن بخت! میرے بیٹے نقدی کی یہ تھیلیاں آنے والے قاصدوں میں تقسیم کر دو۔ اس لئے کہ یہ ہمارے لئے بہت اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔"

نقدی کی تھیلیاں پا کر آنے والے قاصد خوش ہو گئے تھے۔ پھر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے انہیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیزو! تم اچھی خبر لے کر آئے ہو پر بڑے نازک وقت پر آئے ہو۔ تم دیکھتے ہو ہم نے یہاں سے اپنی خیمہ گاہ اٹھالی ہے اگر تم تھوڑی دیر نہ آتے تو ہم یہاں سے کوچ کرنے والے تھے۔ میں باجہ کا رخ کرنے والا تھا جبکہ یوسف بن بخت اور بدر دونوں اپنے

حصے کے لشکر کے ساتھ شذونہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہونے والے ہ
اب ہم اپنا لائحہ عمل تبدیل کریں گے۔ اب ہم یہاں اپنا پڑاؤ دوبارہ بھی قائم نہیں کر
تمہیں آرام کا موقع فراہم کریں اس لئے کہ......" عبدالرحمٰن بن معاویہ کو رک جانا
لئے کہ وہی قاصد اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

"امیر! آپ کو ایسا سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم پچھلی منزل میں ایک سرا
اندر آرام کر چکے ہیں۔ اب ہم آرام کرنا بھی نہیں چاہتے۔ تھوڑی دیر کی جو ہمیں ت
ہوئی تھی یہ جو آپ نے ہم سب کو نقدی کی تھیلیاں دیں ہیں۔ ان کی وجہ سے ہماری ت
بھی جاتی رہی ہے اور یہ نقدی کی وجہ سے ہم چاہیں گے کہ فی الفور واپس اپنے گھ
جائیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ابھی ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ عبدالرحمٰن بن
مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"اجازت لینے کی ضررت ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں خود یہاں سے کوچ
ہوں۔"

اس پر قاصدوں نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا شکریہ ادا کیا سب سے اس نے
کیا پھر وہ وہاں سے رخصت ہو گئے جبکہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنا منصوبہ
کیا۔ پورا لشکر عبداللہ بن خراشہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے شذونہ کا رخ کر رہا تھا

✡✡✡

قرطبہ شہر میں رات کافی گہری ہو گئی تھی۔ ہر فرد نیند کی دیوی سے ہم آغوش ہو چ
شہر کے اندر ایک سناٹا تھا ایک خاموشی طاری تھی ایسے میں زکائی اور تولا کے دونوں
ساتھی سلیط اور ابن بیطا دونوں بڑی رازداری کے ساتھ یوسف بن بخت کی حویلی کی
بڑھ رہے تھے۔ حویلی کے پاس آ کر دیوار کے ساتھ چپکے ہوئے آگے بڑھے پہلے
کے صدر دروازے کے پاس آئے دروازے کو جب انہوں نے اندر دبایا تو دیکھا دروا
کو اندر سے زنجیر لگی ہوئی تھی۔ اس موقع پر سلیط اپنا منہ ابن بیطا کے کان کے قریب
اور سرگوشی کے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن بیطا، میرے بھائی! حویلی کا صدر دروازے اندر سے بند ہے۔ اس کا مطل
ہے کہ حویلی کے اندر نشار اور اس کے ماں باپ موجود ہیں اور وہ رات بسر کرنے کے
کہیں اور نہیں ہیں۔ اب ہمارے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ حویلی کے اندر کیسے داخل
جائے؟ دیکھو! صدر دروازہ کسی نے عجیب وغریب بنایا ہے اس کے سامنے برآ

ت ہے اور دروازے کو پھلانگ کر اندر نہیں جایا جا سکتا۔ اب ہمارے پاس ایک ہی راستہ
ہم دیوار پھانگیں اور اندر جائیں لیکن دیوار بھی کافی اونچی ہے۔ آؤ دیکھتے ہیں۔"

سلیط جب خاموش ہوا تب ابن بیطا اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گیا اور کہنے
سلیط! فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیوار کے ساتھ چپکے ہوئے ہم دروازے
رف آئے ہیں۔ میں بڑے غور سے دیوار کا جائزہ لیتا رہا ہوں۔ دیکھو! دیوار عبور کر
ندر جانا کوئی مشکل نہیں ہے۔ تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔"

س کے ساتھ ہی دونوں ایک بار پھر دیوار کے ساتھ چپکے ہوئے جس سمت سے آئے
س سمت گئے پھر آگے جا کر ایک جگہ ابن بیطا رک گیا پھر اپنے ساتھی کو مخاطب کر کے
لگا۔ "سلیط! میں سمجھتا ہوں کہ یہاں سے دیوار پھاند کر اندر جانا آسان ہے اس لئے
یہاں زمین باقی حصوں کی نسبت کچھ اونچی ہے۔ دیکھو! پہلے میں اپنے گھٹنوں اور
ر گھوڑی بنتا ہوں تم اپنے دونوں پاؤں میری کمر پر ٹکانے کے بعد ہلکی سی چھلانگ لگا
پنے دونوں بازو دیوار کے اوپر والے حصے میں جماتے ہوئے دیوار کو پکڑنے کی کوشش
۔ جب تم ایسا کر چکو تو ایسا کرنا دیوار کے اوپر ایک ٹانگ اندر اور ایک ٹانگ باہر پھیلا
ھ جانا اور پھر تم اپنا توازن دیوار کی اندر کی طرف رکھنا اور دایاں ہاتھ نیچے لے جانا اس
میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور دونوں اندر
ہو سکیں گے۔"

لیط نے اس سے اتفاق کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ابن بیطا اپنے گھٹنوں اور ہاتھوں
گھوڑی کی صورت اختیار کر گیا۔ سلیط نے اپنے دونوں پاؤں اس کی پیٹھ پر رکھے پھر
چھلانگ لگاتے ہوئے اپنے بازو دیوار کے اوپر والے حصے پر جماتا ہوا زور لگاتا ہوا
ڑھ گیا۔

س طرح ابن بیطا نے اسے سمجھایا تھا اوپر جا کر دیوار پر بیٹھ گیا۔ ایک ٹانگ اندر ایک
باہر کر لی پھر اپنا توازن دیوار کے اندرونی حصے کی طرف رکھتے ہوئے اپنا دایاں بازو
نے جب نیچے جھکایا تو ابن بیطا نے اچھل کر اس کا وہ ہاتھ پکڑ لیا اور پھر اپنے دونوں
دیوار کے ساتھ ٹکاتے ہوئے وہ بھی دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دیوار پر
ے کے بعد دونوں پہلے اپنے دونوں ہاتھ دیوار کے اوپر والے حصے پہ جمانے کے بعد پھر
آواز پیدا کیے بغیر اندر کود گئے۔

ندر کودنے کے بعد ابن بیطا ایک جگہ بیٹھ گیا اور سلیط کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا

پھر اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگا۔
"سلیط، میرے بھائی! اس مہم کو طے کرنے کے لئے جو مشکل مرحلہ تھا اس کا پہا
ہم نے طے کر لیا۔ حویلی کے اندر ہم داخل ہو چکے ہیں۔ میرے عزیز بھائی! یو
بخت ان دنوں یہاں نہیں ہے۔ وہ بغاوت کو فرو کرنے کے لئے امیر عبدالرحمٰن بن
کے ساتھ گیا ہوا ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے حویلی کے اندر تین ہی افراد ہیں ا
نثار اور باقی دو میں سے اس کا باپ اور ماں ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی چوتھا فرد یہاں
گا۔ میں نے تمہیں یہاں اس لئے روکا ہے کہ اگر حویلی کے اندر کوئی خطرہ ہو یا
اپنے کام کی تکمیل کر لیں اور آس پاس کسی کو شک ہو جائے اور کوئی کسی کو پکارے تو
وقت منصوبہ بندی نہیں کرنی دنوں بھاگتے ہوئے دیوار کے پاس آئیں گے اور جو
اندر داخل ہوئے ہیں اسی طرح باہر پھلانگ کر بھاگنے والی بات کریں گے اس وق
صلاح مشورہ نہ کرنا نہ ہی گفتگو کرنا۔ میں بھاگتے ہوئے سیدھا یہاں آ کر گھوڑی بن
گا اور جس طرح اندر آئے ہیں باہر جانے کے لئے بھی وہی عمل اختیار کر لیں گے۔
بات، دوسری یہ کہ حویلی کے اندر داخل ہوتے وقت بالکل اپنے جوتے کے پنجوں
ایڑی زمین پر نہ لگنے پائے۔ حویلی کے اندر ذرا سا بھی کھٹکا نہیں ہونا چاہیے۔ م
ہوں حویلی کے اندر کوئی روشنی بھی ہو رہی ہے یا اندھیرا ہے اور پھر کافی بڑی حویلی
کے سارے کمرے ہمیں چھاننا پڑیں گے۔ دیکھنا پڑے گا کہ وہ تینوں کس کمرے م
ہوں گے یہ تینوں ایک ہی کمرے میں ہوں گے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کس کمر
ہیں ہمیں ہر کمرے کا جائزہ لینا ہو گا۔ ہر کمرے کا جائزہ لیتے وقت اپنی سماعت کو پور
اپنی گرفت اور قابو میں رکھنا اس لئے کہ حویلی کے اندر میں اور تم آپس میں گفتگو نہیں
گے۔ اگر کوئی معاملہ طے بھی کرنا ہوا تو انگلی کے اشارے سے کریں گے۔ دیکھو! جب
کمروں میں داخل ہوں گے تو اس کمرے میں رکنا ہے جہاں سانسوں کی آواز آر
اسی بناء پر میں نے تم سے کہا ہے کہ اپنی سماعت پر پوری گرفت رکھنا تاکہ تم محسوس کر
سونے والے کس کمرے میں سوئے ہوئے ہیں۔"
یہاں تک کہنے کے بعد ابن بیطا لحہ بھر کے لئے خاموش ہوا پھر اپنے کندھے
ہوئی چرمی خرجین کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ تینوں کے سر کاٹ کر پہلے انہیں
کے بستر سے خوب اچھی طرح صاف کرنا ہے پھر جب تک سروں کا خون بند نہیں ہ
اس وقت ہمیں وہیں بیٹھ کر انتظار کرنا ہو گا۔ جب خون نکلنا بند ہو گیا تب کٹے ہوئے

ں خرجین میں ڈال لیں گے۔ اس لئے کہ ان سروں کو دکھا کر ہی ہمیں ہماری رقم ملے
۔ حویلی سے باہر نکل کر بڑی رازداری کے ساتھ دیوار سے چپکے ہوئے سرائے کا رخ
ں گے۔ سرائے میں جا کر سونا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہماری کارروائی مکمل ہونی
ے۔ جب صبح قریب آ جائے گی اور جونہی سورج طلوع ہو گا صبح کا کھانا کھائے بغیر
ئے سے رخصت ہو جائیں گے اور اپنی منزل کی طرف اپنے گھوڑوں کو دوڑا دیں گے۔
میرے بھائی! میرا اندازہ یا تخمینہ ہے کہ دوپہر تک نثار اور اس کے ماں باپ کے
ی کی خبر کسی کو نہ ہونے پائے گی۔ اس لئے کہ اگر کوئی ان سے ملنے کے لئے آیا بھی تو
ریک آئے گا اور اس وقت تک ہم اتنی دور جا چکے ہوں گے اگر کوئی ہمارے تعاقب
لا بھی تو ہمیں پکڑنا تو بہت دور کی بات ہے ہماری گرد کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"
بن بیطا نے جب اپنی سرگوشی ختم کی تب اس کے کان میں اسی انداز میں سلیط اس
اطب ہو کر کہنے لگا۔
"جو کچھ تم نے کہا ہے اسی کے مطابق ہو گا۔ اب ہمیں یہاں بیٹھ کر وقت ضائع نہیں کرنا
ہ۔ حویلی کے اندرونی حصے کا رخ کرنا چاہیے اور جلد از جلد اپنے کام کی تکمیل کر کے
سے بھاگنے والی بات کرنی چاہیے۔"
بن بیطا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا وہ ہلکے سے دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔ "کون کافر
ضائع کرتا ہے اب آؤ میرے ساتھ۔"
ں کے ساتھ ہی دونوں آہستہ آہستہ حویلی کے سکونتی حصے کی طرف بڑھے تھے۔ انہوں
یکھا حویلی کے سکونتی حصے میں داخل ہونے کے لئے جو دروازہ تھا وہ کھلا تھا۔ جب
ا نے ہاتھ لگا کر تھوڑا سا دباؤ ڈالا تو دونوں پٹ کھل گئے۔ دروازے کے اندر داخل
ہی سلیط نے ابن بیطا سے کچھ سرگوشی کی۔
"میرے بھائی! لگتا ہے قدرت ہماری رہنمائی کر رہی ہے اگر حویلی کا دروازہ بند ہوتا تو
ے لئے مسائل کھڑے ہوتے اور ہمیں کسی اور راستے سے اندر داخل ہونا پڑتا یا کوئی نہ
جتن کر کے یہ دروازہ کھولنا پڑتا اب آؤ آگے بڑھیں۔"
آگے بڑھتے ہوئے دونوں حویلی کے کمروں کا جائزہ لینے لگے تھے۔ ایک کمرے کا
لینے کے بعد وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھے رات کی گہری تاریکی میں حویلی کے
اندرونی حصے سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اسی دروازے کی طرف سے کسی کی آواز
اری تھی۔

''بہت خوب، بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔ خوب آئے قسم خداوند کی مجھے تو مغرب ہی تم دونوں کی آمد کا یہاں انتظار تھا۔ میں تمہاری میزبانی کرنا چاہتا تھا اور تم ایسے غیر ذر مہمان ہو یہاں آتے آتے اس حویلی میں داخل ہوتے ہوتے اتنی دیر اور تاخیر کر دی۔''

اندھیرے اور تاریکی میں ابھرنے والی اس آواز نے سلیط اور ابن بیطا دونوں کو ہ کر رکھ دیا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بھی نہیں جا سکتے تھے اس لئے کہ آواز درواز طرف سے ہی آئی تھی اور آگے حویل کا حصہ بند تھا۔ تاہم دونوں نے اپنا دفاع کرنے لئے اپنی تلواریں سونت لی تھیں۔ ایک دم سلیط اور ابن بیطا دونوں چونک اٹھے اس لئے حویلی کی جس راہداری میں وہ آگے بڑھ رہے تھے اچانک اس میں کسی نے روشنی کر تھی۔ دیوار کے ساتھ بندھی کسی نے ایک مشعل روشن کی تھی۔

اس مشعل کی روشنی میں سلیط اور بیطا نے دیکھا کہ مشعل روشن کرنے والا وہی بندی کرنے والا نوجوان تھا۔ جس سے دن کے وقت ان کی گفتگو ہوئی تھی۔ مشعل ر کرنے کے بعد وہ حویلی کے دروازے کے قریب چھاتی تان کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں ڈھال تھی۔

سلیط اور بیطا دونوں تھوڑا سا اس کی طرف بڑھ کر رک گئے۔ ابن بیطا اسے مخا کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تو تم نعل بندی کرنے والے کے بھیس میں کچھ اور تھے۔''

اس پر اس نوجوان نے ایک ہولناک قہقہہ لگایا اور اس کے قہقہہ کی وجہ سے راہد کے اندر ایک لرزش سی پھیل گئی تھی۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''بے وقوف کے بچو! حویلی کے باہر بیٹھ کر نعل بندی کرنے کا تو ایک بہانہ تھا میں تو حویلی کے محافظوں میں سے ایک ہوں۔ ہمیں خبر ہو گئی تھی کہ تم لوگ کچھ لوگوں کا خ کرنے کے لئے اس حویلی میں داخل ہو گے۔ لہٰذا ہم چوکس ہو گئے خداوند قدوس کی ہمیں تو بڑی بے چینی سے تمہاری آمد کا انتظار تھا تم لوگوں نے قرطبہ پہنچنے میں تاخیر کی

نوجوان جب خاموش ہوا تو بے پناہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے سلیط کچھ کہنے لگا۔

''تم اکیلے ہم دونوں کی راہ روک کھڑے ہوئے ہو۔ جانتے نہیں ہو ہم تمہیں کاٹ اور تمہاری لاش کو روندھنے کے بعد بھی اپنا مقصد پورا کر کے یہاں سے جا سکتے ہیں۔''

اس پر وہ نوجوان چند قدم آگے بڑھا پھر کہنے لگا۔ ''تم دونوں کی ایسی تیسی۔ بدکا برائی کی جستجو کرنے والو! مجھ سے ٹکراؤ گے تو تمہارے مقدر میں نہ سمت کا تعین رہے گا

اگنے کے لئے راستوں کا تعین۔ تم لوگ کائنات کے انتہاء درجہ کے گھناؤنے انسان کھارے پانی بنجر پن کے خواب دیکھتے ہو۔ اپنی تلواریں لہرا کر مجھ سے ٹکراؤ مجھے پر حملہ در ہو۔ پھر دیکھو جوابی کارروائی کرتے ہوئے میں کیسے تمہارے ارادوں کو مصلوب، تمہاری اہشوں کو پر بریدہ اور تمہارے دل کے گلستانوں کو ویران کرتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نوجوان رکا دوبارہ ان اوباشوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا ''مٹی کی دیوار پر کچے رنگوں کی تحریریں ثبت کر کے بارش کی دعا مانگنے والو! ذرا مجھ سے راؤ تو سہی پھر دیکھو میں کیسے تمہیں تمہاری روح کی درماندگی کا شکار کرتا ہوں۔ کیسے اری حالت معزول اور مسترد الفاظ جیسی کرتا ہوں اور کیسے نا امیدیوں کے خونی ساحلوں رد ہزیمت کو تمہارا مقدر بناتا ہوں۔ رکے کیوں ہو؟ آگے بڑھو، اس گھور اندھیری رات جبکہ ہر کوئی اپنے خلوت کدہ ذات میں گم ہے۔ مجھ سے ٹکرا جاؤ سرد رات کے تنہا یرے میں مجھ پر حملہ آور ہو جاؤ اور دیکھو اداسی کے فسوں اور چاروں طرف پھیلی رات ہری خاموشی کے اندر میں تم پر صبح کے جلووں کی طرح نزول کرتا ہوں۔''

سلیط اور ابن بیطا دونوں اپنی تلواریں سونتے ہوئے اس نوجوان کی طرف بڑھے تھے۔ ادہ اس کے قریب ہی گئے تھے کہ دونوں دنگ رہ گئے اور ایک دم رک گئے کہ اس جوان کے دو اور مسلح جوان نمودار ہو گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ڈھالیں اور برہنہ تلوریں تھی۔

اب سلیط اور ابن بیطا نے دیکھا ان کے مقابلے میں ایک کی بجائے تین ہو گئے تھے قدم پیچھے ہٹ گئے شاید بھاگنے کے لئے کسی راستے کی تلاش میں تھے کہ اتنے میں ان پشت کی طرف سے بھی ایک دم راہداری کے اندر ایک اور مشعل روشن ہو گئی ساتھ ہی ا کی کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

''گھروں کو دھواں دھواں، بستیوں کو ویران ویران اور مشکیزوں میں سوراخ کرنے ! تم ہی لوگ خدا کی خدائی میں غم کی عقوبت گاہوں کے اندر آہوں کے صحیفے لکھتے ہو۔ ؛ دست دہن سے چاروں طرف جبر پھیلاتے ہو لیکن یہاں اس حویلی کی راہداری میں ہارا جبر کسی کام آئے گا نہ فرار کے لئے تمہاری ہنرمندی تمہارے کام آئے گی۔''

دونوں نے جب چونکتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو جہاں مشعل روشن ہوئی تھی وہاں چار اور جوان کھڑے تھے۔ اب دونوں کی حالت عجیب تھی۔ راہداری ان کے لئے دونوں ے بند ہو گئی تھی ایک طرف چار مسلح جوان تھے اور دوسری سمت تین۔ گویا بھاگنے ہمارے ہی راستے مسدود کر دیے گئے تھے۔ اس موقع پر وہ نوجوان جو دن کے وقت

نعل بندی کر رہا تھا، دھاڑتی ہوئی آواز میں گرجا۔
''اپنی تلواریں پھینک کر اور گن کر پانچ قدم پیچھے ہٹ جاؤ۔ ایسا نہیں کرو گے تمہارے آگے پیچھے سے ہم بڑھیں گے اور اس راہداری کے اندر تمہارے جسموں بوٹی ہی پھیلے گی۔''

سلیط اور ابن بیطا لرز کر رہ گئے تھے۔ دونوں نے تلواریں پھینک دیں اور پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اس موقع پر ایک دروازے سے نثار اور سالم بن عطوف اور عبو باہر نکلنا چاہا لیکن نعل بندی کرنے والے نوجوان نے بڑی ارادت مندی سے انہیں کیا۔ ''آپ لوگ فی الحال کمرے کے اندر ہی رہیں فکر مند اور پریشان ہونے ضرورت نہیں یوں جانیں حملہ آور خونی چوہے خود ہی چوہے دان میں گھس آئے ہیں موت کی قضاء کو دعوت دے رہے ہیں۔ ذرا ہم ان کی دُمیں پکڑ لیں اس کے بعد آ شک باہر آجایئے گا۔''

نثار، عطوف اور عبورہ مطمئن ہو کر پھر کمرے کے اندر چلے گئے تھے۔ پشت کی پشت کی طرف چار، سامنے کی طرف سے تینوں جوان آگے بڑھے۔ جو تلواریں انہوں پھینک دی تھیں، ان پر قبضہ کر لیا پھر انہوں نے ان دونوں کے ہاتھ پشت پر باندھ تھے اس کے بعد انہیں کھینچتے ہوئے نعل بندی کرنے والا نوجوان اس کمرے میں لے جس میں نثار، سالم بن عطوف اور عبورہ تھے۔ باقی نوجوانوں کو اس نے باہر کھڑا ر لئے کہہ دیا تھا۔

ان دونوں کو لے کر وہ نعل بندی کرنے والا جب اس کمرے میں داخل ہوا تو میں خاصی بڑی مشعل جلنے سے خوب روشنی ہو رہی تھی۔ سالم بن عطوف، عبورہ ا تینوں ایک نشست پہ بیٹھے ہوئے تھے اس نوجوان نے سلیط اور ابن بیطا دونوں کو دھکا کر فرش پر گرا دیا پھر نثار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بہن! یہ وہ نوجوان ہیں جو تم تینوں کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ یہی وہ دونو جو دن کے وقت اس حویلی کا چکر لگاتے رہے تھے اور میرے ساتھ انہوں نے کافی بح کی تھی۔ میں اس وقت بھی ان پر ہاتھ ڈال سکتا تھا اور میں ڈالنے کا ارادہ بھی کر چکا لئے کہ ایک موقع پر ان سے گفتگو کرتے ہوئے میں الجھ گیا تھا گرم ہو گیا تھا اور میں ا چکا تھا کہ انہیں پکڑ کر میں باندھ دوں اور میں تلخ کلامی پر بھی اتر آیا تھا لیکن پھر میں کہ نہیں یوں نہیں۔ انہیں انہی کے پھیلائے جال میں پھنسا کر جرم کا ارتکاب کرتے

پڑوں گا تو میری بہن تم دیکھو میں اور میرے ساتھی اس مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔''
نعل بندی کرنے والا یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوا، دم لیا اس کے بعد وہ ان نوں کی طرف قہر بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
''یہ مت خیال کرنا کہ میں کوئی پیشہ ور نعل بندی کرنے والا ہوں۔ ظالم کے بچو! تم وں نے کیا خیال کیا تھا کہ اس قرطبہ شہر میں تمہارے سامنے ہر کوئی غیر محفوظ ہے۔ میں ر یوسف بن بخت کے لشکر کا ایک سالار ہوں اور میں اس حویلی کی حفاظت پر مقرر کیا گیا تم اتنے نادان اتنے بے وقوف اور احمق نکلے کہ تم نے میرے ہاتھوں کی نقل و حرکت اندازہ نہ لگایا کہ میں پیشہ ور نعل بندی کرنے والا نہیں ہوں اور پھر تم نے میری گفتگو بھی کچھ جاننے کی کوشش نہ کی۔ تم اتنے جاہل ہو۔ کیا میری گفتگو کسی نعل بندی کرنے لے کی طرح جاہلانہ تھی اور پھر جب میں تلخ کلامی پر اترا تم سے گرم ہو گیا تو تم دونوں نے ی نہ سوچا کہ ایک معمولی نعل بندی کرنے والا اس انداز میں تم سے گفتگو کر سکتا تھا۔ ارے جانے کے بعد میں نے تمہارے اردگرد جال بن دیا تھا اور ارادہ کر لیا تھا کہ اگر رات تم حویلی پر حملہ آور نہ ہوئے تو میں تمہیں تمہاری سرائے میں جا کر پکڑ لوں گا اس کہ میں نے سرائے کے اردگرد بھی اپنے مسلح جوان مقرر کر دیئے تھے تاکہ تم شک ہونے بنا پر بھاگنے نہ پاؤ۔ پھر بھی میں اپنے طور پر تفصیل جاننے کی کوشش کروں گا اس لئے یہ تفصیل مجھے اپنے امیر یوسف بن بخت کو پہنچانا ہوگی۔ جھوٹ کا سہارا لو گے تو میں ارے لئے قاتل و جلاد کی صورت اختیار کر جاؤں گا۔ یاد رکھنا میری نرم اور عاجزانہ گفتگو جانا میرے ساتھ الجھنے مجھے بہکانے یا میرے سوالات کے سامنے خاموشی اختیار کرنے وشش کرو گے تو اپنی حالت اور اپنا حلیہ خراب کرنے کی ابتداء کر لو گے۔''
اس کے ساتھ ہی نعل بندی کرنے والے نے ایک جھٹکے کے ساتھ ہی اپنے جوڑے اور ی پھل کی تلوار نکالی اس کے قبضہ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے لہرایا پھر کہنے لگا۔
''ذرا میری اس تلوار کی طرف دیکھو جب برستی ہے تو ایک ہی وقت میں کئی کئی گردنیں ٹ دیتی ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم کس کے آدمی ہو؟ میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ نہ میں وٹ برداشت کروں گا اور نہ جھوٹ۔ سچ بولو گے تو معاملہ آگے بڑھے گا ورنہ اسی کمرے تمہاری گردنیں کاٹ کر تمہاری لاشوں کو بھوکے کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔''
ان کے اس سوال پر سلیط اور ابن بیطا نے لمحہ بھر کے لئے ایک دوسرے کی طرف ھا پھر ابن بیطا کہنے لگا۔

"ہم زکائی اور تولا کے آدمی ہیں ان دونوں کی اس گھر کے رہنے والوں سے ک
دشمنی اور عداوت تھی اسی بناء پر اس نے ہمیں مقرر کیا کہ ہم دونوں مل کر ان کا خاتمہ ک
زکائی اور تولا، یوسف بن بخت کا بھی خاتمہ کرانا چاہتے ہیں اس لئے کہ نشار نام ک
یوسف بن بخت سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ ہم دونوں کو ان تینوں کے قتل پر مامور ک
جبکہ دو اور اشخاص کو یوسف بن بخت پر حملہ آور ہونے کے لئے بھی روانہ کیا جا چکا۔

ابن بیطا کے ان انکشاف پر نشار کا رنگ دکھ اور غم میں پیلا اور سرسوں ہو کر ر
ابن بیطا کے ان انکشاف پر نعل بندی کرنے والا بھی لمحہ بھر کے لئے سنجیدہ ہوا تھ
نے آواز دے کر اپنے کسی ساتھی کو بلایا اس کی پکار پر ایک شخص اندر آیا اس کے کا
بھر کے لئے اس نے سرگوشی کے سے انداز میں گفتگو کی جسے سن کر وہ باہر نکل گیا
کے جانے کے بعد کمرے میں دو دوسرے مسلح جوان داخل ہوئے وہ جب نعل بند
والے کے قریب آئے تب اس نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"ان دونوں کو پکڑ کر باہر حویلی کے صحن میں کچی جگہ لے جاؤ پہلے ان کا خاتمہ
دونوں کی لاشوں کو لے جا کر قبرستان کی کسی ایک طرف ایک ہی جگہ دفنا دو یہ اس ا
ہیں کہ ان کا جنازہ پڑھا جائے اس لئے کہ ایسے منافقوں کو اس سرزمین پر چلنے کا
حاصل نہیں ہے۔"

وہ دونوں مسلح جوان ابن بیطا کو پکڑ کر باہر لے گئے۔ صحن میں لے جا کر پہلے ا
کا خاتمہ کیا ان کے سر قلم کیے ان کی لاشوں کو وہ قبرستان کی طرف لے گئے تھے۔
جانے کے بعد نعل بندی کرنے والے نے سالم بن عطوف کو مخاطب کیا۔

"میرے بزرگ! آپ کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں
ہوں۔ اس حویلی کے اندر اور اس کے باہر بھی کچھ محافظ موجود رہیں گے۔ آپ کو
ہونے کی ضرورت نہیں ہے بالکل مطمئن ہو کر تینوں آپ اپنے کمرے میں آرا
مجھے اب اجازت دیں میں جاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی نعل بندی کرنے والا اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

✡✡✡

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اب اپنے لشکر کے ساتھ اشبیلیہ سے مدینہ شذونہ کا ر
جہاں عبداللہ بن خراشہ اسدی کی سربراہی میں بغاوت اور سرکشی پر اٹھی تھی اور اس
شذونہ سے لے کر جیان تک پھیل گئے تھے۔ جگہ جگہ انہوں نے شورشیں اور بلو

رنے شروع کر دیے تھے۔

ہر حال عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے مدینہ شذونہ کا
خ کیا ادھر عبداللہ بن خراشہ اسدی کو بھی اس کی آمد کی خبر ہو گئی تھی لہٰذا اس نے مدینہ
ذونہ کے نواح میں عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا اور عبدالرحمٰن کی آمد
ے پہلے ہی اس نے مدینہ شذونہ کے نواح میں جنگ کے لئے انتہائی مناسب جگہ پر اپنے
کر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

ادھر ساری صورتحال سے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے مخبر بھی اسے مطلع کر رہے تھے وہ بھی
ی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور وقت ضائع کیے بغیر مدینہ شذونہ کے نواح میں وہ اپنے
کر کے ساتھ باغی عبداللہ بن خراشہ اسدی کے سامنے پڑاؤ کر گیا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ مدینہ شذونہ کے باہر دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے خیمہ
ن تھے۔ مدینہ شذونہ کے لوگ بڑے پریشان اور فکر مند تھے چونکہ دونوں لشکروں کے
رانے سے نہ جانے شہر کی کیا حالت ہو گی۔

مدینہ شذونہ ایک پرانا اور قدیم شہر تھا اور اندلس کے ایک جنوبی شہر قادس سے لگ بھگ
میل کے فاصلے پر جنوب مشرق میں واقع تھا اسپین میں مدینہ شذونہ کو آج کل میڈینہ
نہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے ایک طرف پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ ہے
ری طرف ہموار زمین ہے جبکہ خود مدینہ شذونہ بلندی پر واقع ہے۔

یہ شہر بہت پرانا اور قدیم تھا۔ سب سے پہلے رومنوں نے اس پر اپنا تسلط قائم کیا اور وہ
ے اسیدو کے نام سے پکارنے لگے بعد میں رومنوں کو شکست دے کر جب شمال کی وحشی
ا قوم ہسپانیہ پر غالب آ گئی تب انہوں نے اس شہر کو اسیدو کی بجائے ایسودونیا کے نام
پکارنا شروع کر دیا۔

ہجری 92ھ میں طارق بن زیاد نے اس شہر اور اس کے نواح کو فتح کیا اور عربوں نے
ودونیا کے بجائے شذونہ کہنا شروع کر دیا جو بعد میں مدینہ شذونہ کے نام سے بھی مشہور
یا۔

طارق بن زیاد نے جب اس شہر کو فتح کیا تو شروع میں شام کے کچھ عرب قبائل یہاں آ
آباد ہو گئے تھے۔ دمشق میں جب خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں بربروں نے
ات کی تو اندلس میں جو بربر آباد تھے انہوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور انہوں نے افریقہ
بربروں کی طرح اندلس میں بھی بغاوت کھڑی کر دی لیکن یہاں جو شامی عرب تھے

انہوں نے بربروں کی اس بغاوت کو بڑی سختی کے ساتھ کچل کر رکھ دیا تھا۔

کہتے ہیں مدینہ شذونہ اسلامی عہد میں مٹی کے برتنوں کے لئے بہت مشہور تھا مٹی کے برتن یہاں خوبصورتی سے بنائے جاتے تھے اور اب تک اسی قسم کے برتن لئے یہ جگہ مشہور اور معروف ہے۔

مسلمانوں کے دور میں یہاں زراعت میں بہت ترقی ہوئی یہ شہر قدیم سے کے لئے بھی مشہور تھا۔ بعض مٹھائیاں اب بھی اس شہر میں اس قسم کی بنائی جاتی ہیں متعلق مشہور ہے کہ یہ پرانے عربی نسخوں کے مطابق تیاری کی جاتی ہیں۔

بہر حال مدینہ شذونہ کے نواح میں دونوں لشکر ایک دن اور ایک رات ایک کے سامنے پڑاؤ کیے رہے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کو جنگ تیار کیا اور اپنی صفیں درست کرنا شروع کر دیں جواب میں باغی سردار عبداللہ ب اسدی بھی اپنے لشکر کو تیار کرنے لگا تھا اس موقع پر جو ہر بین نگاہ سے دیکھا جاتا تو لئے عبداللہ بن خراشہ اسدی کا پلہ بھاری تھا اس لئے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے میں اس کے لشکریوں کی تعداد زیادہ تھی اور اپنی اسی عددی فوقیت سے فائدہ اٹھا عبداللہ بن خراشہ نے حملہ آور ہونے میں پہل کی اور وہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے کاری کے دکھ میں جوش مارتے جہنم۔ چپ کے بے تاب ساگر میں زندگی پر طاری کرتی شیطنت کی بھوکی جبلتوں اور گھات سے نکلے درندوں کی طرح حملہ آ تھا۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ اور اس کے سالاروں نے بھی جوابی کارروائی کرنے تاخیر نہ کی وہ بھی عبداللہ بن خراشہ کے لشکر پر قریہ جان میں درد و کرب بھر دینے وا ناک لمحوں کے بدترین ابال۔ زندگی کے طویل رہ گزر پر ہر شے کو چاٹتی سرد و آندھیوں اور خلاء کی اندھی فضاؤں میں ڈوبتے عکس کی کرچیاں پھیلاتے دکھ کے سرابوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

مدینہ شذونہ کے باہر میدان جنگ میں ذلت کا فسوں اٹھ کھڑا ہوا تھا ذہنوں دستک ہونا شروع ہو گئی تھی۔ رزم گاہ میں نارسائی کے قدموں کی دھند سرابوں، عذا غم آلود حزن پھیلنے لگا۔ بھرپور نفرت میں حرکت کرتے نیزے، تلواریں اور خنجر میدا کے ذرے ذرے کو خون آلود کر رہے تھے۔ کچھ دیر کی ہولناک جنگ کے بعد عبدا معاویہ کے ہاتھوں عبداللہ بن خراشہ اسدی اور اس کے لشکریوں کو بدترین شک باغیوں کی اکثریت کو تہ تیغ کر دیا گیا کچھ اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو

للہ بن خراشہ اسدی کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔

عبداللہ بن خراشہ کو جب عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا تو عبدالرحمٰن بن یہ کچھ دیر تک اسے نفرت بھرے انداز میں دیکھتا رہا پھر انتہائی غصہ میں اسے مخاطب کر ہنے لگا۔

ابن خراشہ! تو نے کیا سوچ کر ہجر کی اندھی راہوں پر آگ اگلتی کالی رات بننے کی ی۔ کیا جان کر تو نے ملگجی ریت کے مسافروں کی طرح پتھریلی مسافتوں میں بدامنی ے سنگ میل راستوں کو استوار کرنے کی کوشش کی۔ بتا وہ کونسے عوامل تھے جنہوں نے مجھ سے تنفر کیا۔ تمہیں بغاوت اور سرکشی پر آمادہ کیا۔"

ب تک عبدالرحمٰن بن معاویہ بولتا رہا سامنے کھڑا عبداللہ بن خراشہ اوہام کے بت اور آنے والے برسوں کے تصورات کی طرح چپ، مفارقت کے شہر اور بے ربط جلوں کی طرح خاموش کھڑا رہا۔ عبداللہ بن معاویہ جب خاموش ہوا تو ایک دم وہ میں آیا۔ آگے بڑھ کر اس نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاؤں پکڑ لئے اور انتہائی ور عاجزی میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر...... مجھ سے بھیانک اور ہولناک غلطی ہوئی اور یہ میری زندگی کی پہلی اور آخری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس موقع پر آپ میرا سر بھی قلم کرنا چاہیں تو کوئی طاقت آپ ں نہیں سکتی اس لئے کہ آپ ایسا کرنے پر قادر ہیں۔ خداوند قدوس نے آپ کو خلاف شاندار فتح عطا کی ہے لیکن اگر آپ رحمدلی اور فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اف کر دیں تو میں ارد گرد کھڑے بے شمار لوگوں کی موجودگی میں آپ سے وعدہ کرتا ہ زندگی بھر آپ کا مطیع اور فرمانبردار رہوں گا۔ آپ کے لشکر میں آپ کے ساتھیوں تھ ایک معمولی لشکری کی حیثیت سے بھی کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

بدالرحمٰن نے پاؤں پیچھے ہٹا لیے اور ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے عبداللہ بن خراشہ کو کیا اس لمحہ اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم بھی نمودار ہوا تھا پھر انتہائی رحمدلی سے کام وئے اس نے عبداللہ بن خراشہ کو معاف کر دیا۔ اس طرح مدینہ شذونہ کی بغاوت اور بھی ختم ہو کر رہ گئی۔ عبداللہ بن خراشہ آنے والے دور میں جب تک زندہ رہا، حمٰن بن معاویہ کا واقعی مطیع اور فرمانبردار بن کر رہا۔

ینہ شذونہ کے نواح میں عبدالرحمٰن بن معاویہ اور عبدالرحمٰن بن خراشہ کے درمیان

ہونے والی جنگ کے تین دن بعد جبکہ رات آدھی کے قریب جا چکی تھی دو ہواؤں سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو سیاہ رنگ کے کمبلوں میں چھپائے ہوئے یو بخت کے خیمے کی طرف بڑھے تھے۔ یہ زکائی اور تولہ کے وہ آدمی تھے جنہیں یو بخت کا خاتمہ کرنے پر مقرر کیا گیا تھا۔

خیمے کے قریب جا کر دونوں نے اس کا جائزہ لیا، خیمے کے دونوں طرف کے را ہواؤں سے بچنے کے لئے بند کر دیئے گئے تھے۔ چاروں طرف چپ اور خاموشی لشکر کے صرف دو حصے جاگ رہے تھے ایک وہ حصہ جو لشکر کے نواح میں کسی قوت خون سے بچنے کے لئے پہرہ دے رہا تھا۔ دوسرے وہ لشکری جو اپنے پڑاؤ کے اند کر پہرہ دے رہے تھے۔

یوسف بن بخت کے خیمے کے قریب تھوڑی دیر تک وہ دونوں کچھ دیر تک سو کھسر پھسر بھی کی اس وقت چاروں طرف گہری تاریکی کا راج تھا رات بے دونوں نے مل کر کوئی فیصلہ کیا پھر خیمے کی ایک طرف گئے دونوں میں سے ایک۔ نکالا اور خیمے کے ایک پہلو کو اس نے چیر کر رکھ دیا شاید خیمے کے دروازوں کی بجا کو پھاڑ کر اندر داخل ہونا چاہتے تھے اور پھر انہوں نے ایسا ہی کیا خیمے کا جو حصہ ا پھاڑا تھا اسی سے وہ جھک کر یوسف بن بخت کے خیمے میں داخل ہوئے۔ دونوں داخل ہی ہوئے تھے کہ وحشت اور پریشانی میں چونک اٹھے۔ اس لئے کہ جونہی و داخل ہوئے دفعتاً خیمے کے اندر ایک مشعل روشن ہوگئی اور اس مشعل کی روشنی نے دیکھا ان کے سامنے چار مسلح جوان اپنے ہاتھوں میں ڈھالیں اور برہنہ تلوا کھڑے تھے پھر ان چاروں میں سے ایک نے غراتی ہوئی آواز میں ان دونوں کیا۔

”سچائیوں کے اسم کو نفرت کے بھنور میں تبدیل کرنے والے تم ہی لوگ ملت محبت کی روانی کو منجمد کرتے ہو۔ تم ہی لوگ مسلم قوم کی حیات کی گزرگاہوں کرنے کے ذمہ دار ہو۔ تم لوگ تھکے ہارے بادلوں کے شانوں سے دکھ اور سرابوں کی طرح برسنے والے ہو۔ تمہاری بدبختی کو امیر یوسف بن بخت اس وقت موجود نہیں ہیں پر تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم ان سے ملاقات تھے اور ہم ان سے تمہاری ملاقات ضرور کرائیں گے۔ ظالمو! تم لوگ خیر اور نی چھوڑ کر کیوں بدی اور گمراہی کی پگڈنڈیوں پر چل پڑتے ہو؟ کیوں تم لوگ تہذ

ے میں خون کے پیاسے کانٹوں کی آبیاری کرنے پر تیار ہو جاتے ہو۔ کیوں تم لوگ الے، پیلے موسموں کے مسافر بننے پر آمادہ ہو جاتے ہو۔ ایسے مسافر جن کی کوئی منزل ہی یں ہوتی ہے۔ کیا نفس نفس سے زہر آلود کرنے والے جان کے ہولناک آزار کی صورت یار کرنے سے پہلے تم پر خدا کا خوف بھی طاری نہیں ہوتا کہ تم کون سا راستہ، کون سا رویہ یار کر رہے ہو؟ بہر حال تمہیں مایوس نہیں کیا جائے گا۔ تمہاری ملاقات ابھی تھوڑی دیر تک ر یوسف بن بخت سے کرائی جائے گی۔ پہلے دونوں اپنے ہتھیار پھینک دو، نہیں پھینکو گے تو ہم تمہیں زمین پر پھینک دیں گے اور پھر تم اپنی اکھڑتی سانسوں کی صداؤں تک کو ننے پر مجبور ہو جاؤ گے۔“

وہ دونوں جب سراسیمگی کی حالت میں اپنی جگہ پر کھڑے رہے تب وہ جوان سے طب ہوا تھا وہ گرجا اور دھاڑا۔

”کیا میری آواز اتنی ہی دھیمی اور کمزور ہے کہ تمہاری سماعت تک نہیں پہنچی؟ کیا تمہاری عت کے در کھولنے کے لئے مجھے اپنی تلوار کو تم پر برسانا ہوگا۔ اپنے ہتھیار پھینک دو ورنہ ٹ کر رکھ دیئے جاؤ گے۔“

یہ الفاظ کارگر ثابت ہوئے دونوں لرزنے کانپنے لگے تھے۔ ہتھیار انہوں نے پھینک یے۔ ان چاروں میں سے دو حرکت میں آئے دونوں کے ہاتھ کس کر پشت پر باندھ دیے ران کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ چاروں، دونوں کو لے کر اس خیمے سے نکل ئے تھے۔ چند خیموں کے پاس سے گزرنے کے بعد وہ چاروں ان دونوں کو لے کر ایک یسے خیمے میں داخل ہوئے جس کے اندر خوب تیز روشنی ہو رہی تھی اور اس کے اندر درمیان ں ایک بلند نشست پر امیر یوسف بن بخت بیٹھا ہوا تھا اس کے ساتھ بدر کے علاوہ چند رے سالار بھی تھے اور کچھ مسلح جوان ان کے دائیں بائیں اور پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

ان دونوں کو ان چاروں مسلح جوانوں نے جب یوسف بن بخت اور بدر کے سامنے لا کر کھڑا کیا تھا تو تب وہ ان دونوں کو کچھ دیر تک کھا جانے والے انداز میں دیکھتا رہا پھر سف بن بخت نے اپنے پیچھے کھڑے ایک لشکری کو اپنے سامنے آنے کے لئے کہا۔ جب سامنے آ کر یوسف بن بخت کے قریب کھڑا ہو گیا تب ان دونوں مجرموں کو مخاطب کرتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

”کیا میرے لشکر کا یہی وہ لشکری ہے جسے تم نے نقدی کی ایک بھاری تھیلی دے کر اپنا کام کرنے کی کوشش کی۔ اسی کے ذریعہ تم ہمارے لشکر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوئے

اور اسی کے ذریعہ آج رات تم نے اپنے نام ان پہریداروں میں لکھوا دیئے جو لشکر ک
گھوم پھر کر پہرہ دیتے ہیں۔ ظالمو! تم نے یہ نہ سوچا کہ جس لشکری کو تم اتنی بھاری رق
کر میرے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہو وہ لشکری اس سے بھی بھاری رقم پر تھوک سکتا ہے
لات مار سکتا ہے۔ جس وقت تم نے بھاری رقم دے کر اس سے معاملہ طے کیا تھا اس
یہ میرے پاس آ گیا تھا اور نقدی کی تھیلی میرے حوالے کرنے کے بعد پوری تفصیل
دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اپنی نشست کی ایک طرف سے یوسف بن بخت نے نقد
ایک تھیلی نکالی اور ان دونوں کو دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا یہی ہے نقدی کی وہ تھیلی جو تم نے اس لشکری کو دی تا کہ ہمارے لشکر میں شا
کر تم اپنی کارروائی مکمل کر سکو۔ تم نے میرے لشکری پر یہ بھی واضح کر دیا کہ تم زکائی ا
کے آدمی ہو اور وہ ان دنوں شقنا کے پاس پناہ لے چکے ہیں ایک بات یاد رکھنا کہ ا
شقنا رہے گا نہ زکائی نہ تولا۔ جہاں تک تم دونوں کا سوال ہے تو تمہیں تمہارے انجا
پہلے میں تم پر ایک اور بھی انکشاف کر دوں شاید تمہارے لیے وہ نیا اور انوکھا ہو۔ تمہار
ساتھی قرطبہ میں داخل ہوئے تھے تا کہ طبیب سالم بن عطوف اور اس کے اہل خانہ کو
دیں۔ وہاں سے بھی میرے پاس خبریں پہنچ چکی ہیں اور ان خبروں کے مطابق تمہار
دو ساتھیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ وہ دونوں ہلاک ہو چکے ہیں اب تم دونو
باری ہے تم جیسے لوگوں کو جو ملت فروشی کرنے کے ماہر ہوتے ہیں جو قوم کے زخم کو ناسو
تبدیل کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس زمین پر چلنے اور اس زمین کی کوکھ سے
والے رزق تک کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن بخت نے سب سے پہلے اس لشکری کو شاباش
جس سے مل کر زکائی کے ان دونوں آدمیوں نے یوسف بن بخت کا خاتمہ کرنے کی ک
کی تھی اسے اپنے قریب بلایا اس کی پیشانی چومی اور نقدی کی جو تھیلی رشوت کے طور
دونوں نے دی تھی وہ یوسف بن بخت نے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنا شروع کیا

”میرے عزیز بھائی! نقدی کی یہ تھیلی تم اپنے پاس رکھو اس لئے کہ تم ہی اس کے
ہو۔“ وہ لشکری بدک کر پیچھے ہٹ گیا۔ کہنے لگا۔

”نہیں امیر! میں یہ نقدی لے کر کیا کروں گا جنگوں میں جو مال غنیمت سے میرا حصہ
ہے میرے لئے وہی کافی ہے۔“

اس کا بازو پکڑ کر یوسف بن بخت نے اپنے قریب بلایا اپنا ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا

ے شانے پر ایک بوسہ دیا پھر کہنے لگا۔

”دیکھو! ہچکچاؤ نہیں یہ تمہاری جانثاری، تمہاری خلوص کی قیمت نہیں ہے اس کی قیمت تو
کوئی ادا ہی نہیں کر سکتا میں تمہیں یہ انعام کے طور پر دے رہا ہوں یہ تمہیں لینا ہو گی۔“

ایک بار اس لشکری نے انتہائی بے بسی سے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر یوسف
ن بخت نے اس کا گال تھپتھپایا کہنے لگا۔

”لے لو اسی میں میری خوشی ہے۔“

جواب میں وہ لشکری مسکرایا اور نقدی کی تھیلی اس نے تھام لی۔ پھر مسلح جوانوں کو یوسف
ن بخت نے مخصوص اشارہ کیا جس کے جواب میں اس کے لشکری ان دونوں کو باہر لے
ئے اور ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

* * *

عبدالرحمٰن بن معاویہ مدینہ شذونہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد شہر میں داخل ہو کر چند
ن وہاں قیام کر کے شہر کا نظم و نسق درست کرنا چاہتا تھا پر وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ اس کے
ئے دو بہت بڑے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلا یہ کہ شمال کی عیسائی ریاست اشتوراس
ے بادشاہ ترویلا نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر
ٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا تھا۔

دوسرا حادثہ اس سے بھی بڑا تھا وہ یہ کہ شقنا جو اب تک طلیطلہ کے کوہستانی سلسلے کو اپنا
مکن بنا کر ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رہا تھا۔ اس نے اب خاصی بڑی طاقت جمع کر لی تھی
را اس نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اعلان کیا اور اسکے
ئندے جگہ جگہ، بستی بستی، شہر شہر، گھوم پھر کر اعلان کرنے لگے کہ اندلس پر حکومت کرنے کا
ح حقدار عبداللہ بن عبدالواحد شقنا کو ہے۔ اس شقنا کی وجہ سے ایک بار پھر اندلس کے
ت سے علاقوں میں بدامنی اور بغاوتوں کا سلسلہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ مدینہ شذونہ میں داخل نہیں ہوا
ر شہر سے باہر اس نے پڑاؤ کیا ہوا تھا وہیں سے اس نے اپنا پڑاؤ اٹھایا اور بڑی تیزی سے
رطبہ کا رخ کر گیا تھا۔

* * *

قرطبہ پہنچ کر عبدالرحمٰن بن معاویہ شمال سے اٹھنے والی عیسائیوں کی بغاوت اور شقنا کے
ملے سے نمٹنے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ اسے مزید بری بلکہ بدترین

خبریں ملیں۔ پہلی یہ کہ شقنا نے شنت بریہ سے نکل کر جہاں اس کا مسکن تھا کچھ علاقوں حملہ کیا تھا اور وہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے جو والی تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار کر لو کا بازار گرم کیا تھا۔

دوسری خبر اس سے بھی بری بلکہ بدتر تھی وہ یہ کہ شمال سے اٹھنے والے ایک حاکم نہیں بلکہ بہت سی عیسائی قوتوں نے بغاوت اور گٹھ جوڑ کر کے مسلمانوں کے علاقوں پر آور ہونا شروع کر دیا تھا اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کو یہ بھی خبریں ملی تھیں کہ شمال کی ان عی ریاستوں کی پشت پناہی فرانس کا بادشاہ شارلیمان اور اس کا بھتیجا رولینڈ کر رہے تھے اد انکشاف عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لئے یقیناً ایک بہت بڑے خطرے سے کم نہ تھا۔

اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے اب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے سار سالاروں، امراء اور عمائدین سلطنت کا اجلاس طلب کر لیا تھا جب سب لوگ قصر میں جم گئے تب جو صورتحال تھی اس کی تفصیل عبدالرحمٰن بن معاویہ نے سب سے کہہ دی تھی اجلاس میں جس فیصلے پر سب متفق ہوئے وہ یہ تھا کہ عبدالرحمٰن خود لشکر کے ایک حصے ساتھ قرطبہ شہر میں قیام کرے تا کہ دو بڑے حادثوں کے علاوہ قرطبہ میں کوئی بغاوت سرکشی اٹھتی ہے تو عبدالرحمٰن ان سے نمٹ سکے باقی لشکر کے دو حصے کئے گئے ایک شمال عیسائیوں سے نمٹنے کے لئے روانہ کیا گیا اور دوسرے حصے سے شقنا کی بغاوت کو فر جائے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے سارے سالاروں کو قصر روک لیا باقی لوگوں کا شکریہ ادا کر کے انہیں جانے کی اجازت دے دی جب سالاروں علاوہ دوسرے لوگ چلے گئے تب کچھ دیر تک قصر میں خاموشی رہی پھر اپنے قریب یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے عبدالرحمٰن کہنے لگا۔

''ابن بخت، میرے بیٹے! سب سے پہلے تو خوشی کی بات یہ ہے کہ سب لوگ اس با پر متفق ہیں کہ شقنا کی بغاوت کو سختی سے کچل دینا چاہیے۔ میں تم پر انکشاف کر دوں کہ کی بغاوت کوئی عام بغاوت نہیں ہے اس نے بڑے بڑے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے یہ صحرا سے جنم لینے والی کڑوی بیل کی طرح پھیلتا چلا جائے گا۔ بہر حال اس سے ہم نمٹیں گے ضرور۔ اس وقت سارے سالاروں کی موجودگی میں جو لائحہ عمل مرتب کر کے میں ا آخری شکل دینا چاہتا ہوں وہ یوں کچھ اس طرح ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ تم اور بدر دونو ایک لشکر لے کر شمال کے عیسائیوں سے نمٹنے کے لئے چلے جاؤ۔ آدھا لشکر تمہارے حوا

جائے گا باقی آدھے حصے میں سے کچھ حصہ قرطبہ میں قیام کرے گا اور باقی سے شقنا کی ت کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ تمہاری روانگی کے بعد حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کروں گا کہ شقنا کی بغاوت ختم کرنے کے لئے مجھے خود نکلنا چاہیے یا اس کے لئے ا سالار کا تعین کیا جانا چاہیے۔ گو مجلس مشاورت نے متفقہ فیصلہ دیا ہے کہ مجھے قرطبہ میں یام کرنا چاہیے اور شقنا کی بغاوت کو ختم کرانے کے لئے کسی سالار کا تعین ہونا چاہیے ا یہ سب کچھ رونما ہونے والے حالات پر منحصر ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہوا تب یوسف بن بخت کچھ دیر سوچنے کے بعد پھر ب کر کے کہنے لگا۔ ''امیر! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ کی اس تجویز میں تھوڑی سی لی کرنا چاہوں گا۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے تیز نگاہوں سے ابن بخت کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے لگا۔

''ابن بخت! کس قسم کی باتیں کرتے ہو۔ تمہاری حیثیت میرے ہاں بیٹے کی سی ہے اور ی بات کا برا ماننے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ میرے عزیز! اندلس کے اندر تمہاری ہی ذات ہے جس پر میں بد سے بدترین حالات میں بھی مکمل اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ۔ جب تم مجھ سے گفتگو کرتے ہو تو اس قدر عاجزی اور انکساری کے الفاظ استعمال نہ کیا ۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

جواب میں یوسف بن بخت مسکرایا پھر کہنے لگا۔ ''امیر! میں کہتا ہوں کہ بدر کو آپ اپنے یہاں قرطبہ میں رکھیں جو لشکر آپ میرے حوالے کریں گے میں اسے لے کر شمال کی ۔ روانہ ہو جاؤں گا میرے ساتھ آپ صرف تمام بن علقمہ کو کر دیں مجھے امید ہے کہ اور ابن علقمہ شمال سے اٹھنے والی ان مصیبتوں کو روکنے اور پسپا کرنے میں کامیاب ہو ں گے۔ بدر کو میں آپ کے پاس اس لئے چھوڑنا چاہتا ہوں کہ آپ اس کی ضرورت ں کریں گے۔ کبھی قرطبہ سے باہر ہوں تو قرطبہ میں یہ قیام کر کے حالات کو اپنی گرفت رکھ سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اب تمام بن علقمہ میرے ساتھ کام کرنے کا عادی ہو چکا اور کسی مہم کو آخری شکل دینے کے لئے مجھے اب اسے سمجھانا نہیں پڑتا۔''

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا کچھ دیر سر جھکا کر عبدالرحمٰن بن معاویہ سوچتا رہا پھر برے لہجہ میں کہنے لگا۔

''ابن بخت! میں ایک بات تم پر واضح کر دوں کہ یہ دونو حادثے جو ہمارے خلاف اٹھ

کھڑے ہوئے ہیں یہ ختم ہونے میں مہینے اور سال بھی لے سکتے ہیں۔ جہاں تک شما
عیسائیوں کا تعلق ہے تو وہ اپنی پوری تیاری کرنے کے بعد ہمارے خلاف بادلوں کی
اٹدے ہیں۔ اندلس کے حالات چونکہ مکمل طور پر ہمارے حق میں نہیں ہے ان حالات
فائدہ اٹھا کر وہ شمال کے مسلمان علاقوں پر قبضہ کر کے لہٰذا شمال کی نصرانی ریاستیں
رکھتی ہیں کہ اپنی سلطنتوں کو مضبوط اور مستحکم کر لیں۔ میں پہلے سے تمہیں آگاہ کیے دے
کہ اس مہم میں تمہیں ان کے ساتھ مہینوں کی بجائے سالوں کے لئے بھی الجھنا پڑ سکتا
جہاں تک اس شقنا کی بغاوت کا تعلق ہے یہ بھی کوئی چھوٹی بغاوت نہیں۔ اس کے حا
دیکھتے ہوئے میں ابھی سے تم لوگوں پر واضح کر دیتا ہوں کہ شقنا کا کام تمام کرنے
مہینوں کی بجائے برس لگ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اس نے طلیطلہ کے نواحی کو
سلسلوں کے اندر جہاں مسکن بنا رکھا ہے وہاں ان گنت درے، غاریں، پیچ
پگڈنڈیاں ہیں۔ یہ شنت بریہ کا علاقہ کہلاتا ہے وہاں ہم ایک درے سے داخل ہو کر
حملہ آور ہوں تو شقنا مقابلہ کرنے کے بعد جب دیکھے گا کہ ہمارا سامنا نہیں کر سکتا
درے سے نکل کر وہ اپنا آپ اور اپنے لشکر کو بچا کر نکل سکتا ہے وہ اپنی طاقت وقوت
کر کے پھر ہمارے سامنے آ سکتا ہے اس طرح شقنا بریہ میں شقنا سے مقابلہ کرنا چو۔
کے کھیل کے مترادف ہوگا جس کے لئے ہمیں ایک خاصے بڑے لشکر کی ضرورت کے
شقنا پر لگاتار ضربیں لگانا ہوں گی۔ اس کے بھاگنے کے سارے راستوں کو بتدریج بند کر
گا تب جا کر وہ ہماری گرفت میں آئے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن رکا پھر اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے
تھا۔"ابن بخت! جہاں تک تمہاری تجویز کا تعلق ہے تو میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔
میں اپنے پاس رکھ لیتا ہوں آدھے لشکر کو لے کر تم اور تمام بن علقمہ شمال کے عیسائی
مقابلہ کرنے کے لئے نکل جانا لیکن اس سے پہلے میں تمہارے اور بدر سے متعلق ایک
عملی قدم بھی اٹھانا چاہتا ہوں۔"

عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہا تو اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہ
یوسف بن بخت کہنے لگا۔"امیر! اب تک جو آپ نے کہا اسے تو میں سمجھ گیا ہوں لیکن
آپ نے میرے اور بدر کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانے کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو
اسے سمجھا بھی نہیں اور ساتھ ہی اس نے مجھے ایک الجھن اور فکر میں بھی ڈال دیا ہے۔"
اس پر عبدالرحمٰن بن معاویہ مسکرایا اور کہنے لگا۔"اس معاملے میں نہ تمہیں فکر مند ہ

کی ضرورت ہے اور نہ الجھنے کی وہ عملی قدم جو میں تمہارے اور بدر کے خلاف اٹھانا چاہتا
ہوں وہ یہ کہ ان دونوں مہم کی ابتداء کرنے سے پہلے میں تمہاری اور بدر دونوں کی شادی کا
اہتمام کرنا چاہتا ہوں۔ ابن بخت، میرے بیٹے! شمال کی جس مہم پر تم روانہ ہو رہے ہو اس
کے ساتھ الجھنے اور سر کرنے میں تمہیں کئی ماہ لگ سکتے ہیں اس بناء پر میں چاہوں گا کہ نشار
سے شادی کرنے کے بعد تم اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لے جاؤ لشکر کا جو حصہ تمہارے ساتھ
جائے گا اس حصے کے لشکریوں کو بھی اجازت دے دی جائے گی کہ وہ اپنے اہل خانہ کو اپنے
ساتھ لے جا سکتے ہیں تا کہ اگر شمال کی قوتوں کے ساتھ الجھنے میں زیادہ عرصہ لگ جائے تو
تمہارے لشکری مطمئن انداز میں دشمن قوتوں کا مسلسل مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔
ویسے بھی یہ فرض ادا ہو جانا چاہیے اس لئے کہ سالم بن عطوف اب بوڑھا ہو چکا ہے اور بیٹی
کے فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہے۔ جب ہم اشبیلیہ کی مہم پر نکلے تھے تو روانگی سے
پہلے اس سے ملاقات ہوئی تھی اور دبے الفاظ میں اس نے نشار کی شادی کا ذکر کیا تھا۔ اس
وقت تو ہم کوچ کی تیاری کر رہے تھے میں خاموش رہا تھا لیکن اب میں چاہوں گا کہ نشار سے
شادی کرنے کے بعد اپنی بیوی کی حیثیت سے اسے ساتھ لے کر شمال کی مہم پر روانہ ہو۔"

یوسف بن بخت اور بدر کے علاوہ وہاں جس قدر سالار بیٹھے ہوئے تھے ان سب نے
عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا اس کے بعد سب نے مل کر لشکر کی تقسیم کا
معاملہ طے کیا اور آخری شکل دینے کے بعد وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھا۔

دو روز بعد یوسف بن بخت کی شادی نشار اور بدر کی شادی ربیکا سے کر دی گئی تھی اس
کے بعد یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اپنے لشکر کو لے کر شمال کی طرف کوچ کر گئے
تھے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ کا ارادہ تھا کہ یوسف بن بخت کو شمال کے عیسائیوں کی سرکوبی
کے لئے روانہ کرنے کے بعد وہ بدر یا کسی دوسرے سالار کو شقنا کی سرکشی ختم کرنے کے
لئے روانہ کرے گا لیکن اسی دوران اسے خبریں ملیں کہ شقنا نے اپنی ترکتاز کا دائرہ پہلے کی
نسبت کافی وسیع کر لیا ہے اور بہت سے علاقوں میں لوٹ مار اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہوئے
اس نے لوگوں کا جینا حرام کر دیا ہے یہ صورتحال عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لئے ناقابل
برداشت تھی لہٰذا اس نے قرطبہ میں اپنے بیٹے سلیمان کو چھوڑا اور خود بدر اور چند دوسرے
سالاروں کو لے کر وہ شقنا کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔

✿✿✿

دریائے کبیر کے کنارے ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہو
شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جو قرطبہ سے باجہ شہر کو جاتی تھی اپنے گھوڑے کو ایڑھ پر ایڑھ لگا
جا رہا تھا شاید اسے کہیں پہنچنے کی جلدی تھی۔ منزل پر منزل مارتے ہوئے آخر وہ سوار با
میں داخل ہوا۔

باجہ شہر میں داخل ہونے کے بعد جو پہلا شخص اس کے سامنے آیا، اس کے قریب
نے اپنے گھوڑے کو روکا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''میرے عزیز! میں اس شہ
اجنبی ہوں یہاں باجہ شہر میں یمانی قبیلے کے سردار ابوالصباح کا ایک بھائی رہتا ہے
مجھے بتا سکتے ہو اس سے ملنے کے لئے مجھے کس طرف جانا چاہیے؟''

وہ شخص بڑے غور سے اور کسی قدر مشکوک انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ یہاں
کہ اس سوار نے اسے مخاطب کیا۔ ''فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں جانتا
ابوالصباح کو دھوکے اور فریب سے قرطبہ بلا کر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ہلاک کر دیا
اس کے عزیز و اقارب اب لوگوں سے ملتے ہوئے احتیاط برتتے ہیں۔ فکر مند نہ ہو م
کا دوست ہوں، دشمن نہیں۔''

اس پر وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''اگر تم اس شہر میں اجنبی ہو اور عمر بن طالوت
چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ اس لئے کہ میں اس کے عزیزوں میں سے ہوں۔ ویسے
سے ملتا نہیں، آگے تمہاری قسمت۔''

وہ گھڑ سوار چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا کچھ آگے جا کر اس شخص نے ایک حو
طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

''عمر بن طالوت کی یہ حویلی ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا جب بھی اس سے ملنے
لئے کوئی آدمی آتا ہے تو اس کے خدام کہہ دیتے ہیں کہ وہ یہاں نہیں وہ یہاں سے
کہیں جا چکا ہے۔ گذشتہ ایک جنگ میں شکست کھانے کے بعد یہ لوگ بڑی احتیاط
ہیں۔''

''یاد رہے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ابوالصباح کو قتل کیا تھا تو ابوالصباح کے دو چچا
زاد بھائیوں یعنی عبدالغفار بن حمید اور عمر بن طالوت نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ مل کر
جن میں حیات بن ملابس سر فہرست تھا عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔
جس کے نتیجہ میں اس جنگ میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کامیاب رہا۔ حیات بن ملابس مارا گیا
عبدالغفار بن حمید سمندر پار کر کے مشرق کی طرف چلا گیا لیکن عمر بن طالوت آئندہ
فرمانبردار اور مطیع رہنے کا وعدہ کر کے گوشہ گیری اختیار کر گیا تھا۔''

بہر حال وہ گھڑ سوار عمر بن طالوت کی حویلی کے سامنے رکا گھوڑے سے اترا کچھ سوچا
حویلی کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا ڈھلی ہوئی
عمر کے ایک شخص نے دروازہ کھولا تھا۔ اس دیکھتے ہی گھڑ سوار نے اسے مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! میرا نام محمد بن عبدون ہے قرطبہ سے آیا ہوں۔ عمر بن طالوت سے
انتہائی ضروری کام ہے یہ مت کہنا کہ وہ گھر پر نہیں ہے اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ
گھر پر ہے۔ واپس جا کر عمر بن طالوت سے کہنا کہ ایک شخص محمد بن عبدون اس کی حویلی
کے دروازے پر کھڑا ہے اس کو یہ بھی بتانا کہ اندلس کا سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف
میرا بہنوئی تھا۔''

دروازہ کھولنے والے نے لمحہ بھر کے لئے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہنے لگا۔

''آپ یہیں رکیں میں پہلے اپنے آقا کو اطلاع کرتا ہوں اگر اس نے اجازت دی تو
میں آپ کو اندر آنے دوں گا۔''

ان الفاظ پر محمد بن عبدون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی کہ اپنے گھوڑے کی
باگ پکڑ کر وہ وہیں کھڑا رہا جبکہ دروازہ کھولنے والا واپس چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا
خوشگوار لہجہ میں کہنے لگا۔

''آپ اندر آ جائیں۔ آقا نے آپ کو طلب کیا ہے وہ آپ سے ملنا پسند کریں گے۔''

وہ سوار جس کا نام محمد بن عبدون تھا جب اپنے گھوڑے کی باگیں تھامے اندر داخل ہوا تو
دروازہ کھولنے والے نے پہلے دروازہ بند کیا پھر آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ لے
کر کہنے لگا۔

''آپ ذرا رکیں۔ میں آپ کے گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر پھر آپ کو اندر لے کر
جاتا ہوں۔''

محمد بن عبدون وہاں رک گیا وہ شخص اصطبل میں اس کا گھوڑا باندھ کر لوٹا پھر اسے اپنے

ساتھ لے کر حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا۔ دیوان خانہ میں اس وقت طالوت اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ محمد بن عبدون جب اس کمرے میں داخل ہوا اس کی کرنے والا حویلی کا خادم وہاں سے چلا گیا تھا عمر بن طالوت نے اپنی جگہ سے اٹھ سے مصافحہ کیا، اپنے قریب بٹھایا پھر کہنے لگا۔

''ابن عبدون! اس سے پہلے کبھی میری تمہاری ملاقات نہیں ہوئی لیکن میں نام سنا ہے اندلس کا سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف ہمارے لئے بڑا محترم ا عزت تھا۔ اگر وہ تمہارا بہنوئی تھا تو کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

محمد بن عبدون کچھ دیر سوچتا رہا پھر عمر بن طالوت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا

''ابن طالوت! آپ جانتے ہیں میرے بہنوئی اور اندلس کے سابق حکمران یو عبدالرحمٰن کے صرف دو قریبی عزیز بچے ہیں جو اس وقت قرطبہ کے زندان میں ہیں یوسف بن عبدالرحمٰن کا داماد۔ جس کا نام عبدالرحمٰن بن حبیب ہے اور اس کا بیٹا جو ابوالاسود ہے۔''

اس موقع پر عمر بن طالوت نے بڑے غور سے محمد بن عبدون کی طرف دیکھا لگا۔ ''میں ان دونوں کو بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہو تم ان دونوں سے متعلق چاہتے ہو؟''

اس پر محمد بن عبدون پھر بولا اور کہنے لگا۔ ''ابن طالوت! تم جانتے ہوئے عبدالر حبیب جو یوسف بن عبدالرحمٰن کا داماد ہے جبکہ ابوالاسود میرا بھانجا ہے اور یو عبدالرحمٰن کا بیٹا بھی ہے دونوں زندان میں ہیں میں ان کی رہائی چاہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے ممکن ہے۔''

عمر بن طالوت نے چونک کر محمد بن عبدون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''ابن یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ان دونوں کی رہائی میری وجہ سے کیسے ممکن ہے؟ ذرا تفصیل بتاؤ ا وجہ سے ان دونوں کی رہائی ممکن ہے تب میں ان کی رہائی کا ضرور سامان کروں گا لیک بات یاد رکھنا یہ سارا معاملہ راز میں رہنا چاہیے اگر میری وجہ سے ان کی رہائی ہو تو میرا نام نہیں آنا چاہیے۔ اس لئے کہ میں گوشہ گیری اختیار کر چکا ہوں اور یہ کا عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت ہے۔ اگر اسے خبر ہوگئی کہ عبدالرحمٰن بن حب ابوالاسود کو زندان سے نکال کر باہر لانے میں میرا ہاتھ ہے تو یاد رکھنا وہ میری گرد سے گریز نہیں کرے گا۔''

عمر بن طالوت جب خاموش ہوا تو محمد بن عبدون اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''ابن طالوت! آپ قرطبہ کے ایک رئیس امیر سلمٰی کو جانتے ہیں!''

عمر بن طالوت نے پہلے چونکنے کے انداز میں محمد بن عبدون کی طرف دیکھا تھا پھر کچھ سوچتے ہوئے اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

''ابن عبدون تفصیل بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ امیر سلمٰی میرے بہترین دوستوں یا یوں جانو کہ جانثاروں میں سے ہے۔ میرے لئے بھائی جیسا ہے۔ کیا اس معاملے میں وہ تم لوگوں کی کوئی مدد کر سکتا ہے؟''

جواب میں ابن عبدون مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ''آپ صحیح سمت پہنچ چکے ہیں دراصل ان دنوں جو زندان کا داروغہ ہے وہ امیر سلمٰی کے عزیزوں میں سے ہے اور یوں جانیں کہ امیر سلمٰی کی اس قدر عزت کرتا ہے جس طرح ایک خادم اپنے آقا کی کرتا ہے۔ جہاں تک امیر سلمٰی کا تعلق ہے تو اس سے متعلق میں یہ کہوں کہ وہ ان دنوں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ سے انتہاء درجہ قریب ہے اس نے نہ جانے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ساتھ کیا کھیل کھیلا ہے کہ ہر معاملہ میں وہ امیر سلمٰی پر اعتماد کرتا ہے اور ہر معاملے میں اس سے مشورہ لیتا ہے اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک نامہ امیر سلمٰی کے نام لکھ دیں اور اسے کہیں کہ اپنے عزیز اور زندان کے داروغہ سے کہے کہ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود کو زندان سے رہائی دلا دے۔''

عمر بن طالوت چونک سا پڑا کہنے لگا۔ ''یوں اور اس طرح کیسے ممکن ہے؟ اگر سلمٰی ایسا کرتا ہے تو کیا عبدالرحمٰن بن معاویہ اس کے خلاف گرفت نہیں کرے گا کیا وہ اس معاملے میں اس سے باز پرس نہیں کرے گا۔''

جواب میں عبدون نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگا۔ ''نہیں، کوئی گرفت نہیں کرے گا اس لئے کہ گذشتہ کئی ماہ سے عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود دونوں نے زندان کے اندر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ زندان کے اندر جو ان کی مار کٹائی ہوتی رہی ہے اس کی وجہ سے وہ اپنی بینائی سے محروم ہو چکے ہیں اس بناء پر گذشتہ کئی ماہ سے وہ لگا تار اندھے بنے ہوئے اور اندھوں ہی کی حیثیت سے زندان میں دن گزار رہے ہیں اور اندھے شخص کے لئے جانتے ہو امیر سلمٰی اگر سفارش کر دے اور زندان کا داروغہ رہا کر دے تو کوئی حرف گیری ہوگی اس لئے کہ داروغہ ایسا کر سکتا ہے۔''

جواب میں عمر بن طالوت تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے

لگا۔ ''ابن عبدون! تمہارا کہنا درست ہے۔ رہا تو کر سکتا ہے لیکن اس سلسلے میں کچھ بھی بعد کے دور میں اٹھ کھڑے ہوں گے۔''

چونکنے کے انداز میں ابن عبدون نے ابن طالوت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ تحفظات؟''

ابن طالوت نے ایک لمبا سانس لیا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ ''میرے عزیز! امیر سلمی پر اگر اس کا رشتہ دار زندان کا داروغہ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود کو زندان سے دیتا ہے اور زندان سے نکلنے کے بعد وہ قرطبہ میں یا کسی اور شہر میں رہائش اختیار کر اور بعد میں جب یہ بھید کھلے گا کہ وہ دونوں اندھے نہیں ہیں بلکہ اندھے بنے ہوئے ایسا انہوں نے زندان سے رہائی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو سوچو، امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی نگاہوں میں کیا وقعت رہے گی؟ کیا وہ امیر سلمی اور زندان داروغہ کے خلاف حرکت میں نہیں آئے گا۔''

تھکے تھکے انداز میں ابن عبدون نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا پھر کہنے لگا طالوت! ایسا نہیں ہوگا اس لئے کہ زندان سے نکلنے کے بعد عبدالرحمٰن بن حبیب ابوالاسود دونوں قرطبہ میں نہیں رہیں گے شمال کا رخ کر جائیں گے آپ جانتے ہیں تک شمال کے ان حاکموں نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اطاعت قبول نہیں کی جو یو عبدالرحمٰن کے وفادار ہوا کرتے تھے ان میں سے دو بڑے اہم ہیں ایک برسلونہ سلیمان بن یقطان اور دوسرا جرندہ اور سرقسطہ شہر کا حاکم حسین بن یحیٰی ہیں۔ میں انکشاف کر دوں کہ یہ دونوں والی یوسف بن عبدالرحمٰن کے انتہاء درجہ کے وفادار زندان سے نکلنے کے بعد عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود دونوں برسلونہ کی طرف جائیں گے سلیمان بن یقطان کے پاس جا کر قیام کریں گے وہاں قیام کے دوران سلیمان بن یقطان اور حسین بن یحیٰی دونوں نے مل کر عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود کو یقین دلایا کہ وہ ان کی کھوئی ہوئی حکومت اندلس میں انہیں دوبارہ دلا سکتے ہیں تو کارروائی کریں گے ورنہ اپنی ساری زندگی گمنامی اور گوشہ گیری میں گزار دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابن عبدون رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ ابن طالوت کو مخاطب ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''آپ جانتے ہیں سلیمان بن یقطان اور حسین بن یحیٰی دونوں بن عبدالرحمٰن کے وفادار رہے ہیں اور آپ دونوں کو اچھی طرح ذاتی طور پر بھی جا اگر انہوں نے اجازت دی تب عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود، عبدالرحمٰن بن معا

لاف کوئی کارروائی کریں گے۔ آپ اس سلسلے میں بالکل مطمئن رہیں کسی بھی جگہ کوئی ایسی ارروائی نہیں کی جائے گی جس کی وجہ سے آپ کی ذات پر حرف گیری ہو۔''

جواب میں عمر بن طالوت کچھ دیر خاموش رہا سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ ''ابن عبدون میں ا کرنے کے لئے تیار ہوں اگر میری وجہ سے اندلس کے سابق حکمران یوسف بن رالرحمٰن کا داماد عبدالرحمٰن بن حبیب اور اس کا بیٹا ابوالاسود زندان سے رہا ہو سکتے ہیں تو ضرور ایسا کروں گا۔''

ابن طالوت رکا پھر دم لیا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ ''سنو! تم لمبا سفر طے کر کے میرے ں آئے ہو میں جانتا ہوں اس سلسلے میں تمہیں بڑی جلدی ہوگی......''

ابن طالوت اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ ابن عبدون بول پڑا۔ ''میں جانتا ہوں پ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ یہ کہیں گے کہ میں ایک لمبا سفر طے کر کے آیا ہوں تھکا ہارا ں اور آرام کی ضرورت ہے یقیناً ایسا ہے لیکن جو کام میں نے اپنے ذمہ لیا ہے اس میں وٹ کا کوئی مقام نہیں اس لئے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ شقنا کی بغاوت فرو کرنے کے طلیطلہ کی طرف گیا ہوا ہے اس کا دست راست بدر اس کے ساتھ ہے اور جس شخص سے ا سب سے زیادہ خطرہ ہے یعنی یوسف بن بخت وہ بھی قرطبہ میں نہیں ہے کیونکہ شمال عیسائیوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ترکتازی و تباہی و بربادی کا کھیل رع کر رکھا ہے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے یوسف بن بخت گیا ہوا ہے۔ لہٰذا قرطبہ دنوں عبدالرحمٰن بن معاویہ، یوسف اور بدر سے خالی ہے اور انہی سے زیادہ خطرہ تھا میں نا ہوں ان کی غیر موجودگی میں عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود وہ دونوں زندان سے ا پانے کے بعد بحفاظت بارسلونہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔''

ابن عبدون جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے ابن طالوت کہنے لگا۔ ''میں تمہاری تسلیم کرتا ہوں عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابولاسود کو زندان سے نکالنے کا یہ بہترین موقع آنے والی شب میری حویلی میں قیام و آرام کرو تمہارا تھکا ہارا گھوڑا بھی ستا لے گا میں ا رات ہی امیر سلمی کے نام خط لکھ دوں گا تم کل صبح سویرے خط لے کر یہاں سے کوچ جانا پھر میں تمہیں روکوں گا نہیں میں چاہتا ہوں کہ ایک رات تو کم از کم تمہاری میزبانی ں اس لئے کہ تم اندلس کے سابق حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کے عزیزوں میں سے اور وہ ہمارے لئے بڑی اہم شخصیت تھا اور ہمارا خیال بھی رکھتا تھا۔''

ابن عبدون نے عمر بن طالوت کی اس پیش کش کو قبول کر لیا پھر وہیں بیٹھے بیٹھے ابن

طالوت نے اپنے خادم سے قلم، دوات اور کاغذ منگوایا جس طرح ابن عبدن نے چاہا تو
طرح اس نے ایک خط قرطبہ کے امیر سلمی کے نام لکھ دیا خط لکھ کر اس نے طے کیا پھر
عبدون کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن عبدون! یہ خط تو تم سنبھال لو اب تھوڑی دیر بیٹھو میں حاضر ہوتا ہوں اور تمہا
کھانے و آرام اور قیام کا انتظام کرتا ہوں۔'' اور اس کے ساتھ ہی عمر بن طالوت وہاں
اٹھ کر چلا گیا تھا۔

اس طرح محمد بن عبدون نے ایک رات باجہ شہر میں عمر بن طالوت کے پاس گزار
اگلے روز امیر سلمی کے نام خط لے کر وہ قرطبہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

✪✪✪

یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر شمال کی طرف سفر کرتے
ے جب دریائے ابرہ اور دریائے دویرہ کی درمیانی وادی میں پہنچے تب شمال کی عیسائی
ت کا حکمران ترویلا اور فرانس کے شہنشاہ شارلیمان کا بھتیجا رولینڈ اپنے متحدہ لشکر کے
ران کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔

رویلیا اور رولینڈ کے لشکر کا پڑاؤ تو کہیں اور تھا لیکن وہاں سے اٹھ کر انہوں نے
ئے ابرہ اور دریائے دویرہ کی درمیانی وادیوں کے اندر جنگ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

دونوں جب راہ روک کھڑے ہوئے تب یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے بھی
شکر کو استوار کرنا شروع کیا۔ لشکر کے اندر جو عورتیں اور لشکریوں کے جو اہل خانہ تھے
شکر سے پیچھے کچھ دستوں کی حفاظت میں رکھا گیا باقی لشکر کی صفیں دشمن سے ٹکرانے
لئے درست کی جانے لگی تھیں۔

ولینڈ اور ترویلیا نے جب اندازہ لگایا کہ ان کے سامنے جو مسلمانوں کا لشکر آیا ہے تعداد
ہم سے کہیں کم ہے تب انہوں نے مسلمانوں پر پہلے حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔
ر تک ترویلیا اور رولینڈ کے لشکر میں ہولناک آوازوں کے ساتھ بڑے بڑے طبل بجتے
اس دوران یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ بھی اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ
ا مشورہ کرنے کے بعد اپنے لشکر کی تنظیم کو آخری شکل دے چکے تھے۔ پھر دیکھتے ہی
ترویلیا اور رولینڈ اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر پر مایوسی کے سیم و تھور کو جنم
صدیوں کے کالے قہر، شکست کی نئی کھوج لگاتے نفرت کے کھولتے جہنم اور اندھے
غاروں کے اندر بے شمار اور خونخوار گھنے عذابوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

وابی کارروائی کرتے ہوئے یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے پہلے اپنے لشکریوں
اتھ دشت امکان میں ہر شے کی ساعتوں میں ہیجان برپا کر دینے والی موجوں کے
یلوں کی طرح تکبیریں بلند کیں اس کے بعد وہ بھی رولینڈ اور ترویلا کے لشکر پر دشت
مل رقص کرتے آگ کے شعلوں، ہر تنظیم کو دکھ کے نگر کی طرح پریشان کر دینے والی

جذبوں کی یلغار اور عقل کی عماری تک کو اپنے سامنے سرنگوں کر دینے والی قضاء کی ہولناک پکار کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے دریائے ابرہ اور دریائے دویرہ کی درمیانی وادیوں میں قلوب پر انوکھی وحشت طاری کرتے موت کے دف بجنے لگے تھے چار سو رقص کرتی فضاء میں سرسراتے سانپوں کی سی کیفیت بھی طاری کرنے لگی تھی اور نفط میں برق کا قہر گھلنے لگا تھا۔

میدان جنگ میں تلواروں کی صناعی، بازوؤں کی قوت موت کے قفل کھولنے لگی تھی۔ ترویلا اور رولینڈ کا خیال تھا کہ چونکہ مسلمانوں کا لشکر تعداد میں ان سے کم ہے لہٰذا وہ ان کے سامنے زیادہ ٹھہر نہیں سکے گا لیکن ان کی ساری امیدیں خاک و خون میں مل گئیں اس لئے کہ یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اس انداز میں حملہ آور ہوئے تھے کہ دشمن کی تعداد کی کثرت کو پس پشت ڈالتے ہوئے وہ ان کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے اور دشمن کی اگلی کافی صفوں کو انہوں نے کاٹ کر ان کی تعداد کافی کم کر دی تھی۔ رولینڈ اور ترویلا نے دیکھا جس وقت ان کے لشکری اپنے بازوؤں میں تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے اس وقت مسلمان لشکری جرأت مندی کے طلسماتی انداز میں ان پر حملہ آور ہو رہے تھے ان کے حملہ آور ہونے میں قدر کے کمال کی صناعی حرب وضرب کا بھرپور کمال موجود میں تحلیل ہوتے شفق کے رنگوں سے جمال کی شادابی تھی۔

دریائے ابرہ اور دریائے دویرہ کی درمیانی وادیوں می مسلمانوں اور نصرانیوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی اور اس جنگ کے نتیجہ میں یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے ترویلا اور رولینڈ کو بدترین شکست دی اور وہ شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا بلکہ دشمن کو میدان جنگ میں بدترین شکست دینے پر ہی اکتفا کیا۔ ان کے لشکری چونکہ لمبے سفر کے باعث ہارے تھے اس کے باوجود وہ دشمن کے مقابلہ میں فتح مند رہے تھے لہٰذا یوسف بن بخت نے اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ وہ وہاں قیام کر کے نہ صرف جنگ میں زخمی ہونے والوں کی تیمار داری کرنا چاہتا تھا بلکہ اپنے لشکریوں کو ستانے آرام کرنے کا موقع بھی فراہم کرنا چاہتا تھا۔ جس وقت لشکری یوسف بن بخت کے حکم پر وہاں خیمہ زن ہو رہے تھے تمام بن علقمہ یوسف بن بخت کے قریب آیا اس کے ساتھ چھوٹے سالار بھی تھے پھر ابن علقمہ یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن بخت، میرے بھائی! ہماری اور ہمارے سارے لشکریوں کی خوش قسمتی کہ ہم

ں وادیوں میں تو دشمن کو بدترین شکست دے دی ہے آپ نے دشمن کا تعاقب نہ کر کے ب احسن قدم اٹھایا ہے اس لئے کہ دشمن کا پڑاؤ یہاں نہیں ہے اس نے کسی اور جگہ پڑاؤ ر رکھا ہے اور وہیں سے اٹھ کر یہ ہمارے مقابلہ پر آئے ہیں اور پھر ہم نے ابھی تک ان ڑیوں کا جائزہ نہیں لیا لہٰذا تعاقب کرنا ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تمام بن علقمہ رکا پھر بڑے غور سے یوسف بن بخت کی طرف یکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اب دشمن کو شکست دینے کے بعد آپ کا کیا لائحہ عمل ہو گا۔''

تمام بن علقمہ جب تک بولتا رہا یوسف بن بخت بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ ب وہ خاموش ہوا تب ابن بخت اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! تم جانتے ہو لشکری تھکے ہوئے ہیں اور انہیں آرام کی سخت رورت ہے۔ لشکر یہاں خیمہ زن ہو گا لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ یوں کی دیکھ بھال کی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں لشکر کم از کم دو دن یہاں قیام کرے آرام رے اور ستا لے اس دوران آگے بڑھنے سے پہلے ہم اپنے کچھ مخبر ادھر ادھر پھیلا دیں ے وہ حالات کا جائزہ لیں گے اس کے بعد ترویلا اور رولینڈ سے نمٹنے کے لئے م یہاں ے کوچ کریں گے اور ان کے خلاف اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔''

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کرتے ہوئے خوشی کا اظہار میں ام بن علقمہ کہہ رہا تھا۔

''امیر محترم! آپ سے ایک اچھی خبر بھی کہتا ہوں جس وقت دشمن سے جنگ شروع کرنے لے تھے اس وقت ہمارے پڑاؤ میں بھی ایک انقلاب رونما ہوا تھا۔

ان ساری عورتوں نے جو ہمارے پڑاؤں میں ہیں اپنے آپ کو مسلح کر لیا تھا اور ایک لہ جمع ہو گئی تھیں او ان کی کمانداری ہماری بہن نثار کر رہی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ نگ کے میدان ہمارے لشکر میں دشمن کے مقابلے میں جس جگہ بھی کمزوری کے آثار پیدا وئے مسلح عورتیں اس وقت لپک کر دشمن سے نبرد آزما ہو جائیں گی اور اپنے لشکر کی بھرپور دد کریں گی لیکن خداوند قدوس کی مہربانی سے ہم پر کوئی ایسا موقع آیا ہی نہیں۔ میں اپنی عورتوں کے ان جذبے اور ان کی اس جرأت مندی کو سلام کرتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تمام بن علقمہ رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا ''امیر! ان عورتوں کی دوسری اچھی بات یہ ہے ہمارے کہنے سے پہلے ہی وہ بڑی تندہی

سے زخموں کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف ہیں۔"

اس موقع پر یوسف بن بخت کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا "چلو ان عورتوں کی کارگزاری دیکھتے ہیں اور انہیں ان کی اس جرأت مندی پر شاباش ... دینی چاہیے۔"

تمام بن علقمہ اور دیگر چھوٹے سالاروں نے یوسف بن بخت کی تجویز سے اتفاق کیا ... سب لشکر گاہ کے اندرونی حصے کی طرف بڑھے۔

✡✡✡

وہاں سارے زخمیوں کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا تھا لشکر میں جس قدر طبیب تھے وہ زخمیو... کی مرہم پٹی کر رہے تھے اور لشکر میں شامل عورتیں مرہم پٹی کرنے میں ان کی مدد کر رہی تھیں ساری عورتیں بڑی تندہی سے ادھر ادھر بھاگ کر کام کر رہی تھیں جبکہ نشار اور تمام بن علقمہ ... بیوی دونوں کام کرنے کے ساتھ ساتھ ان عورتوں کی نگرانی بھی کرتی جا رہی تھیں۔

یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور دوسرے سالار جب وہاں پہنچے تو ایک معمر خاتون ایک زخمی کی مرہم پٹی سے فارغ ہوئی تھی۔ یوسف بن بخت کے قریب آئی اور بڑی مح... میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر! میں سب سے پہلے تو آپ کو آپ کی اس شاندار فتح پر مبارک باد پیش کر... ہوں۔" وہ خاتون یہیں تک کہنے پائی تھی کہ نشار، ابن علقمہ کی بیوی اور لشکر میں شامل دوسر... عورتیں ان کے گرد جمع ہو گئیں۔ انہیں مبارکباد دینے لگی تھیں جب یہ سلسلہ ختم ہوا تب ... معمر خاتون جو پہلے یوسف بن بخت سے مخاطب ہوئی تھی پھر اس کی طرف دیکھتے ہو... کہنے لگی۔

"امیر! جس طرح آپ اور تمام بن علقمہ اپنے لشکر کی کمانداری کر رہے ہیں اس طر... آپ دونوں کی بیویاں بھی لشکر میں شامل ساری عورتوں کی کمانداری کر رہی ہیں۔ دیکھیے ہماری کارگزاری، ہم نے تقریباً سارے ہی زخمیوں کی مرہم پٹی کر دی ہے۔"

اس موقع پر نشار نے ایک بھرپور محبت بھری نگاہ یوسف بن بخت پر ڈالی پھر معمر خاتو... کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں! ایسی کوئی بات نہیں ہم عورتوں کی کمانداری نہیں کرنا چاہتیں ہم تو آپ جی... بزرگ خاتون کے ساتھ ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے یہ کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

بڑی عمر کی وہ خاتون نشار کے ان الفاظ سے ایسی خوش ہوئی کہ پہلے اس نے بڑے غ...

یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر آگے بڑھی نشار کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کی پیشانی پر کئی بوسے دیئے پھر کہنے لگی۔

"بیٹی! لشکر کے امیر کی بیوی کی حیثیت سے تمہارے منہ سے یہ الفاظ سن کر یوں جانو بڑی خوشی، میرے اطمینان کی کوئی حد نہیں ہے اگر تمہاری طرح ساری ہی عورتیں اس طرح ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں شکست سے دوچار نہیں کر سکتی۔"

اس معمر خاتون کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ مسکرا رہے تھے پھر نشار کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"آپ لوگ اپنے کام کی تکمیل کریں ہر زخمی کی بہترین مرہم پٹی ہونی چاہیے۔ میں اور تمام بن علقمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاتے ہیں اور لشکر کے لئے تیار ہونے والے کھانے کی نگرانی کرتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

✡✡✡

محمد بن عبدون ایک روز اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے قرطبہ شہر میں داخل ہوا تھا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد اس نے شہر کے اس حصے کا رخ کیا جہاں زیادہ تر امراء کی رہائش تھی پھر وہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ہر دلعزیز مصاحب امیر سلمی کی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا شاید امیر سلمی کا کوئی خادم تھا۔ محمد بن عبدون نے اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی دروازہ کھولنے والے کے قریب ہوا پھر اسے رازداری میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "میرے عزیز! کیا امیر سلمی اس وقت گھر پر ہیں۔"

دروازہ کھولنے والے نے پہلے اسے مشکوک سے انداز میں سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا پھر استفہامیہ سے انداز میں پوچھا۔

"کون ہو، کہاں سے آئے ہو، کس سلسلے میں امیر سلمی سے ملنا چاہتے ہو؟"

اس پر ابن عبدون کے چہرے پر معمولی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"میرے بھائی! تم فکرمند نہ ہو میں امیر سلمی کا دوست ہوں دشمن نہیں۔ قرطبہ شہر کا رہنے والا ہوں نام میرا محمد بن عبدون ہے۔ میرے پاس ان کے نام باجہ کے رئیس عمر بن

طالوت کا ایک خط ہے اور یہی خط میں ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔"
دروازہ کھولنے والا سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پیچھے ہٹا دوبارہ مڑا اور اسے مخاطب کر
کہنے لگا۔ "میں امیر سلمٰی سے بات کرتا ہوں وہ ہی گھر پر ہیں؟"
دروازہ کھولنے والا وہاں سے ہٹ گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا حویلی کا سارا درواز
نے کھول دیا تھا پھر کہنے لگا۔
"تم بھی اندر آ جاؤ اور اپنے گھوڑے کو بھی لے آؤ۔" اس پر محمد بن عبدون حویلی
داخل وا دروازہ کھولنے والے نے اس سے گھوڑے کی باگ پکڑ لی پھر اسے مخاطب کر
کہنے لگا۔ "تھوڑی دیر یہاں رکو میں تمہارے گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر اسے
پلانے کا اہتمام کرتا ہوں۔ تمہاری حالت سے لگتا ہے تم ایک لمبا سفر طے کر کے آئے
کسی اہم کام کے سلسلے میں ہی امیر سلمٰی کو کسی رئیس کا خط پیش کرنا چاہتے ہو۔"
محمد بن عبدون جواب میں کچھ نہ بولا تاہم وہ اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا تاتی دیر
دروازہ کھولنے والا اس کے گھوڑے کو اصطبل میں لے گیا پھر وہ لوٹا اور اسے مخاطب کر
کہنے لگا۔ "یہ دیوان خانہ ہے۔ اندر امیر سلمٰی اس وقت اکیلے بیٹھے ہیں۔ جاؤ ان سے مل
ہچکچاتا ہوا محمد بن عبدون اندر داخل ہوا امیر سلمٰی اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ
آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا اور اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر اسے مخاطب
"میرے خادم نے مجھے بتایا کہ تم قرطبہ ہی کے رہنے والے ہو نام تمہارا محمد بن عب
بتایا گیا ہے اور مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ تم میرے نام باجہ کے عمر بن طالوت کا
خط لے کر آئے ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھے وہ خط دو میں دیکھوں اس خط میں کیا ہے؟"
ابن عبدون نے اپنے لباس کے اندر سے عمر بن طالوت کا خط نکال کر امیر سلمٰی
دیا۔ امیر سلمٰی خط پڑھتا رہا اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے رہے۔ خط پڑھنے کے
اس نے خط کو تہہ کیا پھر ابن عبدون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"ابن عبدون! یہ کام تو انتہائی خطرناک اور خدشات سے بھرپور ہے لیکن دو بناء پر
یہ کام کرنا پڑے گا اس لئے کہ تم عمر بن طالوت کی طرف سے یہ سفارشی خط لے کر آ
ہو۔ عمر بن طالوت میرا وہ ساتھی ہے جس کا کہا میں ٹالنا نہیں چاہتا۔ دوسرے ہسپانیہ
سابق حکمران یوسف بن عبدالرحمٰن کے داماد عبدالرحمٰن بن حبیب اور اس کے بیٹے ابوالا
نے چونکہ زندان میں اپنے آپ کو گذشتہ چند ماہ سے اندھا ثابت کر دیا ہے لہٰذا میر
خیال میں ان کی رہائی مسائل کھڑا نہیں کرے گی۔ دیکھو! جو خط تم میرے نام لے کر آ

ہواں میں عمر بن طالوت نے تمہاری پوری سفارش کی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم یوسف
عبدالرحمٰن کے بہنوئی ہو لہٰذا ہر صورت میں تمہارا کام کیا جانا چاہیے۔ میں تمہارا کام کرتا
ں یہ خط مجھے دو۔ اس خط کی پشت پر قرطبہ کے زندان کے داروغہ کے نام پوری تفصیل لکھ
ہتا ہوں۔ وہ میرے عزیزوں میں سے ہے۔ تم جا کر اسے یہ خط پیش کرو۔ میرا خط پڑھتے
عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود کو فوراً رہا کر دے گا لیکن یہ رہائی رات کے وقت
نی چاہیے۔ کوشش کرو میری حویلی سے نکلنے کے بعد سیدھے زندان کا رخ کرو وہاں
زندان کے داروغہ سے ملو آج ہی رات عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود کو زندان سے
لانے کا اہتمام کرو۔ اس لئے کہ جو حالات قرطبہ کے اب ہیں وہ کبھی تم لوگوں کو میسر نہ
وں گے۔ اس لئے کہ قرطبہ میں نہ اس وقت امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ ہے نہ اس کا دست
است یوسف بن بخت۔ اس کے علاوہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے دوسرے بڑے دست
است بدر اور تمام بن علقمہ بھی ان دنوں یہاں نہیں ہیں۔ لہٰذا ان دنوں اگر عبدالرحمٰن بن
بیب اور ابوالاسود زندان سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر چلے جائیں تو ان کے حق میں بہتر ہو
لیکن جب وہ زندان سے نکلیں تو انہیں سمجھا دینا ان علاقوں میں نہ رہیں جو آج کل
بدالرحمٰن بن معاویہ کی عملداری میں شامل ہیں۔"
امیر سلمٰی جب خاموش ہوا تو ابن عبدون پرشوق اور مسرت بھرے انداز میں اس کی
رف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"امیر سلمٰی! آپ اس سلسلے میں بالکل کوئی فکر نہ کریں۔ عبدالرحمٰن بن حبیب اور
بوالاسود یہاں نہیں رہیں گے۔ میں جانتا ہوں اگر وہ دونو یہاں رہیں گے تو موت ہر وقت
ان کے سروں پر منڈلاتی رہے گی۔ امیر سلمٰی! وہ دونوں بارسلونہ اور سرقسطہ کی طرف چلے
جائیں گے۔ آپ جانتے ہیں بارسلونہ اور سرقسطہ کے والیوں نے ابھی تک عبدالرحمٰن بن
معاویہ کی اطاعت قبول نہیں کی۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ اب تک جنوبی اندلس میں ہی مصروف
رہا ہے یا شمال مغربی اندلس میں نصرانیوں سے ٹکرایا ہے شمال مشرقی اندلس ابھی تک اس کی
توجہ کا مرکز نہیں بنا۔ اس بناء پر بارسلونہ اور سرقسطہ کے حاکم آزاد ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ
دونوں عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول نہیں کریں گے۔ عبدالرحمٰن بن
حبیب اور ابوالاسود دونوں پہلے سرقسطہ جائیں گے اگر وہاں پناہ مل گئی تو وہیں قیام کریں گے
ورنہ بارسلونہ کا رخ کریں گے۔"
محمد بن عبدون جب خاموش ہوا تب امیر سلمٰی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے

کہنے لگا۔ ''اور تمہارا کیا خیال ہے؟''

ابن عبدون نے چونکنے کے انداز میں کسی قدر حیرت زدہ انداز میں امیر سلمی کی
دیکھا پھر ہکلاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''امیر سلمی! میں آپ کے سوال کا مطلب سمجھا نہیں۔''

امیر سلمی رازدانہ سے لہجے میں کہنے لگا۔ ''ابن عبدون مطلب صاف ہے میرے
مقصد ہے کہ تم اپنے متعلق کیا ارادہ رکھتے ہو۔ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود کے
سے چلے جانے کے بعد یاد رکھنا تمہارا ابھی قرطبہ میں رہنا مناسب نہیں ہے۔'' یہا
کہنے کے بعد امیر سلمی ایکا یک رک گیا پھر کچھ سوچا اور کہنے لگا۔

''صرف تمہارا ہی یہاں رہنا مناسب نہ ہوگا بلکہ زندان کے داروغہ کا بھی یہا
قطعی مناسب نہ ہوگا اس لئے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ جب لوٹا اور کسی نہ کسی نے یا
کے کسی خاص آدمی نے اس پر یہ انکشاف کر دیا کہ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود
زندان میں نہیں ہیں تو زندان کے داروغہ کی بھی شامت آجائے گی۔'' امیر سلمی جب خام
تو ابن عبدون کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! اپنے متعلق میں نے پہلے ہی سوچ رکھا ہے میرا ارادہ ہے کہ سب سے
عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود کو قرطبہ سے نکالوں میں بھی قرطبہ سے نکل کر ان
کے پاس سرقسطہ چلا جاؤں گا۔ امیر سلمی! اگر اسی کام کے سلسلے میں زندان کے داروغ
خطرہ ہوا تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اسے بھی اپنے ساتھ سرقسطہ لے جاؤ
اس طرح وہ بھی ممکنہ خطرات سے بچ جائے گا اب بولیں آپ کیا کہتے ہیں؟''

جواب میں امیر سلمی مسکرا دیا منہ سے کچھ نہ بولا پھر آواز دے کر خادم سے قلم د
منگوایا۔ ابن عبدون، عمر بن طالوت کا جو خط لے کر آیا تھا۔ اس خط کی پشت پر ہی امی
نے زندان کے داروغہ کے نام خط لکھ دیا اسے ہدایت کی کہ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابو
کو رہا کر دے اور محمد بن عبدون اسی وقت وہ خط لے کر جب اٹھا تو امیر سلمی نے ا
ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس طرح تم میری حویلی سے نہیں جا سکتے میں جانتا ہوں تم عمر بن طالوت کے
سے آرہے ہو۔ ایک لمبا سفر تم نے طے کیا ہے۔ تھکاوٹ کے علاوہ تم بھوک بھی محسو
رہے ہو۔ میں خادم کو کہہ کر کھانا منگواتا ہوں پہلے کھانا کھاؤ اس کے بعد زندان کا
کرو۔'' اس پر محمد بن عبدون پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

''امیر سلمی! آپ کی مہربانی، شکریہ۔ میں اس وقت بھوک محسوس نہیں کر رہا راستے میں
سرائے سے پیٹ بھر کر کھانا کھا کر آرہا ہوں۔ میں خود بھی تازہ دم ہوں اور میرا گھوڑا
تازہ دم ہے اس وقت جبکہ سورج غروب ہو چکا ہے لوگ مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے
ں کو جا چکے ہیں میرا زندان کی طرف جانا انتہائی ضروری ہے۔ میں داروغہ سے ملتا
اور میں چاہتا ہوں کہ عشاء کے بعد عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود دونوں زندان
ل کر شمال کی طرف کوچ کر جائیں پہلے مجھے اپنے ہاں جانا ہوگا وہاں سے دو فالتو
ے لینے ہوں گے جو پہلے سے میں نے ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں۔ میں چاہتا
کہ زندان سے نکلتے ہی وہ وہاں سے روانہ ہو جائیں اس لئے کہ ان دونوں کے
وں کے ساتھ میں ضرورت کی ہر شے مہیا کر دوں گا۔''

یر سلمی مطمئن ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی محمد بن عبدون نے اس سے مصافحہ کیا اصطبل
ف گیا وہاں سے اپنا گھوڑا کھولا اس کے بعد وہ امیر سلمی کی حویلی سے نکل گیا تھا۔

شاء کے بعد محمد بن عبدون اپنی حویلی سے نکل کر قرطبہ کے زندان کی طرف روانہ ہوا
الت میں کہ وہ گھوڑے پر سوار تھا اور دو فالتو گھوڑوں کی باگیں اس کے گھوڑے کی
ے بندھی ہوئی تھیں۔ جس پر وہ خود بیٹھا ہوا تھا۔ قرطبہ کے زندان کے پاس آکر وہ
یا۔ اپنے تینوں گھوڑوں کو اس نے ایک طرف باندھ دیا پھر زندان میں داخل ہو کر وہ
ا کے داروغہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امیر سلمی کا خط اسے پیش کیا۔

ندان کے داروغہ نے امیر سلمی کا خط کھولنے کے بعد اسی خط کی دوسری طرف جو عمر بن
ت کی تحریر تھی وہ بھی پڑھی کچھ سوچتا رہا پھر محمد بن عبدون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم ایسے لوگوں کے خطوط لے کر آئے ہو کہ میں انکار نہیں کر سکتا۔ میں عبدالرحمٰن بن
اور ابوالاسود کو رہا کرنے پر مجبور ہوں۔ اپنی رہائی کے لئے اندھا بننے کی جو چال انہوں
لی ہے یہ بھی بہتری ہے میں آج تک انہیں صحیح اندھا سمجھتا رہا اور یہی خیال کرتا رہا کہ
ام میں آکر ان کی بینائی جاتی رہی ہے۔ لیکن امیر سلمی نے اپنے خط میں پوری تفصیل لکھ
ہے میں ان دونوں کو بلاتا ہوں انہیں سمجھا دینا کہ جب تک قرطبہ میں رہیں گے اندھے
رہیں اور یہ اس وقت تک قرطبہ شہر میں رہ سکتے ہیں جب تک امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ
ن بن بخت واپس نہیں آجاتے اگر ان کے آنے کے بعد بھی انہوں نے قرطبہ ہی میں
لیا تو پھر میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ان دونوں کو اپنی جانوں کا خطرہ ہوگا۔''

زندان کا داروغہ جب خاموش ہوا تو محمد بن عبدون اسے مخاطب کر کے کہنے لگا "بالکل کوئی فکر نہ کریں میں ان کے لئے گھوڑے لے کر آیا ہوں۔ جو زندان کے باہر کھڑے ہیں۔ زندان سے نکلتے ہی یہ گھوڑوں پر سوار ہوں گے اور قرطبہ شہر سے نکل کر سرقسطہ کا رخ کریں گے میں انہیں ایک رات بھی یہاں قیام نہیں کرنے دوں گا اس لئے کہ ان کا یہاں میں رہنا ان کے لئے ہی نہیں میرے لئے بھی ان گنت خطرات کو جنم دے سکتا ہے۔"

اس پر زندان کا داروغہ اٹھ کھڑا ہوا اور ابن عبدون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "یہ تم رہے ہو کہ انہیں ایک رات بھی یہاں قیام نہیں کرنے دے رہے ہو اور انہیں شمال کی بھجوا رہے ہو تم بیٹھو میں ابھی تھوڑی دیر بعد آتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی داروغہ اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد لوٹا اس کے عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود دونوں تھے ان دونوں کے ہاتھ ایک شخص نے پکڑ رکھے اور ان کی رہنمائی کرتا ہوا انہیں اس کمرے میں لایا جس میں محمد بن عبدون بیٹھا ہوا لئے کہ وہ دونوں زندان میں اندھے بنے ہوئے تھے۔ لہٰذا انہیں کسی راہ نما کی ضرورت تھی۔ اس کمرے میں آنے کے بعد سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن حبیب بولا اور دا مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کون ہم سے ملنے کے لئے آیا ہے؟"

اس پر داروغہ نے پہلے اس جوان کو واپس چلے جانے کا اشارہ کیا جو ان دونوں کمرے میں لے آیا تھا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کمرے کا دروازہ بند کر لیا اور عبد بن حبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"دیکھو! میں جانتا ہوں کہ تم دونوں اندھے بنے ہوئے ہو اب اپنی آنکھیں کھول شخص سے ملو جو تمہیں رہا کرانے کے لئے آیا ہے۔" اس پر عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابو نے ایک دم محمد بن عبدون کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھے اور ملے۔ ان کی رہائی کے لئے جو کارروائی محمد بن عبدون نے کی تھی اس کی تفصیل ان سے دی گئی تھی جب ابن عبدون انہیں تفصیل کہہ چکا تب زندان کا داروغہ ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب تم تینوں یہاں سے نکلنے والی بات کرو۔ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود تم میری بات غور سے سنو۔ یہاں سے نکل کر تم یہی ظاہر کرنا کہ تم اندھے ہو چکے ہو عبدون نے مجھے بتایا ہے کہ تم دونوں کے لئے باہر گھوڑے کھڑے ہیں ان پر بھی ایسی

جس طرح اندھے سوار ہوتے ہیں اس لئے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں معاملے کی تہہ ہیں۔"

محمد بن عبدون اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ زندان کے داروغہ کا اس نے شکریہ ادا کیا نے باری باری اس سے مصافحہ کیا باہر نکلے ان کے باہر نکلنے کی حالت یہ تھی کہ محمد نے عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود دونوں کے ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور باہر اس طرح لے جا رہا تھا جیسے وہ واقعی اندھے ہو چکے ہوں۔ زندان کے باہر کو وہ گھوڑوں کے پاس لایا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دونوں قرطبہ میں قیام نہیں کرو گے۔ اگر ایسا کرو گے تو پکڑے جاؤ گے اور مارے میں تمہارے لئے فالتو گھوڑے لے کر آیا ہوں ان گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ زاد علاوہ خشک پھل، کھانے پینے کی دوسری اشیاء، پانی کے مشکیزے دونوں کے لئے رہ بندھے ہوئے ہیں۔ زندان میں جب میں ملنے آتا رہا ہوں میں نے تم دونوں تفصیل کہہ دی ہوئی ہے کہ زندان سے نکل کر تم لوگوں نے کہاں جانا ہے یہاں سرقسطہ جانا۔ دیکھو! سرقسطہ میں رہتے ہوئے کچھ عرصہ گوشۂ گمنامی میں دن رہنا۔ اس کے بعد اگر حالات سازگار ہوئے تو عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف آئیں گے۔ اب میں تم دونوں کو باری باری گھوڑے پر سوار کراتا ہوں۔ اپنی راہ نہیں شہر سے باہر لے کر جاتا ہوں تاکہ دیکھنے والے کی آنکھ دیکھے کہ تم بینائی سے چکے ہو گو اس وقت رات گہری ہوتی جا رہی ہے لوگ شاہراؤں اور گلی کوچوں میں گے۔ اس کے باوجود ہمیں احتیاط کرنی چاہیے۔ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود سے اتفاق کیا پھر محمد بن عبدون نے باری باری ان کو گھوڑے پر سوار کر دیا۔ خود بھی پر سوار ہوا شہر سے باہر تک محمد بن عبدون انہیں لے کر آیا اس کے بعد وہ ان دونوں ملا پھر محمد بن عبدن واپس چلا گیا جبکہ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود اپنے گھوڑوں تاریکی میں دوڑاتے ہوئے سرقسطہ کا رخ کر رہے تھے۔

✿✿✿

طلیطلہ کے کوہستانوں کے اندر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور شقنا کے لشکر ایک دوسر
سامنے صف آراء ہوئے شقنا کے لشکر کی تعداد عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر سے کہیں ز
لہٰذا وہ اور اس کے ساتھی پُرامید تھے کہ طلیطلہ کے نواح میں وہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کو
دینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اپنے اسی گمان اور اپنے اسی زعم میں انہوں نے
ہونے میں پہل کی اور وہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر رات کی حشر سامانیوں میں
نحیف کر دینے والی آتش پنہاں کے شراروں، رگ رگ میں تلاطم برپا کرتے ذلت
ریلوں اور اداسی کے زرد لمحات کھڑے کرتی تشدد کی تیغ زنی کی طرح حملہ آور ہو گئے
عبدالرحمٰن بن معاویہ، بدر اور ان کے لشکریوں نے جوابی کارروائی کرنے میں دیر
انہوں نے بھی شقنا کے لشکر پر زندگی کے منشور میں نوحہ گر غم دل کے آنگنوں میں ہجر
ماتم کھڑے کرتے قہر مانیوں کے جلتے دھاروں اور مقدر کے ورق ورق پر بربادی کے
حروف رقم کر دینے والی موت کے کھولتے مناظر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔
شقنا اور اس کے ساتھی پُرامید تھے کہ وہ بہت جلد ان کوہستانی سلسلوں کے اندر عبد
بن معاویہ کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے چونکہ ظلم
فطرت، قتل ان کی عادت اور جبر ان کی سرشت ہے لہٰذا عبدالرحمٰن بن معاویہ اور ا
ساتھی ان کا مقابلہ زیادہ دیر نہ کر سکیں گے۔ لیکن جب جنگ طول پکڑنے لگی اور عبدالر
اس کے لشکری بڑی تیزی سے شقنا کے ساتھیوں کے ساتھ لڑنے لگے تب شقنا اور ا
چھوٹے سالاروں کے چہروں پر سوالات کے انبار لگنے لگے تھے آنکھوں میں سز
ڈمیر رنگ جمانا شروع ہو گئے تھے۔ ان کے سانسوں کی ڈوریوں میں جلتی بلکتی امید
تیزی سے اپنا رنگ جمانے لگی تھیں۔ میدان جنگ میں لڑائی اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ ز
کی دہلیز پر موت دستک دینے لگی تھی۔ گرم سانسوں کے بھنور خون آلود ہونا شروع ہ
جیون کے ساگر میں غموں کی بھیڑ کا نزول ہونا شروع ہو گیا تھا۔ خیالوں کی دنیا میں خو
ڈوبی امیدیں سرکش انداز میں ابھرنے لگی تھیں۔ رزم گاہ میں چاروں طرف موت

ں، ہجر کی کالی راتوں اور نفرتوں کے جہنم میں فنا کے خونی لشکر کی طرح رقص کرنے لگی
بل طلیطلہ کی ان قریبی وادیوں میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے ہر شے کھولہو ہونا
دگئی تھی ہر کوئی دوسرے کو زیر کرنے کے لئے کوشاں ہو گیا تھا۔
ا اور اس کے سرکردہ سالار اور ساتھی پریشان ہونے لگے تھے اس لئے کہ وہ اپنے
بر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور اس کے لشکریوں کو بہت جلد پسپا ہوتے دیکھنا چاہتے تھے
ں دور تک ایسی کوئی امید دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس لئے کہ عبدالرحمٰن اور اس
وں کے حملے میں ابھی تک رنگوں کی لہروں، لبوں پر سجے تبسم جیسی شادابی برگد کے
وں پاکیزہ چاہتوں کی سی تازگی خوشیوں کے شہر اور چاندنی کے قریوں جیسی آسودگی
مینان تھا دوسری طرف شقنا کے لشکر کی حالت پردیسی جزیروں میں وہموں کے ہجوم
ں میں سرگرداں زور ہزیمتوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ گو شروع میں شقنا اور اس
ا عبدالرحمٰن بن معاویہ اور اس کے لشکریوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے تھے جیسے
ردو غبار اڑا دینے والے کالے قہر کے جھکڑ حرکت میں آتے ہیں لیکن اب شقنا اور
لری عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکریوں کے سامنے نا آسودگی کے گرم کرب، روح کو
والی محرومیوں کی آگ کا شکار دکھائی دے رہے تھے۔
جس قدر طول پکڑتی جا رہی تھی شقنا کی پریشانی اور فکرمندیوں میں اسی قدر اضافہ
تھا اپنے لشکر کے زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ لشکر میں پیشہ ور قاتلوں، اوباشوں اور
ی موجودگی اس کے لئے سکون کا باعث تھی کہ وہ کامیاب ہو گا لیکن اب اسے
ف اپنی ناکامیاں اور نامرادیاں قہقہے لگاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ کچھ دیر ایسی ہی
ی پھر تبدیلی رونما ہونا شروع ہوئی اس لئے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس زور
ے لشکر پر حملے شروع کیے کہ شقنا کے لشکر کی اگلی کئی صفوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا یہ
یکھتے شکست تسلیم کرتے ہوئے شقنا بھاگ کھڑا ہوا۔
ٰن بن معاویہ کے ہاتھوں شقنا کی یہ بدترین شکست تھی۔ لیکن شقنا بچ جانے میں
و گیا تھا یہ لڑائی کوہستانی سلسلوں کے اندر ہوئی تھی۔ عبدالرحمٰن نے اس کا اور اس
ں کا تعاقب کیا تھا لیکن عبدالرحمٰن اور اس کے ساتھی اس کوہستانی سلسلے کی بھول
ے واقف نہیں تھے جہاں تک شقنا اور اس کے ساتھیوں کا تعلق تھا وہ کوہستان کے
ے واقف تھے اس لئے کوہستانی سلسلے میں جب عبدالرحمٰن بن معاویہ ان پر حملہ آور
یک درے سے نمودار ہوتے اور دوسرے درے کے ذریعہ اپنی جانیں بچا کر نکل

جاتے اس طرح شقنا نے اس کوہستانی سلسلے کے اندر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے
چوہے کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کوہستانی سلسلوں کے اندر شق
کرنا ممکن نہیں اسے یہ بھی فکر ہوئی کہ اس کی غیر موجودگی میں کہیں قرطبہ کے حا
نہ ہو جائیں۔ لہٰذا شقنا کی سرکوبی اس نے طلیطلہ کے والی کے ذمہ لگائی اور خود ا
ساتھ وہ قرطبہ کی طرف چلا گیا تھا۔

✿✿✿

یوسف بن بخت شمال کے نصرانی حکمران ترویلا کو شکست دینے کے بعد
دریائے ابرہ اور دریائے دویرہ کی ذادیوں میں قیام کیے رکھا۔ اس دوران زخمیوا
دیکھ بھال کی گئی، لشکریوں کو ستانے کا موقع بھی فراہم کیا گیا۔ تازہ دم ہو کر یوس
اور تمام بن علقمہ نے پھر اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور وہ برگوس شہر کی طرف
حالات کی ستم ظریفی کہ یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ کو چند کوہستانی سلسل
سے گزرنا پڑا تھا رولینڈ اور ترویلا نے پہلے سے اندازہ لگا لیا تھا کہ مسلمانوں
شکست دینے کے بعد انہی دروں سے گزرنے کے بعد برگوس شہر کی طرف بڑ
دروں میں سے ایک درے کے دونوں جانب انہوں نے اپنے ان گنت جنگجو
تا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچائیں اور انہیں واپس جانے
لہٰذا یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ جب اپنے لشکر کے ساتھ تنگ دروں کے
رہے تھے تب اچانک دونوں طرف سے رولینڈ اور ترویلا کے مسلح جوان حشرا
طرح نمودار ہوئے اور مسلمانوں کے لشکر کے پچھلے حصے میں وہ کینہ ور وادیوں
کے دکھ فطرت کی بزم ارتقاء میں نفرت کی اڑتی گرد اور عداوتوں کی گھٹاؤں میں
باری کا سماں برپا کر دینے والے گراں باری کے الام کی طرح ٹوٹ پڑے تھے
یوسف بن بخت کے لشکر کے پچھلے حصے میں لشکر میں شامل عورتوں کے علا
کے جانور اور لشکر کی ضروریات کا سامان تھا اگلے حصے میں جب یوسف بن بخ
علقمہ کو خبر ہوئی کہ ان کے لشکر کے پچھلے حصے پر دونوں طرف سے دشمن نے حملہ
وہ بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ پلٹے اور رولینڈ اور ترویلا کے لشکریوں پر دو
برپا کر دینے والے غم کے خونی بادلوں، کچی مٹی کے ٹیلوں کو لمحوں میں بے شکل
بے روک اندھیاؤ دل و جان کی راحت، نگاہوں کی تسکین کو عذاب لمحوں میں

لے اور بے کراں کے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔
یوں شمال کے ان دروں کے اندر ایک ہولناک ٹکراؤ ہوا شروع میں رولینڈ اور ترویلا کے
یوں نے حملہ آور ہو کر یوسف بن بخت کے لشکر کے پشتی حصے کو سخت نقصان پہنچایا تھا
یوں کی عورتوں کو بھی انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہاں جو یوسف بن بخت کے
ری باربرداری کے جانوروں کی نگرانی کر رہے تھے وہ بھی موت کا لقمہ بن گئے تھے دونوں
ں سے حملہ آور یوسف بن بخت کے لشکریوں کو کافی نقصان پہنچانے کے بعد اس حصے
جو باربرداری کے جانور تھے انہیں بھی اپنے ساتھ ہنکا کر لے جانا چاہتے تھے کہ اتنی دیر
یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ پلٹ کر ان پر حملہ آور ہو گئے جس کے نتیجہ میں حملہ
روں کو اپنے کافی ساتھیوں سے ہاتھ دھونا پڑے اور یہ صورتحال دیکھتے ہوئے وہ جس
ں سے نمودار ہوئے ادھر ہی بھاگ گئے۔ یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے بڑی
ی سے ان دروں کو عبور کیا اور سامنے جو کھلی وادی تھی ادھر اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم
ے دیا تھا۔

جس وقت لشکری پڑاؤ قائم کر رہے تھے کہ یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور دوسرے
ار بڑی تیزی سے اپنے لشکر کے نقصان کا جائزہ لینے لگے تھے۔ اسی دوران کچھ لشکری
یا بھاگتے ہوئے یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ کے پاس آئے پھر ان میں سے ایک
اتے ہوئے یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! جن دروں سے ہم گزر کر آئے ہیں وہاں ہمارا بہت نقصان ہوا ہے لشکر کی کافی
توں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے مرنے والی عورتوں میں تمام بن علقمہ کی بیوی بھی
ل ہے۔ امیر! آپ کی بیوی نشار سخت زخمی ہے بے ہوشی کی حالت میں ہے زندگی اور
ت کی کشمکش میں ہے۔"

وہ لشکری یہیں تک کہنے پایا تھا کہ بڑی فکرمندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف
بخت نے پوچھ لیا۔ "وہ اس وقت ہے کہاں؟"

وہ لشکری بول اٹھا تھا۔ "امیر! زخمی ہونے والی ساری عورتوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے
یب ان کا علاج کر رہے ہیں اور جو عورتیں یا ہمارے لشکری اس جنگ میں کام آئے ہیں
ن کی لاشوں کو ہم نے اس درے میں پڑے نہیں رہنے دیا بلکہ اٹھا کر اپنے ساتھ لے آئے
ہیں اور وہ لاشیں بھی ہم نے ایک جگہ جمع کر دی ہیں ان کی تدفین کا بھی کام انجام دینا ہے۔"

بن بخت اور تمام بن علقمہ اس آنے والے جوان کے ساتھ ہو لئے تھے۔ پہلے انہوں

نے جنگ میں کام آنے والی عورتوں اور اپنے لشکریوں کا جائزہ لیا ان کی لاشیں ایک دی گئیں تھیں کافی دیر تک بڑے اداس اور فکر مند انداز میں یوسف بن بخت اور تمام ان لاشوں کو دیکھتے رہے اس موقع پر بڑے دکھ بھرے انداز میں یوسف بن بخت، علقمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! تم یہاں پڑاؤ کے ایک جانب عورتوں کی تدفین کا اہتما میں جو زخمی ہیں اور ان کی دیکھ بھال جو طبیب کر رہے ہیں انہیں دیکھتا ہوں۔''

جواب میں تمام بن علقمہ تھوڑی دیر تک اپنی بیوی کی لاش کے قریب کھڑا رہا پھر و لاشوں کا جائزہ لینے لگا تھا۔ جبکہ یوسف بن بخت زخمی عورتوں اور مردوں کی طرف زخمیوں کو ایک جگہ رکھا گیا تھا اور لشکر کے سارے طبیب ان کی دیکھ بھال کر رہے تھ زخمیوں کا جائزہ لیتا ہوا ان کا حوصلہ بڑھاتا ہوا یوسف بن بخت، نشار کے پاس آن اس کے پاس ایک طبیب بیٹھا ہوا تھا اور نشار اس وقت خون میں لت پت بے ہ تھی۔

یوسف بن بخت کی حالت ریت پر لکھے حروف دوریوں کے خوابوں میں رنج ک سایوں جیسی ہوگئی تھی وہ اداس تھا جیسے بے ثباتی کے قصوں اور اداسی کی خنک را نوحوں نے اسے غموں کی آزمائش و دکھوں کے استعاروں میں ڈال کر رکھ دیا ہو۔ تھ تک بے ہوش نشار کو یوسف بن بخت دیکھتا رہا پھر وہاں سے ہٹ کر وہ دوسرے زخمی عورتوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ طبیبوں کو پوری تن دہی سے انکی دیکھ بھال کرنے کی تا تھا۔ سب کا جائزہ لینے کے بعد ایک بار پھر یوسف بن بخت پلٹا اور نشار کے قریب آ تھا۔ اور لشکر میں جو عورتیں بچ گئیں تھیں وہ ادھر ادھر بھاگتے ہوئے زخمیوں کو پانی پلا رہ ان کی مرہم پٹی کا سامان کر رہی تھیں۔ یوسف بن بخت جب نشار کے پاس بیٹھا تو ا دیکھا نشار ہوش میں آ چکی تھی اس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں ایک گہری نگاہ اس نے اپنے قریب بیٹھے یوسف بن بخت پر ڈالی پھر اس کی ہلکی مدھم سی آواز سنائی د

''امیر! میں جانتی ہوں۔ میری کہانی تمام میری زندگی کی داستان ختم ہو رہی

یوسف بن بخت نے تڑپ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہنے لگا۔

''فکر مند نہ ہو تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔'' اس پر پہلی جیسی نحیف سی آواز میں نشار کہہ رہی

''اس گردش مقیاس میں جہاں شوہر اپنی بیوی کے لئے خیالوں کے گلابوں جل چاپ پر سکون لمحوں کی آواز اور بدن کی شادابی آسودگی ہوتا ہے وہاں بیوی بھی ا

ئے سانسوں کی سلوٹ سلوٹ میں راحتوں کی خوشبو، حوصلوں کا شباب، دل کا رباب اور بصارت اور اس کی سماعت ہوتی ہے۔ بیوی اپنے سلوک، اپنی محبت سے شوہر کے لئے مہک، جوانی کی راحت، چاہت کی لذت کا سا سکون، گیتوں کی نغمگی بن جاتی ہے موت اوہام کے کالے بادلوں کی طرح میرے ذہن کے آکاش پر منڈلا رہی ہے ہم میاں بیوی کے درمیان جدائی کی عمی رات کھڑی کرنے کے درپے ہے موت درد بے کراں سایوں جیسی اندھی مسافتیں ہم دونوں کے بیچ میں کھڑی کر کے ہمیں تجدید نہ کرنے دے گی۔ کاش! موت کے اس اجنبی مجرمانہ رقص، اس کی برہنہ ترغیب، اس ت وصل اور اس کی اندھی مسافتوں کو پار کر کے میں آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے جذبوں کو رتی۔ کاش! طویل راتوں کے گھنے اندھیروں اور خواہشوں کو تہہ و بالا کرتی درندگی سے یں پھر آپ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاتی۔ پر، ہائے افسوس یہ انجانے مجھے سناٹوں سے گھسیٹ کر ہلکی ہلکی دکھ بھری موت کی گود میں پھینک رہے ہیں۔ ندگی کی ویران شاہراہ پر میں بے رحم گھنے سناٹوں، مرگ کی تھکی تھکی آوازوں کے آتے دل سے جان چھڑا سکتی پر......''

ں تک کہنے کے بعد نشار نے ایک ہچکی سی لی تھی لمحہ بھر کے لئے اس نے آنکھیں بند ں پر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پہلے سے بھی مدھم اور دھیمی آواز میں وہ کہہ رہی موت میری زندگی کی طنابیں بہت تیزی سے کاٹ رہی ہے غم کی عقوبت گاہیں طرح وحشتیں میری تقدیر کی در و دیوار پر رقم کر رہی ہیں۔ میرے چاروں طرف وہموں ں گھلتے اندیشے اور تعبیروں کے دکھ سلگنے لگے ہیں۔ موت کے سیاہ ہیولے تیز دھار ں کی طرح میرے سینے میں پیوست ہوتے جا رہے ہیں اور......''

اسے آگے نشار کچھ نہ کہہ سکی خاموش ہوگئی طبیب نے تڑپ کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا پر پہلی دکھ کی چادر کے اندر ایک موہوم سی امید نمودار ہوئی پھر وہ طبیب یوسف بن طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

نبض چل رہی ہے لیکن......'' یہاں تک کہتے کہتے طبیب رک گیا جو الفاظ وہ ادا کرنا اور اس نے روک لئے تھے پھر اچانک اس کی گردن جھک گئی جیسے وہ نشار کی نبض کا ہاک سے جائزہ لے رہا ہو۔ کچھ دیر ایسا ہی رہا پھر اس نے نشار کا پکڑا ہوا بازو زمین ور پر رکھ دیا۔ نشار کی آنکھیں بند کر دیں اور یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کو انتہائی غم، اور نوحہ برساتی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"امیر! افسوس ہم خاتون کو بچا نہیں سکے یہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو چکی
گاہوں کے مقتل میں پختہ کاری کو خام کاری اور خیابانوں کے نگر کو بنجر پن میں تبدیل
والا یوسف بن بخت بڑے بڑے خودسروں اور بڑے بڑے ستم پروروں کی شہ ز
کے نشتر چبھو دینے والا یوسف بن بخت اس سے انتہا درجہ کا اداس، غم زدہ ہو گیا
سے پانی بہہ نکلا تھا گردن اس طرح جھک گئی تھی جیسے وہ اپنے چہرے کو دونوں گھٹ
میں چھپا لے گا۔ اردگرد کھڑے اس کے لشکری بھی اداس اور افسردہ ہو گئے تھے ا
کے ماحول کو دیکھتے ہوئے وہ سنبھلا اٹھا۔ نشار کی لاش اٹھائی پھر وہ اس کو لشکر میں
دوسری عورتوں کی طرف لے جا رہا تھا تاکہ سب کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا جا سکے

✡✡✡

مرنے والی عورتوں اور مردوں کی تدفین کے بعد یوسف بن بخت نے ابھی تک اپنا پڑاؤ
ین رکھا ہوا تھا، تاہم اس نے اپنے کچھ مخبر دشمن کی نقل و حرکت کے علاوہ یہ جاننے کے لیے
انہ کر دیے تھے کہ دشمن کا بڑا پڑاؤ کہاں ہے۔ جہاں سے نکل کر وہ یوسف بن بخت سے
رائے تھے یا آس پاس کے مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اب دشمن کے خلاف
ں کارروائی کرنے کے لیے یوسف بن بخت کو اپنے انہی مخبروں کی واپسی کا انتظار تھا۔

✡✡✡

ایک روز یوسف بن بخت اپنے خیمے میں اپنے نائب تمام بن علقمہ کے ساتھ کسی
ضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ دروازے پر دو نوجوان نمودار ہوئے ان میں سے ایک وہ تھا جس
نے یوسف بن بخت کی حویلی کے باہر نعل بندی کرنے والے کا کردار ادا کر کے نشار پر حملہ
ور ہونے والوں کو قتل کیا تھا اس کا نام عاصم بن طفیل تھا دوسرا اس کا ساتھی تھا جس کا نام
سلم بن حیرہ تھا۔

جب وہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئے تب یوسف بن بخت نے لمحہ بھر کے لیے
ونوں کی طرف بڑے غور سے دیکھا ساتھ ہی اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بھی نمودار ہوا تھا
ر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن طفیل، ابن حیرہ! خیریت تو ہے، تم دونوں خیمے کے دروازے پر کیوں کھڑے ہو
گئے ہو، اندر آ جاؤ۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ خیمے کے اندر داخل ہوئے دونوں آگے
ڑھ کر خالی نشستوں پر بیٹھ گئے پھر ان دونوں میں سے کوئی گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ
یوسف بن بخت نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی اور کہنے لگا۔

"تم دونوں کے چہروں کے تاثرات اور تم دونوں کی حالت بتاتی ہے کہ تم دونوں کسی
خاص مقصد کے تحت میرے پاس آئے ہو، بولو کیا معاملہ ہے؟"

جواب میں عاصم بن طفیل بڑے دکھ بھرے انداز میں یوسف بن بخت کی طرف دیکھتا

رہا پھر کہنے لگا۔ ''امیر! سب سے پہلے تو مجھے اس بات کا بے حد افسوس ہے کہ جس بہن میں نے حفاظت قرطبہ میں کی تھی وہ یہاں ہم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی ہے۔ امیر! کل شب میں نے اور میرے اس ساتھی ابن حیرہ نے بڑے کرب میں گزاری ہے۔ آپ ماں، آپ کی بہن، آپ کے بھائی کو قتل کرنے والے شقنا کے ساتھی تھے۔ آپ کے وہی دکھ اور صدمہ نا قابل برداشت تھا اب ہماری بہن نشار ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی ہے تو سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر صدمہ کیا ہو سکتا ہے۔ ہم دونوں نے مل کر ایک فیصلہ کیا ہے آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم شقنا کے گروہ میں شامل ہوں اور وہاں......''

یہاں تک کہتے کہتے عاصم بن طفیل کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہو یوسف بن بخت بول اٹھا۔ ''تم جانتے ہو وہ کیسا خطرناک گروہ ہے جس میں شامل ہو کے لیے تم اجازت لے رہے ہو۔ ابھی کل ہی کچھ قاصد امیر عبدالرحمٰن کی طرف سے آ ہیں اور انہوں نے انکشاف کی ہے کہ جبل طلیطلہ کے اندر امیر کے ساتھ شقنا کا تصادم اس تصادم کے نتیجے میں بے شک امیر نے شقنا کو بدترین شکست دی ہے لیکن وہ کوہ سلسلہ کیونکہ شقنا کا مسکن ہے وہ ایک درے سے نمودار ہوتا ہے اور دوسرے سے غائب جاتا ہے، اس لئے زیر نہیں کیا جا سکا ساتھ ہی آنے والوں نے یہ بھی خبر دی ہے کہ ا عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ واپس قرطبہ چلا گیا ہے اور شقنا سے نمٹنے کے لیے اس طلیطلہ کے والی کو ہدایات جاری کر دی ہیں ان حالات میں تمہارا شقنا کے پاس جانا خطرے سے خالی ہو گا۔''

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب عاصم بن طفیل پھر بول اٹھا۔ ''امیر! ہمارا ش کے گروہ میں شامل ہونا انتہائی ضروری ہے میں نے ارادہ کر لیا ہے، میں تورات کو قسم کھا لگا تھا لیکن میں اس سے باز رہا۔ بہر حال میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اس زکائی اور تولا خاتمہ ضرور کروں گا اور اس کام میں میرا یہ ساتھی مسلم بن حیرہ میری معاونت کرنا چاہتا میرا ساتھ دینا چاہتا ہے۔ ہمارے کچھ اور ساتھی بھی ہمارے ساتھ شقنا کے گروہ میں شا ہوں گے۔ امیر! میں آپ پر انکشاف کروں کہ ہمارے مخبر جوار دگرد کے علاقوں میں کام رہے ہیں، ان میں سے ایک نے بتایا تھا کہ دو دن تک شمال کے جنگجو عیسائیوں کا ایک گر شقنا کے گروہ میں شامل ہونے کے لیے جنوب کی طرف سفر کرے گا۔ میں آپ سے اجازت لینے آیا ہوں کہ میں اور میرا ساتھی دونوں نصرانیوں کے اس گروہ میں شامل جائیں گے اور شقنا کے پاس چلے جائیں گے۔ ان کے اندر رہتے ہوئے میں زکائی اور تولا

تلاش کروں گا، سب سے پہلے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتاروں گا اس کے بعد میں کے متعلق آپ کو اور امیر عبدالرحمٰن کو ضروری اطلاعات بھی فراہم کرتا رہوں گا۔''

یوسف بن بخت نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔ ''تم شقنا کے گروہ شامل ہونے کے بعد کس کے ذریعے خبریں پہنچاؤ گے۔''

عاصم بن طفیل کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔ ''بس امیر، یوں جانیں کچھ مخبروں ساتھ ہمارا تعلق اور رابطہ رہے گا وہ بھی ہمارے لیے کام کریں گے اور دیکھیں، میں کام کی ابتداء کیسے کرتا ہوں۔ امیر! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ زکائی اور تولا کے کے ساتھ ساتھ میں شقنا سے متعلق بھی اہم معلومات فراہم کرتا رہوں گا بس ایک بار اور میرے ساتھی کو شمال کی طرف سے آنے والے عیسائیوں کے گروہ میں شامل ہو کر کے پاس جانے کی اجازت دے دیجئے اس کے بعد دیکھئے گا ہم کیا نتائج سامنے لاتے اس کے علاوہ اطلاعات فراہم کرنے کے لیے میں اپنے ساتھیوں سے بھی کام لے سکتا ۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ابن طفیل رکا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا ''امیر! اگر زکائی اور تولا، شقنا کے گروہ میں رہتے ہوئے ہمارے خلاف حرکت میں کی جرأت اور جسارت کر سکتے ہیں، ان کے آدمیوں نے میری بہن نشار اور اس کے باپ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی، انہی کے آدمیوں نے آپ پر حملہ آور ہونے کی ارت کی، کیا ہم ایسے گئے گزرے ہیں کہ ہم ان کی حرکتوں کا کوئی جواب نہیں دے ۔ ''امیر ان کے اندر ہی رہ کر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں زکائی اور تولا دونوں کو ان بدترین انجام تک پہنچاؤں گا، صرف آپ مجھے اور میرے ساتھی کو اجازت دیں کہ ہم کے گروہ میں شامل ہو جائیں۔''

یہاں تک کہتے کہتے عاصم بن طفیل خاموش ہو گیا اس لئے کہ خیمے کے دروازے پر لشکر کچھ مخبر نمودار ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی یوف بن بخت اور تمام بن علقمہ کے چہروں پر گوار تبسم بکھر گیا تھا پھر ابن طفیل اور ابن حیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے ۔ ''تم جیسا چاہتے ہو کرو، میری طرف سے اجازت ہے اس سلسلے میں تمہیں کسی چیز یا کی ضرورت ہو تو بولو۔''

اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرہ دونوں اٹھ ڑے ہوئے اس بار مسلم بن حیرہ کہنے لگا۔ ''امیر! ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں، آپ ہمیں اجازت دے دی ہے اب آپ دیکھئے گا کہ ہماری کوششیں کیا رنگ لاتی ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرہ دونوں یوسف بن بخت کے خیمے نکل گئے تھے۔ خیمے سے ابن طفیل اور ابن حیرہ کے نکل جانے کے بعد دروازے پر م ہونے والے مخبر خیمے میں داخل ہوئے، یوسف بن بخت نے انہیں ہاتھ کے اشارے اپنے سامنے بیٹھنے کے لیے کہا، جب وہ بیٹھ گئے تب ان کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بخت نے سوال کیا۔

''میرے عزیز بھائیو، اب بتاؤ کیا دشمن سے متعلق تم کوئی اچھی خبر ہمارے لیے آئے ہو۔''

اس پر ان مخبروں میں سے ایک یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے ''امیر! ہم آپ کے لیے بہت اچھی خبر لے کر آئے ہیں، یہ جو ہمارے مغرب کی جا کوہستانی سلسلہ ہے اس کے اندر دو بڑے بڑے درے ہیں ایک بائیں جانب، دائیں جانب، دونوں کے درمیان لگ بھگ چھ سے سات میل کا فاصلہ ہوگا، امیر دروں کو پار کرنے کے بعد جب دوسری طرف جائیں تو کھلی وادیاں ہیں، انہی وادیوں اندر فرانس کے بادشاہ شارلیمان کے بھتیجے رولینڈ اور شمال کی عیسائی ریاست کے حکم ترویلا نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا ہے۔ وہاں ان کا پڑاؤ ہے، دور تک نصب ہیں، ان کی پشت پر وہ نصرانی بستیاں ہیں جہاں سے انہیں مدد بھی ملتی ہے، اس علاوہ ان کے لشکر میں سینکڑوں ایسے خیمے نصب ہیں جن کے اندر انہوں نے لوٹ سامان بھرا ہوا ہے۔ یہ سامان زیادہ تر وہ ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ ہو کر حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی پشت پر جو نصرانی بستیاں ہیں، انہوں نے انہیں بہت کچھ دیا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ رولینڈ اور ترویلا دونوں مسلمانوں کے خلاف حر میں آکر ثواب کا کام کر رہے ہیں لہٰذا ان کی پشت پر پھیلی جو نصرانی بستیاں ہیں، ان نے اتحاد کر کے ان دونوں نے متحدہ لشکر کے پاس ضروریات زندگی کی اشیاء کے ڈھیر دیے ہیں اور وہ بھی انہوں مختلف خیموں میں منتقل کر رکھی ہیں۔''

مخبر جب خاموش ہوا تب کسی قدر پرسکون انداز میں یوسف بن بخت اپنے نائب بن علقمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''ابن علقمہ! درے سے گزرتے ہوئے دشمن جو ہمیں نقصان پہنچایا تھا جس کے نتیجے میں لشکر کی ان گنت عورتوں کے علاوہ ہمارے سے لشکری بھی مارے گئے، وقت آ گیا ہے کہ ہم دشمن سے انتقام لیں۔'' یہاں تک کے بعد یوسف بن بخت رکا، کچھ سوچا پھر تمام بن علقمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگ

علقمہ! ہمارے یہ مخبر جو اطلاعات لے کر آئے ہیں، ان کی روشنی میں ہم نے دشمن کے
کارروائی کرنی ہے۔ دیکھو، جس طرح پہلے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہم اپنی
وائی کرتے تھے، لشکر کو اسی طرح دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، تقسیم کے بعد لشکر کے
مے مستعد رہیں گے۔ لشکر میں جو اس وقت لشکریوں کے اہل خانہ ہیں، وہ تمہارے
ے لشکر میں رہیں گے، تم ایسا کرو گے کہ ہمارے مغرب میں جو کوہستانی سلسلہ ہے،
جو بائیں جانب درہ ہے اس سے نمودار ہونے کے بعد بالکل کوہستانی سلسلے کے پہلو
لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرو گے جس سے دشمن یہ اندازہ لگائے گا کہ ہم ان پر ضرب
کے لیے ان کے سامنے آئے ہیں۔ تم دشمن کے قریب نہیں جانا، دور رہنا لیکن جنگ
لئے بالکل تیار رہنا اور مستعد ہو کر رہنا، ویسے مجھے امید نہیں کہ جب تم کوہستانی سلسلے
ن میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرو گے تو دشمن وہاں تک آ کر تم پر حملہ آور نہ ہوگا،
لئے کہ تمہارا فاصلہ ان سے اس قدر دور ہوگا۔ وہ یہ اندازہ نہیں لگا پائیں گے کہ ہمارا
لکر ان کے سامنے پڑاؤ کر چکا ہے یا آدھا، اس لئے کہ تم نے ان کے درمیان اس
صلہ رکھنا ہے کہ وہ ہمارے لشکر کی تعداد کا اندازہ نہ کر سکیں۔ کوہستانی سلسلے کے دامن
ے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرنے کے بعد جو کام تم سب سے پہلے کرو گے وہ یہ
کچھ دیر رک کر دشمن کے ردعمل کا جائزہ لینا، اگر دشمن تمہارے خلاف حرکت میں نہ
تو ہمارے لشکر کے اندر جو لشکریوں کے اہل خانہ ہیں، انہیں محفوظ کرنے کے بعد تم
کر کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہونا اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھنا۔
خیال کرے گا کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی تیزی سے ان کی طرف
ری کر رہے ہیں لہٰذا وہ بھی تمہارے لشکر پر ضرب لگانے کے لیے آگے بڑھیں گے
لئے کہ وہ جنگ کو اپنے پڑاؤ سے دور رکھنے کی کوشش کریں گے۔ جب تم دیکھو کہ دشمن
کر کے ساتھ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے تو تم آگے بڑھنے کی رفتار کم کر دینا، جب تم
وہ بالکل نزدیک آ گیا ہے تب اپنے لشکر کو بالکل روک دینا اور اگلی صفوں کو بالکل
مستعد رکھنا کہ ان کے پاس تیر کمان تیار ہوں اور جونہی دشمن ان کے تیروں کی زد
ئے لگاتار اگلی صفیں ان پر تیر برسائیں گی جس کے نتیجے میں دشمن کی اگلی صفیں چھلنی ہو
لوب ہو جائیں گی اور یوں ان کے اندر ایک کھلبلی مچ جائے گی۔ جب ایسا ہوگا تب
لی صفوں کی تباہی اور بربادی کے بعد دشمن سنبھلنے میں کچھ وقت لے گا اتنی دیر تک تم
پیچھے ہٹ جانا اور اگر دشمن بڑھے تو پھر انہیں اپنے تیروں کی باڑ پر رکھ لینا اس طرح

دشمن کوتم پر حملہ آور ہونے میں دیر لگے گی۔ جب دشمن تمہارے سامنے اس کشمکش میں مصروف ہوگا تب میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا، جس وقت تم یہاں سے کوچ کر جاؤ گے اسی وقت رات کے اندھیرے میں، میں بھی دائیں درے کی طرف چلا جاؤں گا، اور گھات میں رہوں گا لیکن یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے ایک احتیاط کرنی ہے کہ کچھ مخبروں اور مسلح جوانوں کو اس علاقے میں پھیلا دینا اور جہاں بھی دشمن کا کوئی مشتبہ شخص نظر آئے اسے موت کے گھاٹ اتار دینا ہے تا کہ ہماری نقل و حرکت کی اطلاع دشمن تک نہ پہنچ سکے۔ اب جو معاملہ آگے ہوگا وہ کچھ اس طرح ہوگا، جب تمہاری طرف سے برسنے والے تیروں کی وجہ سے دشمن شش و پنج میں ہوگا اور تم مزید پیچھے ہٹ جاؤ دشمن سنبھل کر تمہاری طرف بڑھنے کی کوشش کرے، اسی لمحہ میں اپنی گھات سے نکل کر ان کی پشت پر نمودار ہوں گا۔ میں ایک دم سے دشمن پر حملہ آور نہیں ہوں گا، میں پہلے دشمن کے پڑاؤ کو اپنا نشانہ بناؤں گا، پڑاؤ کے اندر جس قدر مسلح جوان ہوں گے انہیں تہ تیغ کروں گا اور پڑاؤ کے اندر دشمن کے جس قدر عورتیں ہوں گی، انہیں گرفتار کرلوں گا، اپنے لشکر کا حصہ وہاں چھوڑ دوں گا، جو نا صرف گرفتار ہونے والی عورتوں اور مردوں کو اپنی حفاظت میں لے لیں گے بلکہ پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹ لیں گے اور یہ کام کرنے کے بعد میں اپنے قدم استوار کرتا ہوا بڑی تیزی سے تمہاری طرف بڑھوں گا اور دشمن کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوں گا، جب ان کے پڑاؤ میں شور و غل بلند ہوگا تو اسے سن کر دشمن پلٹ بھی سکتا ہے اس موقع پر تم بالکل تیار رہنا اور مستعد رہنا اگر دشمن پلٹ کر مجھ پر حملہ آور ہونا چاہے تو اس کے تعاقب میں رہنا، جب دشمن بھاگے گا تم اس کے تعاقب میں نکلو گے تو تعاقب کرتے ہوئے بھی ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرتے رہنا تا کہ ان کی پچھلی صفیں متاثر ہوں اور ان کے لشکر کی تعداد کم ہو اتنی دیر تک میں بھی سنبھل چکا ہوں گا، اگر میں پڑاؤ میں کارروائی مکمل نہ کر سکا تب بھی دشمن کے پلٹنے تک پڑاؤ کے اندر جو مسلح جوان ہوں گے ان کا خاتمہ ضرور کر دوں گا اور پھر اپنے لشکر کا ایک حصہ وہاں پڑاؤ اور قیدیوں کو اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے چھوڑنے کے بعد میں بھی سامنے کی طرف سے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤں گا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد یوسف بن بخت رکا، سوچا اس کے بعد وہ بن علقمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''ابن علقمہ، میرے بھائی! میرے خیال میں کچھ میں نے کہا ہے وہ تم سمجھ چکے ہوگے۔''

تمام بن علقمہ ابھی تک خاموش تھا یوسف بن بخت جب تفصیل کہہ چکا تب اس

مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ''میرے عزیز بھائی! تم فکر ہی نہ کرو، دشمن نے جو دروں سے گزرتے ہوئے اچانک حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچایا تھا خداوند قدوس کو منظور ہوا تو دشمن کو ہم اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچائیں گے اور اسے جتائیں گے کہ جب ہم انتقام لینے پر اتریں تو اس انتقام کی کیا نوعیت ہوتی ہے۔''

تمام بن علقمہ کے اس جواب پر یوسف بن بخت خوش ہو گیا تھا پھر کہنے لگا۔ ''اٹھو، لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دو پھر کچھ مسلح جوان مقرر کریں جو آنے والی شب کو ان سارے علاقوں میں پھیل جائیں گے اور جو بھی دشمن کا مخبر یا مشتبہ شخص ہوگا اسے موت کے گھاٹ اتارتے چلے جائیں گے جب ایسا ہو چکے گا تب میں اور تم اپنی اپنی سمت سے اپنے لشکر کو لے کر کوچ کر جائیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی تمام بن علقمہ اٹھ کھڑا ہوا، مخبر بھی کھڑے ہو گئے پھر وہ خیمے سے نکل گئے تھے۔

✡✡✡

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا تب جس میدان کے اندر شارلیمان کے بھتیجے رولینڈ اور ترویلا نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا، اس میدان میں ایک تبدیلی نمودار ہوئی اس لئے کہ اس میدان کے جنوب کی طرف جو کوہستانی سلسلہ تھا، اس کے بالکل ساتھ ساتھ تمام بن علقمہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا تھا۔

کوہستانوں سے گھری ہوئی اس وادی میں ابن علقمہ کے نمودار ہونے پر رولینڈ اور ترویلا چونکے تھے۔ وہ جان گئے تھے کہ وادیوں کے اندر مسلمان لشکر ان کے ساتھ جنگ کی ابتداء کرنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا وہ بھی جنگ کی تیاریاں کرنے لگے تھے ان کے پڑاؤ میں جنگ کے طبل بھی بجنے لگے تھے۔ طبل بجانا اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ مسلمانوں کو جتانا چاہتے تھے کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

تمام بن علقمہ نے سب سے پہلے اس کے لشکر میں جو لشکریوں کے اہل خانہ تھے، ان کی حفاظت کا اہتمام کیا پھر اس کا پورا لشکر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوا اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو دشمن کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

ادھر رولینڈ اور ترویلا نے جب دیکھا کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں تب وہ بھی اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھے، اس طرح دونوں لشکری بڑی تیزی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھے تھے۔

رولینڈ اور ترویلا کا لشکر جب مسلمانوں کے تیروں کی زد میں آیا تب ایک طوفان، ایک خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا اس لئے کہ مسلمانوں کی اگلی کئی صفوں سے اس قدر تیز اور جان لیوا تیر برسائے کہ رولینڈ اور ترویلا کی اگلی صفیں الٹ کر رہ گئیں تھیں، گھوڑے زمین پر گر کر اپنے سواروں کی موت کا سبب بننے لگے تھے، آگے بڑھتا ہوا ہر لشکری مسلمانوں نے تیروں سے چھل کر رہ گیا تھا۔ جب اگلی صفیں تباہ و برباد ہو گئیں تب پچھلی صفوں والے سنبھل کر آگے بڑھنے کی رفتار انہوں نے کم کر دی تھی۔ اس کے بعد تمام بن علقمہ کی طرف سے جب مزید تیروں کی بوچھاڑیں آئیں تو آگے بڑھتا ہوا دشمن رک گیا تھا، اس موقع پر تمام بن علقمہ نے ایک تبدیلی کی، وہ پیچھے نہیں ہٹا جہاں تھا وہیں رہا اگر دشمن آگے بڑھتا تو وہ یقیناً پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے اور ان کے درمیان ایک فاصلہ رکھتا لیکن جب اس نے دیکھا کہ دشمن اس کے لشکریوں کی تیر اندازی سے اپنا نقصان اٹھا کر حیرت زدہ رہ گیا ہے اور اب وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہے تب پشت کی جانب سے بھی ایک جان لیوا حادثہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اس لئے کہ تمام بن علقمہ کی طرف سے تباہ کن تیر اندازی کے باعث جب دشمن کی اگلی صفیں برباد ہو کر رہ گئیں اور پچھلی صفیں سنبھل رہی تھیں اس لمحہ پشت کی جانب سے یوسف بن بخت اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا، بڑی تیزی سے آگے بڑھا، لہو بھری وارداتوں میں فنا کی تختیاں لکھتے پر آشوب اندھیاؤں کی طرح دشمن کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور پڑاؤ کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا اس پر وہ خوابیدہ تیرگی میں دل کے دروازوں پر موت کی دستک دینے، عذاب مسلسل کی دھن، بدی کے عناصر کو زیر کر دینے والے تند اور بلاخیز جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ پلک جھپکتے میں یوسف بن بخت نے پڑاؤ کے اندر دشمن کا جو حفاظتی لشکر تھا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا، ساتھ ہی اپنے لشکر کا ایک حصہ اس نے پہلے سے مختص کر دیا تھا، اسے اپنے کام پر لگا دیا تھا۔

اتنی دیر تک دشمن بھی دیکھ چکا تھا کہ مسلمانوں کے ایک اور لشکر نے ان کی پشت سے نمودار ہو کر ان کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا تب آگے بڑھنا وہ بھول گئے، بڑے بدحواس ہو کر وہ پلٹے ان کا پلٹنا تھا کہ ایک اور مصیبت ان پر ٹوٹ پڑی اس لیے کہ پشت کی جانب سے تمام بن علقمہ بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی لگاتار اپنے لشکر کے ساتھ تیر برساتا ہوا ان کے پیچھے لگ گیا تھا اس طرح اس نے تعاقب کرتے ہوئے رولینڈ اور ترویلا کی پچھلی صفوں کو نقصان پہنچاتے ہوئے ان کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

لینڈ اور ترویلا جب اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ کے قریب پہنچے تب یوسف بن پنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ سے نکلا اور سامنے کی طرف سے وہ ان کے لشکر پر ویران ں کے جزیروں میں شفق کے رنگوں میں ڈھلتی مرگ موسموں کے شہر نگاراں میں ہر دوزخ مزاج دھوپ میں بدل دینے والے آتش کے بے روک فشار اور ذہن کی یکسوئی کو بدبختی کے انگاروں میں تبدیل کر دینے والے لہولہو کرتے وقت کے سرخ ں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ف بن بخت کا یہ حملہ اس قدر جان لیوا تھا کہ رولینڈ کے آگے بڑھتے ہوئے ں کو ایک دم رک جانا پڑا اس لئے کہ اپنے پہلے ہی حملے میں یوسف بن بخت نے ان کی اگلی صفوں کو کھنگال کر رکھ دیا تھا۔ عین اسی لمحہ رولینڈ اور ترویلا کے لشکر کی پشت کی ے ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔ تمام بن علقمہ اپنے لشکر کے ساتھ پشت کی جانب ے بیزار لمحوں میں جسموں کو مجروح کرتے، کھولتے پھیلتے مسلسل خوف ماہ وسال کی ں زندگی کے لمحات کو دشوار کرتی اضطراب بھری آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ں دو طرفہ حملے کو ناکام بنانے کے لیے رولینڈ اور ترویلا نے اپنی طرف سے بڑی ی کہ وہ دونوں طرف کے حملوں کو ناکام بنا کر مسلمانوں کو پسپا ہونے پر مجبور کریں یاں ان کی کوئی کوشش، کوئی جتن کامیاب نہیں ہو رہا تھا اس لئے کہ مسلمان مجاہد قوت صف آرائیوں کے اندر صف شکن جری رجال کی طرح اپنی کارروائیاں کر رہے ب و روز کے پیمانے میں وہ زمین کی خاموشیوں کی تہوں تک میں اتر جانے والے ھرے دکھوں کے کہرام کی طرح دشمن پر ضربیں لگا رہے تھے اور اب دشمن کی اگلی پامال کرنے کے بعد انہوں نے دشمن کے وسطی حصے کی طرف بارودی، ہواؤں کے کی طرح بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

قت کی آنکھ نے دیکھا کہ ترویلا اور رولینڈ کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے کے دائروں، پیاسے صحرا میں اندیشوں کی ریت درد کے اٹھتے غبار اور دیوالاخوں بتوں میں خزاں کے پتوں کی سرسراہٹوں سے بھی زیادہ بری اور بدحال ہونا شروع ا۔

زاس جنگ کے نتیجے میں ترویلا اور رولینڈ دونوں کو بدترین شکست ہوئی اور وہ ایک کو اشارہ دیتے ہوئے اپنے لشکر کو بچا کر مغرب کی طرف بھاگنے میں کامیاب کچھ دور تک یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے ان کا تعاقب کر کے ان کے لشکر

کی تعداد مزید کم کی پھر وہ میدان جنگ میں لوٹ آئے تھے۔

اب یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دشمن کے جس قدر بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں تھیں ان سب کو آزاد کر دیا جس قدر دشمن کی جوان عورتیں تھیں انہیں گرفتار کر لیا گیا، دشمن کے پڑاؤ کی لیا گیا۔ اس جنگ میں یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ کے ہاتھ ان گنت پینے کی لاتعداد اشیاء کے علاوہ اسلحے کے ڈھیر لگے ساری چیزوں کو سمیٹتے درے کی طرف بڑھے جس درے سے اس میدان میں تمام بن علقمہ داخل ہوا وہاں سب سے پہلے اپنا پڑاؤ ختم کیا گیا لشکر کی جو عورتیں تھیں ان کو ساتھ بعد جس درے سے اس میدان میں تمام بن علقمہ آیا تھا، اسی درے سے یوسف تمام بن علقمہ اپنے سارے لشکر اور دشمن کی قیدی عورتوں کو لے کر دوبارہ اس جگہ سے انہوں نے اپنی پوزیشن کی ابتداء کی تھی، وہاں پہلے کی طرح پھر انہوں ایک شہر آباد کر کے پڑاؤ کر لیا تھا اس لیے کہ جہاں ترویلا اور رولینڈ نے پڑاؤ غیر محفوظ تھی، اس کے اردگرد درے تھے جن کے ذریعے سے اندر داخل ہوا جا جہاں یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے پڑاؤ کیا تھا وہ جگہ محفوظ تھی۔ اس بائیں اور شمال کی طرف کھلے میدان تھے، اگر کوئی حملہ آور ان میدان میں داخل اسے دیکھا جا سکتا تھا اور اس کا سدباب کیا جا سکتا تھا، جبکہ جنوب کی سمت مو دریا تھا اسے عبور کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

جب خیمے نصب ہو گئے، پڑاؤ کے اندر یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ لشکریوں کی دیکھ بھال کرنے اور لشکر کے لیے کھانا تیار کرنے کا حکم دینے کے آئے وہ خیمہ یوسف بن بخت کا تھا اور یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ کو بھی تھا، ابھی وہ نشستوں پر بیٹھنے ہی لگے تھے کہ یوسف بن بخت کا ایک چھوٹا سالا سامنے نمودار ہوا اور یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! دشمن کی گرفتار ہونے والی عورتوں میں سے ایک لڑکی اپنا نام بیاز اور یہ بھی کہتی ہے کہ وہ فرانس کے بادشاہ شارلیمان کے بھتیجے رولینڈ کی چھوٹی آپ سے ملنا چاہتی ہے، میں اسے ساتھ نہیں لایا اگر آپ اجازت دیں تو آؤں۔''

یوسف بن بخت نے تعجب سے کندھے اچکائے پھر سوالیہ انداز میں تمام

دیکھا، اس پر ابن علقمہ کہنے لگا۔ ''امیر! مل لیں، دیکھیں کیا کہتی ہے۔''

سف بن بخت نے چھوٹے سالار کو دیکھا اور کہنے لگا۔ ''جاؤ لے آؤ اسے۔''

سالار پلٹ گیا، تھوڑی دیر بعد وہ ایک لڑکی کو لے کر خیمے میں داخل ہوا وہ دبلی پتلی انتہا درجہ کی خوبصورت پر جمال اور پرکشش لڑکی تھی، خیمے میں آنے کے بعد تھوڑی وہ عجیب سے غصے بھرے انداز میں یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ کی طرف رہی پھر دھیمی سی آواز میں جس میں غصہ نمایاں تھا، اس نے پوچھا۔

تم دونوں میں اس لشکر کا سالار اعلیٰ کون ہے۔''

پر تمام بن علقمہ نے یوسف بن بخت کی طرف اشارہ کیا ساتھ ہی کہنے لگا۔ ''خاتون کے سالار اعلیٰ ہیں۔ نام ان کا یوسف بن بخت ہے، میں ان کا نائب ہوں، میرا نام علقمہ ہے، کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟''

اب میں رولینڈ کی خوبصورت اور پر جمال بہن بیازین نے کھا جانے والے انداز ف بن بخت کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''مسلمانوں کے یرے بھائی کے پڑاؤ سے جس قدر لڑکیاں تم نے گرفتار کی ہیں، ان سب کو آزاد کر پنے لیے موت کے عذاب اور بدبختی کی قہرمانیت کو آواز دو گے۔''

ف بن بخت کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر بیازین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

! تم عورت ہو، جواب دینے کے لیے میں وہ الفاظ استعمال نہیں کر سکتا جو میں ایسے کی مرد کے لیے کر سکتا تھا۔ خاتون، ہم نے تم لوگوں کو اغوا نہیں کیا، تمہارے بھائی راس کے حاکم کے خلاف جنگ جیت کر تم سب کو اپنا اسیر بنایا ہے، تم ہمیں کس کی تی ہو؟ اپنے بھائی کی، جسے ہم بدترین شکست دے کر بھگا چکے ہیں۔''

ف بن بخت خاموش ہوا تب بیازین ان کی نسبت زیادہ غصے اور کسی قدر دھمکی آمیز ں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''مسلمانوں کے سالار! اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ بھائی رولینڈ اور اشتوراس کے حکمران ترویلا کو شکست دینے کے بعد ان علاقوں میں ے بازپرس کرنے والا نہیں، کوئی تمہارے خلاف کارروائی نہیں کرے گا تو یہ بھول اور غلط فہمی ہے، میں فرانس کے عظیم بادشاہ شارلیمان کی بھتیجی ہوں، اسے جب کر اس کے بھتیجے یعنی میرے بھائی رولینڈ کو تمہارے ہاتھوں شکست ہوئی ہے اور ت کے نتیجے میں میرے علاوہ بہت سی لڑکیوں کو قیدی بنا لیا گیا ہے تو یاد رکھنا وہ ے آندھی اور طوفان کی طرح اٹھے گا، ان علاقوں میں مسلمانوں کی جو قوت بھی اس

کے سامنے آئے گی، اسے اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا فنا اور بربادی کا کھیل کھیلے گا۔"

جب تک حسین اور خوبصورت بیازین بولتی رہی، یوسف بن بخت مسکراتے کی طرف دیکھتا رہا، جب وہ خاموش ہوئی تب اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔"بی دھمکی اچھی ہے لیکن ایسی دھمکیاں کارگر ثابت نہیں ہوسکتیں، میں تمہیں اجازت کسی کو اپنے چچا شارلیمان کی طرف قاصد بنا کر بھیجو، جو صورت حال پیش آ آگاہ کرو، اگر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے فرانس کا بادشاہ شارلیمان ان عا آور ہوتا ہے تو میں ابھی سے تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ شارلیمان کو بھی شکست اس کا پیچھا فرانس کی سرحدوں تک اس طرح کریں گے جیسے کوئی گڈریا، جیسے اپنی بھیڑ بکریوں کی حفاظت کرنے کی خاطر خون خوار اور خطرناک بھیڑیوں کا ہے۔ بی بی! تم بھول رہی ہو، ہم تو موت کے پیچھے بھاگنے والے لوگ ہیں۔ دے کر اپنے لیے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکو گی، میں ابھی اپنے لشکر کے سا کیے ہوئے ہوں اور دیکھتا ہوں تمہارا بھائی رولینڈ اور تمہارا چچا شارلیمان تم لو کے لیے کیسے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں پر ایک بات یاد رکھنا بی بی! ان علاقو ہونے کی ابتداء تمہارے بھائی رولینڈ نے کی تھی اور یہ سب کچھ فرانس کے باد کی شہہ پر کیا جا رہا ہے ہم تو تمہارے حملے کا جواب دینے کے لئے ادھر آئے علاقوں میں حملہ آور ہونے کی ابتداء ہماری طرف سے نہیں ہوئی جب برائی ابتداء تمہاری طرف سے ہوئی تو پھر اس کے نتائج بھی تمہی لوگوں کو ہی بھگتنا ہو میں اس موضوع پر مزید گفتگو کرنا پسند نہیں کروں گا، تم جاؤ اپنے ساتھی لڑکیوں آرام کرو۔"

یوسف بن بخت کا جواب سن کر لمحہ بھر کے لیے بیازین کی گردن جھک گئی چپ چاپ خیمے سے نکل گئی تھی۔ جب وہ واپس اپنی قیام گاہ میں گئی تو جنگ لڑکیاں گرفتار ہوئی تھیں وہ ساری اس کے گرد جمع ہوگئیں پھر ان میں سے بیازین کی قریبی ساتھی تھی، بڑے پیار سے اس کا بازو پکڑ کر کہنے لگی۔"کیا تمہ مسلمانوں کے سالار سے ہوئی؟"

بیازین منہ سے کچھ نہ بولی، دکھ بھرے انداز میں اس نے اپنی گردن اثبات تھی، اس پر اسے مخاطب کرنے والی لڑکی بھی اس کی حالت دیکھتے ہوئے کسی

دوبارہ اس نے اس سے پوچھ لیا۔"کیا کہتا ہے وہ؟"

جواب میں بیازین نے غور سے وہاں کھڑی ساری لڑکیوں کی طرف دیکھا پھر یوسف بن بخت کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے سب لڑکیوں سے کہہ دی تھی۔ قیدی لڑکی جس نے بیازین کا بازو پکڑ کر اس سے گفتگو کا آغاز کیا تھا، کچھ دیر خاموش پھر دکھ بھرے انداز میں بیازین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔"بیازین! اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے تم غیر مناسب وقت پر مسلمانوں کے سالار کے پاس گئی، تمہاری غیر موجودگی کے بعد کچھ مسلمان عورتوں کے ذریعے ہمارے پاس ایک خبر پہنچی ہے جس کی بناء تم نے پہلے ہی امید رکھی تھی کہ مسلمانوں کا سالار ہمیں رہا نہیں کرے گا۔"

بیازین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔"میری غیر موجودگی میں کیسی تمہارے پاس پہنچی ہے۔"

اس لڑکی نے بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔"تمہارے جانے کے بعد لڑکیوں میں سے ایک کا رابطہ مسلمانوں کی عورتوں میں سے کچھ کے ساتھ ہوا اس لیے وہ بھوک محسوس کر رہی تھی اسے کھانے کے لیے کچھ چیز چاہیے تھی لہٰذا وہ لشکر میں شامل مسلمان عورتوں کے پاس گئی اور ان مسلمان عورتوں کی مہربانی کہ انہوں نے کھانے پینے کی اشیاء اس لڑکی کے حوالے کر دیں، وہ سب اٹھا کر ہمارے پاس لے آئی ہے۔ ان مسلمانوں سے ہماری لڑکی کو یہ پتہ چلا کہ اس سے پہلے جو جنگ ہوئی تھی ان میں مسلمانوں سالار نے اس جنگ میں ہمیں بدترین شکست دی تھی تو اس شکست کے بعد مسلمانوں سالار نے پیش قدمی کی تھی اس پیش قدمی کے دوران وہ اپنے لشکر کے ساتھ ایک درے گزرا تھا اس درے کے دونوں جانب تمہارے بھائی ترویلا نے اپنے مسلح جوان بٹھا ئے تھے۔ گھات میں بیٹھے ہمارے مسلح جوان مسلمانوں کے لشکر کے پشتی حصے پر حملہ آور ئے، اس میں زیادہ تر عورتیں اور سامان رسد تھا۔ لہٰذا ہمارے لشکری گھات سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کی ان گنت عورتیں ماری گئیں نے والی ان عورتوں میں سالار اور نائب سالار، دونوں کی بیویاں بھی شامل تھیں۔"

اس لڑکی کے اس انکشاف پر بیازین بڑی متاثر دکھائی دے رہی تھی، کچھ دیر تک سوچتی ا پھر کہنے لگی۔"ہاں، یہ تو بڑی افسوس ناک بات ہے، ان حالات میں تو مسلمانوں کا لار کسی صورت میں ہمیں واپس جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ بہر حال آؤ، انتظار کرتے اور دیکھتے ہیں کہ حالات کس طرف کروٹ لیتے ہیں۔"

ان الفاظ پر ساری قیدی لڑکیاں اداس اور افسردہ ہو گئی تھیں۔ بیازین نے ان لڑ
کی حالت دیکھتے ہوئے کچھ سوچا پھر انہیں تسلی دینے اور ان کا حوصلہ بڑھانے کے
کہہ رہی تھی۔ ”فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، میں مسلمانوں کے سالار سے مل کر
ہوں، اس کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ ایک رحم دل، نرم مزاج اور اچھے
کا انسان ہے، میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ ہمیں قتل نہیں کرائے گا۔ کیا ہمارے
یہی بڑی نعمت نہیں کہ ہماری جانیں، ہماری آبرو محفوظ ہیں۔ جس طرح ہم اسیر ہوئی
طرح مسلمان لڑکیاں ہماری قوم کے ہاتھوں گرفتار ہوتیں تو اب تک وہ آبرو کھو چکی ہو
ہم خوش قسمت ہیں کہ ہماری آبرو اور جانیں یہاں محفوظ ہیں۔ اگر یہ لوگ ہمیں اپنے
اپنے مرکزی شہر قرطبہ لے گئے تو وہاں جا کر تم لوگ مناسب مردوں سے شادیاں کر
اس طرح تمہارا مستقبل محفوظ ہو جائے گا۔“

بیازین کی اس گفتگو سے ساری لڑکیاں کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھیں پھر سب وہاں
کر دوسرے موضوعات پر گفتگو کرنے لگی تھیں۔

✡✡✡

دولاب، جوسی ماریہ، ربیکا اور سیمسون اپنی حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھے کسی موضوع
گفتگو کر رہے تھے کہ حویلی میں بدر داخل ہوا، وہ سیدھا دیوان خانے کی طرف گیا، سب
نے دیکھا وہ انتہائی اداس، پریشان اور فکرمند تھا، بال اس کے بکھرے ہوئے تھے، چہرے
اداسیاں ٹپک رہی تھیں، آنکھوں میں افسوسناک حادثات جنم لے رہے تھے، اسے اس
حالت میں دیکھتے ہوئے ربیکا لرز اور کانپ کر رہ گئی تھی۔ بدر دیوان خانے میں داخل ہوا
نشست پر اس طرح بیٹھ گیا گویا وہ گر گیا ہو اس کی اس حالت کو غور سے دیکھتے ہوئے
ربیکا اپنی جگہ سے اٹھی، بدر کے قریب آ کر بیٹھی اور ہمدردی میں ڈوبی میٹھی آواز سے اسے
مخاطب کیا۔

”کیا بات ہے، آپ کس قدر پریشان اور فکرمند کیوں ہیں، کیا کوئی بری خبر ہے یا کسی
محاذ پر ہمارے لشکر کو نقصان اٹھانا پڑا ہے۔“

بدر بے چارہ خاموش رہا، گردن اس کی جھکی رہی، زمین کی طرف دیکھتا رہا لگتا تھا وہ دکھ
غم سے پھٹ پڑے گا، اس کی حالت ربیکا کے لیے ناقابل برداشت تھی، اپنا ہاتھ اس
کے شانے پر رکھا، اسے سیدھا کیا پھر فکرمندی میں اسے مخاطب کیا۔ ”آپ بولتے کیوں
نہیں، کچھ تو بتائیں آخر ہوا کیا ہے، آپ کیوں ہمیں پریشان کرنا چاہتے ہیں۔“

بدر نے ایک لمبا سانس لیا پہلے ایک سرسری نگاہ باری باری اس نے دولاب، جوسی ماریہ
اور ربیکا پر ڈالی پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔ ”میں ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا
ہوں، نثار جنگ میں کام آ گئی ہے۔“

اس موقعہ پر جست لگانے کے انداز میں ربیکا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، اپنے کانوں
میں اس نے انگلیاں دے لیں پھر روتی ہوئی آواز میں چیخ اٹھی۔ ”یہ آپ کیا کہہ رہے
ہیں۔“

دوسری طرف دولاب، جوسی ماریہ اور سیمسون کی حالت بھی عجیب ہو رہی تھی، چہرے پیلے
پھٹک ہو گئے تھے، ربیکا پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی، کہنے لگی۔ ”آپ سے یہ خبر کس نے کہی۔“

بدر کسی قدر سنبھلا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔ ''تھوڑی دیر پہلے مجھے امیر ع
بن معاویہ نے بلوایا تھا، کچھ قاصد یہ خبر لے کر امیر کے پاس آئے تھے امیر بڑا پر
فکرمند تھا جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے دکھ سے انکشاف کیا کہ جس وقت
بن بخت اپنے لشکر کے ساتھ ایک درے کے بیچ سے گزر رہے تھے کہ دشمن کا لشکر
لشکر کے پشتی حصے پر حملہ آور ہوا اور نشار کے علاوہ تمام بن علقمہ کی بیوی اور دوسر
سے عورتیں دشمن کے اس اچانک حملے میں ماری گئیں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد بد
سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ ''امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ خود انتہا درجہ کے پریشان ا
تھے مجھے بلا کر انہوں نے مجھے کہا کہ وہ خود اتنی ہمت نہیں رکھتے کہ نشار کے مرنے
کے ماں باپ تک پہنچائیں، لہٰذا مجھے بلا کر انہوں نے کہا کہ میں یہ خبر کسی نہ کسی ط
کے ابا اور اماں سے کہوں، ساتھ ہی انہیں سنبھالنے کی کوشش بھی کروں، اب میں
کر سالم بن عطوف اور خالہ عبورہ کی طرف تو نہیں گیا نہ ہی میری ہمت پڑی کہ میں
کر یہ خبر سناؤں، یہ خبر سن کر ان کی جو حالت ہوگی اس کا خیال کرتے ہوئے ا
میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان بے چاروں کی دو بیٹیاں تھیں، ایک
شوہر کے ساتھ ماری گئی اور ایک نشار رہ گئی تھی، وہ بھی بے چاری جنگ میں کام آ
یہ خبر اگر میں جا کے میاں بیوی سے کہتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ جو حالت ان کی ہوگی
امیر ے لئے نا قابل برداشت ہوگی۔ اسی بنا پر میں آپ لوگوں کے پاس آیا ہوا
موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہیے، تاہم امیر عبدالرحمٰن کے پاس سے نکلتے ہوئے میں
ایک لشکری کو سالم بن عطوف کی طرف روانہ کیا ہے اور میں نے اس لشکری کے
بھیجا ہے کہ سالم بن عطوف کو یہاں بھیج دے، اب مجھے امید ہے کہ سالم بن عطوف
دیر تک یہاں پہنچے گا اور ہمیں یہ خبر اس سے کہنا ہوگی۔''

بدر جب خاموش ہوا تب انتہائی دکھ بھری آواز میں ربیکا کہنے لگی۔ ''یہ خبر ان
لیکن یہ خبر سن کر جو حالت میاں بیوی کی ہوگی وہ ہمارے لیے بھی نا قابل برداشت
نشار کو میں اپنی سگی بہن کی طرح سمجھتی تھی، اس کے مرنے سے میں سمجھتی ہوں گویا
ایک بازو سے محروم ہو گئی ہوں۔

ربیکا جب خاموش ہوئی تو بدر پھر بول اٹھا۔ ''نشار کے مرنے کی خبر سن کر انہیں
اور غم ہوگا وہ چند لمحوں میں تو رفع نہیں ہو جائے گا، اپنے معمول کی حالت پر آنے
انہیں دن اور ہفتے لگ سکتے ہیں امیر کا کہنا ہے کہ اس دوران ہمیں ان دونوں کے

ہے جب یوسف بن بخت لوٹ آئے گا تب ان دونوں میاں بیوی کے لئے پرآسائش
دل میں رہنے کے لیے مستقل بندوبست کیا جائے گا۔''

بدر جب خاموش ہوا تب ایک بار پھر اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے ربیکا کہنے لگی۔
میر کا کہنا درست ہے میں اور آپ دونوں چند دن تک محترم سالم بن عطوف کے ہاں
م کریں گے کہ نشار میری بہن تھی اس کے مرنے سے میں سمجھتی ہوں، میری روح میری
ن تک لرز کانپ کر رہ گئی ہے میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ میں نشار کے مرنے کی اس
ناک خبر کے بعد اس کے ماں باپ کا کیسے سامنا کر پاؤں گی ان کی حالت کیسے دیکھ
ں گی۔ ابھی سے میں ذہن میں ان کی حالت کا سوچتی ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو
تے ہیں۔''

ربیکا خاموش ہوگئی اس لئے کہ حویلی میں سالم بن عطوف داخل ہوا سیدھا اس کمرے
گیا جس میں وہ سب بیٹھے ہوئے تھے پھر بدر کی طرف بڑھا سب نے اٹھ کر اس کا
قبال کیا بدر نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے قریب بٹھا لیا اس موقع پر سالم بن
وف نے بدر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''بدر، میرے بیٹے! تم نے مجھے بلایا ہے، خیریت تو ہے؟''

سالم بن عطوف کے اس سوال پر کمرے میں کھا جانے والی خاموشی تھی پھر ڈرے
ے اور خوفزدہ سے انداز میں بدر نے نشار کے مرنے کی تفصیل کہہ دی تھی۔ یہ خبر سن کر
لم بن عطوف کا رنگ پیلا ہو گیا تھا کچھ دیر ہونٹ کاٹتا رہا آنکھیں بڑی تیزی سے جھپکاتا
پھر آنکھوں سے پانی بہہ نکلا، اپنا چہرہ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر کمرے
ں بیٹھا ہر شخص اس کی سسکیاں اور اس کی دبی دبی ہچکیاں سن سکتا تھا۔

اس موقع پر بدر نے سالم بن عطوف کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا
الم بن عطوف کی ہچکیاں گلے میں دبتی رہیں، بدر انہیں سنبھالا دیتا رہا یہاں تک کہ سالم
ن عطوف علیحدہ ہوا سر پر بندھے عمامے کے پلو سے اس نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں اس
کے بعد دولاب، جوہی ماریہ، سیمسون اور ربیکا سالم بن عطوف سے نشار کے مرنے کا دکھ اور
سوس کر رہے تھے۔

سالم بن عطوف کچھ دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس نے بدر کی طرف
یکھا اور پوچھا۔ ''یہ خبر پہلے کس کے پاس پہنچی اور پہلے کون میری بدقسمتی اور میری بدبختی کی
یہ خبر لایا۔''

ربیکا اس موقع پر اٹھی سالم بن عطوف کے پیچھے کھڑی ہوگئی، خود بھی رو رہی تھی اور کے شانے بھی دبا رہی تھی۔ بدر نے سالم بن عطوف کو خبر کے آنے کی تفصیل بتا دی تھی کے بعد پھر کچھ دیر خاموشی رہی یہاں تک کہ سالم بن عطوف نے ربیکا کے دونوں ہاتھ لیے پھر روتی مگر شفقت بھری آواز میں کہنے لگا۔

"میری بیٹی! تُو یہاں میرے قریب آ کر بیٹھ جانشار کے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانے بعد میں سب سے زیادہ تیری ضرورت محسوس کروں گا اس لئے کہ تو ہی میری بیٹی کے زیادہ رہتی تھی، تجھے دیکھ کر کم از کم یہ تو احساس ہوگا کہ ہماری ایک اور بیٹی ہے۔"

سالم بن عطوف کے ان الفاظ پر سب کی آنکھیں نمناک ہوگئی تھیں۔ اس کے بعد بن طوف دوبارہ بول اٹھا۔ "اب میں یہ سوچ رہا ہوں، یہ ہولناک خبر میں اپنی بیوی عبو کیسے سناؤں گا کہیں یہ المناک خبر سن کر وہ اپنی جان ہی نہ گنوا بیٹھے۔"

بدر نے ایک بار پھر سالم بن عطوف کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اسے مخاطب کر کے لگا۔ "آپ اکیلے واپس گھر نہیں جائیں گے میں اور ربیکا دونوں آپ کے ساتھ جائیں اور ہم دونوں کچھ دن تک آپ کے ہاں ہی قیام کریں گے، آپ کو اس سلسلے میں فکرمند پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ربیکا، خالہ عبورہ کو خود سنبھال لے گی۔"

بدر جب خاموش ہوا تب دولاب نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "میرے بیٹے اس موقع پر میں ایک تجویز پیش کروں تو کیا تم مانو گے۔"

بدر نے غور سے دولاب کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

دولاب اپنی جگہ سے اٹھا سالم بن عطوف کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا پھر بدر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "بدر، میرے بیٹے! میں چاہتا ہوں، تم اور ربیکا وہاں نہ جاؤ بلکہ سالم ب عطوف اور عبورہ دونوں میاں بیوی کچھ عرصہ ہمارے ہاں قیام کریں، میں چاہتا ہوں تم ا اور اسی وقت ربیکا اور اپنی خالہ جوسی ماریہ کو لے کر سالم بن عطوف کے ہاں جاؤ، تینوں عبو کو اپنے ساتھ یہاں لے آؤ، وہاں پہنچ کر یا راستے میں نثار کے حادثے کی اس کو اطلاع نہیں دینی، یہاں اسے یہ بری خبر سنائیں گے اور سب مل کر اسے سنبھال لیں گے۔ م چاہتا ہوں کہ کچھ عرصہ جب تک ان کی طبیعت سنبھل نہیں جاتی، دونوں میاں بیوی ہمار ہاں ہی قیام کریں۔"

دولاب جب خاموش ہوا تو کسی قدر مطمئن انداز میں ربیکا نے روتی آواز میں بدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "بابا ٹھیک کہتے ہیں، وہاں جانے کے بجائے ا

دونوں کو ہمیں اپنے ہاں رکھنا چاہیے، یہاں ان کی بہتر دیکھ بھال ہوسکتی ہے میرے خیال میں اٹھیں، اب وقت ضائع نہ کریں میں، آپ اور اماں جاتے ہیں اور خالہ کو یہاں لے آتے ہیں۔"

جوسی ماریہ نے بھی اس سے اتفاق کیا سب سے پہلے جوسی ماریہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "بدر بیٹے! وقت ضائع نہ کرو، اٹھو یہ بڑا اہم معاملہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے کسی اور ذریعے سے عبورہ کے پاس نثار کے اس حادثے کی خبر پہنچ جائے، گھر میں وہ اکیلی ہوئی اور یہ خبر اس کے پاس پہنچی تو اس کے لیے نقصان دہ ہوگی۔ اٹھو، ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

اس پر بدر اور ربیکا دونوں ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، سالم بن عطوف کے پاس بیٹھ کر اس سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے اس کا دل بہلانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جوسی ماریہ، بدر اور ربیکا، تینوں عبورہ کو لے کر اس کمرے میں داخل ہوئے تھے، کمرے میں داخل ہونے کے بعد عبورہ نے جب سالم بن عطوف پر نگاہ ڈالی تو وہ کسی قدر فکرمند ہوگئی اس لئے کہ سالم بن عطوف کی آنکھیں بھیگی ہوئی اور سرخ تھیں اس موقع پر عبورہ، سالم بن عطوف کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ربیکا آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئی، اسے ایک نشست پر بٹھایا اور ساتھ ہی اس نے نثار کے مرنے کی تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ خبر سن کر لمحہ بھر کے لیے عبورہ گم صم سی ہو کر رہ گئی تھی لگتا تھا وہ سکتے کے عالم میں چلی گئی ہو لیکن جلدی ہی سنبھل گئی اور بے چاری دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی، جوسی ماریہ، ربیکا اسے سنبھالنے لگی تھیں۔

۞۞۞

شمال سے آنے والے عیسائیوں کا گروہ جو شقنا کے لشکر میں شامل ہوا تھا ان میں یوسف بن بخت کے دو جانثار عاصم بن طفیل اور ابن حیرہ بھی شقنا کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے تھے اور وہاں رہتے ہوئے وہ زکائی اور تولا کو تلاش کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف شقنا کو شکست دینے کے بعد عبدالرحمٰن شقنا کو مکمل طور پر کچل نہ سکا اس لئے کہ جن کوہستانی سلسلوں کے اندر شقنا نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا، وہاں ان گنت درے تھے اور ایک درے سے نمودار ہوتا اور دوسرے سے نکل جاتا۔ اس پر عبدالرحمٰن بن معاویہ تو

اسے ایک بار شکست دینے کے بعد واپس قرطبہ چلا گیا اور طلیطلہ میں جو اس کا والی تھ سے نمٹنے کی ذمہ داری اس پر لگائی۔

عبدالرحمٰن کے بعد طلیطلہ کے والی نے ایک سالار کو شقنا کی سرکوبی کے لیے کو سلسلے کی طرف روانہ کیا لیکن شقنا اچانک دروں سے نکل کر خوفناک طوفان کی طرح حملہ آور ہوا، جو لشکر شقنا سے جنگ کرنے کے لیے گیا تھا، اسے شقنا نے کافی نقصان اور لشکر کے سالار کو بھی اس نے قتل کر دیا۔

یہ ایک بہت بڑا سانحہ اور حادثہ تھا اس کے بعد شقنا نے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کیا وہ اس طرح کہ اس نے شقت بریا اور فوریہ کے مقام پر رہنے والے بربرو رابطہ قائم کیا، ان سے نا صرف یہ کہ سنہری وعدے کیے بلکہ انہیں مال و دولت سے بھی اس طرح ان دونوں مقامات پر جوان گنت بربر آباد تھے، وہ شقنا کے ساتھ مل گئے جن شقنا کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا۔ یہ صورتحال امیر عبدالرحمٰن کے لئے نا برداشت تھی لہٰذا ایک بار پھر وہ اپنے لشکر کو لے کر قرطبہ سے نکلا اور شقنا کا رخ کیا۔ ط کے نواحی کوہستانی سلسلوں کے اندر ایک بار پھر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور شقنا درمیان ہولناک جنگ ہوئی، اس ہولناک جنگ کے نتیجے میں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ شقنا کو بدترین شکست دی اور اس کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو کاٹ کر اسے کافی نقص پہنچایا لیکن شقنا کی خوش قسمتی کہ وہ کوہستانی سلسلوں کی بھول بھلیوں میں ادھر اُدھر ہوتا ا درے سے دوسرے درے، مختلف گھاٹیوں میں جن سے وہ خوب واقفیت رکھتا تھا چھ چھپا کر اپنے لشکریوں کی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گیا اور عبدالرحمٰن بن معاویہ اس خلاف اس کا خاتمہ کرنے والی کارروائی نہ کر سکا۔ کچھ دن عبدالرحمٰن بن معاویہ کوہستا سلسلے کے اندر شقنا سے الجھا رہا جب اس نے دیکھا کہ اس طرح اس سے الجھنا وقت ضا کرنے کے مترادف ہے تو وہ پھر قرطبہ واپس آ گیا اس لئے کہ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ ا کی غیر موجودگی میں کہیں قرطبہ میں بغاوت نہ اٹھ جائے اور وہاں کے حالات خراب نہ جائیں۔

قرطبہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ ایک بار پھر شقنا کو اس کے حال پر چھوڑ کر قرطبہ کی طرف واپس چلا گیا تھا۔ اس کے بعد جب عبدالرحمٰن بن معاویہ کو یہ خبریں پہنچنا شروع ہوئیں کہ شقنا نے پھر اپنی طاقت وقوت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا؟ تب ایک لشکر بدر کو دے کر شقنا کی طرف روانہ کیا لیکن بدر بے چارہ بھی اپنے حصے کے لشکر

ساتھ کوہستانی سلسلے کے اندر کئی ہفتوں تک شقنا کے ساتھ الجھا رہا کئی مواقع پر اس نے شکست دی لیکن کوہستانی سلسلے کی بھول بھلیاں ایسی تھیں کہ ان کے اندر شقنا کا کرنا انتہاء درجہ کا خطرناک تھا۔ اس لئے کہ وہ کسی بھی موقع پر کسی بھی گمنام اور خفیہ ے نکل کر حملہ آور ہونے والے لشکر کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اس لئے بدر کے ہاتھوں شقنا کی مکمل طور پر سرکوبی نہ ہو سکی تنگ آ کر بدر بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ واپس لیا۔

✡✡✡

یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے اپنا پڑاؤ ابھی تک اسی جگہ دریا کے کنارے رکھا تھا اس لئے کہ ان کے خیال کے مطابق وہ بہت معقول جگہ تھی اور دشمن چاروں طرف اچانک ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

ایک روز یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ دونوں جب لشکریوں کے ساتھ عصر کی نماز رنے کے بعد اپنے خیموں کی طرف جا رہے تھے تب ان کے چند مخبر اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے انکے قریب آ کر گھوڑوں سے جست لگاتے ہوئے اترے انہیں ہوئے یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اپنی جگہ پر رک گئے۔ مخبر نزدیک آئے تینوں سف بن بخت اور تمام بن علقمہ کے ساتھ پر جوش مصافحہ کیا اس کے بعد ان تینوں ے ایک یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! ہم ایک بری خبر لے کر آئے ہیں۔ رولینڈ اور ترویلا ہم سے انتقام لینے کے چانک مسلمانوں کی کچھ بستیوں پر حملہ آور ہوئے اور وہاں سے انہوں نے پانچ سو مسلمانوں کو گرفتار کر کے اپنا قیدی بنا لیا ہے ان میں مرد و عورتیں سب شامل ہیں۔ اب ی دیر تک رولینڈ اور ترویلا کے کچھ قاصد آپ کی طرف آئیں گے اور آپ سے مطالبہ گے کہ انہوں نے پانچ سو 500 مسلمانوں کو اپنا قیدی اور اسیر بنا لیا ہے اور اگر آپ لمانوں کو زندہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے لشکر میں جوان کی عورتیں ہیں انہیں رہا کر ئے ورنہ ان 500 مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔" یہاں تک کہنے د قاصد رکا پھر دوبارہ یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "امیر! ہم آپ کو پہلے اطلاع دینے آئے ہیں تا کہ ان کے قاصدوں کو جو جواب آپ دینا چاہتے ہیں وہ لیں۔"

یوسف بن بخت پہلے کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے

لگا۔

"تم تینوں جاؤ، کھانا کھانے اور آرام کرنے کے بعد پھر اپنے کام پر لگ جاؤ۔" پھر
نے تمام بن علقمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "ابن علقمہ! تم میرے ساتھ آؤ"
یوسف بن بخت ابن علقمہ کو لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا جب دونوں نشستوں پر
گئے تب یوسف بن بخت نے تمام بن علقمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ابن علقمہ! رولینڈ اور ترویلا کے قاصدوں سے آنے سے پہلے پہلے میں ایک م
تمہارے ساتھ طے کر لینا چاہتا ہوں، جس میں تمہارا مشورہ بھی ضروری ہے۔ قاصد
نے جو خبر دی ہے وہ واقعی بری ہے لیکن ہم نے اس کا تدارک کرنا ہے، میں نہیں چاہتا
500 مسلمان مرد عورتوں کو گرفتار کر کے وہ دونوں ہمیں دھمکی دے کر کامیاب ہو جائیں
جن عورتوں کو ہم نے گرفتار کر لیا ہے ان کو رہا کر دیں، اس موقع پر میرے ذہن میں جو
عمل ہے، اسے بھی غور سے سنو۔ ابھی تھوڑی دیر تک جب رولینڈ اور ترویلا کے قاصد آ
گے جب وہ ہمارے سامنے یہ معاملہ پیش کریں گے کہ اگر ہم نے ان کی عورتوں کو نہ چ
تو وہ 500 مسلمانوں کو قتل کر دیں گے تو میں چاہتا ہوں ہم ان سے اچھا خوشگوار رویہ ر
اور ان سے یہی کہیں کہ اس معاملے میں ہمیں آج کی رات اور کل کا دن سوچنے کا موقع
جائے تو اس کے بعد ہم انہیں کوئی جواب دیں گے۔ ظاہر ہے وہ اپنی عورتوں کو تو حاصل
چاہتے ہیں۔ جو مسلمان انہوں نے قیدی بنائے ہیں انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے آ
رات اور دن کی مہلت میں نے اس لیے لی ہے کہ وہ قاصد ہم سے چلے جائیں گے
رات آئے گی تب رات کے وقت ہم حرکت میں آئیں گے، ہمارے سامنے شمال کی طر
جو ترویلا کا علاقہ ہے وہاں ہم مختلف بستیوں پر حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ اپنے لئے ضرو
سامان حاصل کریں گے بلکہ لگ بھگ دو ہزار 2000 سے لے کر تین ہزار 3000 نصرانی
کو اپنا قیدی بنائیں گے یہ ساری کارروائی ہمیں صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے کر
ہے۔ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوگا، آدھا حصہ پڑاؤ کی حفاظت پر رہے گا اور آدھا حصہ بڑ
رازداری کے ساتھ کارروائی کی تکمیل کرے گا۔ صبح تک جب ہم 2000 سے 3000
نصرانیوں کو اسیر کر کے قیدی بنا کر ہم یہاں لے آئیں گے تو ہم قاصد رولینڈ اور ترویلا
طرف بھجوائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ تمہاری فلاں فلاں بستیوں کے دو سے تین ہزا
قیدی ہمارے پاس ہیں اگر تم لوگوں نے ہمارے 500 مسلمان اسیروں کو رہا نہ کیا تو ہم ان
3000 نصرانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ پھر دیکھنا یہ رولینڈ اور ترویلا دونوں کیسے

کر نہ صرف ہمارے 500 اسیر مسلمانوں کو رہا کریں گے بلکہ اپنی عورتوں کی رہائی کے
سوچنا بھی بھول جائیں گے۔"

سف بن بخت جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تمام بن
کہنے لگا۔ "ابن بخت، میرے بھائی! میں آپ کی تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں،
خداوند نے چاہا تو ہم اپنی کارروائی کی تکمیل کریں گے اور پھر رولینڈ اور ترویلا کو
گے کہ وہ ہمیں کیسے اس طرح کی دھمکی دے سکتے ہیں۔"

ام بن علقمہ کا جواب سن کر یوسف بن بخت بھی خوش اور مطمئن ہو گیا تھا پھر دونوں
ے میں بیٹھ کر رولینڈ اور ترویلا کے قاصدوں کا انتظار کرنے لگے تھے۔

۞۞۞

چھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یوسف بن بخت کے کچھ مسلح جوان رولینڈ اور ترویلا کے
دوں کو لے کر خیمے کے سامنے نمودار ہوئے، یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ دونوں
نی جگہ سے اٹھ کر آنے والے ان دونوں قاصدوں کا استقبال کیا، پرجوش انداز میں
ے مصافحہ کیا اور اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لیے کہا۔ جو مسلح جوان انہیں اپنے ساتھ لے
ے تھے یوسف بن بخت کے اشارے پر وہ بھی وہاں بیٹھ گئے تھے اس کے علاوہ
بن بخت نے اس موقع پر اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کو بھی اس خیمے میں بلا لیا تھا
ب وہاں بیٹھ گئے تب ان دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے یوسف بن بخت کہنے لگا۔
رولینڈ اور ترویلا کے محترم سفیرو، کہو تم ہمارے لئے ان دونوں کی طرف سے کیا پیغام
آئے ہو؟"

سف بن بخت کے انداز مخاطب کے بعد دونوں قاصدوں نے ایک دوسرے کی
عجیب سے انداز میں دیکھا تھا پھر ان میں سے ایک یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے
کہنے لگا۔ "اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ یوسف بن بخت ہیں، یہ جو آپ کے ساتھ
ے ہیں یہ تمام بن علقمہ ہیں۔"

اب میں یوسف بن بخت مسکرایا، کہنے لگا۔ "تمہارا اندازہ درست ہے، اب کہو کیا کہنا
ہو؟"

د نے کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ "مسلمانوں کے سالار یہ تو آپ جان چکے ہیں
ہ آپ کی طرف رولینڈ اور ترویلا نے بھجوایا ہے، ان کے پاس 500 مسلمان قیدی
ان کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے کہ گذشتہ

جنگ کے دوران پڑاؤ سے جو آپ لوگوں نے ہماری عوتیں گرفتار کی تھیں، انہیں اسیر
آپ نے پڑاؤ میں رکھا ہوا ہے، انہیں رہا کر دیا جائے اور اس کے بدلے میں جو
مسلمان قیدی رولینڈ اور ترویلا کے پاس ہیں وہ باعزت طور پر رہا کر دیے جائیں۔
یہاں تک کہنے کے بعد قاصد رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ یوسف بن بخت کی طرف
ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''مسلمانوں کے عظیم سالار! رولینڈ اور ترویلا نے ہمیں یہ پیغام بھی
کر آپ کی طرف روانہ کیا ہے کہ اگر آپ نے اسیر ہونے والی ہماری عورتوں کو رہا
وہ ان 500 مسلمان اسیروں کو قتل کر دیں گے، جو اس وقت ہمارے لشکر میں قید
حیثیت سے دن گزار رہے ہیں۔''

قاصد جب خاموش ہوا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت
اسے مخاطب کیا۔ ''ہمارے ساتھ تم لوگوں کی گزشتہ جنگ میں ہمارا کوئی بھی آدمی تمہا
ہاتھوں گرفتار نہیں ہوا، لہٰذا وہ 500 قیدی تمہارے پاس کہاں سے آ گئے۔''

یوسف بن بخت کے اس استفسار پر اس قاصد نے ہلکی سی طنز آمیز مسکراہٹ
یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''مسلمانوں کے امیر! گزشتہ دنوں رولی
ترویلا مسلمانوں کے کچھ علاقوں پر حملہ آور ہوئے اور اپنی عورتوں کو رہا کرانے کے
انہوں نے 500 مسلمانوں کو اسیر بنا لیا ہے۔ اب یہ ان کی آپ کے لئے دھمکی ہے
ہماری عورتوں کو رہا نہ کیا تو ان 500 مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔''

قاصد کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت تھوڑی دیر تک خاموش رہا، گردن اس کی جھک
وہ قاصدوں کو شاید یہی تاثر دینا چاہتا تھا کہ وہ کچھ سوچ بچار سے کام لے رہا ہے۔ آ
نے ان دونوں قاصدوں کی طرف باری باری دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''میرے عزیزو! تم
رولینڈ اور ترویلا کے پاس جاؤ اور ان دونوں کو میرا پیغام دو کہ ہمیں آج کی رات ا
کے دن کا کچھ حصہ دو۔ اس مہلت کے دوران ہم انہیں اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کر
گے۔ انہیں میری طرف سے یہ بھی کہنا کہ کل شام سے پہلے پہلے ہماری طرف سے ک
کوئی فیصلہ ان کے پاس پہنچ جائے گا۔ میرے خیال میں تمہاری تسلی اور تشفی کے لیے
طرف سے اتنا جواب ہی کافی ہے۔''

اس پر دونوں قاصدوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں ایک دوسرے کی طرف اشا
پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پہلے جو یوسف بن بخت سے گفتگو کر رہا تھا وہ کہنے لگا۔
''امیر! آپ نے جو فیصلہ کیا ہے درست ہے، آپ کا یہی پیغام جا کر ہم رولین

لا کو کہہ دیتے ہیں۔''

ان کے ساتھ ہی ان دونوں نے باری باری یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ، وہاں بیٹھے
دوسرے سالاروں اور مسلح جوانوں سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد جو مسلح جوان انہیں
آئے تھے وہی انہیں خیمے سے باہر لے گئے تھے۔

✡✡✡

سف بن بخت کے پڑاؤ میں جو دشمن کی قیدی عورتیں تھیں ان میں سے ایک فرانسیسی
ماگتی ہوئی پڑاؤ میں دوسری اسیر لڑکیوں کے جلو میں بیٹھی بیازین کی طرف آئی، وہ
کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی شاید وہ رولینڈ کی بہن بیازین کی قریبی ساتھیوں میں سے
۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک اچھی خاصی سفید کپڑے کی تھیلی پکڑ رکھی تھی، یہ
ں نے لا کر بیازین کے سامنے رکھی پھر اس کا منہ کھولا، بیازین نے دیکھا اس تھیلی
ر بالکل تازہ خوشبو چھوڑتا پنیر تھا، اس موقع پر بیازین نے سوالیہ سے انداز میں اس
طرف دیکھا اور وہ جواب میں کہنے لگی۔

یازین، میری بہن! جانتی ہو کچھ مسلمان عورتیں میری واقف کار ہو چکی ہیں۔ وہ مجھ
مہربان ہیں، ابھی میں ان کے پاس سے آئی ہوں اور یہ پنیر انہوں نے کھانے کے
دیا ہے، میں اپنے حصے کا پنیر کھا چکی ہوں بہترین اور عمدہ قسم کا پنیر ہے، پہلے آپ
ئیں اس کے بعد میں آپ کو اچھی خبر بھی سناتی ہوں۔''

ب میں بیازین مسکرائی پھر اس نے تھیلی نما کپڑے میں جو تازہ پنیر لے کر آئی تھی وہ
نے بند کر دیا پھر آنے والی اس لڑکی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''نہیں، یوں نہیں ہوگا
رکھو جسے تم اچھی خبر کہہ رہی ہو، وہ خبر سننے کے بعد پھر ہم سب یہ پنیر کھائیں گی۔''

ب میں وہ لڑکی بڑے رازدارانہ انداز میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی
معاملہ کچھ یوں ہے کہ جن عورتوں کے پاس سے میں یہ پنیر لے کر آئی ہوں انہوں
ں انکشاف کیا ہے کہ تمہارے بھائی رولینڈ اور اشتوراس کے حاکم ترویلا کی طرف
قاصد جن کی تعداد مجھے دو بتائی گئی ہے، وہ مسلمانوں کے سالار یوسف بن بخت
تھوڑی دیر پہلے آئے تھے۔ تمہارے بھائی رولینڈ اور ترویلا نے مسلمانوں کے
حملہ آور ہو کر 500 مسلمان عورتوں اور مردوں کو اپنا قیدی اور اسیر بنا لیا ہے اور جو
انہوں نے مسلمانوں کے سالار یوسف بن بخت کی طرف بھجوائے تھے، انہوں نے
ف بن بخت کو دھمکی دی ہے کہ رولینڈ اور ترویلا کے پاس 500 مسلمان قیدی ہیں

اور اگر یوسف بن بخت نے ہماری عورتوں کو یعنی ہمیں رہا نہ کیا تو وہ 500 اسیر مسلمان
موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ دونوں قاصد یوسف بن
سے مل کر واپس جا چکے ہیں، یوسف بن بخت نے ان سے آنے والی رات اور اگلے د
مہلت مانگی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس مہلت کے بعد وہ رولینڈ اور ترویلا کو کوئی جواب
گے۔ اس صورت حال سے مجھے امید بندھ گئی ہے کہ ہماری رہائی کا کوئی نہ کوئی سامان
ہو جائے گا۔"

وہ فرانسیسی لڑکی جب اپنی بات ختم کر کے خاموش ہو گئی تب حسین و خوبصورت
پر جمال بیازین کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں مسکراتی رہی، اس کی ہلکی ہلکی، دھیمی
مسکراہٹ نے اسے زیادہ خوبصورت پر کشش اور جاذب نگاہ بنا کر رکھ دیا تھا پھر وہ
اسیر لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اگر میرے بھائی اور اشتواس کے حاکم ترویلا دونوں نے مل کر 500 مسلمان
اسیر اور قیدی بنا لیا ہے اور ان کی رہائی کے بدلے میں انہوں نے ہماری رہائی کا مط
ہے تو پھر میں یہ خیال کرتی ہوں کہ مسلمانوں کا امیر یوسف بن بخت تو کیا اس کا با
ہمیں رہا کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے آنے والی شب اس پڑا
ہماری آخری رات ہو گی اور اگلے دن کی رات ہم اپنے پڑاؤ میں گزاریں گی۔"

بیازین کے ان الفاظ پر ساری لڑکیوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر بیازین۔
بڑی تھیلی کا منہ کھول دیا۔ اس کے بعد بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیازین ان
لڑکیوں کے ساتھ تازہ اور میٹھا پنیر کھا رہی تھی۔

۞۞۞

رات بنجر پن کے اداس خوابوں میں بہار رتوں اور پھولوں کے خواب نگر کی طرح
جا رہی تھی۔ نظر کے ہر کشکول زیست کے ہر بیدار لمحے پر مسلسل لٹکتی تلوار کی طرح رات
مجبوریاں بھرے اندھیروں کی چادریں پھیلا کر رکھ دی تھیں چاروں طرف نہ کسی را
اندھی چاپ تھی نہ کہیں بچوں کی چہکاریں تھیں، ہر سو کوہستانوں کی ایستادہ چٹانوں او
بر آب جیسی خاموشی، لمحوں کی سیاہی اور صدیوں کے آئینوں میں چھپے رازوں جیسا
اور خواہشوں کی تپش دلوں میں جھلستے خیالات و احساسات جیسی چپ طاری تھی۔

ایسے میں یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اپنے لشکر کے آدھے حصے کو لے کر
روز شب میں سوالات کی یورش اور ہواؤں کے اندر موت کے اڑتے کرب کی طرح

تی کی طرف بڑھے تھے جبکہ اپنے لشکر کا دوسرا آدھا حصہ انہوں نے پڑاؤ کی نگرانی
ا تھا اور اس لشکر پر اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کو نگران اور کماندار مقرر کر دیا تھا۔
ت کی گہری تاریکی میں یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ دشمن کے علاقے میں
کارگاہ ہست میں اچانک اٹھتے غموں کے بھنور اور زبان گرفتہ کر دینے والے ہولناک
گرداوز کی طرح داخل ہوئے تھے پھر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ دشمن کے علاقے
بستی سے دوسری بستی اور دوسری بستی سے تیسری بستی پر دھواں دھواں رات کے
عزم و ہمت کے پیکر زندگی کی خوشبوؤں سے الجھ کر موت کے مناظر کھڑے کرتی
بھری صدیوں اور تمدن کی روح تک کو ریزہ ریزہ کر دینے والے زخم خوردہ تصورات
ح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ے تیز اور جان لیوا حملوں کے بعد یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے وقت کی
ں نفرتوں کے زنگ بربادی کی اداسیاں تباہی کی دیوداسیاں اور مل کر نوحہ کرتی ہواؤں
ں شاؤں میں دور تک پھیلتی ستیاناسیاں کھڑی کر دی تھیں۔ کچھ دیر تک اپنے لشکر
ھ دشمن کے علاقے کے اندر لوگوں کو گرفتار کرتے رہے کسی کو انہوں نے قتل نہیں کیا
ہو کر ان کے سامنے آیا وہ بچ نہ سکا دشمن کے علاقے سے کھانے پینے کی اشیاء کے
ہر ضرورت کا بہت سا سامان بھی انہوں نے حاصل کیا اور لگ بھگ تین ہزار افراد
یدی اور اسیر بنا کر وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اپنے پڑاؤ میں پہنچ گئے تھے۔

۞۞۞

ری طرف اگلے روز رولینڈ اور ترویلا جس وقت صبح کا کھانا کھانے کے بعد اپنے
ا گھوم پھر کر اپنے لشکریوں اور خوراک کا جائزہ لے رہے تھے تب کچھ لوگ شور اور
رتے ہوئے ان کے پڑاؤ میں داخل ہوئے ان لوگوں کو دیکھ کر رولینڈ اور ترویلا
اور فکر مند ہو گئے تھے، تیزی سے وہ ان لوگوں کی طرف مڑے جب وہ ان کے
گئے تو وہ لوگ جو پڑاؤ میں داخل ہوئے تھے ان میں مرد، عورتیں اور بچے بھی تھے وہ
پیٹے، نوحہ کرتے رولینڈ اور ترویلا کو یہ بتا رہے تھے کہ کس طرح گذشتہ شب
ں کا ایک لشکر ان کے علاقے میں داخل ہوا، دور دور تک انہوں نے تباہی اور
کا کھیل کھیلا ہر قصبہ و ہر بستی کو انہوں نے لوٹا اور لگ بھگ تین ہزار افراد کو قیدی بنا کر
اؤ میں لے گئے۔

لینڈ اور ترویلا ان لوگوں سے بڑی نرمی اور ڈھارس کے ساتھ پیش آئے، انہیں

مطمئن کر کے واپس بھیج دیا پھر دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے اور ترویلا نے رولینڈ کو مخاطب کر
"رولینڈ! تمہیں یاد ہوگا میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آو
کر ہمیں کسی مسلمان کو اپنا قیدی اور اسیر نہیں بنانا چاہیے، لیکن تم نے میری بات نہیں مانی
لئے کہ میں تمہاری نسبت مسلمانوں کی شجاعت اور ان کی سرشت سے زیادہ واقفیت
ہوں۔ اس کے بعد جب تم نے 500 مسلمانوں کو قیدی بنا کر اپنے قاصد مسلمانو
سالار کی طرف بجھوائے اور انہیں دھمکی دی کہ اگر ہماری عورتوں کو رہا نہ کیا گیا تو ہم
مسلمانوں کو قتل کر دیں گے، اس موقع پر بھی میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ قاصدوں کے ذ
یہ دھمکی مسلمانوں کے سالار کو نہ دینا لیکن پھر بھی تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب د
مرحلوں پر میری بات نہ ماننے کے جو نتائج نکلے ہیں وہ تمہارے سامنے آئے، ہمارے
مسلمانوں کے صرف 500 قیدی ہیں اب مسلمانوں کے پاس ہماری ان گنت عورتوں
علاوہ تین ہزار 3000 مزید قیدی ہیں۔ ان کا کیا کرو گے؟"

شرمندگی، ندامت اور ناکامی کے انداز میں رولینڈ کی گردن جھک گئی تھی پھر اچانک
چونکا اور ترویلا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے خیال میں ہمیں بھی اسی جیسا ردعمل کرنا چاہیے، آنے والی شب کو ا
مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گے، مسلمانوں نے اگر ہمارے 3000 افراد کو
بنایا ہے تو ہم ان کے چار سے پانچ ہزار افراد کو قیدی بنالیں گے پھر انہیں دھمکی دیں
ہماری عورتوں کو چھوڑ دیں۔"

رولینڈ جب خاموش ہوا تب ترویلا کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر
لگا۔ "رولینڈ! تمہارا ابھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کا تجربہ نہیں ہے، یہ جو ہم نے ا
مسلمانوں کے علاقے پر حملہ آور ہو کر 500 قیدی بنائے ہیں، یاد رکھنا اس کے بعد مس
چوکنا ہو گئے ہوں گے، مسلمانوں کے سالاروں نے اپنے علاقوں کے اندر اپنے مخبر بھی
دیے ہوں گے اور وہ ایک ایک لمحہ کی خبر ان کو پہنچاتے رہیں گے۔ اگر ہم نے مسلما
کے علاقے پر پھر کوئی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا، مسلمانوں کے سالار اپنا
لے کر ہم پہ چڑھ دوڑیں گے۔ جو لشکر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوگا، اس کا تو ت
کریں ہی گے اور ان کا تعاقب کرتے ہوئے ہمارے پڑاؤ تک پہنچیں گے اور پڑاؤ
آنے کے بعد کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آگے جو تمہاری مرضی ہے کرو۔"

کچھ دیر رولینڈ خاموش رہا پھر انتہائی بے بسی سے ترویلا کی طرف دیکھتے ہوئے

"پھر آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟"

ترویلا نے لمحہ بھر کے لیے بڑے غور سے رولینڈ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "جہاں
ی اسیر ہونے والی ہماری عورتوں کا تعلق ہے وہ تو ہمیں نہیں ملیں گی، اس لئے کہ......"

ترویلا کی بات رولینڈ نے کاٹ دی اور کہنے لگا۔ "ترویلا، یہ کیسے ہوسکتا ہے میں ہر
ورت میں ان عورتوں کو رہا کرانا چاہتا ہوں، اس لئے کہ ان میں میری بہن بیازین بھی
ال ہے۔"

ترویلا نے طنز جیسے انداز میں رولینڈ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ "جانتا ہوں اسیر
نے والی عورتوں میں تمہاری بہن بیازین بھی شامل ہے لیکن یہ بھی سوچو کہ اسیر ہونے
لی عورتوں میں صرف ایک بیازین نہیں بلکہ ان گنت بیازین ہیں اور وہ بھی کسی کی بہن،
ی کی بیٹیاں ہیں لہٰذا ہمیں صرف ایک بہن کے لیے فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔" یہاں تک
نے کے بعد ترویلا رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ "رولینڈ! اب
املہ یوں ہے کہ......"

ترویلا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں رولینڈ بول پڑا۔ "ترویلا! تم یہ کہو گے کہ ہمیں
50 مسلمانوں کو رہا کر دینا چاہیے۔"

ترویلا اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگا۔ "یقیناً ہمیں ان 500 مسلمان قیدیوں کو
ا کر دینا چاہیے، بلکہ صرف رہا نہیں کرنا چاہیے انہیں باعزت کچھ انعام و اکرام دے کر
صت کر دینا چاہیے اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو رولینڈ، یاد رکھنا ہم اپنی عورتوں سے تو محروم
و چکے ہیں وہ ہمیں ملنے کی نہیں اب جو مسلمانوں نے ہمارے 3000 افراد کو قیدی بنایا
م کیا سمجھتے ہو وہ زندہ رہ سکیں گے پھر ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنا اس سے پہلے
لمان دو بار ہمیں شکست دے چکے ہیں۔ دوسری بار شکست اٹھانے کے بعد میں نے
ادہ کیا تھا کہ میں اپنے علاقوں کی طرف واپس چلا جاؤں گا لیکن تمہارا یہ اصرار تھا کہ ایک
ر مسلمانوں سے ٹکرا کر قسمت آزمائی کی جائے۔ ہوسکتا ہے ہم انہیں شکست دے
یں۔ اب جبکہ تمہیں تمہارے چچا کی طرف سے ایک اور لشکر بھی پہنچ گیا ہے بے شک
اری طاقت وقوت میں اضافہ ہو گیا ہے لیکن ہمیں مسلمانوں کے خلاف سوچ سمجھ کر جنگ
ی طرح ڈالنی ہوگی۔ بہرحال میری طرف سے یہ آخری فیصلہ ہے کہ 500 مسلمانوں کو رہا
ر دینا چاہیے، ورنہ ہمارے لئے ان علاقوں میں مصیبتیں اٹھ کھڑی ہوں گی 500 کے
دلے میں جب مسلمان 3000 عیسائیوں کو قتل کریں گے تو رولینڈ یاد رکھنا ان علاقوں کے

اندر ہمیں صرف مسلمانوں ہی کا مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا، ان علاقوں کے رہنے والے
عیسائی بھی ہمارے دشمن ہو جائیں گے کیونکہ وہ خیال کریں گے کہ صرف ہماری ہٹ
کی وجہ سے ان کے 3000 افراد مارے گئے۔ میرے خیال میں مسلمانوں کے ساتھ ا
لوگ بھی ہم پر چڑھ دوڑیں گے میں سمجھتا ہوں اگر ایسا ہوا تو ان علاقوں میں ہمیں
بچاؤ، اپنے تحفظ کے لیے پناہ نہیں ملے گی۔"

ترویلا یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایک مسلح جوان بڑی تیزی سے ان کے قریب آیا ا
دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔"مسلمانوں کا ایک قاصد ہمارے پڑاؤ میں داخل ہو
اور وہ صرف آپ دونوں سے ملنا چاہتا ہے۔"

ترویلا نے اس جوان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔"اسے ہما
پاس لے کر آؤ۔"

یہ جواب سن کر وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا اور اس کے جانے کے بعد ترویلا
رولینڈ کو مخاطب کیا۔"اب مسلمانوں کے سالاروں کو جواب دینے کے لیے تیار ہو
جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ قاصد یہی پیغام لے کر آیا ہو گا کہ 500 مسلمانوں کو رہا
جائے ورنہ مسلمانوں کا سالار 3000 عیسائیوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دے گا۔"

ترویلا کے ان الفاظ کا جواب رولینڈ دینا ہی چاہتا تھا پر خاموش رہا اس لئے کہ
دوران جو مسلح جوان وہاں سے ہٹ کر گیا تھا وہ مسلمان قاصد کو ان کے پاس لے کر آیا
تکبر اور گھمنڈ کا اظہار کرتے ہوئے رولینڈ اور ترویلا دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر
قاصد کا استقبال کیا، نہ مصافحہ کیا۔ قاصد بھی بڑا دانشمند تھا ان کے پاس بیٹھا نہیں، کھڑ
رہا پھر اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے قاصد ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا
"آپ دونوں کا جو مسلح جوان مجھے یہاں لے کر آیا شاید وہ آپ دونوں کو بتا چکا ہو گا
میں......"

قاصد کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اسے مخاطب کر کے اس کی بات مکمل کرتے ہو
ترویلا بول اٹھا تھا۔"کہ میں مسلمانوں کے سالار یوسف بن بخت کا قاصد ہوں یہی
چاہتے ہو نا تم۔"

آنے والا وہ قاصد خوب لمبے قد اور کڑیل جسم کا مالک تھا۔ ترویلا جب خاموش ہوا
گھورنے کے انداز میں اس قاصد نے اس کی طرف دیکھا پھر پہلے کی نسبت زیادہ بھا
آواز میں کہنے لگا۔"تمہارا کہنا ٹھیک ہے، میں مسلمانوں کے سالار اعلیٰ یوسف بن بخ

ن نے بھیجا گیا ہوں اور تم دونوں کے نام پیغام یہ ہے۔
ہم دونوں نے ہمارے امیر کو دھمکی دی تھی کہ تمہاری وہ عورتیں جو ہمارے پڑاؤ میں
ہیں اگر رہا نہ کی گئیں تو تم ہمارے 500 مسلمان قیدیوں کو قتل کر دو گے جنہیں تم نے
سلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اسیر بنایا ہے۔ میں اب تم پر یہ انکشاف کروں کہ اب
صورت حال تبدیل ہو چکی ہے جس طرح تم لوگوں نے رات کی تاریکی میں مسلمانوں کے
علاقوں پر حملہ آور ہو کر 500 مسلمانوں کو اپنا اسیر بنایا ہے اسی طرح ہمارا امیر یوسف بن
بخت اور نائب سالار تمام بن علقمہ بھی تم لوگوں کے علاقوں پر گزشتہ شب حملہ آور ہوئے اور
تمہارے تین ہزار افراد کو قیدی بنا لیا گیا ہے۔ اب جو پیغام میں لے کر آیا ہوں یہ ہے کہ تم
دونوں کے نام یوسف بن بخت یہ پیغام بھیجا ہے کہ جو 500 مسلمان تمہاری قید میں ہیں
انہیں رہا کر دو، نہیں کرو گے تو دو طرح کا نقصان اٹھاؤ گے۔ اول یہ کہ تمہاری وہ عورتیں جو
ہماری قید میں ہیں وہ تو رہا ہونے سے رہیں، وہ ہمارے پاس ہی رہیں گی۔ دوم یہ کہ اگر تم
لوگوں نے 500 مسلمان قیدیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو پھر وہ تین ہزار نصرانی
جو اس وقت ہمارے پڑاؤ میں ہیں وہ ناحق اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ جو
صورتحال درپیش ہے وہ میں نے تمہارے سامنے بیان کر دی ہے اب معاملہ تمہارے
ہاتھ میں ہے چاہو تو متکبرانہ کردار ادا کرتے ہوئے 500 مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دو اور اس
کے بدلے میں اپنے 3000 اشخاص کی جانیں تلف کر بیٹھو چاہو تو اسیر مسلمانوں کو رہا کر دو۔"

اس موقع پر ترویلا اور رولینڈ نے ایک دوسرے کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کوئی
فیصلہ کیا۔ رولینڈ، یوسف بن بخت کے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔"اس وقت
جب ہم نے اپنا قاصد تمہارے امیر یوسف بن بخت کی طرف روانہ کیا تھا تو اس نے جواب
دینے کے لئے ایک رات اور ایک دن کی مہلت مانگی تھی۔ اب ہم بھی ایک رات اور ایک
دن کی مہلت مانگتے ہیں۔ جو پیش کش تم لے کر آئے ہو اس کا جواب ہم کل شام سے پہلے
پہلے دیں گے۔"

اس پر وہ قاصد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔"جو کچھ میں کہنے آیا تھا وہ کہہ چکا،
میرا کام ختم ہوا جو پیغام تم دونوں نے دیا ہے وہ جا کر اپنے امیر یوسف بن بخت سے
کہہ دوں گا اگر اس نے پھر کسی اور ردعمل کا اظہار کیا تو وہ بھی تم تک پہنچا دیا جائے گا۔" اس
کے ساتھ ہی یوسف بن بخت کا وہ قاصد وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

✡✡✡

یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ کے پڑاؤ میں رولینڈ کی بہن بیازین اپنی چند لڑکیوں کے ساتھ جو شاید اس کے بہت زیادہ قریب تھیں، خیمے میں بیٹھی کسی موضوع پر کر رہی تھیں تو ایک لڑکی جو شکل وصورت میں فرانسیسی لگتی تھی انتہائی افسردہ اور اداس سی خیمے میں داخل ہوئی۔ اس کے خیمے میں داخل ہونے پر بیازین جو دوسری لڑکیوں ساتھ گفتگو کر رہی تھی چونکی تھی، گفتگو اس نے بند کر دی تھی۔ بیازین کچھ دیر تک خیمے داخل ہونے والی لڑکی کو بڑے غور سے دیکھتی رہی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم ہمارے لئے کوئی بری خبر لے کر آئی ہو۔"

وہ لڑکی آگے بڑھ کر بیازین کے قریب بیٹھ گئی پھر اداس اور افسردہ سے لہجے میں لگی۔ "بیازین تمہارا اندازہ درست ہے، میں واقعی بری خبر لے کر آئی ہوں ہماری لڑکیاں مسلمان عورتوں سے مل کر آئی ہیں، وہاں انہیں یہ خبر ملی ہے کہ گزشتہ شب مسلمانوں کا سالار یوسف بن بخت ہمارے کچھ علاقوں پر حملہ آور ہوا اور اس نے 3000 نصرانیوں کو اپنا قیدی بنالیا ہے، ساتھ ہی اس نے اپنا قاصد تمہارے بھائی رولینڈ اور اشتوا راس حاکم ترویلا کی طرف روانہ کیا ہے، اس نے دھمکی دی ہے کہ انہوں نے گزشتہ سے شب جو مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر 500 قیدی بنائے تھے اگر انہیں رہا نہ کیا اور انہیں نقصان پہنچایا گیا تو یوسف بن بخت 3000 نصرانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔" اتنا کہنے کے بعد وہ لڑکی خاموش ہوئی اس کے بعد انتہائی دکھ بھرے انداز میں دوبارہ کہہ رہی تھی۔ "ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں خدشہ اور خوف محسوس کر رہی ہوں اب ہماری رہائی عمل میں نہیں آئے گی۔ رولینڈ اور ترویلا 500 مسلمان قیدیوں کو قتل کی دھمکی دے کر ہماری رہائی کا سامان کرنا چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کے سالار نے 500 کے بجائے 3000 نصرانیوں کو جو قیدی بنالیا ہے اس بنا پر رولینڈ اور ترویلا 500 مسلمانوں کو رہا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور اگر نہیں کریں گے تو تین ہزار 3000 نصرانیوں کے سر قلم کر دیے جائیں گے اور ان دونوں صورتوں میں یعنی وہ 500 قیدی رہا کیے جائیں یا نہ جائیں ہماری رہائی عمل میں نہیں آئے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ لڑکی خاموش ہو گئی۔ یہ ساری گفتگو سن کر بیازین بھی انتہائی افسردہ اور ملول ہو کر رہ گئی تھی تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر چپ چاپ بیٹھی رہی پھر وہاں موجود ساری لڑکیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "لگتا ہے ہمارے حالات ہمارے خلاف کروٹ لے رہے ہیں، میرے بھائی رولینڈ اور ترویلا دونوں نے بہت بڑی غلطی کی؟

انہیں 500 قیدیوں کو اسیر بنا کر ہماری رہائی کی دھمکی نہیں دینی چاہیے تھی، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ جو کارروائی وہ مسلمانوں کے خلاف کر رہے ہیں ایسی ہی کارروائی مسلمان ان کے خلاف بھی کر سکتے ہیں اور مسلمانوں نے ایسی کارروائی کر دکھائی، میں سمجھتی ہوں اب یہاں سے ہماری جان چھوٹنی مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بیازین خاموش ہو گئی تھی اور خیمے میں اداس اور افسردہ خاموشی طاری ہو گئی تھی۔

✿✿✿

یوسف بن بخت کے قاصد کے جانے کے بعد رولینڈ اور ترویلا تھوڑی دیر تک گم صم چپ بیٹھے رہے کچھ سوچتے رہے پھر رولینڈ نے ترویلا کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔ ''ترو میں نے ایک دن اور ایک رات کی مہلت مسلمانوں سے اسے لئے مانگی ہے کہ جو کاررو مسلمانوں نے ہمارے خلاف کرتے ہوئے 3000 افراد کو قیدی بنایا ہے آنے والی شب ایسا معاملہ ہم مسلمان علاقوں میں دہرائیں گے اور ہم 3000 کی بجائے 5000 مسلمانو قیدی بنا کر پھر یوسف بن بخت کو اپنی عورتوں کی رہائی کی دھمکی دیں گے۔''

رولینڈ جب خاموش ہوا تب ترویلا ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''رولی جو کام تم کرنا چاہتے ہو اس سے متعلق عملی قدم اٹھانا تو بہت دور کی بات ہے اس کے متعا سوچنا بھی مت، جس وقت اس بات کی طرف اشارہ تم نے مجھے سرگوشی کے انداز میں کیا اس وقت میں جواب دینا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اگر میں جواب دیتا تو سارے معا۔ کی بھنک قاصد کو پڑ جاتی وہ جا کر اپنے سالار سے کہتا اور حالات یکسر ہی تبدیل ہو جاتے رولینڈ! آنے والی شب کو اگر ہم پانچ ہزار 5000 مسلمانوں کو قیدی بنا لیتے ہیں تو اس۔ ساتھ کیا ضمانت ہوگی کہ اگلی شب کو مسلمان ہمارے علاقوں میں حملہ آور ہو کر 5000 بجائے دس ہزار 10000 نصرانیوں کو اپنا قیدی نہیں بنا لیں گے۔ اس طرح ایک دوسر۔ کے علاقے پر حملہ آور ہو کر قیدیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا یہ سلسلہ کب تک جار رہے گا۔''

ترویلا کی اس گفتگو نے رولینڈ کو پریشان اور فکرمند کر دیا تھا۔ وہ کوئی جواب نہ دے سکا اور گردن اس کی جھک گئی تھی، کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد اس نے ترویلا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''ترویلا! جو کچھ تم نے کہا ہے اپنی جگہ درست ہے اب تم ہی بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

ترویلا نے کچھ سوچا، دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔ ''دراصل ہم نے اس معاملے میں پہلا قدم ہی غلط اٹھایا تھا، ہمیں مسلمانوں کے سالار کو 500 قیدی مسلمانوں کی دھمکی دی

چاہیے تھی بلکہ جنگ کے بعد جب ہمیں شکست ہوئی اور ہماری عورتوں کو اسیر بنا لیا تب ہمیں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ مسلمانوں کے سالار سے التماس کرنی تھی کہ وہ ہماری عورتوں کو رہا کر دے، آئندہ ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے اور لشکر لے کر واپس چلے جائیں گے۔ اگر ہم ایسا کرتے تو یقیناً ہماری عورتیں رہا ہو جاتیں۔''

ترویلا جب خاموش ہوا تب غصے کا اظہار کرتے ہوئے رولینڈ کہنے لگا۔ ''ترویلا! تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو، کیا ہم مسلمانوں کے سامنے اعلانیہ اپنی شکست کا اعتراف کرتے، ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض اور گذارش کرتے کہ ہماری عورتوں کو رہا کر دیں۔''

ترویلا کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔ ''رولینڈ! حالات کو سمجھو، مسلمان فاتح تھے اور ہم مفتوح۔ وہ کامران رہے تھے، شکست ہمارا مقدر بنی تھی لہٰذا شکست اٹھاتا ہے منت، سماجت، عرض اور التماس اسے ہی کرنا پڑتی ہے۔''

رولینڈ ترویلا کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ان کا ایک لشکری بھاگتا ہوا ان کے پاس آیا اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''ابھی ابھی ہمارے کچھ مخبر پڑاؤ میں آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ مسلمانوں کا لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمارا رخ کر رہا ہے۔''

یہ خبر سن کر ترویلا نے عجیب سے دکھ بھرے اور خوف آمیز انداز میں رولینڈ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''رولینڈ! تم کچھ اور ہی منصوبہ بنا رہے تھے اور مسلمانوں کا سالار ہمارے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے ہماری طرف پیش قدمی کر رہا ہے، میرے خیال میں جو قاصد ہمارے پاس سے اٹھ کر گیا ہے اس نے ہمارا جواب اسے سنا دیا ہوگا اور اس جواب کے ردعمل کے طور پر وہ ہم سے ٹکرانے، ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے ہماری طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔''

اس پر رولینڈ کی چھاتی تن گئی، گردن اس کی بالکل لوہے کی طرح سیدھی ہو گئی پھر گھمنڈ اور فخر میں ترویلا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''ترویلا! کوئی بات نہیں، اب ہمارا لشکر پہلے جیسا نہیں، ہمیں خاصی بڑی کمک مل چکی ہے اس بار ہم مسلمانوں کے سامنے کٹھن اور دور منزل ثابت ہوں گے۔ ذرا انہیں ہم سے ٹکرانے دو دیکھنا اس بار ہم ان کی ہوس کی جگہ ان میں جسم و جان کا درد اور موت کا دوامی عذاب بھر کر رکھ دیں گے۔ ترویلا! اس بار مسلمانوں کے سارے حربے ناکام ہوں گے ان کے ترکش کے سارے تیر توڑ کر ہم ان کے دلوں میں ان کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا کر شکست ان کا مقدر بنائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رولینڈ اٹھا پھر ترویلا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''آؤ، ان کی آ
پہلے پہلے لشکر کو استوار کر لیں اس بار میں کہتا ہوں کہ جنگ کی طرح ہم ہی ڈالیں، پ
کریں اور پہلے حملے میں ان کی صفیں کی صفیں الٹ کر شکست اور ہزیمت ان کی جھو
ڈالتے ہوئے ان کے چہروں، ان کی جبینوں پر بدبختی کی مہریں لگاتے چلے جائیں۔
رولینڈ کی اس لاف گذاف کا ترویلا نے کوئی جواب نہ دیا پھر بڑی تیزی سے
میں آئے، اپنے لشکر کو انہوں نے اپنے پڑاؤ کے سامنے جمع کیا اور پھر بڑی تیزی کے
لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ
ہوئے، لشکر کے کچھ حصے کو پڑاؤ میں موجود دشمن کی عورتوں اور دشمن کے علاقے سے
کیے جانے والے تین ہزار 3000 قیدیوں کی حفاظت پر چھوڑا گیا جبکہ باقی لشکر کی
یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور دوسرے سالار درست کرنے لگے تھے۔

✡✡✡

رولینڈ اور ترویلا کے لشکر میں بڑے بڑے طبل اور قرنے بج اٹھے تھے جبکہ مسلمانو
لشکر میں ابھی تک خاموشی تھی پھر تھوڑی ہی دیر بعد مسلمانوں کے لشکر میں بھی ہولناک
میں تکبیریں بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان رولینڈ اور ترویلا کا
کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد پہلے سے طے شدہ لائ
کے مطابق رولینڈ اور ترویلا نے حملہ آور ہونے کی ابتداء کی شاید ایسا کر کے وہ اپنے
فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بس اسی بنا پر انہوں نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر مسلما
کے لشکر پر وہ ظلم کی طیلسان دراز کرتے ہولناک اعصابی ہیجان، دکھوں کی معیار بڑھ
مضطرب تشنگی کے نوحوں اور ستم کی برسات کرتی خونی لمحوں کی کہانی کی طرح ٹوٹ پ
تھے۔

رولینڈ اور ترویلا کی طرف سے یہ بڑا ہولناک اور جان لیوا حملہ تھا لیکن یوسف بن بخ
تمام بن علقمہ اور اس کے لشکریوں نے بڑی خوبی سے دشمن کے اس حملے کو روکا پھر ج
کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی رولینڈ اور ترویلا کے لشکر پر بادبانوں تک میں گرہ لگا دینے
بے روک صحرائی آندھیوں، ساعتوں پر قہر بن کر اترتی کہربائی طغیانیوں، زندگی کی سانس
میں زنگ آلود سوچیں بھر کر سنگ سار کر دینے والی عداوتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔
رولینڈ اور ترویلا نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ جان لیوا حملے کرتے ہو

لمانوں کو پسپا کرنے کی کوشش کریں، ان کی صفوں کا خاتمہ کریں لیکن ان کا ہر جتن، ان
ہر کوشش، ان کی ہر تدبیر ناکام اور نامراد ثابت ہوئی دوسری طرف انہیں نے یہ بھی
لیا کہ مسلمان لشکری ان کے لشکر کی صفوں میں ان کا قتل عام کرتے ہوئے اس طرح
نے لگے تھے جس طرح سانسوں کے تسلسل میں بے نام وحشتیں اور وقت کے قافلوں میں
رواں نیستی کے احوال زیست کے ہنگاموں میں قضا طوفانوں کی طرح داخل ہو جاتے
مسلمان لشکری یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور دوسرے سالاروں کی سرکردگی میں
کے لشکر پر اس طرح چھانا شروع ہو گئے تھے جیسے جسموں کی شریانوں کے اندر کھولتا
بھرا زہر اور بربادی کی علامت بنتا راستوں کا فسوں پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔
رولینڈ اور ترویلا کو اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی اور
ں اپنے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے، جبکہ یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے
لشکر کے ساتھ آبادیاں جلاتی نفرتوں کی آگ کی بھنور اور بستیاں مٹاتی سرکش بے زنجیر
یوں کی طرح تعاقب شروع کر دیا تھا۔ یہ تعاقب کافی دور تک جاری رہا اور اس تعاقب
دوران مسلمانوں نے رولینڈ اور ترویلا کے لشکر کی تعداد کو کافی حد تک کم کر کے رکھ دیا تھا۔
اس طرح رولینڈ اور ترویلا اپنے لشکر کے ایک بڑے حصے کو کٹوانے کے بعد اپنے اپنے
ں کی طرف بھاگ گئے تھے۔ جبکہ یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اپنے لشکر کو لے کر
جگہ آئے جہاں ان کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔ آتے ہی جو پہلا کام کیا گیا وہ یہ کہ جنگ
زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کا اہتمام کیا گیا۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا
۔

رولینڈ اور ترویلا کی بدبختی کہ انہوں نے جو مسلمان بستیوں پر حملہ آور ہو کر 500 افراد کو
یدی بنایا تھا، وہ ان کے پڑاؤ ہی میں رہ گئے تھے یوسف بن بخت نے سلامتی کے
انہیں اپنے گھروں کی طرف روانہ کر دیا تھا۔
جب سارے زخمیوں کی مرہم پٹی ہو چکی، 500 قیدی مسلمان بھی اپنے گھروں کو چلے
تب بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یوسف بن بخت نے ان تین ہزار 3000
یوں کو بھی رہا کر دیا جو رولینڈ اور ترویلا کے دھمکی دینے کے جواب میں انہوں نے
یوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر قیدی بنائے تھے۔ کچھ دن تک یوسف بن بخت نے
لشکر کے ساتھ اسی جگہ پڑاؤ کیے رکھا ایسا اس نے احتیاط کے طور پر کیا تھا ساتھ ہی اس
اپنے مخبر بھی شمال کی طرف پھیلا دیئے تھے تاکہ دشمن اگر کوئی جوابی کارروائی کرنا چاہے

تو ان کی نقل و حرکت سے آگاہ ہو کر بروقت کارروائی کی جا سکے۔ چند ہی دن بعد بن بخت کے مخبر یہ خبریں لائے کہ اشتوراس کا حکمران ترویلا اپنے علاقوں کی طرف گیا ہے اس لئے کہ اس کے پاس بہت تھوڑا لشکر رہ گیا تھا اور اس طرح وہ اپنے ایک لشکر کے کٹ جانے پر بڑا اداس اور افسردہ بھی تھا۔ جہاں تک رولینڈ کا تعلق تھا اس متعلق بھی مخبروں نے بتایا کہ وہ بھی اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر فرانس کی طرف رواں تھا یہ خبریں ملنے کے بعد یوسف بن بخت نے اطمینان کا سانس لیا۔ احتیاط کے طور دن مزید اس نے میدان جنگ میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا اس کے بعد اس نے سے کوچ کیا اب وہ قرطبہ شہر کا رخ کر رہا تھا۔

۞۞۞

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اب کافی حد تک ہسپانیہ میں اپنے قدم جما چکا تھا۔ لہٰ نے اپنے قاصد سرقسطہ اور بارسلونہ کے حکمرانوں سلیمان بن یقطان اور حسین کی روانہ کیے قاصدوں کے ہاتھوں اس نے یہ پیغام روانہ کیا کہ اب امیر عبدالرحمٰن کی حا اندلس میں مستحکم ہو چکی ہے یہ بھی تنبیہہ کی گئی، شمالی علاقوں کے حکمران ہونے کی ح ان دونوں نے ابھی تک امیر عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول نہیں کی لہٰذا بغیر کسی شرط کے ا اطاعت قبول کرو اور کوشش کرو کہ دونوں قرطبہ میں امیر کے پاس حاضر ہوں اگر تم اطا اور فرمانبرداری قبول کرو گے تو تمہیں تمہارے علاقوں پر والی برقرار رکھا جائے گا او نہیں کرو گے تو پھر تمہارے خلاف لشکر کشی کی جائے گی۔ ایسا ہوا تو پھر اندلس میں کہیں قیام کرنے اور پناہ لینے کی جگہ نہیں ملے گی۔

سرقسطہ اور بارسلونہ کی طرف قاصد روانہ کرنے کے بعد اب قرطبہ میں ایک عج غریب واقعہ نمودار ہوا۔

ہوا یوں کہ امیر عبدالرحمٰن کا ایک قابل اعتبار اور مشیر اور ساتھی بلکہ گہرا دوست تھا نا کا امیر سلمی تھا یہ وہی تھا جس نے اندلس کے سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف کے اور داماد کو قرطبہ کے زندال سے نکال کر شمال کی طرف بھگانے میں مدد کی تھی۔ ایک روز شخص نے رات کے وقت زیادہ شراب پی لی اور نشے میں دھت ہو گیا۔ اب اسے تو ہوش و خبر نہ تھی کہ نشے کی حالت میں اس نے سیر کے لئے شہر سے باہر نکلنا چاہا اس وقت گہرے نشے کی حالت میں گھوڑے پر سوار تھا، شہر پناہ کے دروازے کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا اور شہر کے ایک محافظ کو دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ شہر پناہ کے

نے جب دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تب امیر سلمی نے ایک دم سے اپنی تلوار بے کی اور دروازے کے اس محافظ کو قتل کر دیا۔ اس پر شہر کے ناظم نے اسے گرفتار کر لیا، ناظم اس قتل کی خبر رات کے وقت عبدالرحمٰن بن معاویہ کو نہ دی اس کا ارادہ تھا کہ صبح امیر سلمی کو پکڑ کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے پیش کروں گا اور اسے بتاؤں گا کہ یہ قاتل ہے لہٰذا اس کے قتل کی اسے قرار واقعی سزا دی جائے۔

سلمی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا گہرا دوست تھا لہٰذا ناظم اسے گھر لے گیا لیکن اسے کسی کمرے میں بند نہیں کیا۔ رات کے وقت جب امیر سلمی کا نشہ اترا اور اسے احساس ہوا کہ اس نے تو شہر پناہ کے ایک محافظ کو قتل کر دیا ہے تب وہ بھاگ کھڑا ہوا پہلے اپنی حویلی کی طرف گیا صبح کے وقت شہر پناہ کے دروازے کے کھلنے کا انتظار کیا اور شہر پناہ کے جس دروازے پر اس نے قتل کیا تھا اس کی طرف نہیں گیا بلکہ دوسرے دروازے سے نکل کر وہ طلیطلہ شہر کی طرف بھاگ گیا وہاں اس نے اپنے جاننے والوں کو مختلف سمتوں میں روانہ کیا اور اندلس کے اندر جو اس کے حامی تھے انہیں اس نے طلیطلہ میں جمع کر کے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دیا تھا۔

۞۞۞

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے جو قاصد سرقسطہ کے حکمران حسین بن یحییٰ اور بارسلونہ کے حاکم سلیمان بن یقطان کی طرف روانہ کیے تھے وہ پہلے سرقسطہ پہنچے وہاں انہیں خبر ہوئی کہ سرقسطہ کا حاکم حسین بن یحییٰ بارسلونہ کے حاکم سلیمان بن یقطان کے پاس گیا ہوا ہے لہٰذا ایک دن سرقسطہ میں قیام کرنے کے بعد وہ قاصد سرقسطہ سے بارسلونہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

امیر عبدالرحمٰن کے وہ قاصد شام کے وقت بارسلونہ شہر میں داخل ہوئے، ایک سرائے میں انہوں نے قیام کیا۔ بارسلونہ سمندر کے کنارے اندلس کا ایک قدیم شہر تھا اس کو مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے اسے بارشحونہ کا نام بھی دیا گیا ہے، اسے برشینونہ بھی کہا گیا ہے۔ کچھ مؤرخین نے اسے بارسیونہ کہہ کر بھی لکھا، کہیں اسے بررگونہ کہہ کر بھی پکارا گیا۔ موجودہ اسپین میں اس کا نام بارسلونہ ہے یہ کبھی رومنوں کے تسلط میں بھی رہا اور اسپین کے شمال مشرقی اضلاع کا دارالحکومت بھی ہوا کرتا تھا۔ اسپین میں پہلے رومنوں کا مرکزی شہر طرقونہ ہوا کرتا تھا۔ اس طرقونہ کو آج کل اہل اسپین طاراگونہ کہہ کر پکارتے ہیں لیکن کچھ ہی عرصہ بعد رومنوں نے طرقونہ کی بجائے بارسلونہ کو اپنا مرکزی شہر قرار دے دیا جو شمال مشرق میں

ساحل کے قریب واقع ہے۔

شہر بارسلونہ شمال مشرقی اندلس میں علاقہ بارسلونہ کا صدر مقام بھی رہا۔ یہ بحرۂ رو
کے کنارے واقع ہے جہاں تک اس کے محل وقوع کا تعلق ہے، اس کے شمال اور مشرق
صوبہ درواندہ پڑتا تھا، جنوب میں بحرۂ متوسط، مشرق میں شہر طرقونہ اور لاردا کے علاقے
بارسلونہ کے مغربی حصے میں جبل اربز تاب بھی واقع تھا۔

اس شہر کو اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں مشہور مسلم سالار موسیٰ بن نصیر
پہلی بار فتح کیا تھا۔ اس فتح کے بعد اسلامی حکومت میں رہنے کے بعد ہجری 185 اور
801ء میں فرانسیسیوں کے قبضہ میں چلا گیا اس لئے کہ فرانس کے بادشاہ کا بیٹا کارلا
اپنے باپ کی طرف سے جنوبی فرانس پر حکومت کرتا تھا وہ بارسلونہ پر حملہ آور ہوا اور اس
قبضہ کرلیا۔

اس کے بعد ہجری 243، سن 856ء میں مسلمان پھر فاتح کی حیثیت سے اس شہر
داخل ہو گئے لیکن کچھ ہی مدت بعد پھر یہ شہر ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور فرانسیسیوں
قبضے میں چلا گیا۔ آخری ہجری 375، اور سن 985ء میں مسلمان تیسری بار، بارسلونہ پر
آور ہوئے اور اسے فرانسیسیوں کو شکست دے کر فتح کرلیا۔

بہر حال امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ان دونوں قاصدوں نے ایک رات سرائے
گزاری، دوسرے روز وہ بارسلونہ کے حاکم سلیمان بن یقطان سے ملنے روانہ ہوئے
دونوں قاصدوں کی خوش قسمتی کہ جب انہوں نے سلیمان بن یقطان سے ملاقات کی خوا
کا اظہار کیا، اس کے محافظ دستے کا سالار جب قاصدوں کو پکڑ کر سلیمان بن یقطان
پاس لے گیا اس وقت سلیمان بن یقطان کے پاس سرقسطہ کے حاکم حسین بن یحیٰی کے علا
اندلس کے سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف کا بیٹا ابوالسود اور اس کا داماد عبدالرحمٰن
حبیب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

امیر عبدالرحمٰن بن معایہ کے قاصد کا سن کر عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالسود تو دونوں
ایک پشتی دروازے سے دوسرے کمرے کی طرف چلے گئے اس لئے کہ وہ اندھے بن کر
زندان سے رہا ہوئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی رہائی کی خبر عبدالرحمٰن بن معاویہ
کے قاصدوں کو ہو جائے اور معاملہ بگڑ جائے، لہٰذا وہ تو دوسرے کمرے کی طرف چلے گئے
جب کہ سلیمان بن یقطان اور حسین بن یحیٰی کے سامنے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ
قاصدوں کو پیش کیا گیا۔

قاصد جب سلیمان بن یقطان اور حسین بن یحیٰی کے سامنے گئے تو دونوں نے اپنی جگہ
اٹھ کر ان سے پر جوش مصافحہ کیا، ان کا بہترین خیر مقدم کیا، اپنے قریب بٹھایا پھر
سلیمان بن یقطان نے انہیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیزو! تم دونوں چونکہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے قاصد بن کر آئے ہو لہٰذا
ان نگاہوں میں تمہاری بڑی عزت، بڑی وقعت اور بڑا وقار ہے۔ کہو، امیر کی طرف سے
ے لئے کیا پیغام لے کر آئے ہو؟"

اس پر ایک قاصد نے پہلے گہری نگاہ سلیمان اور حسین بن یحیٰی پر ڈالی اس کے بعد وہ
ہا تھا۔ "سرقسطہ اور بارسلونہ کے محترم حاکمو! آپ دونوں کے نام امیر عبدالرحمٰن نے یہ
دیا ہے کہ اب امیر عبدالرحمٰن کی حکومت اندلس میں مستحکم اور مضبوط ہو چکی ہے، ہر شہر
ں کے والی مقرر ہو چکے ہیں، جن بڑے بڑے سرکردہ لوگوں نے امیر کے خلاف
ن کی تھی، انہیں کچل دیا گیا ہے۔ لہٰذا امیر کی طرف سے تم دونوں کے لئے یہ پیغام ہے
بھی امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے سامنے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا
کرو۔ ہم قاصد ہیں ہم نہیں جانتے کہ تم دونوں کا امیر کے پیغام کے خلاف کیا ردعمل
لیکن امیر نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم دونوں نے فرمانبرداری کا اظہار نہ کیا تو پھر اسے
، اور سرکشی خیال کیا جائے گا اور امیر کا کہنا تھا کہ وہ تلوار کی نوک سے بغاوت اور
و ختم کرنے کا ہنر جانتا ہے۔"

صد جب خاموش ہوا تب سلیمان بن یقطان اور حسین بن یحیٰی نے ایک عجیب سے
ں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر سلیمان، قاصدوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
دنوں بڑے فرمانبردار قسم کے والی ہیں، ہم امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف کسی
بغاوت اور سرکشی کی طرح نہیں ڈالنا چاہتے۔ بہر حال ہم عبدالرحمٰن بن معاویہ کے
اور شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے قاصد ہماری طرف روانہ کیے۔ تم دونوں تھکے
ہو، اس سبب معزز مہمان کی حیثیت سے ہمارے ہاں بارسلونہ میں قیام کرو۔ کل
رطبہ کی طرف روانہ ہو جانا اور ہم دونوں کی طرف سے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ سے
نا کہ ہم امیر کے مخالف نہیں ہیں نہ دوسرے والیوں کی طرح اس کے خلاف بغاوت
ں کریں گے۔ عنقریب ہم امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت اور
اری کا اظہار کریں گے۔"

مان بن یقطان کی اس گفتگو سے قاصد مطمئن ہو گئے تھے۔ اس موقع پر حسین بن

یحییٰ بول پڑا اور قاصدوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ طنزیہ سے انداز میں کہنے لگا۔ "یہ طل
ے کے کوہستانی سلسلے میں جو شقنا نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت کھڑی کی
کا کیا ہوا۔"

اس بار حسین بن یحییٰ کو مخاطب کرتے ہوئے دوسرا قاصد بول اٹھا۔ "میرے محترم!
بارش ہوتی ہے تو حشرات الارض بے شمار تعداد میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں لیکن جلد ہی
موت آپ مرجاتے ہیں، ختم ہو جاتے ہیں۔ شقنا جیسے لوگوں کی زندگی بھی حشرات الا
سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ وہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ہاتھوں کئی بار شکست اٹھا
ہے اب اپنی زندگی بچانے کے لئے کوہستان طلیطلہ میں ایک درے سے دو
درے، بزدل اور عیار لومڑی کی طرح بھاگتا پھرتا ہے، عنقریب آپ خبر سنیں گے کہ شقنا
بدترین شکست ہوئی اس کی بغاوت اور سرکشی کا خاتمہ کرنے کے لئے اس کی گردن کاٹ
گئی۔"

اس قاصد کے ان الفاظ سے حسین بن یحییٰ شرمندہ سا ہو گیا تھا، خاموش رہا، دوبارہ
نہ بولا۔ تاہم سلیمان بن یقطان پھر قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "میرے عز
چھوڑو اس فضول گفتگو کو شقنا کی کیا حیثیت ہے، وہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے
دن نہیں ٹھہرے گا۔ بہرحال تم آرام کرو اور کل یہاں سے رخصت ہو جاؤ ہم بھی چند
بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے اپنی فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کرنے
لئے قرطبہ پہنچ جائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی سلیمان بن یقطان نے آواز دے کر کسی کو بلایا، اس کے جواب
ایک مسلح جوان اندر آیا اسے مخاطب کر کے سلیمان کہنے لگا۔ "یہ امیر عبدالرحمٰن بن مع
کے محترم قاصد ہیں، انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ، ان کا قیام مہمان خانے میں کرو، ان
کھانے، ان کی رہائش کا عمدہ انتظام ہونا چاہیے اور کل انہیں اچھے اور معزز طریقے
رخصت بھی کیا جائے۔"

سلیمان بن یقطان کے کہنے پر جو جوان اندر آیا تھا وہ قاصدوں کو اپنے ساتھ لے
تھا۔ قاصدوں کے جانے کے بعد سلیمان بن یقطان نے آواز دے کر عبدالرحمٰن بن حبیب
اور ابوالاسود، دونوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ جب وہ دونوں بھی ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے
قاصدوں نے جو پیغام دیا تھا، سلیمان نے وہ ابوالاسود اور عبدالرحمٰن بن حبیب کو سنا
دونوں کچھ دیر تک خاموش اور فکرمند سے بیٹھے رہے پھر عبدالرحمٰن بن حبیب نے سلیمان

کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔
ان قاصدوں کے پیغام کے جواب میں کیا آپ واقعی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ
برداری اور اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے قرطبہ کا رخ کریں گے؟"
میں سلیمان نے بڑے عیارانہ سے انداز میں باری باری ابوالاسود اور عبدالرحمٰن
کی طرف دیکھا، آخر اس کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی ساتھ ہی
واز کمرے میں بلند ہوئی۔ "میرے عزیز! ایسا ممکن ہی نہیں ہم کیوں عبدالرحمٰن بن
کے پاس جا کر اپنی فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کریں گے۔ قاصدوں کو تو میں
اب اس لئے دیا ہے تاکہ ہماری طرف سے چند دن کے لئے امیر عبدالرحمٰن بن
مطمئن ہو جائے۔ اس دوران ہم اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی لائحہ عمل کو آخری
دیں۔"

جب خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن بن حبیب مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "آپ نے
بن معاویہ کے قاصدوں سے کہہ دیا ہے کہ آپ چند روز میں امیر کی خدمت میں
اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کریں گے، اگر آپ دونوں نے ایسا نہ کیا تو
خدشہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ باری باری سرقسطہ اور بارسلونہ پر حملہ آور ہو گا
شہروں کو اپنے سامنے زیر کیے بغیر نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ اندلس میں اب وہ
اور قوت پکڑ چکا ہے کہ اسے شکست دینا، پسپا کرنا یا اسے اندلس کی سرزمینوں
باہر کرنا میرے خیال میں اگر ناممکن نہیں تو انتہا درجہ کا مشکل ضرور ہو گیا ہے۔ جس
اور میرا بھائی ابوالاسود قرطبہ کے زندان سے نکل کر سرقسطہ کا رخ کر رہے تھے، اس
ارادہ یہی تھا کہ آپ دونوں کے ساتھ مل کے ایک بڑا لشکر تیار کریں گے اور خم
امیر عبدالرحمٰن کے مقابلے پر آئیں گے اور اسے شکست دے کر اندلس سے
نے پر مجبور کریں گے لیکن اب حالات کو دیکھتے ہوئے اور یہ بھی دیکھتے ہوئے کہ
بھی اندلس میں بغاوت اٹھی عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے سختی کے ساتھ کچل دیا۔
میں یہ وسوسات اٹھنے لگے تھے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوت اور
بے کار ہے۔ جب سے عبدالرحمٰن بن معاویہ اندلس میں داخل ہوا ہے، آپ لوگ
دور پر نگاہ دوڑائیں بڑے بڑے باغیوں، بڑے بڑے سرکش لوگوں نے اس
بغاوت کی لیکن ہر ایک کو اس نے اپنے سامنے زیر کیا اور پسپا اور پیس کر رکھ دیا۔
ابوالصباح کی بڑی طاقت اور قوت تھی اور بے شمار یمنی قبائل اس کی پشت پر تھے،

اس کے علاوہ بربر کی بھی ایک خاصی بڑی تعداد اس کا ساتھ دے رہی تھی لیکن زندان
باہر نکلنے کے بعد جب ہمیں خبر ہوئی کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ابولصباح جیسے طاقتور
قوت رکھنے والے سردار کو قتل کر کے قالین کے اندر اس کی لاش کو لپیٹ کر رکھ دیا اور ہم
میں سے جس نے بھی بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی، اسے کچل کر رکھ دیا۔ تب عبدالر
بن معاویہ کو اندلس سے نکالنے کے جو ہمارے جذبے اور احساسات تھے ان کا رخ تبد
ہو گیا اب میں اور ابولاسود تو یہ سوچ رہے ہیں کہ ہمیں بس آپ کے علاقوں میں اگر گز
کی زندگی بسر کرنے کا موقع مل جائے تو ہمارے لئے یہی کافی ہے۔“

جب تک عبدالرحمٰن بن حبیب بولتا رہا سلیمان بن یقطان دل ہی دل میں مسکراتا رہا
حسین بن یحییٰ کبھی سلیمان کی طرف دیکھتا، کبھی اس کی نگاہیں عبدالرحمٰن بن حبیب پر جم
تھیں۔ جب عبدالرحمٰن بن حبیب خاموش ہوا تب سلیمان بن یقطان نے کہنا شروع کیا

”میرے عزیزو! یہاں تم دونوں کو کوئی خطرہ نہیں اور میں تم دونوں کو یہ بھی
دلاتا ہوں کہ ہم عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف ایسے حالات پیدا کریں گے کہ اسے
اور بے بس ہو کر اندلس کی سرزمین چھوڑ کر یہاں سے ہر صورت میں بھاگنا ہوگا۔ ب
تمہیں ضمانت دیتا ہوں۔“

سلیمان کے ان الفاظ پر عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابولاسود دونوں نے چونکنے کے
میں اس کی طرف دیکھا تھا، اس پر ابولاسود بول اٹھا۔ ”میرے محترم! وہ کیسے؟“

جواب میں سلیمان بن یقطان کہنے لگا۔ ”وہ اس طرح کہ تم لوگ جانتے ہو، بارسلو
جس کا میں اب حاکم ہوں اس پر کبھی فرانسیسیوں کا قبضہ تھا۔ بارسلونہ میں کافی فرانسیس
رہتے ہیں۔ فرانس کا بادشاہ شارلیمان بڑی طاقت اور قوت رکھتا ہے، اس کی نگاہیں ا
بھی اندلس پر جمی ہوئی ہیں۔ اندلس کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ چاہتا ہے کہ اندلس
کچھ علاقوں پر قبضہ کر لے میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ ابھی چند روز پہلے ہمارے
یہ خبر پہنچی کہ فرانس کے بادشاہ شارلیمان نے اپنے کچھ قاصد بنو عباس کے خلیفہ کی ط
بھجوائے اور اسے یہ پیش کش کی کہ ایک طرف سے بنو عباس کا لشکر اندلس پر حملہ آور
دوسری طرف سے فرانس کا بادشاہ شارلیمان اندلس پر حملہ آور ہوگا، اس طرح اندلس
کر کے آدھا آدھا تقسیم کر لیا جائے، لیکن بنو عباس کے خلیفہ نے شارلیمان کی اس پیش
کو حقارت سے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اس طرح چونکہ مسلمانوں کا نقصان ہوگا لہٰذا وہ کوئی
قدم نہیں اٹھائے گا جس میں مسلمانوں کا نقصان ہو۔ بہرحال میں تم سے یہ کہنے والا

ہاں بارسلونہ میں میرے کچھ جاننے والے فرانسیسی ہیں میں اور حسین بن یحییٰ اور تم دونوں
ی ہمارے ساتھ ہو گے ہم چاروں ان فرانسیسیوں کو لے کر فرانس کے بادشاہ شارلیمان
ے پاس جائیں گے اور اسے دعوت دیں گے کہ وہ اندلس کی خانہ جنگی اور اندلس کے
لات کی افراتفری سے فائدہ اٹھائے اور اندلس پر حملہ آور ہو اسے بھی ہم یقین دلائیں
ہ کہ اگر وہ اندلس پر حملہ آور ہو تو ہم عسکری، مالی ہر لحاظ سے اس کی مدد کریں گے میں آپ
ں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہم ایسی پیش کش کریں تو فرانس کا بادشاہ شارلیمان اندلس پر
۔آور ہونے کے لئے رضامند ہو جائے گا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد سلیمان بن یقطان
وش ہوا اس کے بعد باری باری حسین بن یحییٰ، عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابولاسود کو دیکھتے
ئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ ”یہ میری طرف سے ایک تجویز ہے اب تم تینوں کہو اس تجویز
، جواب میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟“

کچھ دیر تینوں صلاح و مشورہ کرتے رہے، عبدالرحمٰن بن حبیب بول اٹھا۔ ”ابن یقطان
خداوند قدوس کی کہ یہ ایک بہترین تجویز ہے اور اگر اس تجویز پر ہم عمل پیرا ہونے میں
یاب ہو گئے تو میں سمجھتا ہوں کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کو اندلس سے نکالنا کوئی بڑا معرکہ
بڑا کام نہیں رہے گا، جس انداز میں آپ نے گفتگو کی ہے اس سے میں نے یہ بھی
زہ لگا لیا ہے کہ فرانس کا بادشاہ یقیناً اندلس پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہو جائے گا۔“

بڑے پرسکون انداز میں سلیمان بن یقطان ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
ر یہی بات ہے تو پھر تینوں بالکل مطمئن ہو جاؤ۔ میں چند روز تک بارسلونہ میں جو
ے جاننے والے فرانسیسی ہیں، انہیں لے کر ہم شارلیمان کا رخ کریں گے اور جو تجویز
نے بنائی ہے اسے عملی صورت دینے کی کوشش کریں گے۔“

سلیمان بن یقطان کی اس گفتگو سے حسین بن یحییٰ، عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابولاسود،
ا مطمئن ہو گئے تھے اس موقع پر حسین بن یحییٰ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اتنے میں مغرب کی
ا سنائی دی جس کے جواب میں وہ چاروں کمرے سے نکل کر باہر چلے گئے تھے۔

✿✿✿

یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ ایک روز اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ شہر میں داخل
ئے، ان کی آمد پر ان دونوں کا شاندار استقبال کیا گیا۔ استقبال کرنے والوں میں خود
الرحمٰن بن معاویہ اور اس کے عمائدین سلطنت بھی شامل تھے۔ لشکر گاہ میں لوگوں کا ایک
تھا جو اپنے فاتح لشکر کا استقبال کرنے کے لئے وہاں امڈ آئے تھے۔

یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ جب لشکر گاہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے ز سامنے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور ان کے ساتھ اکابر کھڑے ہوئے تھے، دونوں گھو سے اتر پڑے، تیزی سے آگے بڑھے انہیں دیکھتے ہی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے گلے لگانے کے لئے اپنے بازو پھیلا دیئے تھے۔ دونوں سے باری باری وہ بغل گیر ہو کی مبارکبادی دی اس کے بعد وہ دونوں دوسرے لوگوں سے مل رہے تھے۔

جب ایسا ہو چکا تب امیر عبدالرحمٰن آگے بڑھا وہ سنجیدہ ہو چکا تھا، آگے بڑھ کر ہاتھ سے اس نے یوسف بن بخت کا بازو پکڑا دوسرے سے تمام بن علقمہ کا، کچھ سو پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم دونوں کی حیثیت میرے ہاں بیٹوں کی سی ہے۔ مجھے تم دونوں کی بیویو مرنے کا بے حد دکھ اور صدمہ ہے اور اس صدمے کا اظہار میں الفاظ میں کرتے سے ہوں۔ تمہاری آمد سے پہلے مجھے خبر ہو چکی تھی کہ تمہارے لشکر میں بہت سی عیسائیوں کی لڑکیاں بھی ہیں، تمہاری آمد سے پہلے میں نے ان سے متعلق ایک فیصلہ کیا ہے۔ دیکھو وقت تم دونوں میرے ساتھ علیحدگی میں کھڑے ہو، سلطنت کے دوسرے لوگ ذرا فا ہیں میں تم سے ذرا رازدانہ سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس کی بنا پر تم دونوں کو ایک طرف آیا ہوں۔''

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ کسی قد بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے تھے یہاں تک کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاو پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔ ''میرے بیٹو! میں کہتا ہوں جن لڑکیوں کو تم اپنے ساتھ کر لائے ہو، ان میں سے تم اپنے لئے دو لڑکیوں کا انتخاب کر لو، میں ان سے تمہا نکاح کا اہتمام آج ہی کروں گا، میں تم دونوں کے لئے ذہنی اور قلبی سکون چاہتا ہوں۔''

امیر عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی مایوسانہ انداز میں یوسف بن بخت کہنے لگا۔

''امیر! جہاں تک میرا سوال ہے، میں اب شادی نہیں کروں گا، ایک بار شادی کر وہی کافی تھی اس کے ساتھ خداوند قدوس نے میرے مقدر میں نباہ نہیں لکھا ہوا تھا......''

یہاں تک کہتے کہتے یوسف بن بخت کو رک جانا پڑا اس لئے کہ عبدالرحمٰن بن م بول اٹھا تھا۔ ''نہیں بیٹے، میں نہیں چاہتا کہ تم تنہا زندگی بسر کرو، میں تم دونوں کو مو ہوں کہ ان لڑکیوں میں سے تم دونوں اپنے لئے مناسب لڑکیوں کا انتخاب کرو، نہیں م

ں بیویاں بنا دوں گا۔ باقی لڑکیوں کے لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کی یہاں مند لوگوں سے شادیاں کرادی جائیں گی۔''

اس موقع پر بیچ میں یوسف بن بخت بول پڑا۔ ''امیر! فی الحال اس سلسلے میں، مجھے بھول جائیں، فراموش کر دیں۔ تاہم میں یہ پسند کروں گا کہ میرا بھائی تمام بن علقمہ ادی کر لے اس لئے کہ اس کے ماں باپ ہیں، ان کی خدمت اور اس کی ایک بہن بھی اس لئے کہ اس کی بیوی کی غیر موجودگی میں اس کی بہن ماں باپ کی خدمت کر لیا کرتی اب وہ جوان ہو چکی ہے، اس کی بھی شادی ہو جائے گی لہٰذا تمام بن علقمہ کو تو شادی ہوگی کہ اس کی بیوی اس کے علاوہ، اس کے ماں باپ کی بھی دیکھ بھال کر سکے۔ امیر! تک میرا معاملہ ہے میں پہلے ہی مجرد اور اکیلا ہوں میں ماں، بہن اور بھائی کے مرنے کا برداشت کر چکا ہوں لہٰذا اب میں مجرد زندگی بسر کرنے کا عادی ہو چکا ہوں ویسے بھی نے ارادہ کر لیا ہے میں اب مستقل طور پر مستقر ہی میں قیام کروں گا۔ میری جو حویلی اس میں محترم سالم بن عطوف اور عبورہ کا مستقل قیام رہے گا۔''

سالم بن عطوف اور عبورہ کا ذکر آنے پر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ چونکا پھر کہنے لگا۔ ''تم ملنے کے لئے وہ دونوں میاں بیوی بھی آئے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ بدر، دولاب، جوسی ماریہ اور سیمسون بھی ہیں۔ میرے خیال میں وہ دائیں جانب ایک طرف کھڑے شاید وہ اس انتظار میں ہوں گے کہ میں تم سے مل لوں پھر وہ تم سے ملنے کے لئے آئیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا، قریب ہی کھڑے لشکری کو ہاتھ اشارے سے اپنے پاس بلایا، جب وہ قریب آیا تو اس کے کان میں سرگوشی کی، جسے سن وہ بھاگتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لشکری لوٹا، اس کے ساتھ دولاب، ماریہ، ربیکا، سیمسون، بدر، سالم بن عطوف اور عبورہ تھے۔

سالم بن عطوف اور عبورہ نے جونہی اپنے سامنے کھڑے یوسف بن بخت کو دیکھا بے دونوں دھاڑیں مار کر رونے لگے تھے۔ یوسف بن بخت کی حالت بھی ناقابل ثت تھی، بازو پھیلاتا ہوا ان کی طرف بڑھا دونوں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی آنکھوں آنسو بہہ رہے تھے، ساتھ ساتھ وہ دونوں کو ڈھارس اور تسلی بھی دے رہا تھا۔ ارد گرد رے دولاب، جوسی ماریہ، ربیکا، سیمسون اور کچھ دیگر لوگ بھی نمناک آنکھوں سے ان کی دیکھ رہے تھے۔

جب سالم بن عطوف اور عبورہ کسی حد تک سنبھلے تب انہوں نے اپنی آنکھیں خشک کر

لیں اس موقع پر یوسف بن بخت نے بڑی عاجزی اور انکساری سے انہیں مخاطب کر
ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میں جانتا ہوں نشار کے مرنے کا جس قدر دکھ اور صدمہ مجھے ہے، اس سے کہیں ز
آپ دونوں کو ہے آپ اس کے ماں باپ ہیں، کاش! میں اس کی حفاظت کا بہتر اہتما
سکتا۔ کاش، وہ یہاں میرے ساتھ ہوتی اور آپ دونوں سے مل کر کس قدر خوش ہو
کاش! میں......"

اس سے آگے یوسف بن بخت کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ عبورہ نے تڑپ کر اس
منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ کہنے لگی۔ "ابن بخت، میرے بیٹے! اس میں تمہارا کیا قصور، اس
مقدر، اس کی قسمت میں جتنے دن ہمارے ساتھ رہنا لکھا تھا وہ اپنے دن پورے کر چک
قضاء کا وقت خداوند قدوس کی طرف سے اس کے لئے جاری ہو چکا تھا، اسے کوئی ٹال
سکتا۔ بیٹے، جہاں ہم دونوں میاں بیوی کو اپنی بیٹی کے مرنے کا دکھ اور افسوس ہے،
اس بات کا بھی غم ہے کہ تمہارا بھرا گھر خود اجڑ گیا۔"

یوسف بن بخت جواب میں خاموش رہا، اس دوران آگے بڑھ کر بدر، ربیکا، دا
جوسی ماریہ اور سیمسون اس سے ملے تھے اور نشار کے مرنے کا بے حد دکھ اور افسوس ک
لگے تھے۔ اس موقع پر امیر عبدالرحمٰن، تمام بن علقمہ سے قریب ہوا اور سرگوشی کے اند
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "ابن علقمہ! مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یوسف بن بخ
تمہارے ہاتھوں جو دشمن کی لڑکیاں اسیر ہوئی ہیں، ان میں زیادہ تر فرانسیسی ہیں۔ ا
شارلیمان کی بھتیجے رولینڈ کی ایک بہن بھی شامل ہے۔ جس کا نام مجھے بیازین بتایا گیا
تم ایسا کرو ان فرانسیسی لڑکیوں کی طرف جاؤ ان میں جو بیازین ہے اسے اپنے ساتھ
میرے پاس لاؤ۔"

تمام بن علقمہ وہاں سے ہٹ گیا تھا، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ بیاز
اسے لا کر تمام بن علقمہ نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ پھر
کو مخاطب کر کے ابن علقمہ کہنے لگا۔ "رولینڈ کی بہن، یہ ہمارے امیر اور اندلس کے ح
عبدالرحمٰن بن معاویہ ہیں۔"

بیازین کی پہلی اکڑ کسی قدر ختم ہو چکی تھی۔ انتہائی عاجزی اور انکساری سے اس
عبدالرحمٰن بن معاویہ کو سلام کیا۔ امیر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔ "بیازین
جانتا ہوں تمہارا تعلق شاہی گھرانے سے ہے۔ تم شارلیمان کی بھتیجی اور رولینڈ کی بہن

تمہاری حیثیت یہاں ہمارے علاقے میں میری بیٹی کی سی ہے، تمہیں فکرمند اور
ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

بیٹی پر بیازین چونکی تھی عجیب سے انداز میں کچھ دیر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی
دیکھتی رہی، ہونٹ کاٹتی رہی آخر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے، رو دی تھی۔
کی یہ حالت دیکھتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن پریشان ہو گیا، یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ
دوسرے لوگ بھی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے
شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور اسے مخاطب کیا۔ "بیٹی! کیا بات ہے، تم کیوں
ہو، کیا جب سے تم اسیر ہوئی ہو کسی نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے، تمہاری حق
کی ہے، تم پر جبر و ستم کیا ہے۔"

بیازین منہ سے کچھ نہ بولی، نفی میں جب اس نے گردن ہلائی تو بے چاری کے آنسو
پر گر گئے تھے پھر ٹوٹی پھوٹی، بکھرتی آواز میں وہ کہہ رہی تھی۔ "امیر! جس طرح
بھرا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر آپ نے مجھے بیٹی کہہ کر مخاطب کیا ہے، ایسا تو کبھی
باپ نے بھی مجھ سے نہ کیا تھا۔ جس طرح پیار اور محبت سے بہن کہہ کر تمام بن
یہاں لایا ہے، ایسا سلوک تو کبھی رولینڈ نے بھی میرے ساتھ نہ کیا تھا۔ امیر، جب
میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ اسیر ہوئی ہوں، مجھے اس بات کا فخر ہے کہ سب کی جان،
اور آبرو محفوظ ہے۔ میرے یہ آنسو دکھ اور افسوس کے نہیں، تشکر اور ممنونیت کے ہیں۔
دل میں یہ احساسات اور جذبات ابھرے ہیں کہ کم از کم میں ایسے لوگوں میں آئی
جو عورت اور بیٹی کی قدر کرنے والے ہیں۔"

اس موقع پر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ہاتھ آگے بڑھا کر بیازین کا بازو پکڑا پھر اسے
کر کے کہنے لگا۔ "میرے ساتھ آؤ، میری بیٹی! تمہارے ذمے ایک کام لگاتا ہوں۔"

بیازین چپ چاپ امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ ہو لی۔ امیر عبدالرحمٰن نے اسے سالم بن
اور عبورہ کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ پھر بیازین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بیٹی! جس شخص کے سامنے ہم کھڑے ہیں یہ ایک عمدہ اور نامور طبیب ہیں، نام
کا سالم بن عطوف ہے، ان کے ساتھ جو خاتون ہیں، ان کی بیوی ہیں، نام ان کا عبورہ
ان کی بیٹی کا نام نشار تھا جو میرے سالار یوسف بن بخت کی بیوی تھی......"

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ سالم بن عطوف اور عبورہ کی
دیکھتے ہوئے بیازین کا جی بھر آیا تھا ایک بار پھر وہ رو دی، آگے بڑھ کر وہ ان دونوں

سے لپٹ کر دھاڑیں مار کر رو رہی تھی۔ اس کی اس کیفیت پر سب لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ آخر بیازین علیحدہ ہوئی پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے آپ دونوں کی بیٹی کے مرنے کا بے حد دکھ اور صدمہ ہے، میں جانتی ہوں یہ سب کچھ میرے بھائی کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، اگر آپ دونوں مجھ سے اپنی بیٹی کا انتقام لینا چاہتے ہیں تو اس کے لئے میں حاضر ہوں، اُف تک نہیں کروں گی۔"

اس موقع پر عبورہ اچانک آگے بڑھی بیازین کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی، اس کا چہرہ چوما پھر کہنے لگی۔ "بیٹی! ہم تم سے انتقام لینے والے کون ہوتے ہیں خداوند قدوس نے میری بیٹی کے مقدر میں جس قدر طبعی عمر لکھی تھی، وہ پوری کر چکی ہے میں اس کے مرنے کا اس قدر دکھ اور افسوس ہے کہ اسے ہم الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے لیکن خداوند قدوس کے احکامات کے سامنے کسی کا زور اور بس بھی تو نہیں چلتا۔ ہم تم سے کیا انتقام لیں گے۔ بلکہ ہم دونوں میاں بیوی تمہیں پیش کش کرتے ہیں کہ یہاں قرطبہ میں قیام کے دوران ہم دونوں مل کر تمہاری خدمت کریں گے، بالکل تمہیں اپنی بیٹی نثار جان کر۔"

عبورہ کی اس گفتگو کے بعد بیازین کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے مخاطب کیا۔ "بیٹی! اگر تم پسند کرو تو میں یہ چاہوں گا کہ تمہاری رہائش دوسری لڑکیوں کے ساتھ نہ ہو، اگر تم اس پر رضا مند ہو تو میں چاہتا ہوں، سالم بن عطوف اور عبورہ کے ساتھ ان کی حویلی میں رہو۔ یہ تمہارا خیال رکھیں گے تم ان دونوں کی دیکھ بھال کرنا۔ اس طرح تمہارا جی بھی لگا رہے گا اور ان دونوں کے ساتھ اپنائیت کے ماحول میں تمہارا وقت بھی اچھا گزرے گا۔"

جواب میں بیازین مسکرائی، کہنے لگی۔ "امیر! میں ان دونوں کے ساتھ رہنے کے لئے تیار ہوں، میں ان دونوں کو اپنے ماں باپ سمجھ کر ان کی خدمت کروں گی۔"

بیازین کے اس جواب پر عبدالرحمٰن بن معاویہ خوش ہو گیا تھا پھر اس نے قریب کھڑی ربیکا کو مخاطب کیا۔ "ربیکا، میری بیٹی! ذرا قریب آؤ۔"

ربیکا جب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے قریب ہوئی تو اسے مخاطب کر کے امیر عبدالرحمٰن کہنے لگا۔ "بیٹی! تم بیازین کو اپنے ساتھ لے جاؤ، سالم بن عطوف اور عبورہ چونکہ ان دنوں تمہارے ہاں قیام کیا ہوا ہے، لہٰذا آنے والی شب بیازین بھی تمہارے ہاں ہی قیام کرے گی۔ اگلے روز تم سالم بن عطوف اور عبورہ کو اپنی حویلی میں لے کر جانا بیازین بھی تمہارے ساتھ جائے گی۔ اس موقع پر میں یہ بھی پسند کروں گا کہ تم لوگ چند روز

سالم بن عطوف اور عبورہ کے ساتھ ان کی حویلی میں رہو، بنیادی طور پر وہ حویلی یوسف بن بخت کی تھی لیکن اس سے میری بات ہوئی ہے، وہ حویلی اب مستقل طور پر سالم بن عطوف اور عبورہ کی ہوگی۔ چند روز تک تم سب وہاں رہو، تمہارے وہاں رہنے سے بیازین بھی ایک طرح سے تم لوگوں میں گھل مل جائے گی، دل لگ جائے گا۔ میرے خیال میں تم لوگوں کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

امیر عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تب ربیکا بڑی ارادت مندی میں کہنے لگی۔ "امیر! آپ جس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں، آپ کی ہر بات ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے، میں بیازین کو ابھی اپنے ساتھ لے جاتی ہوں، اس کے بعد ربیکا حرکت میں آئی، آگے بڑھ کر اس نے بیازین کا ہاتھ تھام لیا، اسے گلے لگایا۔

گلے لگاتے ہی لگاتے کان میں اس نے اپنا تعارف کرایا پھر ربیکا، بیازین کے علاوہ سالم بن عطوف، عبورہ، دولاب، جوسی ماریہ، سیمسون کو لے کر وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ بدر یہیں پر رہا۔ تھوڑی دیر بعد امیر عبدالرحمٰن، یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ، دگر سالاروں اور اکابرین کے ساتھ اسیر عورتوں کے قیام کا اہتمام کرنے کے لئے لشکر گاہ کے ایک طرف چل دئے تھے۔

❂❂❂

یوسف بن بخت کے دونوں جانثار ساتھی عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا، شقنا کے گر
میں شامل ہو چکے تھے، شمال میں نصرانیوں کا جو گروہ شقنا کے لشکر میں شامل ہونے کے
آیا تھا، اسی کے ذریعہ وہ بڑی آسانی سے شقنا کے مسکن میں داخل ہو چکے تھے، اب وہا
انہیں قیام کئے کئی ہفتے بیت چکے تھے اور ان کے ساتھ اپنے کچھ جانثار ساتھی بھی تھے
کے ذریعہ انہوں نے یوسف بن بخت کے ساتھ رابطہ بھی قائم کرلیا تھا۔

ایک روز مسکن کے ایک حصے میں مسلم بن حیرا اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک طرف سے عا
بن طفیل آیا، وہ بڑا خوش اور مسکراتا ہوا آرہا تھا۔ مسلم بن حیرا بڑے غور سے اس کی طر
دیکھنے لگا۔ جب عاصم بن طفیل اس کے قریب آکر بیٹھ گیا تب مسلم بن حیرا نے ا
مخاطب کیا۔

”ابن طفیل، میرے بھائی! کیا کوئی غیر معمولی معاملہ ہے، اس سے پہلے میں نے نہ
تمہیں اس طرح مسکراتے ہوئے دیکھا تھا اور نہ تم اس قدر خوش ہوئے تھے جب
ہمارے ساتھیوں نے امیر یوسف بن بخت کی بیوی نشار کے مارے جانے کی اطلاع دی
اس دن سے تمہارے ہونٹوں سے مسکراہٹ بالکل چھن کر رہ گئی تھی، لیکن آج میں د
ہوں پہلے کی نسبت کسی قدر خوش اور مطمئن ہو۔“

عاصم بن طفیل نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اپنے ساتھی مسلم بن حیرا کو مخاطب
کر کے وہ کہہ رہا تھا۔ ”ابن حیرا! تمہارا کہنا اور تمہارا اندازہ دونوں ہی درست ہیں۔ م
واقعی خوش ہوں، جن دنوں ہمیں امیر یوسف بن بخت کی بیوی نشار کے مرنے کی اطلا
ہمارے ساتھی نے دی تھی یاد رکھنا اس وقت مجھ پر قیامت بیت گئی تھی۔ میں سوچتا تھا کہ
شاید اپنی موت تک میں کوئی خوشی اور کوئی سکون محسوس نہ کرسکوں گا لیکن آج مجھے ایک طر
کی آسودگی نصیب ہوئی ہے، جس مقصد کے تحت ہم شقنا کے مسکن میں داخل ہوئے ہیں ا
کے ساتھ مجھے اپنی منزل حاصل کرنے کے لئے ایک روشنی دکھائی دی ہے۔“

عاصم بن طفیل جب خاموش ہوا تب مسلم بن حیرا نے مخاطب کیا۔ ”کھل کے کہو کیا کہ
چاہتے ہو؟“

عاصم بن طفیل مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ ”میرے عزیز بھائی! میں زکائی اور تولا دونوں کو تلاش
ر آیا ہوں۔ گذشتہ کئی ہفتوں سے ہم تلاش کر رہے تھے، بڑے سرگرداں تھے لیکن وہ ہمیں
ی نہیں رہے تھے، ہم کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتے تھے اس لئے کہ اس طرح ہم مشکوک ہو
تے۔ آج ہماری خوش قسمتی کہ جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں اس سے تین چار چٹانیں جنوب
طرف ایک جگہ زکائی اور تولا دونوں اکٹھے بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں۔ اب ان
ملاقات کرنے اور انہیں اپنی گرفت میں کرنے کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے
یں پہلے تم سے کہتا ہوا اگر تم نے اس سے اتفاق کیا تو پھر اس پر عمل کیا جائے گا۔“

مسلم بن حیرا عاصم بن طفیل کی ساری گفتگو کو بڑے غور سے سنتا رہا تھا جب وہ خاموش
اب وہ بھی دلچسپی اور شوق کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”اگر تمہارے پاس کوئی ایسی
یز ہے تو کہو، پھر دیر کا ہے کی؟“

عاصم بن طفیل مسکرایا پھر کہنے لگا۔ ”عزیز بھائی! ابھی تھوڑی دیر تک ہم دونوں اٹھ کر
اں جنوب کی طرف جاتے ہیں جس چٹان کی پرلی طرف زکائی اور تولا بیٹھے ہوئے ہیں
کے شمال کی جانب ہم بیٹھ جائیں گے۔ انہیں سنانے کے لئے میں ایسی آواز میں گفتگو
وں گا جسے وہ دونوں بھی سن سکیں گے۔ میں تم سے کہوں گا۔ دیکھو! ہم عبدالرحمٰن بن
اویہ کے سالار یوسف بن بخت کی بیوی نشار کو قتل کر کے یہاں پہنچ تو گئے ہیں لیکن کہیں
ا نہ ہو کہ اس نے جو اپنے ساتھی ہمارے، زکائی اور تولا کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں وہ
یں ہم پر گرفت کرنے اور ہمارا کام تمام کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ جب ہم نشار
مارے جانے، یوسف بن بخت کے علاوہ ان دونوں کا بھی ذکر کریں گے تو یاد رکھنا وہ
کر ہمارے پاس آئیں گے۔ اس لئے کہ جس موضوع پر ہم گفتگو کریں گے وہ موضوع
ینا ان کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تو ہمارا تعارف
یں گے، ہم کہیں گے کہ ہم قرطبہ کے رہنے والے ہیں اس میں شک نہیں کہ ہم ہیں ہی
طبہ کے رہنے والے۔ یہ بھی کہیں گے کہ یوسف بن بخت کی ہمارے ساتھ دشمنی تھی کہ
نے میرے ایک عزیز کا ناحق قتل کیا تھا۔ جس کی بنا پر ہم نے اس کی بیوی کو قتل کر دیا۔
نہیں یہ بھی کہیں گے کہ یوسف بن بخت کے کچھ آدمی ہمارے اور ان دونوں کے پیچھے
ے ہوئے ہیں اور انہوں نے اس مسکن کے پار شمال کی جانب جو بستی ہے اس کی سرائے
ں قیام کر رکھا ہے۔ ہم انہیں یہ بھی تاثر دینے کی کوشش کریں گے کہ اگر ہم کوشش کریں تو
سف بن بخت کے ان آدمیوں کو پکڑ کر ان پر گرفت کر سکتے ہیں جنہوں نے مسکن کے باہر

سرائے میں قیام کر رکھا ہے، اس لئے کہ وہ ہم دونوں کے علاوہ تولا اور زکائی کی تلاش بھی ہیں۔ اگر ہم نے ان کو پکڑ کر ان کا خاتمہ نہ کیا تو کسی نہ کسی روز وہ ہم پر گرفت کر ہمارا خاتمہ کر دیں گے۔ جب ہم ان دونوں سے یہ کہانی بیان کریں گے تو یاد رکھ دونوں ہمارے ساتھ اس سرائے کی طرف جانے کے لئے تیار ہو جائیں گے جس انہیں اشارہ کریں گے۔ تمہاری طرف آنے سے پہلے میں اپنے ان ساتھیوں کو جن ذریعہ ہمارا امیر یوسف بن بخت کے ساتھ رابطہ ہے، شمال کی طرف جائیں گے اور کو سلسلے کے آخری حصے میں پہنچیں گے، وہاں ہمارے آدمی گھات میں بیٹھے ہوں گے، وہ زکائی اور تولا کو اپنی گرفت میں لے لیں گے اور ان کے ہاتھ باندھ کر ان کے کپڑے کس کر انہیں گھوڑوں پر بٹھا کر قرطبہ لے جائیں گے اور انہیں امیر یوسف بن بخ خدمت میں پیش کریں گے، اس کے بعد یوف بن بخت جو چاہے انہیں سزا دے۔" تک کہنے کے بعد عاصم بن طفیل رکا اور غور سے مسلم بن حیرا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے "یہ ہے وہ تجویز جو میں تم سے کہنا چاہتا تھا۔ اب کہو ردعمل کے طور پر تم کیا چاہتے ہو۔"

مسلم بن حیرا مسکرایا اور کہنے لگا۔ "میں نے ردعمل کے طور پر کچھ بھی نہیں کہنا، تم تجویز بہترین ہے، قابل عمل ہے اور اس پر فی الفور عمل کیا جانا چاہیے، اٹھو ادھر چلے جہاں زکائی اور تولا بیٹھے ہیں۔"

عاصم بن طفیل اٹھ کھڑا ہوا پھر دونوں جنوبی چٹانوں کی طرف جا رہے تھے۔ ایک کے قریب وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، کچھ دیر خاموش رہے ادھر کی باتیں کرتے رہے اس بعد انہوں نے وہی گفتگو شروع کی تھی جس کی تفصیل اس سے پہلے عاصم بن طفیل، مسلم حیرا سے کہہ چکا تھا۔ چٹان کی دوسری جانب زکائی اور تولا دونوں بیٹھے ہوئے تھے دونوں بھی ان کی بلند آواز میں کی جانے والی گفتگو کو بڑے غور اور انہماک سے سن رہے آخر میں دونوں اٹھ کھڑے ہوئے، بڑی تیزی سے چٹان کی اس سمت آئے جہاں بن طفیل اور مسلم بن حیرا بیٹھے ہوئے تھے، دونوں ان کے سامنے آئے پھر زکائی نے دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"صاحبو! اگر تم برا نہ مانو تو ہم دونوں یہاں تمہارے سامنے بیٹھ جائیں۔"

یہ الفاظ زکائی نے بڑی نرمی اور لگاوٹ کے ساتھ ادا کیے تھے۔ جواب میں عاصم بن بھی انہی جیسے لہجہ میں کہنے لگا۔ "میرے عزیزو! یہاں بیٹھنے کے لئے تم دونوں کو ہم اجازت لینے کی تو ضرورت نہیں ہے۔ بیٹھو، تم ہمارے لئے صاحب عزت ہو، بیٹھ جاؤ۔"

زکائی اور تولا دونوں بیٹھ گئے پھر گفتگو کا آغاز زکائی نے کیا ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "میرا نام زکائی ہے، میرے ساتھ یہ میرا ساتھی تولا ہے، ہم دونوں چٹان کی دوسری سمت بیٹھے ہوئے تھے، تھوڑی دیر پہلے تم لوگ جو گفتگو کر رہے تھے وہ ساری ہم نے بڑے غور سے سنی ہے تمہاری گفتگو سننے کے بعد ہم نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ تم ہمارے لئے کام کے بلکہ ہمارے ہی ہم نوا قسم کے انسان ہو۔ پہلے یہ کہو کہ یوسف بن بخت کے ساتھ تمہاری کیا عداوت اور دشمنی ہے؟"

جواب میں عاصم بن طفیل نے وہی بہانہ سنا دیا جو اس سے پہلے دونوں نے طے کیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی انکشاف کر دیا کہ یوسف بن بخت نے چونکہ ان کے ایک عزیز کو ناحق قتل کیا تھا لہٰذا ہم دونوں نے اس کی بیوی کا کام تمام کر دیا ہے۔

عاصم بن طفیل کے ان الفاظ پر زکائی اور تولا دونوں بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے، اس بار تولا بول اٹھا۔ "تم دونوں تو ہمارے لئے بڑے کارآمد اور خوش بخت انسان ہو۔"

عاصم بن طفیل فوراً تولا کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔ "خوش بخت تو ہیں لیکن بدبختی بھی ہمارا تعاقب کر رہی ہے، ہم نے یوسف بن بخت کی بیوی نثار کو قتل کر کے اس سے دشمنی تو لے لی ہے لیکن اب اس کے آدمی ہمیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں اگر میں غلطی پر نہیں تو تم زکائی یا اور تولا بھی وہی ہو جن کی اس سے پہلے یوسف بن بخت کے ساتھ دشمنی اور عداوت چل رہی تھی اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ یوسف بن بخت کے آدمی تم دونوں کو بھی تلاش کر رہے ہیں۔ اب جو گفتگو میں نے اپنے ساتھی سے کی ہے اس کے مطابق یوسف بن بخت کے کچھ آدمی مسکن سے باہر شمال کی طرف آئے ہیں اور وہاں انہوں نے قیام کیا ہوا ہے، وہ تعداد میں تین ہیں کسی بھی وقت وہ اس مسکن میں داخل ہوں گے، اس لئے کہ اس مسکن میں جو چاہے داخل ہو جائے کوئی روک رکاوٹ نہیں ہے۔ مسکن میں داخل ہونے کے بعد وہ ہم دونوں کے علاوہ تم دونوں کو بھی تلاش کریں گے اور کوئی نہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر ہم چاروں کی گردنیں کاٹ کر واپس یوسف بن بخت کی طرف چلے جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عاصم بن طفیل جب خاموش ہوا تو بڑی دلچسپی اور طمانیت سے زکائی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرے عزیزو! یوسف بن بخت کے پاس تو اس وقت پہنچیں گے جب وہ ہمارے ہاتھوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جس پر ہم ہاتھ ڈالتے ہیں اس کا بچ نکلنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ بہرحال تم دونوں ہمارے لئے بڑے کام کے آدمی ثابت ہوئے ہو لیکن مجھے افسوس ہے کہ

تم سے ہماری ملاقات بڑی تاخیر سے ہو رہی ہے۔ وہ تو حالات ہمارا ساتھ دے رہے ہیں کہ چٹان کی دوسری طرف بیٹھ کر میں نے تم دونوں کی گفتگو سن لی ورنہ ہمارا تو آپس میں تعارف ہی نہ ہوتا، ہو سکتا ہے اسی اندھیرے میں یوسف بن بخت کے آدمی اپنا کام کر کے ہم چاروں کے حلقوم کاٹ کر چلتے بنتے۔" یہاں تک کہنے کے بعد زکائی رکا پھر اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ "اب یوں جانو، ہمارا اور تمہارا ساتھ پکا اور مستقل طور پر رہے گا، تم دونوں نے یوسف بن بخت کی بیوی نشار کو قتل کر کے وہ کام کیا ہے جسے کرنے میں ہم دونوں ناکام رہے تھے، اب چونکہ تم دونوں سے تعارف ہو گیا ہے اور ہم سب کا مدعا، مقصد اور منزل بھی ایک ہی ہے لہٰذا میں تم پر انکشاف کروں کہ اس سے پہلے ہم نے دو وارداتوں میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ہماری بدبختی کہ اس میں ہم ناکام رہے۔"

زکائی جب خاموش ہوا تب اس بار مسلم بن حیرا نے سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے پوچھ لیا۔ "کیسی دو کارروائیاں اور تم دونوں ان میں کس طرح ناکام رہے؟"

اس پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے زکائی کہنے لگا۔ "دراصل ہم نے اپنے چار آدمیوں کو جو فدائی قسم کے انسان تھے اور قتل کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، انہیں دو کارروائیاں کرنے پر مقرر کیا تھا، دو کے ذمہ ہم نے کام لگایا تھا کہ وہ نشار اور اس کے ماں باپ کو موت کے گھاٹ اتار دیں اور دو کے ذمہ ہم نے یہ کام لگایا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح، کسی حربہ، کسی جتن سے کام لیتے ہوئے یوسف بن بخت کا کام تمام کر دیں۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی ہمارے دو آدمی جو نشار کو قتل کرنے کے لئے قرطبہ شہر میں داخل ہوئے، انہوں نے بھی جب لوٹنے میں تاخیر کی اور دو آدمی جو ہم نے یوسف بن بخت کا خاتمہ کرنے کے لئے روانہ کیے تھے ان کے لوٹنے میں بھی جب خاصی دیر ہوئی تب ہم دونوں فکر مند ہوئے۔ ہمارے ساتھ شقنا کے اس گروہ کے کچھ ساتھی بھی شامل ہیں ان میں سے کچھ کو ہم نے ان چاروں ساتھیوں کا پتہ لگانے کے لئے روانہ کیا، انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ وہ دو جنہیں نشار اور اس کے ماں باپ کو قتل کرنے کے لئے روانہ کیا تھا انہیں یوسف بن بخت کی حویلی میں کچھ لوگوں نے قتل کر دیا، جو یوسف بن بخت کی حویلی میں محافظ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ جہاں تک دوسرے دو جوانوں کا تعلق ہے، تو ہمیں امید تھی کہ وہ یوسف بن بخت کا کام تمام کر دیں گے لیکن ہماری بدبختی کہ وہ بھی امیر یوسف بن بخت کے لشکر میں اپنے کام کی تکمیل سے پہلے ہی پکڑے گئے اور موت کے گھا... تم لوگوں نے

...ے لئے آسانی اور دلچسپی کا ایک اور راستہ کھول دیا ہے، اگر یوسف بن بخت کے کچھ ...یوں نے کوہستانی سلسلے سے باہر جو سرائے ہے اس میں قیام کر رکھا ہے تو یاد رکھنا ان ... علاوہ شقنا کے گروہ میں بھی یوسف بن بخت کے کچھ آدمی ہوں گے جو تم دونوں کے ...وہ ہم پر بھی نگاہ رکھنے پر مقرر ہوں گے۔ لہٰذا میں چاہوں گا کہ تم دونوں ابھی اور اسی ...ں ہم دونوں کے ساتھ روانہ ہو، یوسف بن بخت کے وہ تین آدمی جنہوں نے سرائے ...قیام کر رکھا ہے انہیں جا کر پکڑتے ہیں ان پر گرفت کرتے ہیں اور پھر ان پر سختی کر کے ...سے یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ شقنا کے گروہ میں یوسف بن بخت کے کتنے آدمی ...ں ہو چکے ہیں، وہ کون کون ہیں، ان کے نام کیا ہیں، جب ہمیں ان کے ناموں کی خبر ہو ...ئے گی تو واپس آ کر ان کا کام تمام کریں گے اور دو ہم تین گرفتار کریں گے انہیں بھی ...ت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اب کیا تم دونوں میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو۔"

زکائی جب خاموش ہوا تو بڑے تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے عاصم بن طفیل ...ے لگا۔ "ایسا ویسا اتفاق، ہم دونوں تو خود یہی چاہ رہے تھے کہ تم دونوں سے ہماری کہیں ...ت ہو جائے۔ میں اپنے اس ساتھی سے کچھ دن پہلے بھی ذکر کر رہا تھا کہ اگر زکائی اور ...سے ہماری ملاقات ہو جائے تو اس طرح ہماری طاقت اور قوت میں اضافہ ہو جائے گا ...ہ لوگ جو ہمارے قتل کے درپے ہوں گے ان سے نمٹنا ہمارے لئے آسان ہو جائے ...اب میرے خیال میں اٹھو، یوسف بن بخت کے آدمیوں کی طرف جاتے ہیں، انہیں ...تے ہیں اور ان کے ذریعہ یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ یوسف بن بخت کے کون ...نا سے آدمی شقنا کے گروہ میں داخل ہو چکے ہیں۔"

اس گفتگو کے جواب میں عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے ...زکائی کی طرف دیکھتے ہوئے ابن طفیل کہنے لگا۔ "میرے عزیزو! ہم دونوں اپنے ...ڑوں کو لے کر یہیں آتے ہیں، میرے خیال میں اتنی دیر تک تم بھی اپنے گھوڑوں پر ...ہو کر یہاں آ جاؤ اس کے بعد اپنی مہم پر نکلتے ہیں۔"

زکائی اور تولا دونوں نے عاصم بن طفیل کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر چاروں مختلف ...ں کو چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا جب اپنے گھوڑوں پر ...ہو کر وہاں پہنچے تو ان کے پہنچنے سے پہلے زکائی اور تولا وہاں پہنچ چکے تھے، وہ اپنے ...ڑوں پر سوار تھے اور شاید ان دونوں ہی کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے، جونہی عاصم بن ...ما اور مسلم بن حیرا وہاں پہنچے چاروں نے ایک دوسرے کی طرف خاموش نگاہوں سے

دیکھا۔ پھر اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے انہیں ایک سمت دوڑا رہے تھے۔

✿✿✿

جس سرائے کی طرف عاصم بن طفیل نے اشارہ کیا تھا، وہ کوہستانی سلسلے سے لگ ک ایک فرسنگ کے فاصلے پر تھی چاروں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے جب کوہستانی سلسلے سے نکل کر قدرے چھوٹے ٹیلوں میں سے ہو کر گزر رہے تھے تب اچا ایک طرف سے کچھ سوار نمودار ہوئے اور ان چاروں کی راہ روک کھڑے ہوئے۔ ان ایسا کرنے پر زکائی اور تولا دونوں نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلواریں بے نیام کر لیں روکنے والوں سے زکائی دھمکی آمیز انداز میں کہنے لگا۔

"تم کون ہو، کس مقصد کے تحت تم ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہو، یاد رکھو یہ شقنا مسکن کا بیرونی حصہ ہے، یہاں کسی کا زور اور بس نہیں چلتا۔ اگر تم نے کوئی غلط کارروائی کر کی کوشش کی تو ہم چاروں تمہاری گردنیں اڑا کر اپنی منزل کی طرف نکل جائیں گے۔"

راہ روکنے والوں میں سے ایک نے قہقہہ لگایا پھر زکائی کی طرف دیکھتے ہوئے لگا۔ "پاگل کتے، تم چار نہیں صرف دو ہو۔ تمہارے پیچھے جو سوار ہیں ذرا ان کی طرف سے دیکھو، کیا انہوں نے ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تلواریں بے نیام کی ہیں۔"

اس پر زکائی اور تولا دونوں نے مڑ کر حیرت انگیز انداز میں جب ان کی طرف دیکھ بالکل اپنی جگہ ساکن اور خاموش بیٹھے تھے۔ اس موقع پر زکائی نے ان دونوں کو مخاطب کر

"کیا اس مہم میں تم دونوں ہمارا ساتھ نہیں دو گے؟ کیا میں یہ سمجھ لوں......"

زکائی کو اس کے بعد کچھ کہنے کا موقع نہ ملا اس لئے کہ عاصم بن طفیل اور مسلم ب دونوں نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلواریں بے نیام کر لی تھیں پھر مسکراتے ہوئے ز مخاطب کرتے ہوئے ابن طفیل کہنے لگا۔

"زکائی اور تولا، دونوں میری بات غور سے سنو، راہ روکنے والے اس طرح کی گ کے تم دونوں کو گمراہ کر کے ہمارے خلاف کرنا چاہتے ہیں، ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہونے کی ضرورت نہیں۔"

ابن طفیل کی اس گفتگو پر زکائی اور تولا دونوں کی چھاتیاں تن گئی تھیں۔ اس بار تو راہ روکنے والوں کو مخاطب کیا۔ "میں تم سب کو تھوڑا سا وقت دیتا ہوں، ہمارے راستے ہٹ جاؤ، ایسا نہیں کرو گے تو ہم چاروں تم پر حملہ آور ہو کر ایسی ضرب لگائیں گے کہ تم کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔"

راہ روکنے والوں میں سے جو پہلے مخاطب ہوا تھا، اس نے پھر ایک ہولناک قہقہہ لگایا یں مخاطب کیا۔ "پاگل کتو، ذرا اپنے دائیں جانب دیکھو، کیا تم ہم پر حملہ آور ہونے کی ں اور جسارت کر سکتے ہو۔"

کائی اور تولا نے جب گھبرا کر مڑ کر دیکھا تو وہاں دو جوان اپنی کمانوں پر تیر چڑھائے ن کا رخ تولا اور زکائی کی طرف کیے مستعد کھڑے تھے۔ ان تیر اندازوں کو دیکھتے تولا اور زکائی دونوں کی ہوا نکل گئی تھی، اس کے بعد جو معاملہ پیش آیا وہ زکائی اور تولا لئے انتہا درجہ کا حیرت انگیز تھا، ان دونوں کی پشت پر کھڑے عاصم بن طفیل اور مسلم بن یک میں آئے اور دونوں نے اپنی تلواروں کی نوکیں زکائی اور تولا کی پشت پر جما دی پھر عاصم بن طفیل کی دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر دائیں جانب جو بلند ٹیلہ ہے، اس کی اوٹ میں چلے جاؤ، ں کرو گے تو ہم دونوں کی تلواریں تم دونوں کے جسموں کے پار ہو جائیں گی۔"

ب زکائی اور تولا لرز کانپ گئے تھے۔ راہ روکنے والے ایک طرف ہٹ گئے۔ زکائی ا دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے اس بڑے ٹیلے کی طرف گئے تھے جس کی عاصم بن طفیل نے اشارہ کیا تھا۔ جب وہ اس ٹیلے کی اوٹ میں گئے تب انہیں ب کرتے ہوئے تقریباً دھاڑتی ہوئی آواز میں عاصم بن طفیل بول اٹھا۔

"اپنی تلواریں اور ڈھالیں ایک طرف پھینک دو اور گھوڑوں سے اتر کر کھڑے ہو جاؤ۔"

زکائی اور تولا دونوں نے ایسا ہی کیا دونوں نے اپنی تلواریں اور ڈھالیں پھینک دیں اور وں سے اتر کر ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اتنی دیر تک راہ روکنے والے بھی آ گئے، انہوں نے ان دونوں کی تلواروں اور ڈھالوں پر قبضہ کر لیا تھا پھر عاصم بن طفیل لم بن حیرا بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ اس کے بعد عاصم بن طفیل اپنی تلوار کو ہوا ان دونوں کے سامنے گیا اور کہنے لگا۔

"زکائی اور تولا، تم دونوں غدار، ایمان فروش اور بے ضمیر قسم کے لوگ ہو۔ تم دونوں نے یوسف بن بخت کی ماں، بہن اور بھائی کو قتل کیا، ایسا کرنے کے بعد تم کیا سمجھتے تھے کہ نکلو گے۔ ظالم کے بچو، میری طرف غور سے دیکھو، میرا نام عاصم بن طفیل ہے اور میں شخص ہوں جس نے تمہارے ان دو آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، جنہیں تم شار اور اس کے ماں باپ کو قتل کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ شقنا کے گروہ میں شامل نے کے بعد کیا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ محفوظ ہو گئے ہو۔ تم نے تین قتل کیے تھے اور قاتل کو

اس کے قتل کی سزا تو ہر صورت میں ملنی چاہیے۔ ایک بات اپنے ذہن میں لکھ رکھنا، ہم ا یوسف بن بخت کے دشمن نہیں، یوں جانو، ہم تو امیر کے ادنیٰ خادموں میں سے ہیں۔ تم دونوں کی قسمت کا فیصلہ خود نہیں کرنا چاہتا اس لئے کہ تم امیر یوسف بن بخت کے اور گناہ گار ہو، یہ جن ساتھیوں نے راہ روکی، یہ امیر یوسف بن بخت کے لشکری ہیں، ا نگرانی میں، میں تمہیں امیر یوسف بن بخت کی طرف روانہ کرتا ہوں۔ یہ تمہیں امیر سامنے پیش کریں گے، اب امیر جو سلوک چاہے تمہارے ساتھ کریں۔"

اس کے ساتھ ہی عاصم بن طفیل نے راہ روکنے والوں کو مخصوص سا اشارہ کیا جس حرکت میں آئے، زکائی اور تولا کے ہاتھ انہوں نے کس کر پشت پر باندھ دیئے تھے، بھی کس کر کپڑا باندھتے ہوئے ڈھانپ دیا تھا اس کے بعد دو سواروں نے انہیں آگے لیا ان کے دونوں گھوڑوں کو بھی انہوں نے اپنی زینوں کے ساتھ باندھ لیا۔ پھر وہ زکائی اور تولا کو لے کر وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس شقنا کے مسکن کا رخ کر رہے تھے۔

✿✿✿

بیازین کو سالم بن عطوف اور عبورہ کے ساتھ رہتے ہوئے کئی دن گزر چکے تھے، و دونوں کے ساتھ کافی حد تک مانوس بھی ہو چکی تھی۔ بڑی دلجمعی سے ان کی خدمت ک رہی تھی۔ ایک طرح سے ان دونوں کے ساتھ رہتے ہوئے وہ آسودگی اور طمانیت محسو رہی تھی۔ ایک روز وہ حویلی کے پشتی حصے میں جو باغیچہ تھا اس میں سے پکے ہوئے پھل رہی تھی کہ اچانک حویلی میں اس کے ساتھ اسیر ہونے والی فرانسیسی لڑکیوں میں سے نمودار ہوئی، وہی لڑکی تھی جو ایک طرح سے بیازین کی دست راست رہی تھی، جب و باغیچے میں داخل ہوئی تو اس کی طرف بیازین تھوڑی دیر تک بڑے غور سے دیکھتی رہی لئے کہ اس موقع پر وہ لڑکی زرق برق اور انتہائی قیمتی لباس پہنے ہوئے تھی۔ کچھ دیر بیازین اسے حیرت سے دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

"ڈوزی! یہ تمہیں کیا ہوا، تمہارے پاس تو بڑے بوسیدہ سے کپڑے تھے۔ یہ تم زرق برق لباس آج کیسے پہن رکھا ہے؟"

وہ لڑکی جس کا نام ڈوزی کہہ کر پکارا گیا تھا، بیازین کے قریب ہوئی اور اسے مخاطب کے کہنے لگی۔ "بیازین! میں بے حد خوش اور مطمئن ہوں۔ دیکھو، اب میرا نام ڈوزی نہ میرا نام صفا ہے۔ میں اسلام قبول کر چکی ہوں اور مسلمانوں کے سالار تمام بن علقمہ

دی کر چکی ہوں، اب میں ان کی بیوی ہوں۔" یہاں تک کہنے کے بعد ڈوزی جس کا نیا صفا تھا، رکی پھر سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ "بیازین! تم میرے ھ چلو، میں تمہیں لینے آئی ہوں۔"

صفا کی طرف دیکھتے ہوئے بیازین پھر بول پڑی۔ "یہ تو میں تم سے بعد میں سب وں گی کہ تم مجھے کیوں لینے آئی ہو اور کہاں لے جانا چاہتی ہو، پر یہ بتاؤ کہ تم نے کب ی کی اور اپنی شادی کے بعد کیا تم اپنے شوہر سے مطمئن ہو۔"

اس پر صفا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "سب لڑکیوں نے کسی نہ کسی سے شادی کر ہے اور اس شادی کا اہتمام اندلس کے حکمران عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنی نگرانی میں کرایا ساری لڑکیوں کو اچھی خاصی رقوم بھی عطا کی ہیں، تمہارے بعد ساری لڑکیوں میں سے زیادہ خوبصورت اور پرکشش تھی۔ لہٰذا میری شادی امیر یوسف بن بخت کے نائب تمام علقمہ سے کر دی گئی ہے ان کی ماں اور باپ ہیں، میں ان کی بہترین خدمت کرتی ہوں۔ جانو میں اب اپنے شوہر کے ساتھ انتہائی خوش اور مطمئن ہوں۔ ساتھ ہی میں تم سے یہ کہوں کہ مجھ سمیت ساری لڑکیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور سب اپنے اپنے گھروں خوش ہیں۔" یہاں تک کہنے کے بعد صفا رکی پھر بڑے غور سے بیازین کی طرف دیکھتے ے کہنے لگی۔ "بیازین! بنیادی طور پر یہ حویلی یوسف بن بخت کی ہے اور اس میں سالم طوف اور عبورہ، دونوں میاں بیوی رہتے ہیں، کیا امیر بھی کبھی اس حویلی میں آئے ہیں۔"

اس پر بیازین لاپروائی میں کندھے اچکاتے ہوئے کہنے لگی۔ "کئی بار آئے ہیں، یہاں ہو کر جاتے رہے ہیں۔ سالم بن عطوف اور عبورہ کے علاوہ میرا حال احوال بھی پوچھ کر ے رہے ہیں، اچھے انسان ہیں، مجھے ان کی بیوی کے مرنے کا دکھ اور غم ہے۔"

اس پر غور سے بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے صفا کہنے لگی۔ "کیا تمہارے ہاتھ کا کھانا الیتے ہیں۔"

"کیوں نہیں کھائیں گے، کیا میں کوئی ناپاک ہاتھوں سے کھانا تیار کرتی ہوں۔" اتے ہوئے بیازین نے کہا تھا۔

بیازین جب خاموش ہوئی تب صفا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "تم میرے ساتھ ہیں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بلایا ہے۔ مجھے اور میرے شوہر کو امیر نے گھر سے تھا، میرے شوہر تمام بن علقمہ اس وقت امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس ہیں، مجھے سامنے روانہ کیا تا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ قصر کی طرف لے کر جاؤں۔"

بیازین چونکی اور کہنے لگی۔ ”مجھے امیر نے کیوں طلب کیا ہے، خیریت تو ہے؟“

جواب میں صفا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ”ساری قیدی لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے، میرے خیال میں وہ تمہاری شادی سے متعلق بھی تم سے گفتگو کریں گے، میرے خیال میں اس کے علاوہ اور کوئی موضوع نہیں ہے اور ہاں ربیکا کہاں ہے، اسے بھی امیر عبدالرحمٰن نے آپ کے ساتھ بلایا ہے، اس کا شوہر بدر بھی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔“

اتنی دیر تک حویلی کے اندرونی حصے سے ربیکا بھی نکل آئی اور کہنے لگی۔ ”میں یہیں ہوں، میں تم دونوں کی گفتگو سن چکی ہوں۔ میں ذرا اندر مطبخ میں کام کر رہی تھی جبکہ بیازین باہر پھل توڑ رہی تھی۔ اگر امیر عبدالرحمٰن نے ہم سب کو بلایا ہے تو میرے خیال میں ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آؤ، تینوں امیر کے پاس چلتی ہیں اور دیکھتے ہیں، بیازین کے ساتھ امیر کس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔“

بیازین کچھ دیر تک گردن جھکا کر سوچتی رہی پھر چونکی اور ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”چلیں چلتے ہیں، ہمیں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اگر امیر نے ہمیں بلایا ہے تو ہمیں فی الفور ان کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی تینوں حویلی سے نکل کر قرطبہ کے قصر کا رخ کر رہی تھیں۔

✡✡✡

صفا کے پیچھے پیچھے ربیکا اور بیازین دونوں قصر کے ایک کمرے میں داخل ہوئیں۔ قصر میں اس وقت بدر کے علاوہ تمام بن علقمہ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ صفا آگے بڑھ کر تمام بن علقمہ کے پہلو میں بیٹھ گئی، اس لئے کہ اب وہ اس کی بیوی تھی۔ بدر کے ساتھ ربیکا بیٹھی اور ہاتھ کے اشارے سے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بیازین کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ بیازین چپ چاپ وہاں بیٹھ گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک قصر کے کمرے میں خاموشی رہی اس دوران چند ثانیوں تک امیر عبدالرحمٰن نے بڑے غور سے بیازین کی طرف دیکھا تھا۔ بیازین اداس وافسردہ تھی آخر امیر عبدالرحمٰن نے اسے مخاطب کیا۔

”بیازین! سالم بن عطوف اور عبورہ کے ہاں رہتے ہوئے اگر تمہیں کوئی تکلیف، دشواری، شکوہ اور شکایت ہو تو کہو۔“

بیازین نے اپنی نشست پر پہلو بدلا پھر دھیمے سے لہجہ میں کہنے لگی۔ ”امیر! میں وہاں

خوش اور مطمئن ہوں۔ مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں، وہ دونوں میاں بیوی میرا بیٹیوں سے بڑھ کر خیال رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے کیا چاہیے۔“

کمرے میں تھوڑی دیر پھر سکوت رہا اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے پھر بیازین کو مخاطب کیا تھا۔ ”بیازین، میری بیٹی! تمہارے ساتھ جس قدر اسیر لڑکیاں یہاں آئی ہیں، ان سب کی شادیوں کا اہتمام ان کی مرضی اور منشا کے مطابق کر دیا گیا ہے۔ یہ تمہارے سامنے تمہاری عزیز ترین ساتھی بیٹھی ہوئی ہے، اس کا اب اسلامی نام صفا ہے اور تمام بن علقمہ کی بیوی ہے میں چاہتا ہوں، ان لڑکیوں کی طرح تم بھی کسی مناسب شخص سے شادی کر لو جس کسی کی بھی طرف تم اشارہ کرو گی میں اس سے تمہاری شادی کا اہتمام کر دوں گا، یہ تمہارا حق ہے اور کوئی تمہیں تمہارے حق سے محروم نہیں کر سکتا۔ میں نے اتنے دن سے اس موضوع پر اس لئے بات نہیں کی کہ یہاں رہتے ہوئے تم دیکھ سکو کہ کس شخص سے تم شادی کرو تو اس کے ساتھ تم خوش رہ سکتی ہو۔“

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہوا تب بیازین کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگی۔ ”امیر! آپ کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ نے مجھے بیٹی کہہ کر پکارا یہ میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ نے مجھے محترم سالم بن عطوف اور عبورہ کے ہاں باعزت زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کیا۔ تیسرا یہ کہ آپ نے زبردستی نہ کسی کے حرم میں داخل کیا، نہ کسی سے زبردستی رشتہ جوڑنے کی کوشش کی، اس لئے میں آپ کی بے حد احسان مند اور ممنون ہوں۔ جب آپ نے مجھ پر اتنے احسان کئے ہیں، ایک اور احسان کیجئے گا۔“

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔ ”کیا احسان بیٹی! جو احسان تم نے گنوائے ہیں انہیں میں احسان نہیں سمجھتا۔ وہ ہمارے فرائض میں شامل تھے اور تم ان کی حقدار تھی، اب کہو تم کیا چاہتی ہو۔“

لمحہ بھر کے لئے بیازین کی گردن جھکی رہی پھر امیر عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔ ”امیر! میں شادی نہیں کرنا چاہتی نہ ہی یہاں میں کسی کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ مجھے واپس فرانس بھیج دیں تو یہ آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ جسے میں زندگی بھر یاد رکھوں گی۔“

بیازین کے اس جواب پر جہاں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ چونکا تھا وہاں ربیکا، بدر، تمام بن علقمہ اور صفا بھی حیرت کا اظہار کر رہے تھے، کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد امیر

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بیازین کو پھر مخاطب کیا۔

"دیکھو، تمہاری حیثیت یہاں میری بیٹی کی سی ہے، میں زبردستی تمہیں کسی کے پلے نہ باندھوں گا، نہ ہی زبردستی تمہیں کسی کے حرم میں داخل کروں گا۔ یہاں قیام کے دوران جتنے دن بھی رہوگی عزت، وقار اور آبرو کے ساتھ رہوگی۔ اگر تم یہاں کسی سے شادی نہ کرنا چاہتی ہو اور واپس فرانس جانا چاہتی ہو تو کوئی تمہاری راہ نہیں روکے گا، لیکن وا جانے کے لئے میری ایک شرط ہے۔"

جواب میں بیازین نے چونکنے کے انداز میں امیر کی طرف دیکھا پھر دھیمے سے لہجہ کہنے لگی۔ "کیسی شرط ہے امیر؟"

عبدالرحمٰن بن معاویہ مسکرایا کہنے لگا۔ "میری بیٹی! اس بات کا تو تمہیں علم ہ یوسف بن بخت میرے لشکریوں کا سالار اعلیٰ ہے، اس کی بیوی نثار جنگ میں کام آ تھی۔ وہ سالم بن عطوف اور عبورہ کی بیٹی تھی، اسی بنا پر میں نے تمہیں ان دونوں میاں کے پاس رہنے کے لئے کہا تھا کہ تمہاری موجودگی کی وجہ سے وہ کسی حد تک اپنی بیٹی کے اور غم کو بھول جائیں گے۔ بیٹی، میں تم سے صاف بات کہوں گا، اس وقت بدر اور تما علقمہ بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، جو بات میں تم سے کہنا چاہتا تھا اس سے صفا بھی وا ہے۔ میں نے اور ان تینوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم تمہاری شادی یوسف بن سے کرا دیں گے لیکن تم چونکہ انکار کر رہی ہو، واپس جانا چاہتی ہو لہٰذا تمہاری واپسی لئے میں یہ شرط رکھوں گا کہ......"

"امیر کوئی شرط ایسی رکھئے گا جسے میں پورا کرسکوں، کوئی ایسی شرط عائد نہ کیجئے میرے بس سے ہی باہر ہو۔" امیر کی بات کاٹتے ہوئے بیازین بول اٹھی تھی۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے گلا صاف کیا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ "بیٹی! نثار کے مرنے یوسف بن بخت ایک طرح سے دل برداشتہ سا ہوگیا ہے میں نے کئی بار اس سے کہا دوسری شادی کرلے لیکن وہ شادی کرنے پر رضامند اور آمادہ نہیں ہوتا گو اس نے طور پر اپنی رہائش مستقر میں رکھ لی ہے لیکن کبھی کبھی وہ سالم بن عطوف اور عبورہ کے لئے حویلی بھی جاتا ہے، میرا خیال ہے تمہارا بھی حال احوال پوچھتا ہوگا۔"

"روز پوچھتا ہے۔" بیازین نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ پھر بول اٹھا۔ "میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ وہ شادی کرلے لیکن وہ اس پر رضامند نہیں ہوتا۔ اب میں تمہارے ذمہ ایک کام لگاتا

ہے تم شرط نہ کہو بیٹی، سمجھو کہ میری طرف سے یہ ایک کام ہے جو تمہیں سونپا جا رہا ہے۔ تم طرف سے کوشش کرو کہ یوسف بن بخت کسی کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو ے، جس روز تم یوسف بن بخت کو رضامند کرلوگی کہ وہ کسی سے شادی کرلے، اپنا گھر رلے، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اس کے بعد جب بھی تم کہو گی میں مسلح دستوں کے ھ تمہیں شمال کی طرف روانہ کردوں گا اور وہ مسلح دستے تمہیں فرانس کی حدود کے اندر ی چھوڑ کر آئیں گے۔" عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا، کہنے لگا۔ "بیٹی! یہ کوئی اتنی کڑی اور ی شرط نہیں ہے جسے تم پورا ہی نہ کرسکو۔"

بیازین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ "امیر! گو یوسف بن بخت کے ساتھ میرا کچھ اٹھنا ہ زیادہ نہیں ہے۔ دو چار بار وہ حویلی میں آئے ہیں، میں ان کی شکرگزار ہوں کہ انہوں یرا حال احوال بھی پوچھا اور یہ تک بھی کہا کہ اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤں۔ کے علاوہ میری ان سے کبھی گفتگو نہیں ہوئی، تاہم میں اپنی طرف سے کوشش کروں گی آپ کے سالار کو شادی پر آمادہ کرلوں اس کے بعد یہاں سے واپس اپنے گھر جانے قابل ہو جاؤں گی لیکن اس موقع پر میری ایک گذارش بھی ہے، اگر میں آپ کے سالار بن بخت کو شادی پر آمادہ نہ کرسکی تو کیا مجھے اپنی ساری زندگی یہیں سالم بن عطوف بورہ کے ہاں گزارنا پڑے گی۔"

اس پر مسکراتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔ "نہیں بیٹی، یہ دوسرا موضوع ہے۔ اسے آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگئی تو تم شرط پوری کرلوگی، اگر آمادہ نہ کرسکی تو اس رع پر میری بیٹی، بعد میں سوچا جاسکتا ہے۔ یہ کوئی اتنا سخت اور کڑا موضوع نہیں ہے کیا یہ سمجھ لوں کہ تم میری اس شرط کو قبول اور منظور کرتی ہو۔"

بیازین مسکرائی، اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔ "امیر! مجھے قبول ہے، میں ل کروں گی کہ آپ کے امیر کو میں شادی پر آمادہ کرلوں، اس کے بعد گھر جانے کے ا ہوسکوں۔"

بیازین کی اس گفتگو سے عبدالرحمٰن کس حد تک مطمئن ہوگیا تھا پھر سب اس کمرے سے تمام بن علقمہ اور اس کی بیوی صفا اپنی حویلی کی طرف چلے گئے تھے جبکہ بدر اور ربیکا ا بیازین کو لے کر یوسف بن بخت کی حویلی کا رخ کر رہے تھے۔

✿✿✿

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ قرطبہ کے قصر کے ایک کمرے میں ایک شہہ نشین پر بیٹھا ہ
تھا، سامنے سلطنت کے عمائدین اور اکابرین کے علاوہ چھوٹے سالار بھی بیٹھے ہوئے تھ
کہ اتنے میں قصر کے اس کمرے میں یوسف بن بخت، بدر اور تمام بن علقمہ اور کچھ دوسر
سالار داخل ہوئے تھے، سب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے پھر دھیمے سے لہجے میں یوسف بن
بخت نے امیر عبدالرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"امیر! میں معذرت خواں ہوں کہ ہمیں مستقر میں کچھ لشکری امور نمٹانے کے سلسلے میں
دیر ہوگئی اس لئے......"

یوسف بن بخت کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے امیر
عبدالرحمٰن بول اٹھا۔ "کوئی بات نہیں، بیٹھو۔"

جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب کچھ دیر قصر کے اس کمرے میں خاموشی رہی پھر امیر
عبدالرحمٰن بن معاویہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"عزیزان من! جنوبی ہسپانیہ میں تو جس قدر بغاوتیں اٹھیں کم و بیش ان سب کا ہم نے
خاتمہ کر دیا، ابھی کچھ اکا دکا باقی ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ ان پر بھی ہم جلد قابو پا لیں گے۔
میں نے اپنے قاصد بارسلونہ اور سرقسطہ کے دونوں حاکموں، سلیمان بن یقظان اور حسین
بن یحییٰ کی طرف روانہ کئے تھے اور قاصدوں نے واپس آ کر مجھے بتایا تھا کہ وہ دونوں
قرطبہ آ کر اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کریں گے لیکن ابھی تک وہ دونوں نہیں
آئے، میں سمجھتا ہوں، ان کی گردن میں ابھی تک اکڑ ہے ورنہ اتنے دن گزر جانے کے
بعد انہیں یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا فی الحال ان دونوں کو تو میں نظر انداز کر رہا ہوں لیکن
دونوں نے اگر ہماری اطاعت قبول نہ کی تو ان کے خلاف ہم حرکت میں ضرور آئیں گے۔
بہر حال انہیں مہلت دیتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھانے کی
کوشش کریں گے۔ اب اس وقت سب سے بڑی دو مہمیں ہمارے سامنے ہیں شقنا ایک
عرصہ سے ہمارے لئے وبال جان بنا ہوا ہے وہ جس کوہستانی سلسلے میں رہتا ہے اس میں

ہی درے ہیں اور وہ ان دروں سے واقف ہے جس کی بنا پر ہمارے ہاتھوں شکست
کے بعد وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب کبھی
کے خلاف حرکت میں آئے ہیں، ہمارا پورا لشکر کبھی یہاں ہوا ہی نہیں اس سے
وقت یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ ہمیشہ شمال ہی کی طرف مہموں میں مصروف
ہیں۔ اب یہ دونوں لوٹ آئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں، اپنے پورے لشکر کے ساتھ ہم
دو مہموں کو بالکل ختم کر کے رکھنا ہے۔ پہلی شقنا کی بغاوت ہے اور دوسری امیر سلمی
یہ بھی تم پر انکشاف کر دوں کہ شقنا تو ایک عرصہ سے بغاوت پر اترا ہوا ہے اسے
زیادہ مہلت نہیں دیں گے اس کا کام تمام کر کے رہیں گے۔ امیر سلمی پر میں بڑا
بھروسہ کرتا رہا ہوں وہ بھی میرے لئے بڑی جانثاری کا مظاہرہ کرتا رہا ہے لیکن اب
چلا کہ اس کا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں تھا۔ اس نے شراب پی کر شہر سے باہر
کوشش کی اور اس وقت رات کا عمل تھا اس نے محافظ کو دروازہ کھولنے کے لئے کہا
افظ نے دروازہ نہیں کھولا تو اسے قتل کر دیا اور طلیطلہ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں اس
وت کھڑی کر دی اب اس کے باغی پن اختیار کرنے کے بعد کچھ اور بھی انکشاف
ہیں اس نے اندلس کے سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف کے داماد اور بیٹے کو بھی
سے رہا کرا کر شمال کی طرف بھاگنے میں مدد کی تھی انہیں زندان سے رہا کرانے میں
کے داروغہ کے علاوہ عبدالرحمٰن بن یوسف کا بہنوئی بھی بھاگ کر طلیطلہ میں امیر سلمی
ل پہنچ گئے ہیں اس طرح انہوں نے اپنے حامیوں کو یکجا کر کے طلیطلہ میں ایک
اور قوت اکٹھی کر لی ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن رکا کچھ سوچا، دم لیا
، بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ "میرے عزیزو! ابھی جو تازہ ترین خبریں میرے پاس پہنچی
کے تحت تم لوگوں کو میں نے یہاں بلایا ہے، وہ کچھ اس طرح ہیں کہ سلمی نے طلیطلہ
ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے ہیں، طلیطلہ میں اس کے کافی حامی اکٹھے
ہیں کچھ یمنی قبائل بھی بغاوت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے پاس اس کے گروہ میں
و گئے ہیں ساتھ ہی میرے مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ طلیطلہ میں قیام کرنے
علم بغاوت کھڑا کرنے کے بعد سلمی نے شقنا سے بھی رابطہ قائم کیا ہے اور دونوں
یان یہ طے پایا ہے کہ جب ہم ان دونوں میں سے کسی پر بھی حملہ آور ہوں گے تو
ایک دوسرے کی مدد کریں گے اب ایک طرح سے طلیطلہ شہر اور اس کے نواح میں
و قوتوں سے نمٹنا ہوگا ایک قوت سلمی اور دوسری شقنا کی، میں چاہتا ہوں کہ ان

دونوں دشمن قوتوں کو زیادہ مہلت ہی نہ دی جائے اور وقت ضائع کیے بغیر ان کا خاتمہ جائے۔ اس کے بعد میں سرقسطہ اور بارسلونہ کی طرف توجہ دینا چاہوں گا، اس لئے شمال مغرب کے علاقے ہیں وہاں کسی دور میں فرانسیسیوں کا تسلط رہا تھا اور یہ دونوں اطاعت قبول نہ کرنے کی صورت میں فرانس سے رابطہ کر کے ہمارے لئے مسائل بھی کر سکتے ہیں۔" یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ "ان دونوں مہموں کا خاتمہ کرنے کے لئے جو لشکر نکلے گا اس میں بذات میں شامل ہوں گا۔ اس لئے کہ میں اب ان بغاوت کو پھیلنے کی مہلت نہیں دینا چاہتا ہمارے خلاف بہت کچھ کر چکا ہے اور اس کی بے حمیتی اور بے غیرتی کی حد یہ ہے کہ نے شمال کی عیسائی ریاستوں سے رابطہ قائم کر کے ان سے بھی مدد حاصل کر لی ہے ہزاروں کی تعداد میں نصرانی جنگجو اس کے گروہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ شقنا کا دماغ گھ ہے وہ بغاوت کھڑی کر کے ہسپانیہ کی حکمرانی کے خواب دیکھنے لگا ہے۔" یہاں تک کے بعد امیر عبدالرحمٰن رکا پھر یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور دوسرے چھوٹے سالا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ "میرے عزیزو! جو معاملہ اس وقت در پیش ہے میں نے تمہارے سامنے پیش کر دیا ہے اب تم آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد رائے سے یوسف بن بخت کو آگاہ کرو۔ یوسف بن بخت بھی اپنی رائے کو شامل کرے کے بعد مجھے بتاؤ کہ اس سلسلے میں ہمیں کب اور کس وقت قدم اٹھانا چاہیے لیکن میں میں تاخیر نہیں چاہتا۔"

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی سارے سالار اپنی اپنی نشست سے اٹھ کر یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر کے گرد جمع ہو گئے تھے تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح و مشورہ کرتے رہے پھر سب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اس کے بعد یوسف بن بخت نے امیر عبدالرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

"امیر ہم سب اس امر پر متفق ہیں کہ شقنا اور امیر سلمی کو اب زیادہ مہلت نہیں چاہیے۔ ہم سب کا ارادہ تو یہ ہے کہ آپ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قرطبہ ہی میں قیام کریں جبکہ ہم ایک لشکر لے کر طلیطلہ کا رخ کرتے ہیں اور کوشش کریں گے کہ سلمی کے علاوہ شقنا پر بھی قابو پایا جا سکے۔"

لمحہ بھر کے لئے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے مسکرا کر یوسف بن بخت کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

"ابن بخت، میرے بیٹے! جہاں تک میری شمولیت کا تعلق ہے وہ تو لازم ہے کہ میں ر میں ضرور شامل ہوں گا۔"

عبدالرحمٰن بن معاویہ جب یہ الفاظ ادا کر چکا تب یوسف بن بخت مسکراتے ہوئے کہنے "اگر یہ آخری فیصلہ ہے تو پھر ایسا کرتے ہیں، وقت ضائع نہیں کرتے، کل لشکر یہاں کوچ کرے قرطبہ میں اپنے نائب کی حیثیت سے آپ اپنے بیٹے سلیمان کو چھوڑیں، را بیٹا ہشام بھی یہیں رہے، دونوں بھائی مل کر یہاں کے حالات کو اپنی گرفت میں رکھ ہیں اور ان دونوں کے ماتحت یہاں ایک لشکر بھی رہے۔ باقی لشکر کو لے کر ہم نکلتے جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے اس کے مطابق سارے بڑے سالاروں کو اس لشکر میں ل ہونا چاہیے چند چھوٹے سالار یہیں سلیمان اور ہشام کے پاس قرطبہ کے حالات کو کرنے کے لئے چھوڑنے چاہئیں اور بڑے سالار لشکر میں شامل ہونا چاہئیں اس لئے شقنا اور سلمی دونوں مل کر ہمارے لئے مسائل کھڑے کر سکتے ہیں۔ شقنا کے پاس بہت لشکر ہے میرے خیال میں اتنا لشکر ہمارے پاس نہیں جتنا شقنا کے پاس جمع ہو چکا ہے لمی کے پاس بھی خاصہ بڑا لشکر ہے ان دونوں سے نمٹنے کے لئے ہمیں اپنے لشکر کو بھی حصوں میں تقسیم کرنا پڑ سکتا ہے اس بنا پر بڑے سالاروں کا لشکر میں شامل ہونا انتہائی اور ضروری ہے۔"

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب اپنی خوشی اور خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔ "میں تم سب کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ میرے ں بیٹے سلیمان اور ہشام یہاں رہیں گے ایک لشکر کو ان کی کمانداری میں دیا جائے گا جو بہ میں رہے گا باقی سارا لشکر بڑے سالاروں اور مجھ سمیت کل یہاں سے کوچ کرے ابن بخت! اب یہ کام میں تمہارے ذمہ لگاتا ہوں کہ کل تک لشکر کو مستقر سے کوچ نے کے لئے بالکل تیار رہنا چاہیے۔ میرے خیال میں اب تم سب اٹھو اور اپنے ں میں لگ جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن معاویہ نے وہ مجلس ختم کر دی تھی اور سب اٹھ کر قصر کے کمرے سے نکل گئے تھے۔

❀❀❀

یوسف بن بخت اپنی حویلی میں داخل ہوا، اس وقت حویلی میں ایک عجیب سا سماں تھا۔ ف بن بخت جب حویلی میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا حسین و خوبصورت بیا زین اپنا

ریشمی پاجامہ آدھی پنڈلیوں تک اوپر چڑھائے حویلی کے اندر جو پھل اور پھول دار پودے تھے انہیں پانی دے رہی تھی۔ جب اس کی نگاہ حویلی میں داخل ہوتے ہوئے یوسف بن بخت پر پڑی تو اس نے برتن کے اندر جس قدر پانی تھا وہ ایک پودے کے پاس انڈیل دیا، فوراً اپنا پاجامہ درست کیا، یوسف بن بخت نے ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی پھر وہ حویلی کے اندرونی حصے کی طرف بڑھا تھا۔ اتنی دیر تک تیز تیز چلتی ہوئی بیازین اس کے قریب آ گئی اس کے ایسا کرنے پر یوسف بن بخت رک گیا پھر بیازین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا سالم بن عطوف اور خالہ عبورہ اندر ہیں؟"

بیازین نے ایک گہری نگاہ یوسف بن بخت پر ڈالی پھر کہنے لگی۔ "وہ دونوں اس وقت حویلی میں تو نہیں، گھر کا سودا سلف خریدنے کے لئے بازار گئے ہیں۔ آپ بیٹھیں تھوڑی دیر تک آ جائیں گے۔"

اس پر یوسف بن بخت مڑا اور کہنے لگا۔ "میرے خیال میں تم جس کام میں لگی ہوا سی میں لگ جاؤ میں جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں آؤں گا اور ان سے مل لوں گا، اس لئے کہ میں نے کل یہاں سے کوچ کرنا ہے اس بنا پر میرا ان سے ملنا ضروری ہے۔"

یوسف بن بخت مڑ کر ابھی دو قدم ہی اٹھانے پایا تھا کہ پشت کی جانب سے اسے بیازین کی آواز سنائی دی۔ "امیر! آپ کے پاس تھوڑا سا وقت ہو تو میں بھی ایک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

یوسف بن بخت مڑا، اس کی طرف دیکھا پھر نرم لہجے میں کہنے لگا۔ "میں رک گیا ہوں، کھڑا ہو گیا ہوں، تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہہ لو۔"

بیازین کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگی۔ "یوں نہیں، کہیں بیٹھیں پھر میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

ساتھ ہی بیازین نے پودوں کے پاس جو نشستیں لگی ہوئی تھیں ان کی طرف اشارہ کیا۔ "اگر آپ برا نہ مانیں تو وہاں بیٹھتے ہیں جو کچھ میں نے آپ سے کہنا ہے کہوں گی۔"

یوسف بن بخت مان گیا۔ دونوں نشستوں کی طرف بڑھے، آمنے سامنے بیٹھ گئے پھر یوسف بن بخت بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کہو، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

جواب میں بیازین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ "پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کس مہم پر نکلنے والے ہیں؟"

یوسف بن بخت نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔ "دراصل ہمارے
نے دو مہمیں ہیں دونوں کے لئے ہم یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں دونوں مہمیں
لہ شہر کی طرف ہیں ایک باغی کا نام سلمی ہے۔ دوسرے کا نام شقنا ہے۔ دونوں نے
ی بڑی قوت جمع کر لی ہے اور بغاوت کھڑی کر دی ہے۔ ان دونوں ہی کو زیر کرنے کے
لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا۔ اب تم کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔"

بیازین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ "چند دن پہلے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے مجھے
قصر میں طلب کیا تھا اور آپ کے سالار تمام بن علقمہ کی بیوی جس کا نام صفا ہے مجھے
نے آئی تھی۔ ربیکا بھی میرے ساتھ گئی تھی وہاں امیر عبدالرحمٰن نے مجھے پیش کش کی تھی
یں کسی سے شادی کر لوں، انہوں نے مجھے یہ بھی موقع دیا تھا کہ میں اپنی زندگی کے
ی کے لئے جس کا بھی چناؤ کروں گی، امیر اس سے میری شادی کا اہتمام کر دیں گے
میں نے امیر پر انکشاف کیا تھا کہ میں یہاں شادی نہیں کرنا چاہتی، واپس جانا چاہتی
۔ اب امیر نے مجھے واپس بھیجنے کے لئے ایک شرط عائد کر دی ہے اور اس شرط میں
ی ذات بھی ملوث ہے۔"

بیازین کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا،
لگا۔ "میں اس سلسلے میں کیسے اور کیونکر ملوث ہو گیا ہوں۔"

بیازین رکی اور اپنے خوبصورت اور نازک سرخ ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگی۔
عاملہ کچھ یوں ہے کہ امیر نے مجھے بتایا تھا کہ کہیں انہوں نے آپ پر زور دیا تھا کہ اپنی
نثار کے مرنے کے بعد آپ دوسری شادی کر لیں۔ لیکن آپ نے شادی سے انکار کر
دیا آپ کو کوئی لڑکی پسند ہی نہیں۔ نثار کے بعد نہ ہی آپ کسی کو پسند کرنا چاہتے ہیں۔
سلے میں امیر نے مجھ پر یہ شرط عائد کی ہے کہ اگر میں آپ کو دوسری شادی کرنے پر
ر لوں تو پھر امیر مجھے واپس فرانس بھیجنے کا اہتمام کر دیں گے۔ اب میری آپ سے
اور گزارش یہ ہے کہ آپ دوسری شادی کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دیں۔ اس طرح
ادی مل جائے گی ایک بار آپ صرف شادی کرنے کے لئے حامی بھر لیں پھر بھلے
نکار کر دیجئے گا۔ اس طرح آپ کے ہاں کہنے سے کم از کم امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ
ہتر مسلح جوانوں کے ساتھ مجھے فرانس کی طرف روانہ کر دیں گے۔ میرے بعد آپ
دی کرنے سے انکار کر دیجئے گا۔ آپ کے ہاں کہنے سے کم از کم میرا کام تو ہو جائے

بیازین جب خاموش ہوئی تب ہلکے سے تبسم میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

"دیکھو، شارلیمان کی بھتیجی اور رولینڈ کی بہن! تمہیں پریشان اور فکرمند ہو ضرورت نہیں ہے کل تو لشکر یہاں سے طلیطلہ کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔ اس مہم مجھے واپس آنے دو۔ واپس آ کر میں تمہارے سلسلے میں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ سے کروں گا اور میں انہیں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گا کہ بغیر کسی شرط کے تم واپس فرانس بھیجنے کا اہتمام کیا جائے۔"

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر بیازین خوشی سے چونک اٹھی تھی۔ ایک جست لگ کے انداز میں وہ اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اچھلی پھر وہ کہنے لگی۔ "امیر! اگر ا جائے تو میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں اتار سکوں گی۔"

بیازین کے خاموش ہونے پر یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "تمہیں فکرمند ہو ضرورت نہیں، ایسا ہی ہوگا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہیں کسی شرط کے یہاں سے واپس فرانس جانے کی اجازت ملے گی اور تمہاری حفاظت لئے مسلح جوانوں کا ایک دستہ بھی ہوگا جو تمہیں پوری عزت، پورے وقار کے ساتھ فر تک چھوڑ کر آئے گا۔ یہ میری ذمہ داری ہے اور میں اسے فرض سمجھ کر ادا کروں گا اب بولو کہ تم کیا چاہتی ہو؟"

بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیازین کہنے لگی۔ "امیر یوسف بن بخت! قسم خ کی، میں نے اپنے دل، اپنے ذہن میں جو خواہش، جو امید پال رکھی تھی آپ نے مجھے اس کے مطابق جواب دیا ہے۔ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی اپنی نشست سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی حویلی کے اندرونی حصے کی ط چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی، یوسف بن بخت نے دیکھا وہ اپنے دونوں ہاتھوں چاندی کا ایک چھوٹا سا طشت لئے ہوئے تھی، اس طشت میں تازہ میٹھا پنیر تھا۔ واپس بیازین آداب بجالانے کے انداز میں جھکی طشت یوسف بن بخت کے سامنے کیا پھر ا میٹھی اور شہد بھری آواز میں کہنے لگی۔

"اسی خوشی میں یہ پنیر کھائیے، بالکل تازہ اور میٹھا ہے۔"

اس حرکت پر یوسف بن بخت مسکرا دیا، پنیر کا ایک ٹکڑا اٹھا کر وہ کھانے لگا، پھر بیاز سے کہنے لگا۔ "صرف مہمان ہی کو نہیں کھانا چاہیے، میزبان کو بھی کھانا چاہیے۔"

اس پر ایک ٹکڑا بیازین نے بھی اٹھایا اور وہ نشست پر بیٹھ کر کھانے لگی۔ ساتھ ہی اس نے یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"امیر! آپ مہمان نہیں بلکہ میزبان ہیں، مہمان تو میں ہوں، یہ حویلی آپ کی ہے، پ اس کے مالک ہیں، میں تو چند روز یہاں ہوں اس کے بعد یہاں سے کوچ کر جاؤں ں۔" یہاں تک کہنے کے بعد بیازین تھوڑی دیر کے لئے رکی، بڑے غور سے اس نے ف بن بخت کی طرف دیکھا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ "امیر! ایک بار پھر آپ کی بیوی نثار کے مرنے پر دلی افسوس اور دکھ کا اظہار کرتی ہوں، ایسا اس لئے کر رہی ہوں کہ آپ کی بیوی، میرے بھائی اور ترویلا کے حملوں کی وجہ سے میں ماری گئی......"

یہاں تک کہتے کہتے بیازین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ یوسف بن بخت اپنی جگہ پر اٹھ ا ہوا، اپنے لباس کے اندر سے اس نے نقدی کی دو تھیلیاں نکالیں ایک تھیلی بڑی اور ری چھوٹی تھی۔ وہ دونوں تھیلیاں اس نے اس نشست پر رکھ دیں جہاں سے وہ اٹھا تھا بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"رولینڈ کی بہن! میں اب جاتا ہوں کہ میں نے مستقر میں جا کر بہت سے انتظامات کو ی شکل دینی ہے، یہ نقدی کی دو تھیلیاں میں رکھے جا رہا ہوں، ان میں سے جو بڑی ہے، یہ محترم سالم بن عطوف کو گھر کے اخراجات کے لئے دے دینا اور جو چھوٹی تھیلی یہ تم اپنے پاس رکھ لینا یہ ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے تمہارے کام آئے گی۔ جیسا کہ تم خود کہہ چکی ہو کہ میں میزبان ہوں اور تم مہمان، لہٰذا ہمارے ہاں مہمان کی مدارات اس سے بھی بڑھ کر کی جاتی ہے جس کا مظاہرہ میں کر رہا ہوں۔ یہ تھیلی جو تمہارے ذاتی اخراجات کے لئے دے رہا ہوں تم پر احسان نہیں کر رہا، تمہارا حق بنتا ں لئے کہ تم ہمارے ہاں مہمان ہو، لینے سے انکار نہ کرنا۔"

ں کے ساتھ ہی یوسف بن بخت جب جانے کے لئے مڑا تو بیازین بھی کھڑی ہو گئی، لگی۔ "کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ محترم سالم بن عطوف اور خالہ عبورہ کے آنے تک ریں اور ان سے مل کر جائیں۔"

سف بن بخت نے مڑ کر بیازین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "وہ بازار گئے ہیں، دیر گے، میں جلدی میں ہوں، تم نقدی کی یہ دونوں تھیلیاں سنبھال لو، چھوٹی اپنے پاس اور بڑی تھیلی انہیں دے دینا۔"

بیازین نے فوراً دونوں تھیلیاں اٹھالیں اور پھر یوسف بن بخت کے پیچھے پیچھے آ ہوئے وہ کہنے لگی۔ ''امیر! میں ایک بات اور آپ سے کہنا چاہتی ہوں، اس حویلی میں رہ ہوئے میں اکثر اکیلی ہوتی ہوں۔ پہلے تو ربیکا میرے ساتھ رہ لیا کرتی تھی، مجھے کچھ حوصلہ تھا، سالم بن عطوف اور عبورہ کو میں اپنے ماں باپ کی طرح سمجھنے لگی ہوں، جب وہ دونو باہر جاتے ہیں تب میں تنہا ہوتی ہوں اور مجھے......''

بیازین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے یوسف بن بخ نے پوچھا۔ ''کیا مجھے؟''

بیازین مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''میرے ذہن میں اکثر یہ خدشات اٹھتے ہیں کہ جب م اکیلی ہوں تو کوئی مجھے نقصان نہ پہنچائے۔''

لمحہ بھر کے لئے یوسف بن بخت نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا ''رولینڈ کی بہن! یہ فرانس نہیں، قرطبہ ہے۔ یہاں تمہاری طرف اگر کوئی میلی آنکھ دیکھے تو وہ آنکھ پھوڑ دی جائے گی۔ کوئی ہاتھ تم پر اٹھے تو وہ کاٹ دیا جائے گا۔ ایک با اپنے ذہن میں رکھنا، تمہاری عزت، تمہاری عصمت، تمہاری آبرو ہمیں اپنی جانوں زیادہ عزیز ہے۔''

اس موقع پر بیازین نے عجیب سے توصیفی انداز میں یوسف بن بخت کی طرف دیکھ کچھ کہنا چاہتی تھی پر یوسف بن بخت تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا حویلی کے صدر دروازے طرف چلا گیا تھا باہر نکلا، دروازہ اس نے بند کر دیا تھا۔ جبکہ بیازین نقدی کی تھیلیاں سنبھا کر پہلے کی طرح پودوں اور پھل دار درختوں کو پانی دینے لگی تھی۔

✡✡✡

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ سے طلیطلہ شہر کی طرف کوچ ک تھا اس بار بڑے بڑے سالار اس کے ہم رکاب تھے، طلیطلہ شہر میں اس وقت امیر سلمی عبدالرحمٰن بن معایہ کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر رکھا تھا جبکہ اس نے شقنا سے بھی رابطہ او تعلقات پیدا کر لئے تھے اور دونوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ جب امیر عبدالرحم بن معاویہ ان پر حملہ آور ہوگا تو دونوں مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ شہر کے باہر پڑاؤ کیا، قرطبہ روانگی سے قبل اس نے اپنے مخبروں کو طلیطلہ شہر اور اس کے کوہستانی سلسلوں کے نواح م پھیلا دیا تھا تاکہ وہ شقنا اور امیر سلمی کی نقل و حرکت اور ان کے ارادوں سے اسے آگا

رتے رہیں۔ جس وقت عبدالرحمٰن بن معاویہ کا لشکر پڑاؤ کر رہا تھا، خیمے نصب ہو رہے ے اس وقت کچھ مخبر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے لشکر گاہ میں داخل ہوئے تھے دھے اس جگہ آئے جہاں امیر عبدالرحمٰن، یوسف بن بخت، بدر، تمام بن علقمہ اور دوسرے لار کھڑے لشکر کے نصب ہوتے خیموں کا جائزہ لے رہے تھے۔ قریب آ کر وہ اترے، ند آواز میں سب سے پہلے انہوں نے سلام کہا پھر ان میں سے ایک عبدالرحمٰن بن معاویہ کو اطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''امیر! آپ کی یہاں آمد سے پہلے ہی امیر سلمی اور شقنا کے درمیان ایک معاہدہ ہو چکا ہے، آنے والی شب کو وہ ہمارے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ امیر سلمی کے س ایک خاصی بڑی جمعیت باغیوں کی اکٹھی ہو چکی ہے اور اس نے سب کو خوب مسلح کر ھا ہے، شہر کے لوگ ان سے نالاں ہیں لیکن ان کی بدقسمتی کہ وہ ان کے خلاف آواز نہیں ا سکتے اب جو لائحہ عمل اور منصوبہ شقنا اور سلمی نے آپس میں طے کیا ہے اس کے مطابق ن کا ارادہ ہے کہ جس وقت آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچیں گے اس کے بعد آنے لی شب کو وہ اپنی کارروائی کی ابتداء کریں گے۔ سلمی کے ذمہ صرف یہ کام لگایا ہے کہ وہ دھی رات کے قریب طلیطلہ شہر سے باہر نکل کر ہمارے لشکر پر شب خون مارنے کی کوشش رے گا۔ عین اسی لمحہ شقنا بھی کوہستان طلیطلہ کی طرف سے حرکت میں آ چکا ہوگا۔ وہ اپنے کر کو تین حصوں میں تقسیم کرے گا ایک طرف سے تو پہلے ہی سلمی شب خون مار چکا ہوگا ا باقی تین اطراف سے شقنا کے تین لشکر ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان نچانے کی کوشش کریں گے اس طرح ہمارے پڑاؤ پر چاروں طرف سے حملہ آور ہو کر شقنا ر سلمی یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ ہمیں پسپا کر کے اور شکست دے کر واپس قرطبہ کی رف بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تو تحسین آمیز انداز میں اس کی طرف کھتے ہوئے عبدالرحمٰن اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ میں سمجھ چکا ہوں، اب میں شقنا اور سلمی کے وں کا سد باب کر لوں گا، تم سب آرام کرو ابھی خیمے نصب ہو جاتے ہیں پڑاؤ تیار ہوتا ہے لشکریوں کے لئے کھانا تیار ہوگا۔ لہٰذا تم بھی کھانا کھا کر آرام کرو۔''

اس کے ساتھ ہی وہ مخبر جب وہاں سے ہٹ گئے تب یوسف بن بخت وہاں بیٹھ گیا ے چھوٹے سالار جب اس کے گرد ایک حلقہ سا بنا کر بیٹھ گئے تھے کچھ دیر خاموشی رہی

پھر عبدالرحمٰن بن معاویہ یہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
''میرے عزیزو! مخبر نے جو کچھ کہا، تم سب سن چکے ہو۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اسے ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے چاروں طرف سے شب خون کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم اس پر عمل کریں تو نہ صرف بہتر انداز میں اپنا دفاع کر سکتے ہیں بلکہ شب خون مارنے والوں کو ایسا نقصان پہنچا سکتے ہیں کہ وہ ذلت آمیز شکست اٹھا کر بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''جیسا کہ مخبر بتا چکے ہیں، تین اطراف سے شقنا حملہ آور ہوگا اور شہر کی طرف سے سلمی ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا۔ مخبروں کی اطلاعات کے مطابق شقنا اور سلمی کا متحدہ لشکر ہم سے کئی گنا بڑا ہوگا۔ اس کے باوجود ہم نے انہیں پسپا کرنا ہے، ذلت آمیز شکست دینی ہے۔ سلمی نے دو ایسے جرم کیے ہیں جن کی وجہ سے وہ سخت ترین سزا کا حق دار ہے گو وہ میرے مشیروں میں رہا ہے، میں اس پر اندھا اعتماد بھی کرتا رہا ہوں لیکن اب وہ سزا سے بچ نہیں سکے گا اس کا پہلا جرم یہ ہے کہ اس نے عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود کو زندان سے نکال کر شمال کی طرف بھاگ جانے میں مدد دی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ایک تیسرا جرم بھی نکلتا ہے وہ یہ کہ اس نے شراب پی اور شراب پی کر شہر کے اندر غل غباڑہ کرنے کی کوشش کی۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ ''میرے عزیزو! ابھی تھوڑی دیر تک خیمہ گاہ تیار ہو جائے گی، ہم نے سب سے پہلا جو کام کرنا ہے وہ یہ کہ لشکریوں کے لئے کھانا تیار کروانا ہے اس کے بعد لشکریوں کو آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کریں گے۔ عشاء کی نماز کے بعد جبکہ تاریکی چاروں طرف پھیل جائے گی، ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے اور اپنے لشکر کے چاروں اطراف میں لمبی لمبی اور کم از کم تین فٹ گہری کھائیاں کھود لیں گے، کھائیاں کھودنے سے جو مٹی فاضل ہوگی وہ ان گھاٹیوں کے سامنے دمدموں کی صورت میں کھڑی کر دی جائے گی اب ان کھائیوں کے اندر ہم اپنے تیر انداز بٹھا دیں گے۔ جونہی چاروں طرف سے ہم پر شب خون مارنے کی ابتداء کی جائے گی۔ خندقوں اور کھائیوں میں بیٹھے ہوئے ہمارے تیر انداز سب سے پہلے حرکت میں آئیں گے اور دشمن پر اس قدر تیر اندازی کریں گے کہ ان کی اگلی صفوں کو چھید کر رکھ دیں گے۔ میں جانتا ہوں، اپنا اس قدر نقصان اٹھانے کے باوجود دشمن پیش قدمی کرتے ہوئے ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا لیکن اس کے ہر جتن اور ہر تدبیر کو ہم نے ناکام کرنا ہے۔ لشکر برابر چار

ں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ میرے پاس، دوسرا یوسف بن بخت کے پاس، تیسرا اور چوتھا تمام بن علقمہ کی سرکردگی میں رہے گا۔ چھوٹے سالار بھی آپس میں اسی طرح م کیے جائیں گے۔ سلمی چونکہ میرا معتمد ہونے کے باوجود علم بغاوت کھڑا کر رہا ہے لہٰذا ے میں خود نمٹوں گا۔ جس کی وجہ سے جو لشکر میرے حصے میں آئے گا اس کے ساتھ ان کھائیوں کے پیچھے اپنے لشکر کے ساتھ مستعد رہوں گا۔ جو شہر کی سمت کھودی جائیں اور جب سلمی اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوگا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس خوب نمٹوں گا۔ باقی تین اطراف رہ جائیں گی، تین اطراف میں تم تینوں اپنے اپنے کے ساتھ بالکل مستعد رہو گے اور شقنا کے حملوں کا مقابلہ کرو گے۔ جن تیر اندازوں کو ئیوں اور خندقوں کے اندر بٹھایا جائے گا، انہیں یہ ہدایات جاری کرنی ہیں کہ جونہی وہ یں کہ دشمن شب خون مارنے کے لئے آرہا ہے تو پہلے ان پر اندھا دھند تیر اندازی یں اس طرح دشمن کی اگلی صفوں کو خاصا نقصان پہنچے گا اور جب وہ نقصان ہونے کے ود آگے بڑھے اور تیر انداز یہ محسوس کریں کہ وہ خندقوں کے قریب آگئے ہیں تب وہ ں سے نکل کر خندقوں کے پیچھے جو لشکری ہوں گے ان میں شامل ہو جائیں تیر کمان ر کر اپنی تلواریں اور ڈھالیں سنبھال لیں اور حملہ آوروں کا دوسرے لشکریوں کے ساتھ کا مقابلہ کریں۔ جو خندقیں ہم نے کھودی ہوں گی ان کا دوسرا فائدہ ہمیں یہ ہوگا کہ حملہ آور آگے بڑھیں گے تو ان کے گھوڑے ان کھائیوں کی وجہ سے ٹھوکر کھا کر گر بھی یں اور ان کے گھوڑوں کے گرنے کی وجہ سے ہمیں فوائد حاصل ہو سکتے ہیں فوراً حملہ ہو کر گرنے والوں کے علاوہ ان کے پیچھے جو آرہے ہوں گے ان پر بھی حملہ آور ہو کر ں کو خاصا نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔'' لمحہ بھر کے لئے امیر عبدالرحمٰن رکا پھر اپنے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا۔
''میرے خیال میں جو کچھ میں نے کہا ہے سب کی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ اس سلسلے میں ا کو کوئی اعتراض ہو تو بولے۔''
سارے سالاروں نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کیا ان کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کچھ گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ئے لشکرگاہ میں داخل ہوئے تھے جب وہ قریب آئے تو انہیں دیکھتے ہی سب سے پہلے ف بن بخت انتہائی غصے اور غضبناکی میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس لئے کہ جو گھڑ سوار آئے ان کے ساتھ زکائی اور تولا بھی تھے۔ قریب آکر وہ گھڑ سوار اترے، زکائی اور تولا کو بھی

انہوں نے گھوڑوں سے اتار کر زمین پر ڈال دیا اس لئے کہ ان کے ہاتھ پشت پر بند
ہوئے تھے پھر آنے والوں میں سے ایک قریب آیا اور امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو مخاط
کے کہنے لگا۔

''امیر محترم! یہ جن دو اشخاص کو ہم لے کر آئے ہیں، یہ زکائی اور تولا ہیں، انہو
ہی امیر یوسف بن بخت کی ماں، بہن اور بھائی کو قتل کروایا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہو
سالم بن عطوف کی بڑی بیٹی اور اس کے شوہر کو بھی قتل کیا تھا، یہی وہ لوگ ہیں جنہو
یوسف بن بخت اور ان کی بیوی نشار کو قتل کرنے کے لئے اپنے آدمی روانہ کئے تھے:
ہم نے خاتمہ کر دیا تھا۔ امیر، یوسف بن بخت کے دو چھوٹے سالار امیر سے اجازت
کر شقنا کے گروہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ ان کے نام عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا
انہوں نے ہی بڑے جتن اور تدبیر سے زکائی اور تولا کو گرفتار کیا۔'' اور اس کے بعد
والے وہ گھڑ سوار وہ تفصیل بتا رہا تھا جس طرح عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا نے زکا
تولا کو گرفتار کر کے ان کے حوالے کیا تھا تا کہ ان دونوں کو یوسف بن بخت کے سامنے
کیا جائے۔ یہ ساری تفصیل بتانے کے بعد آنے والا ایک بار پھر بول اٹھا۔

''امیر! ان دونوں کو لے کر پہلے ہم قرطبہ کی طرف روانہ ہوئے تھے ابھی ہم قرطبہ
دور ہی تھے کہ ہمیں اطلاع ملی کہ آپ ایک دوسرے راستے سے طلیطلہ کا رخ کیے ہوئے
لہٰذا ہم وہیں سے مڑ کر آپ کے پاس آ گئے ہیں، اب یہ دونوں آپ کے سامنے ہیں
کے لئے آپ جو چاہیں سزا تجویز کریں۔''

جب تک آنے والا بولتا رہا، امیر عبدالرحمٰن بالکل خاموش رہا جب وہ چپ ہوا تب
عبدالرحمٰن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کا رنگ غصے میں سرخ ہو چکا تھا قہرمانی آنکھیں آ
برسا رہی تھی۔ آگے بڑھا، دونوں کو اس نے پاؤں کی لگاتار کئی ٹھوکریں دے ماریں جر
دونوں کراہ اٹھے تھے پھر آنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا

''ان دونوں کے ہاتھ کھول دو۔''

دو جوان آگے بڑھے، انہوں نے زکائی اور تولا کے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھ
دیے تھے۔ جب ایسا ہو چکا تب عبدالرحمٰن بن معاویہ نے دھاڑتی ہوئی آواز میں انہ
مخاطب کیا تھا۔ ''اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔''

خوف زدہ سے انداز میں وہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ ا
موقع پر یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ، بدر اور دوسرے سالار بھی کھڑے ہو گئے تھے

نہ آہستہ عبدالرحمٰن بن معاویہ ان کی طرف بڑھا پھر نہ جانے اس پر کس قسم کا جنون طاری
لگاتار کئی طمانچے اس نے ان دونوں کے منہ پر مارے جن کی وجہ سے وہ دونوں بوکھلا
ہ گئے تھے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ نے انتہائی غصے اور غضب میں انہیں
لئے ہوئے لہجے میں مخاطب کیا تھا۔

''تم دونوں کرن کرن ویرانی پھیلاتے شیطان، گھروں کو ویران کرتے آسیب اور
ن کی الم خیز داستانیں کھڑی کرنے والے ابلیس ہو، تم لوگ سچائیوں کو زہر آلود کرتے
ہو، دنوں کو دبوچ لینے والی شب ظلمت بن کر تم لوگ قتل و غارت گری کو اپنا پیشہ بناتے
ہو، فاسد تمدن کے سیلاب کی طرح تم دونوں خوفناک ہلاکتوں کا باعث بنتے رہے ہو،
سمجھتے تھے کہ بصارت و بصیرت کو بے بصر کر دینے والی تمہاری کرشمہ سازیاں دم نہیں
ں گی اور تم اپنی بدی کے جال پھیلاتے رہو گے اور کوئی تم سے باز پرس نہیں کرے گا۔
وں نے جگہ جگہ انسانوں کی رفاقتوں میں مرگ زار کھڑے کیے، اپنے حیوانی مقاصد،
خواہشوں کی ذلت کی تکمیل کے لئے خون میں لتھڑی گھٹائیں کھڑی کرتے رہے۔
یت کی موت اور نیستی کا باعث بنتے رہے، روح کی ذلت اور ضمیر کی پائمالی کی
نیں جگہ جگہ کھڑی کرتے رہے۔ اب دیکھو، ذرا اپنی حالت کا جائزہ لو۔ رحم سے نہ آشنا
، شدید نفرت کی گرم رو انحطاط نیستی کے لمحوں نے تمہیں بے بس اور لاچار کر کے
ے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ تم دونوں نے اپنے ساتھیوں کے ذریعہ طبیب سالم بن
ف کی بیٹیوں کا جینا حرام کر دیا تھا، تم لوگ سالم بن عطوف کی بیٹی اور اس کے شوہر کے
ہو، میرے لشکریوں کے سالار اعلیٰ یوسف بن بخت کی ماں، بہن اور بھائی کی ہلاکتوں
ذمہ دار ہو۔ اس کے علاوہ تم نے اپنے آدمی مقرر کیے تا کہ وہ نشار اور اس کے ماں،
اور ان کے ساتھ یوسف بن بخت کا خاتمہ کر دیں۔ میرا جی تو چاہتا ہے کہ ابھی اسی
اپنی تلوار بے نیام کروں اور تم دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دوں لیکن میں تمہارا معاملہ
بن بخت کے سپرد کرتا ہوں اس لئے کہ تم اسی کے سب سے بڑے مجرم ہو۔'' یہاں
کہنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ پیچھے ہٹا پھر یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے
رہا تھا۔ ''ابن بخت، میرے بیٹے! یہ تمہاری ماں، بہن اور بھائی کے قاتل ہیں، تمہاری
اور تم پر حملوں کا اہتمام بھی انہوں نے کیا تھا۔ لہٰذا ان سے متعلق جو فیصلہ تم کرو گے وہ
ی اور حق بجانب ہو گا۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ جب پیچھے ہٹ گیا تب آہستہ آہستہ جچے تلے قدموں سے یوسف

بن بخت ان کے سامنے آیا، پہلے زوردار انداز میں ان کے منہ پر ایسے طمانچے مارے
بے بس ہو کر زمین پر گر گئے تھے، کھڑا ہونے کا حکم دیا جب وہ کھڑے ہو گئے تب یو
بن بخت نے انہیں مخاطب کیا۔

"تم دونوں کیا خیال کرتے تھے کہ اس قدر گھناؤنے جرائم کے مرتکب ہونے کے
اپنے آپ کو شقنا کے مسکن میں محفوظ کر لو گے، یاد رکھو خداوند قدوس نے اس کائنات
اندر جو اپنا قانون فطرت ڈالا ہوا ہے اس کے تحت قاتل، قتل کی سزا سے بچ نہیں سکتا
اپنی حالت دیکھو، تمہارا گھناؤنا کردار تمہیں خود کھینچ کر ہمارے سامنے کھڑا کر چکا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت نے اپنے پہلو میں کھڑے تمام بن علقمہ کی طر
مخصوص اشارہ کیا، جس کے جواب میں اس نے چند مسلح جوانوں کو اپنے قریب بلایا
کچھ ہدایات جاری کیں جس کے جواب میں وہ مسلح جوان زکائی اور تولا دونوں کو پکڑ کر
طرف لے گئے اور دونوں کی گردنیں اڑا کر رکھ دی تھیں۔ جب یہ کارروائی مکمل ہوگئی
عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"میرے عزیزو! اچھا ہوا یہاں قیام کے دوران یہ زکائی اور تولا کو بھی ہمارے سا
پیش کر دیا گیا اور انہیں بھی ان کے انجام تک پہنچا دیا گیا۔" یہاں تک کہنے کے بعد
عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا کچھ سوچا پھر یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے
"ابن بخت، میرے بیٹے! ان دونوں کو عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا دونوں نے گرفت
کے یہاں بھیجا ہے، ان سے رابطہ رکھنا، انہوں نے بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ جب
واپس آئیں گے تو میں انہیں ایسے انعامات سے نوازوں گا کہ آئندہ بھی وہ خیر کے حق
کام کرتے ہوئے فخر محسوس کریں گے۔"

جواب میں یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "امیر آپ فکرمند نہ ہوں، میرا ان کے ساتھ
رابطہ ہے، عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا کے علاوہ بھی ہمارے کچھ آدمی شقنا کے لشکر
شامل ہیں اور وہ شقنا پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں، مجھے امید ہے کہ ہمارے یہاں قیام کے دور
ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی شقنا سے متعلق خبریں لے کر ضرور ہمارے پاس پہنچے گا۔"

یوسف بن بخت کی اس گفتگو سے عبدالرحمٰن بن معاویہ مطمئن ہو گیا تھا پھر اس کے
پر سب اٹھے اور خیمہ گاہ کا جائزہ لینے کے بعد وہ لشکریوں کے کھانے کا اہتمام بھی کر
لگے تھے۔

❁❁❁

مغرب سے تھوڑی دیر پہلے باغی امیر سلمی طلیطلہ شہر کی فصیل کے ایک برج میں کھڑا شہر
کے مشرق میں خیمہ زن امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پڑاؤ کی طرف دیکھ رہا تھا، اس
ساتھ اس کے کچھ سرکردہ ساتھی بھی تھے۔ اتنے میں امیر سلمی کا ایک خادم اس کے پاس
ور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! شقنا کا نمائندہ ابھی ابھی شہر میں داخل ہوا ہے اور وہ فی الفور آپ سے ملنا چاہتا
ہے۔"

شقنا کا نام سن کر سلمی چونکا تھا، کہنے لگا۔ "اگر شقنا کا کوئی نمائندہ آیا ہے تو پھر اسے
نے کی کیا ضرورت ہے، فی الفور اسے میرے پاس لے کر آؤ۔"

جواب میں وہ خادم چلا گیا، تھوڑی دیر بعد لوٹا اس کے ساتھ شقنا کا قاصد بھی تھا۔ اسے
تے ہی سلمی نے پوچھ لیا۔

"تم شقنا کی طرف سے میرے لئے کوئی اہم پیغام لے کر آئے ہو۔"

اس پر آنے والا بول اٹھا۔ "میں واقعی آپ کے لئے اہم پیغام لے کر آیا ہوں۔ آپ
نام شقنا کا پیغام یہ ہے کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر آج رات کے وقت
ب لگائی جائے گی۔ شقنا کے کچھ مخبروں نے اطلاع کر دی ہے کہ اب عبدالرحمٰن بن
یہ نے طلیطلہ شہر کے مشرق میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا ہے لہٰذا شقنا چاہتا ہے کہ
سے نکل کر آپ مغرب کی جانب سے عبدالرحمٰن پر حملہ آور ہوں گے، جبکہ جنوب مشرق
ال کی طرف سے شقنا کے لشکر کے تین حصے ان پر ضرب لگائیں گے۔ ساتھ ہی شقنا
یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اس کارروائی کی ابتداء آدھی رات کے وقت کی جائے گی، آپ
، کچھ خاص آدمیوں کو شہر کی فصیل کے اوپر مستور رکھیئے گا۔ شقنا جس وقت کوہستانی سلسلے
نکل کر ضرب لگانے کا ارادہ کرے گا تب طلیطلہ شہر کے مغرب میں فضاؤں میں جلتے
ں کا ایک تیر نمودار ہوگا جو آپ کے لئے اشارہ ہوگا کہ آپ شہر سے باہر نکل کر عبدالرحمٰن
معاویہ پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کر دیں اس تیر کے بلند ہونے کے تھوڑی دیر کے بعد
تین اطراف سے شقنا کے لشکر کے مختلف حصے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر ٹوٹ
ں گے اور اگر رات کے وقت چاروں طرف سے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر حملہ آور
ہ شقنا کا خیال ہے کہ انہیں بھاگنے کی کوئی راہ نہیں ملے گی۔"

آنے والا شقنا کا نمائندہ جب خاموش ہوا تب ہلکے ہلکے تبسم میں اسے مخاطب کرتے
ئے امیر سلمی کہنے لگا۔ "واپس جا کر شقنا سے کہنا وہ کوئی فکر ہی نہ کرے، میں نے اس کی

امیدوں سے کہیں بڑا لشکر طلیطلہ شہر میں جمع کر لیا ہے۔ میں اپنے لشکر کا ایک حصہ فصیل پر مقرر کروں گا تا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کا کوئی بھی لشکری فصیل پر چڑھ کر اپنی کامیابی کا کوئی در کھولنے کی کوشش نہ کرے۔ باقی لشکر کے ساتھ میں مغرب کی طرف سے عبدالرحمٰن کے لشکر پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ اس کے پاس سے قرطبہ کی طرف بھاگنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہے گا۔“

سلمی کے جواب سے شاید شقنا کا قاصد مطمئن ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔ ”میں اب جا ہوں، واپس جا کر میں نے شقنا کو یہ بھی اطلاع کرنی ہے کہ اس کا پیغام میں نے آپ تک پہنچا دیا ہے اس کے ساتھ ہی وہاں کھڑے سب لوگوں سے شقنا کے اس نمائندے نے مصافحہ کیا پھر وہ وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

رفاقت کی طلب گار رات تنہائی کی آرزوؤں کے متلاشیوں کی طرح صبح کی طرف بھاگتی جا رہی تھی۔ روشنیوں کی ادھوری کرنیں تیرگی کی گود میں تن کے بھید کھولنے لگی تھیں گھروں کے آنگن سناٹوں بھرے راستوں جیسے سنسان ہو کر رہ گئے تھے۔ چاروں طرف قدیم وحشتوں کی خونی آواز جیسی چپ اور اپنی تخلیقی پرکھ سے بالکل بے خبر تپتے سائیوں جیسی خاموشی طاری تھی۔

رات کی اس گہری تاریکی میں جہاں سلمی اور شقنا کے مخبر کام کر رہے تھے، وہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے مخبر بھی چاروں طرف سرگرداں تھے اور سلمی اور شقنا نے جس طریقے سے حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل تیار کیا تھا، اس کی اطلاع مخبروں نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو بھی کر دی تھی لہٰذا جہاں شہر کے اندر سلمی کو مغرب کی فضاؤں میں بلند ہونے والے جلتے پروں کے تیر کا انتظار تھا، وہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ، اس کے سالار اور لشکری بھی اس تیر کے فضا میں بلند ہونے کے منتظر ہو گئے تھے۔

آخر طلیطلہ شہر کے مغرب میں جلتے پروں کا ایک تیر بلند ہوا اور اس تیر بلند ہونے کے تھوڑی دیر بعد سلمی اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ شہر سے بھیگی رتوں کی طلب کرتے حبس اور جبر کے صحرائی موسموں، افق کے کناروں تک کو سندوری کر دینے والے حشر خیز طوفانوں کی طرح نکلا تھا اور امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

سلمی اپنے لشکر کے ساتھ جونہی عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر کے قریب گیا، اسے اور اس کے لشکریوں کو یوں لگا جیسے کسی نے انہیں ہزار ہا آتشیں بگولوں، شعلے برساتی آندھیوں

دھکا مارنے والے شدائد میں کھڑا کر دیا گیا ہو، اس لئے کہ سامنے کی طرف سے گوشہ در گوشہ، کنج در کنج زندگی کا خاتمہ کرتی تیز اور شدید تیر اندازی ہوئی تھی۔ اس تیر اندازی سے سلمی کے لشکر کی اگلی صفیں چھد کر رہ گئی تھیں، کئی گھوڑے ہنہناتے ہوئے زمین پر دم توڑ گئے اور ان کے سوار بھی مر گئے تھے۔ اس طرح سلمی کے لشکر کے اگلے حصے میں ایک طرح کی افراتفری اور بدنظمی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ عین اسی لمحہ باقی تین اطراف سے بھی عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر شقنا کے لشکر حملہ آور ہوئے تھے اور جس طرح سلمی کے لشکر پر تیر اندازی ہو کر اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا گیا تھا، اسی طرح شقنا کے ان تینوں لشکروں پر بھی جان لیوا تیر اندازی ہوئی جس کی وجہ سے ان کے بھی ان گنت گھوڑے زمین پر گرتے ہوئے دم توڑ گئے، ان کے سوار مارے گئے اس طرح رات کی گہری تاریکی میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر کے چاروں طرف موت اور قضا کا ایک کہرام اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

جس وقت سلمی اور شقنا کے تینوں لشکریوں کے اندر بدنظمی و ہلچل اور افراتفری پھیلی تھی، اسی لمحہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر کے چار حصے بھی حرکت میں آئے۔ ایک حصہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کی کمانداری میں تھا، دوسرا یوسف بن بخت، تیسرا تمام بن علقمہ اور چوتھا بدر کی کمانداری میں تھا اور پھر چاروں لشکر تکبیریں بلند کر کے ایک دوسرے کو حملہ آور ہونے کا اشارہ دیتے ہوئے سلمی اور شقنا کے لشکر پر دوزخ مزاج قہرمانیت، موت کے دھارے بناتی کشمکش، زمانے کے تغیر میں فنا لمحوں کا رقص کرتی قضا اور شب کی تیرگی میں حیرت کے در کھولتی موت کی آہٹوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ان چاروں حصوں کے حملہ آور ہونے سے میدان جنگ میں منظروں کو اداس کرتی اذیتوں کی ایک سفاکانہ ہلچل اٹھ کھڑی ہوئی تھی، ہر شے کو ہست اور نیستی کی کشمکش میں مبتلا کرتے المناک سائیوں کا ایک نہ رکنے والا رقص اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

شقنا اور سلمی نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح تیز حملے کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے وسطی حصے تک پہنچ کر اپنی کارروائیاں کریں لیکن انہیں بری طرح ناکامی ہوئی، چاروں محاذوں پر ان کے لشکریوں کا قتل عام شروع ہو چکا تھا اور بڑی تیزی سے ان کے لشکروں کی حالت دکھ کے مسافروں اور دل آزار لمحوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی رات کی گہری تاریکی میں شقنا اور سلمی کے لشکریوں کے بدن ریزہ ریزہ اور دل کے گوشے جاں کا آزار بننے لگے تھے۔

یوں رات کی تاریکی میں سلمی اور شقنا دونوں کا شب خون بری طرح ناکام رہا اور عبدالرحمٰن بن معاویہ اور اس کے سالاروں نے سلمی اور شقنا کے لشکر کے ایک حصے کو کاٹ کر ذلت ورسوائی اور شکست کو ان کا مقدر بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ پسپا ہو کر سلمی طلیطلہ شہر میں گھس کر محصور ہو گیا۔ شقنا بھی اپنے لشکر کے تینوں حصوں کو سمیٹتا ہوا طلیطلہ شہر کے نواح کوہستانی سلسلوں کی طرف چلا گیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اپنے دو دشمنوں کے خلاف یہ شاندار فتح تھی۔ اگلے روز کا جب سورج طلوع ہوا تو دشمن کی چاروں طرف بکھری لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا۔ ان گن گھوڑے جو مرے پڑے تھے ان کو بھی زمین میں دبا دیا گیا۔ اب صورتحال یہ تھی کہ شقنا بھاگ کر کوہستانی سلسلوں کی طرف چلا گیا تھا تاہم سلمی ایک خوف اور ابتلاء میں مبتلا ہو گیا تھا۔ شکست اٹھانے کے بعد جب وہ شہر کے اندر محصور ہو گیا تب اس کے ذہن میں ب وسوسات اٹھنے لگے تھے کہ اسے اور شقنا کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے۔ شقنا تو کوہستانی سلسلے کی طرف بھاگ گیا ہے لہٰذا اب عبدالرحمٰن بن معاویہ طلیطلہ شہر پر حملہ آور ہو کر اس اکیلے کو اپنی ضربوں کا ہدف بنائے گا اور اس وقت تک یہاں سے اپنا بستر بور سمیٹ کر نہیں جائے گا جب تک اس کی بغاوت کو ختم نہیں کر لیتا۔ سلمی کو اب اپنے سامنے یہ بھی دکھائی دینے لگا تھا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ اس کا خاتمہ کیے بغیر نہیں جائے گا۔

اس موقع پر سلمی نے اپنے کچھ رازداروں کو عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف روانہ کیا اور انہوں نے امیر سے گذارش کی کہ سلمی کو معاف کر دیا جائے لیکن سلمی کے جرم جو ناقابل معافی تھے لہٰذا عبدالرحمٰن بن معاویہ نے سلمی کو معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ اب وہ طلیطلہ شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنا لائحہ عمل مرتب کرنے لگا تھا۔

ازین حویلی میں اکیلی تھی کہ حویلی کا صدر دروازہ کھلا، سالم بن عطوف، عبورہ اور صفا خل ہوئے تھے۔ بیازین نے دیکھا کہ عبورہ اور سالم بن عطوف دونوں کسی چیز کی ں اٹھائے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے صفا بھی ان جیسی ایک گٹھڑی اٹھائے ہوئے بیازین تقریباً بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف گئی، پہلے چھیننے کے انداز میں اس نے عبورہ سے لی پھر سالم بن عطوف سے لے لی۔ اس موقع پر سالم بن عطوف نے پیار اور شفقت میں بیازین کو مخاطب کیا۔

بیٹی! تم عبورہ والی گٹھڑی لے لو، جو مجھ سے لی ہے وہ مجھے دے دو۔ بیٹی، تم دو ں کیسے اٹھاؤ گی۔"

ب سی محبت میں بیازین نے سالم بن عطوف کی طرف دیکھا پھر انتہائی محبت اور بھری آواز میں وہ کہہ رہی تھی۔ "آپ دونوں نے مجھے، ماں باپ کا پیار دیا ہے۔ ، ماں باپ نہیں ہیں۔ اب میں آپ دونوں ہی کو اپنا ماں باپ سمجھنے لگی ہوں جوان بیٹی تے ہوئے ماں باپ یہ سامان اٹھائیں تو میرے خیال میں بیٹی کے لئے یہ انتہاء درجہ ب اور ذلت کا کام ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد بیازین رکی، پھر کہنے لگی۔

ں میں اگر کوئی بیٹی ماں باپ سے اس طرح آگے بڑھ کر سامان نہ لے تو وہاں نہیں سمجھا جاتا اس لئے کہ ان کی ایک تہذیب اور ثقافت ہے لیکن یہاں رہتے میں نے اندازہ لگایا کہ یہاں انسانیت سے ہمدردی اور اخلاق و کردار کا مظاہرہ پختہ، اہم اور مضبوط ہے۔"

ازین کی گفتگو پر سالم بن عطوف اور عبورہ مسکرا دیئے تھے کہ پیچھے صفا بھی مسکراتے تحسین آمیز انداز میں بیازین کی طرف دیکھ رہی تھی پھر چاروں ایک کمرے میں داخل دونوں گٹھڑیاں بیازین نے ایک مسہری پر رکھ دی تھیں۔ اتنی دیر تک صفا نے بھی ہاتھ ڑی گٹھڑی وہاں رکھ دی پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد بیازین نے عبورہ ف دیکھا اور کہنے لگی۔

"اماں! یہ آج آپ کیا لے کر آئی ہیں۔"

عبورہ مسکرائی اور کہنے لگی۔ "بیٹی! جو بڑی گٹھڑی ہے، اس میں تمہارا سامان ہے او اس سے چھوٹی گٹھڑی ہے اس میں میرا اور تمہارے ابا کا سامان ہے جو دوسری چھوٹی گٹھ ہے اس میں ضرویات کی اشیا ہیں۔"

اس موقع پر احتجاجی انداز میں بیازین نے عبورہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ "جس دن امیر یوسف بن بخت یہاں سے رخصت ہوئے تھے اور آپ سے ان کی ملا نہیں ہوئی تھی، مجھے نقدی کی دو تھیلیاں دے کر گئے تھے۔ اس دن بھی آپ میرے کچھ سامان لائے تھے اور آج پھر لے آئے ہیں۔"

جواب میں عبورہ مسکرائی اور کہنے لگی۔ "بیٹی! اس دن جو میں سامان لائی تھی وہ میر پسند کا لائی تھی، مجھے تمہاری پسند کی خبر نہیں تھی۔ میں جانتی ہوں تم نے میری پسند کو بھی پسند قرار دیا تھا لیکن آج میں سارا سامان تمہاری پسند کے مطابق لائی ہوں۔"

بیازین نے تیز نگاہوں سے عبورہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ "آپ کو میری پ کیسے علم ہو گیا۔"

"بیٹی! پہلے گٹھڑی کھولو، سامان کا جائزہ لو اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گی کہ تمہاری پسند کا کیسے علم ہوا۔" بڑے پیار سے بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے عبورہ نے کہا

بیازین جست لگانے کے انداز میں اپنی نشت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بڑی گٹھڑی کھ اس کے اندر جو کپڑوں کے علاوہ ضروریات کا دوسرا سامان تھا وہ بڑے شوق سے مسکر اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دیکھتی رہی پھر اپنی نشست پر آ کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر عجیب پیار بھرے جذبے میں عبورہ کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کے دائیں شانے پر اپنا ہاتھ بائیں شانے پر اپنا سر ٹکاتے ہوئے انتہائی محبت میں کہنے لگی۔

"اماں! آپ بھی خوب ہیں۔ اتنی چیزیں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو میں مانتی کہ جو بھی چیزیں آج آپ لائی ہیں وہ سب میری پسند کی ہیں لیکن آپ نے میری پ کیسے جانا؟"

عبورہ نے پہلے اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا، اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگ "دیکھ بیٹی! جب ہم دونوں تمہیں گھر چھوڑ کر بازار کی طرف گئے تھے تو بازار جانے پہلے ہم صفا کے ہاں گئے، صفا کو ساتھ لیا اور یہ جو چیزیں ہم نے تمہاری پسند کی لی ہیں صفا بتاتی رہی، ہم خریدتے رہے۔ ہم نے اس سلسلے میں کوئی بڑا کام نہیں کیا۔" یہاں

ہنے کے بعد عبورہ رکی پھر دوبارہ وہ بیازین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "بیازین! ں دن امیر یوسف بن بخت یہاں آئے تھے، تمہیں نقدی کی تھیلیاں دے گئے تھے، اس ، تو ہماری ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن چند دن جو پہلے آئے تھے اس موقع پر ں نے مجھے اور تمہارے ابا کو علیحدگی میں لے جا کر تاکید کی تھی کہ تمہیں تمہاری پسند کی چیز ملنی چاہیے۔ امیر یوسف بن بخت نے یہ بھی تاکید کی تھی کہ تمہارا خاص خیال رکھا ے۔ اس لئے کہ تم نے ایک اچھے اور شاہانہ ماحول میں پرورش پائی ہے۔ بیٹی، ہم دونوں ں بیوی مقدور بھر کوشش کر رہے ہیں کہ تمہیں خوش اور مطمئن رکھیں اس کے باوجود میری اگر ہماری طرف سے کوئی کمی رہ گئی ہو تو معاف کر دینا۔"

عبورہ کے ان الفاظ نے بیازین پر کچھ ایسا اثر کیا کہ بیازین بے چاری عبورہ سے لپٹ ، اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی پھر بیازین عبورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "اماں! آپ ، قسم کی گفتگو کر رہی ہیں جو آسائشیں، جو آسودگی، جو اطمینان، جو قلبی سکون مجھے یہاں ملا ، وہ تو مجھے اپنے بھائی اور اس کی بیوی کے پاس بھی میسر نہ تھا۔"

اتنے میں قریبی مسجد میں مغرب کی اذان کی آواز سنائی دی تھی۔ آواز سنتے ہیں عبورہ کھڑی ہوئی اور بیازین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "بیازین، میری بیٹی! تم سارا سامان بھالو، ہم ذرا نماز پڑھ لیں۔"

عبورہ اٹھی، اس کے ساتھ ہی سالم بن عطوف اور صفا بھی اٹھے۔ بیازین سامان بھالنے لگی تھی۔ گفتگو کرنے کے بعد وہ تینوں دوسرے کمرے میں گئے، وہاں کھجوروں کے ں کی بنی ہوئی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں۔

سارا سامان سنبھالنے کے بعد بیازین بھی اس کمرے کے دروازے پر آ کر کھڑی ہو گئی ، جس کے اندر وہ تینوں نماز ادا کر رہے تھے اس موقع پر بیازین کے حسین چہرے پر ب سے تاثرات تھے۔ بڑے غور اور انہماک سے تینوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہی تھی کے رکوع اور سجود کا گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہی تھی، بڑے غور سے وہ ان کی ٹ دیکھتی رہی پھر وہ بڑے خوبصورت انداز میں اپنے آپ کو مخاطب کر کے سرگوشی کے ز میں کہہ رہی تھی۔

"یہ لوگ کیسے سرکش اور بے زنجیر ضمیر کو قابو میں کر کے کس بے دیار اور بے نوا کی سی زی کے ساتھ خدائے خشک و تر کے سامنے سر بسجود ہیں جو بحر و بر، شہر اور نگر میں سب کی ر کا مالک ہے۔ یہ لوگ کیسے زمانوں کی دوریوں کو سمیٹ کر منجمد جھیل کی آغوش اور لب

سلی رت جگوں کی داستانوں کی طرح خاموش رہ کر اپنے خداوند قدوس کی عبادت کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس طرح روح کے گہرے سناٹوں میں جذبوں کی معراج کیوں نہیں ہے۔ ہمارے ہاں کوئی ایسا عبادت کا طریقہ کیوں نہیں ہے جو طلسم کے قفل کھول دے، جو عکس مہتاب کو عیاں کر دے، وقت کی فرہنگ میں یہ لوگ کیسے ہوس کی خواہشوں کو نفرت کی ملامتوں میں دبا کر وحدانیت کی دہلیز پر چاہتوں کے سفیر بن کر محبتوں اور الفتوں کے جذبے پیش کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایسا کیوں نہیں ہے۔ کیوں ہم وقت کی سکڑتی چادر میں ان لوگوں کی طرح نطقِ قیل و قال سے بے نیاز ہو کر محبت بھرے وحدانیت کے چشموں سے مستفید نہیں ہوتے۔"

یہاں تک کہتے کہتے بیازین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ وہ تینوں نماز ادا کر چکے تھے اس موقع پر سالم بن عطوف کی نگاہ دروازے پر کھڑی بیازین پر پڑ گئی تھی لہٰذا وہ مسکرایا اور اسے کہنے لگا۔

"بیٹی! وہاں کیوں کھڑی ہو، ادھر آ جاؤ، ہمارے پاس بیٹھو، ہم نماز ادا کر چکے ہیں اب دعا مانگیں۔ آؤ، ہمارے ساتھ دعا ہی میں شامل ہو جاؤ۔"

بیازین مسکراتی ہوئی آگے بڑھی ان کے بیچ میں بیٹھ گئی اور جب وہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے تھے تب وہ بھی ان کے ساتھ انتہائی خوشی اور سکون کے ساتھ دعا مانگ رہی تھی۔

۞۞۞

فرانس کا بادشاہ شارلیمان ایک روز اپنے مرکزی شہر میں اپنے عمائدین اور سرکردہ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چوبدار اس کمرے میں داخل ہوا، اپنی گردن کو زمین کی طرف خوب جھکاتے ہوئے اس نے شارلیمان کو تعظیم دی، سر سیدھا کھڑا ہوا اور شارلیمان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"آقا! اندلس کی طرف سے کچھ مسلمان آئے ہیں، ان کے ساتھ کچھ فرانسیسی بھی ہیں، جن کی رہائش بارسلونا میں ہے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی اہم مسئلے پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

اپنے چوبدار کے ان الفاظ پر شارلیمان کی آنکھوں میں ایک پسندیدہ چمک نمودار ہوئی پھر اپنے چوبدار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "ہسپانیہ سے کچھ لوگ جن میں مسلمان بھی ہیں اور فرانسیسی بھی اور وہ مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں، انہیں میرے سامنے لاؤ تاکہ میں جان سکوں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔"

اس پر چوبدار باہر نکل گیا، تھوڑی دیر بعد کمرے میں کچھ فرانسیسیوں کے ساتھ بارسلونا
اکم سلیمان بن یقظان سرقسطہ کا حکمران یحییٰ بن حسین ہسپانیہ کے سابق حکمران کا بیٹا
سود، اس کا داماد عبدالرحمٰن بن حبیب داخل ہوئے تھے۔
شارلیمان نے پہلے بغور سب کا جائزہ لیا، اپنی جگہ سے اٹھ کر ان سے پرجوش مصافحہ کیا
یاں نشستوں پر انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد شارلیمان نے آنے والے ان
کو مخاطب کیا۔
"میرے چوبدار نے صرف یہ بتایا ہے تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو، تمہاری آمد کی کیا وجہ
میں نہیں جانتا تم مجھ سے جو کہنا چاہتے ہو کہو۔"
اس پر گفتگو کا آغاز بارسلونا کے حاکم سلیمان بن یقظان نے کیا تھا۔ شارلیمان کو مخاطب
تے ہوئے وہ کہنے لگا۔ "فرانس کے عظیم بادشاہ میں بارسلونہ کا حاکم سلیمان بن یقظان
، میرے ساتھ سرقسطہ کا حاکم یحییٰ بن حسین ہے اس کے ساتھ عبدالرحمٰن بن حبیب ہے
پانیہ کے سابق حکمران کا داماد ہے اس کے ساتھ جو نوجوان بیٹھا ہوا ہے اس کا نام
سود ہے اور یہ ہسپانیہ کے سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف کا بیٹا ہے۔" یہاں تک
کے بعد سلیمان بن یقظان رکا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔
نس کے بادشاہ! آپ تک یہ خبریں پہنچ چکی ہوں گی کہ ہسپانیہ کے سابق حکمران
رحمٰن بن یوسف کو حکمرانی سے معزول کر کے اس کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اس وقت
یہ میں ایک شخص عبدالرحمٰن بن معاویہ حکومت کر رہا ہے، یہ ہسپانیہ کا باشندہ نہیں ہے
سے آیا ہے۔ ہسپانیہ میں تنہا ہی داخل ہوا تھا۔ اس کے باوجود وہاں کی سلطنت میں
انقلاب اور تبدیلی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اسے ہسپانیہ میں وارد ہوئے کافی
ہو چکا ہے، ہم اس انتظار میں تھے کہ وہ شاید ہسپانیہ میں قدم نہیں جما سکے گا، ناکام ہو
جن سرزمینوں سے آیا ہے ادھر ہی بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔
نے ادھوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہسپانیہ میں اس کے خلاف جگہ جگہ
ل اٹھیں، خصوصیت کے ساتھ جنوبی اندلس میں ہر شہر، ہر قصبے میں اس کے خلاف
ت اٹھی لیکن وہ مقدر اور قسمت کا ایسا دھنی ہے کہ ہر بغاوت، ہر سرکشی کو اس نے دبا کر
لی اور کامرانی حاصل کی، اب جبکہ وہ جنوبی اور وسطی اندلس کو پوری طرح اپنا مطیع اور
برداربنا چکا ہے لہٰذا اس نے ہماری طرف توجہ کی اس نے ہماری طرف قاصد بھجوائے
ل اطاعت اور فرماں برداری اختیار کرنے کا حکم دیا لیکن ہم اس کے مطیع بن کر نہیں

رہنا چاہتے۔ میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ جنوبی اور وسطی اندلس میں اپنی طاقت کو مستح
کرنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ جو سب سے پہلا قدم اٹھائے گا وہ یہ ہوگا کہ وہ شما
مشرقی اندلس پر ضرب لگائے گا یہاں میرے اور حسین بن یحیٰی کے علاوہ کوئی نہیں
مزاحمت کھڑی کر سکے لہٰذا پہلے وہ ہم دونوں کو زیر کرے گا اور جب جنوب وسطی اور مشر
ہسپانیہ کو شمال تک اپنا مطیع بنا لے گا تو پھر یاد رکھیے گا شمال مغرب کی طرف جو عیسائیوں
کچھ ریاستیں ہیں، ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نیست و نابود کرے گا اس کے بعد خم ٹھونک
فرانس کی سرحدوں پر آن کھڑا ہوگا۔" یہاں تک کہنے کے بعد سلیمان بن یقطان دم
کے لئے رکا اس کے بعد اپنی گفتگو کا آغاز کر رہا تھا۔"اس وقت جو اندلس میں صورتحال
اس کی ترجمانی میں نے آپ سے کر دی ہے۔ اب ہم سب مل کر آپ کی خدمت میں ا
لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اندلس میں اس کی پہلی حالت بحال کرنے میں ہماری
کریں، اگر آپ اپنے لشکر سے اندلس پر حملہ آور ہوں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے، ا
طرح ہم متحد ہو کر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف حرکت میں آئیں تو عبدالرحمٰن بن معا
کو ہسپانیہ سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہسپانیہ
حکومت کرنے کا حقدار ہسپانیہ کا سابق حکمران کا بیٹا ابو ہے جو اس وقت آپ کے سا
بیٹھا ہوا ہے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کو نکالنے کے بعد ہسپانیہ
ابوالاسود کی حکومت ہو گی تو یہ آپ کو ہسپانیہ میں ہر طرح کی مراعات فراہم کرے گا۔
معاملے میں آپ سے تعاون کیا جائے گا۔"

جب تک سلیمان بن یقطان بولتا رہا شارلیمان چپ چاپ سنتا رہا، سوچتا بھی ر
جہاں تک شارلیمان کی ذات کا تعلق تھا تو وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا، پہلے وہ چھوٹی
ریاست کا حکمران تھا لیکن آہستہ آہستہ اس نے فرانس کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو فتح
کے ایک وسیع اور طاقتور سلطنت بنا لی تھی تلوار کا دھنی تھا جنگ کا شوق بھی رکھتا تھا۔

اس کی سلطنت میں سکسنی نام کا علاقہ تھا جس کا حاکم وٹی کنڈ تھا۔ وٹی کنڈ نے ا
مواقع پر شارلیمان کے خلاف سرکشی اور بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی اس لئے ک
شارلیمان کو اچھا نہیں سمجھتا تھا اسے غاصب جانتا تھا لہٰذا ان گنت مواقع پر شارلیمان
وٹی کنڈ کے درمیان جنگیں ہوئیں، شارلیمان کی خوش قسمتی، وہ وٹی کنڈ کے مقابلے
کامیاب اور وٹی کنڈ اپنی آبائی ریاست سکسنی چھوڑ کر ڈنمارک کی طرف بھاگ چکا تھا۔
شارلیمان سلیمان بن یقطان کی گفتگو سن کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے

"جس مقصد کے تحت تم میرے پاس آئے ہو اس کے لئے میں تم سب کو خوش آمدید کہتا
اور اس سلسلے میں، میں تمہارے ساتھ پورا پورا تعاون کروں گا لیکن پہلے یہ تو کہو کہ
ے پاس آنے سے قبل کیا تم نے آپس میں مل کر کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کیا ہے جس کے
حرکت میں آتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو یہاں سے نکال باہر کیا جائے۔"
شارلیمان کے ان الفاظ پر سلیمان بن یقطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر
لیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے، آپ کی طرف آنے سے پہلے ہم نے ایک منصوبہ ضرور
دیا ہے وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، اگر آپ اسے اچھا سمجھیں تو اس پر
کیا جائے گا ورنہ جو آپ کہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ جو منصوبہ ہم نے بنایا تھا وہ اس طرح
آپ اپنے لشکر کے ساتھ کوہ پیرانیز کو عبور کرنے کے بعد شمال کی طرف سے اندلس پر
ور ہوں گے۔ میں نے اپنے ذمے یہ کام لگایا ہے کہ میں بارسلونہ میں ایک خاصا بڑا
تیار کروں گا اور آپ جب اپنے فرانسیسی لشکر کے ساتھ شمالی سرحدوں کو عبور کر کے
میں داخل ہوں گے تو میں اپنے لشکر کے ساتھ آپ سے آن ملوں گا۔ اندلس کا سابق
ن عبدالرحمٰن بن یوسف بربروں میں بڑا مقبول تھا اس لئے کہ افریقہ میں کبھی اس کے
لی حکومت تھی، اس نے بربروں پر بڑے احسان کیے تھے اسی پس منظر کو نگاہ میں رکھتے
ے سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف کے داماد عبدالرحمٰن بن حبیب کے ذمے یہ کام لگا
ہیں کہ یہ افریقہ جا کر بربروں کا ایک لشکر کرے گا اور عباسیوں کا علم لے کر عبدالرحمٰن
اویہ کے خلاف بغاوت کھڑی کرے گا اس طرح ہمیں یہ بھی امید ہے کہ بنو عباس کی
ت بھی ہمارا ساتھ دے گی۔ ایک تیسرا لشکر میرا ساتھی یحیٰی بن حسین تیار کرے گا۔ اس
یہ سرقسطہ کا حاکم ہے اور سرقسطہ میں اس کے پاس خاصا بڑا لشکر ہے اس میں یہ مزید
کرے گا اور اپنی طاقت اور قوت کو بڑھانے کے بعد جب میں اور آپ دونوں آگے
گے تو سرقسطہ کے نواح میں یحیٰی بن حسین بھی ہم سے آن ملے گا اتنی دیر تک
حمٰن بن حبیب بھی افریقہ سے ایک لشکر لے کر آ جائے گا اس طرح جب چار بڑے
لشکر یکجا ہو کر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے آئیں گے تو مجھے امید ہے کہ ہم سب مل
رف یہ کہ عبدالرحمٰن بن معایہ کو شکست دیں گے بلکہ اس کے سامنے دو راستوں کے سوا
چھوڑیں گے یا تو وہ جنگ میں کام آ جائے گا یا ہسپانیہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔"
لیمان بن یقطان کی گفتگو سن کر شارلیمان خوش ہو گیا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عبدالرحمٰن بن معاویہ کو ہسپانیہ سے نکالنے کا جو منصوبہ تم نے تیار کیا ہے میں اسے سن کر خوش ہوا ہوں، اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں اور اسی پر عمل کیا جائے گا یہاں سے جانے کے بعد تم اپنے اپنے کام میں لگ جانا جب تم اپنی تیاریاں مکمل کر لو تو مجھے اس کی اطلاع دینا میں اپنے لشکر کے ساتھ کوہستان پیرانیز کو عبور کر کے ہسپانیہ میں داخل ہوں اس کے بعد اسی طے شدہ منصوبے پر عمل کیا جائے گا۔" یہاں تک کہنے کے بعد شارلیمان رکا پھر سلیمان بن یقظان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ "جس معاملے کے تحت تم آئے تھے وہ معاملہ تو ہم نے مل کر طے کر دیا ہے اب سارا سلسلہ تمہارے ہاتھ میں رہے گا جب بھی تم چاہو گے کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کو ہسپانیہ سے نکالا جائے اور جب اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر چکو گے تو مجھے اطلاع کر دینا، میں منصوبے کے مطابق حرکت میں آؤں گا لیکن اس وقت تم میرے علم میں اضافے کے لئے اور ارد گرد کے ماحول کو سمجھنے کے لئے یہ بتاؤ کہ آخر عبدالرحمٰن بن معاویہ کن حالات میں مشرق سے بھاگ کر ہسپانیہ میں وارد ہو گیا۔ ساتھ ہی ایک عرصے سے میرے دل میں یہ بھی خواہش مچل رہی تھی کہ میں کسی مسلمان سے یہ جاننے کی کوشش کروں کہ عباسیوں کی حکومت سے پہلے مسلمانوں پر بنو اُمیہ کی حکومت تھی یہ دونوں کیا ہیں، کیا یہ قبائل ہیں اور ان کے درمیان کوئی دیرینہ دشمنی ہے ان بنو اُمیہ اور بنو عباس سے متعلق کیا تم مجھے تھوڑی سی تفصیل نہیں بتاؤ گے کہ آخر بنو اُمیہ کی حکومت کیسے ختم ہو گئی، کیوں ختم ہوئی، بنو عباس کیسے غالب آ گئے اور اب ان کی حکومت کا طرز کیا ہے۔"

جواب میں سلیمان بن یقظان مسکرایا اور شارلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "آپ نے بڑا اچھا سوال کیا ہے، میں آپ کے ان سب سوالات کا جواب دیتا ہوں۔ جہاں تک بنو اُمیہ کا تعلق ہے تو یہ قریش ہی کا ایک خاندان ہے جس سے ہمارے نبی ﷺ محترم کا تعلق تھا، یہ خاندان ایک شخص اُمیہ بن عبدالشمس کے نام پر ہے۔ ہمارے رسول ﷺ کے بعد اس خاندان میں جس شخص نے اپنی حکومت قائم کی وہ امیر معاویہ ؓ تھے۔ ان کی وفات کے بعد اس خاندان میں کچھ کمزوریاں پیدا ہوئیں لیکن آخر اسی خاندان سے ایک شخص عبدالملک بن مروان حکمران ہوا، اس نے بنو اُمیہ کی سلطنت کو مضبوط اور مستحکم کیا اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک حکمران ہوا، اس نے بنو اُمیہ کی حکومت کو مزید مستحکم اور وسعت دی اس کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک حاکم بنا، اس کے بعد بنو اُمیہ ہی میں سے عمر بن عبدالعزیز حاکم ہوئے جنہوں نے مسلمانوں پر ایک بے مثال اور بے نظیر حکومت قائم کی

اس کے بعد بنو اُمیہ کی کمزوری کے آثار پیدا ہونا شروع ہوئے اس لئے کہ جگہ جگہ باغی عناصر نے علم بغاوت کھڑا کر دیا تھا آخر بنو عباس طاقت اور قوت پکڑ گئے اور بنو اُمیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد کو معزول کر کے انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس طرح بنو اُمیہ نے مسلمانوں پر لگ بھگ نوے برس حکومت کی اور ان کے چودہ سربراہ گزرے، ہمارا تعلق بنو اُمیہ ہی سے ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد سلیمان بن یقظان رکا اس کے بعد وہ اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "جہاں تک بنو عباس کا تعلق ہے تو ہمارے نبی ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی اولاد سے عباس بن عبدالمطلب ہمارے محترم نبی ﷺ کے والد عبداللہ کے سوتیلے بھائی تھے۔ بنو عباس وہ جماعت ہے جس نے بنو اُمیہ سے حکومت چھینی۔ شروع میں یہ ہاشمیہ بھی کہلاتے تھے، اُمویوں کے دور ہی میں عباسیوں نے اس قدر طاقت اور قوت پکڑ لی کہ بنو اُمیہ کو حکومت سے محروم کر کے اپنی حکومت بنا لی۔ انہوں نے جس شہر کو دارالحکومت بنایا ان کا نام ہاشمیہ تھا جو کوفہ کے قریب دریائے فرات کے مشرقی کنارے آباد تھا۔ بعد میں انہوں نے اپنا پایہ تخت تبدیل کیا اور اپنا مرکزی شہر انبار لے گئے۔ اس کے بعد ایک شخص المنصور عباسیوں کا خلیفہ بنا۔ دراصل المنصور ہی حقیقی معنوں میں خلافت عباسیہ کا بانی خیال کیا جاتا ہے، یہ اپنا دارالحکومت انبار سے ایک نئے آباد کیے جانے والے شہر بغداد لے گیا جو دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر پرانے اور قدیم شہر مدائن کے کھنڈرات کے قریب واقع ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد سلیمان بن یقظان رکا پھر دوبارہ شارلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "میرے خیال میں جہاں تک خلیفہ منصور کا تعلق ہے، آپ اس سے واقف ہیں اور آپ کی اس سے خط و کتابت بھی ہوتی رہی ہے۔"

شارلیمان مسکرانے لگا، کہنے لگا۔ "تمہارا اندازہ درست ہے، میں منصور کو جانتا ہوں لیکن مجھے حیرت ہے کہ منصور اتنا طاقتور خلیفہ ہو کے ہسپانیہ میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کی حکومت کو ختم نہیں کر سکا میں نے یہ بھی سنا کہ اپنے طور پر اس نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی حکومت کو ختم کرنے کی ایک کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہا۔"

سلیمان بن یقظان کہنے لگا، "آپ نے صحیح سنا ہے۔ منصور کی یہ کوشش عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ناکام بنا دی تھی۔"

سلیمان بن یقظان جب خاموش ہوا تب تیز نگاہوں سے شارلیمان نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ "جہاں تک میرے مخبروں نے مجھے بتایا ہے کہ بغداد میں عرب قبائل اور عباسیوں کے درمیان بھی ناراضگی اور مخالفت جاری ہے۔"

سلیمان بن یقطان کو اس کی خبر نہ تھی تاہم گول جواب دیتے ہوئے کہنے لگا ''ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔''

شارلیمان نے سلیمان بن یقطان کی طرف دیکھتے ہوئے ایک اور سوال داغ دیا۔

''عرب سامی ہیں اور ایرانی آرایائی، کیا ان اختلافات، اس جھگڑے کی بنیاد میں یہ سمجھ لوں کہ سامیت اور آرائیت ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہونے کی کوشش کر رہی ہیں۔''

بات کو ٹال دینے والے انداز میں سلیمان بن یقطان پھر کہہ اٹھا۔ ''یقیناً ایسا ہی ہوگا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد شارلیمان رکا پھر ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اب تم لوگ معزز مہمانوں کی حیثیت سے چند روز پہلے ہمارے ہاں قیام کرو، آرام کرو، اس کے بعد واپس اپنے علاقوں کی طرف جاؤ۔ عبدالرحمٰن بن حبیب کو افریقہ کی طرف روانہ کرو تا کہ وہاں سے یہ بربروں کا لشکر تیار کر کے لے آئے جبکہ تم خود اور یحییٰ بن حسین بارسلونا اور سرقسطہ میں لشکر تیار کر لو۔ سابق حکمران عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوالاسود کو بھی اپنے ساتھ رکھو اور جب تم دیکھو کہ تم نے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا ہے اور عبدالرحمٰن بن حبیب بھی افریقہ سے بربروں کا لشکر تیار کر چکا ہے تب مجھے اس کی اطلاع کر دینا، میں طے شدہ منصوبے کے مطابق اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آؤں گا اور فرانس سے نکل کر ہسپانیہ میں داخل ہوں گا۔''

سلیمان بن یقطان، یحییٰ بن حسین اور دیگر نے شارلیمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر شارلیمان کے کہنے پر وہ وہاں سے اٹھ کر شارلیمان کے چوبدار کے ساتھ شاہی مہمان خانے کی طرف چلے گئے تھے۔

✪✪✪

لیطلہ شہر کے نواح میں سلمیٰ اور شقنا دونوں کے متحدہ شب خون کو بری طرح ناکام ، کے بعد اگلے روز امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے پڑاؤ کے وسط میں اپنے سارے وں اور سرکردہ لوگوں کو جمع کیا جب سب جمع ہو گئے تو ایک بار اس نے سب کا بغور لیا پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

'میرے مہربان ساتھیو! گزشتہ شب شقنا اور سلمیٰ کے متحدہ شب خون کو تو ہم نے بری ناکام بنا دیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ فی الحال شقنا کو فراموش کر دیا جائے، شقنا ٹ کر نہ ہم سے ٹکرائے گا، نہ حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں ت ضائع کیے بغیر طلیطلہ شہر پر حملہ کر دیا جائے اور ہر صورت میں سلمیٰ کو اپنے سامنے جائے سلمیٰ کو اتنی مہلت ہی نہ دی جائے کہ وہ ایک بار پھر شقنا سے رابطہ قائم کرے ری طرف شقنا کو بھی اتنی مہلت نہ دی جائے کہ وہ سنبھل کر پھر سلمیٰ کا ساتھ دینے لیے تیار ہو جائے۔ اگر ہم اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ طلیطلہ پر حملہ آور ہونے کی ا کریں تو میرے خیال میں سلمیٰ کو آج ہی ہم اپنے سامنے زیر کر سکتے ہیں۔''

ہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہوا تو اس کے قریب ہی وئے یوسف بن بخت نے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

'امیر! اس موقع پر میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، اگر آپ اجازت دیں تو......''

یر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے مسکراتے ہوئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر بڑی ن میں کہنے لگا۔ ''ابن بخت! میں پہلے بھی کئی بار تمہیں کہہ چکا ہوں کہ تمہاری حیثیت ہاں صرف ایک سالار اعلیٰ کی نہیں بلکہ ایک بیٹے کی سی ہے۔ میں تمہیں پہلے بھی کئی چکا ہوں کہ جو کچھ بھی تم کہنا چاہتے ہو بلا جھجک کہہ دیا کرو، اس سلسلے میں تمہیں مجھ جازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔''

واب میں یوسف بن بخت مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''امیر! اس سے پہلے اس شقنا کے ساتھ ی ٹکراؤ ہوئے، میں کبھی اس ٹکراؤ میں اپنے لشکر میں شامل نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس کے

ساتھ ہونے والی جنگوں کے موقع پر میں اکثر و بیشتر شمال کی مہموں میں مصروف رہا لیکن مجھے اس شقنا کے خلاف بڑا غصہ اور غضب ہے، آپ کی اس تجویز سے تو اتفاق کیا جاتا ہے کہ آج ہی طلیطلہ شہر پر حملہ آور ہو کر ہر صورت میں سلمی کو اپنے سامنے زیر کیا جائے گا لیکن میری آپ سے یہ بھی التماس ہے کہ شقنا کو اپنے سامنے زیر کرنے کے لئے وقت ضائع نہیں کیا جائے گا سلمی کو زیر کرنے کے بعد لشکر شہر میں داخل ہوگا، طلیطلہ شہر کو اپنا مسکن اور مضبوط گڑھ بنانے کے بعد یہیں سے نکل کر شقنا سے ٹکرائیں گے اور اس وقت تک واپس قرطبہ نہیں جائیں گے جب تک شقنا کو قتل نہیں کر دیا جاتا اور اس کی وجہ سے اٹھنے والی بغاوت اور باغیوں کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں کر دیا جاتا۔''

یوسف بن بخت خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس کی طرف دیکھا کچھ دیر وہ اس کی طرف دیکھتا رہا، مسکراتا رہا پھر انتہائی خوش طبعی میں کہنے لگا۔''ابن بخت میں تمہاری تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں، سلمی کا خاتمہ کرنے کے بعد خداوند کو منظور ہوا تو ہم اس بار فیصلہ کن انداز میں اس شقنا سے نمٹیں گے اور اس وقت تک طلیطلہ شہر سے لوٹ کر قرطبہ نہیں جائیں گے، جب شقنا کو اپنے سامنے زیر نہیں کر لیتے۔'' عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا، پھر کہنے لگا۔''اب تم سب لوگ اٹھو، آج کا پورا دن لشکریوں کو آرام کرنے دو اگلی شب کا آدھا حصہ بھی لشکری آرام کریں گے آدھی رات کے بعد طلیطلہ شہر کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔ رات کی تاریکی میں ہم پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اس طرح ہم بھی رات کے پچھلے پہر میں سلمی کے خلاف حرکت میں آئیں گے اور میرا دل کہتا ہے کہ جس وقت مشرق سے سورج طلوع ہوگا اس وقت ہم طلیطلہ شہر میں موجود ہوں گے۔ اب تم لوگ اٹھو اور حملہ آور ہونے کی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دو۔''

اس کے ساتھ ہی سب سالار اٹھ کر اپنے اپنے خیمے کی طرف ہو لئے تھے۔ جس وقت سب سالار وہاں سے ہٹ گئے اور اس جگہ صرف عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر رہ گئے تب ایک طرف سے ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا، وہ اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے تھا ایسا اس نے شاید کسی خاص مقصد کے تحت کیا تھا جس جگہ عبدالرحمٰن بن معاویہ، یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر کھڑے ہوئے تھے ان سے ذرا فاصلے پر آ کر وہ گھوڑے سے اترا، یوسف بن بخت کے قریب آ کر اس نے لمحہ بھر کے لئے اپنے چہرے پر ڈالا ہوا نقاب ہٹایا، اس کے بعد دوبارہ اس نے اپنا چہرا

ڈھانپ لیا تھا یوسف بن بخت نے دیکھا وہ اس کا ساتھی عاصم بن طفیل تھا۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے یوسف بن بخت کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عاصم بن طفیل نے اپنا دایاں ہاتھ کھڑا کیا اور سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔

''امیر! اس وقت یہاں نہ مجھے مخاطب کیجئے گا، نہ میرا نام لیجئے گا۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی خیمے میں بیٹھ کر اس موضوع پر گفتگو کروں۔''

عجیب سے تعجب بھرے انداز میں عاصم بن طفیل کی طرف دیکھا رہا تھا۔ یوسف بن بخت، عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس گیا اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ میرا وہ ساتھی ہے جس کا نام عاصم بن طفیل ہے اور اپنے ایک ساتھی کے ساتھ یہ شقنا کے گروہ میں شامل ہوا۔ شاید یہ شقنا سے متعلق اہم معلومات لے کر آیا ہے۔ علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہے، میرے خیال میں ہم چاروں آپ کے خیمے میں جاتے ہیں اور وہیں اس سے گفتگو کرتے ہیں۔''

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر عبدالرحمٰن بن معاویہ خوش ہو گیا تھا پھر وہ اپنے خیمے کی طرف ہو لیا۔ یوسف بن بخت، عاصم بن طفیل، بدر اور تمام بن علقمہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے تھے۔ عاصم بن طفیل نے اپنے گھوڑے کو خیمے سے باہر کھڑا کر دیا، پھر سب کے ساتھ وہ خیمے میں داخل ہوا جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب عاصم بن طفیل نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اس موقع پر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے مخاطب کیا۔

''ابن طفیل میں تیرے جیسے جانثاروں، تیرے جیسے وفادار ساتھیوں کو سلام کرتا ہوں، میرے عزیز، اب بتا کیا معاملہ ہے۔''

عاصم بن طفیل نے اپنے لبوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔''امیر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں اس سے پہلے امیر یوسف بن بخت کے حصے کے لشکر میں اپنے فرائض ادا کرتا رہا ہوں اور ان کی اجازت سے میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ شقنا کے گروہ میں شامل ہو گیا تھا، میں ہی وہ عاصم بن طفیل ہوں جس نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ زکائی اور تولا کو گرفتار کر کے ادھر روانہ کیا، اب میں شقنا سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

عبدالرحمٰن نے اس کی طرف دیکھا پھر اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔''کہو، تم شقنا سے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو۔ تم جیسے جانثار کی ہر تجویز پر عمل کیا جائے گا۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے خاموش ہونے پر عاصم بن طفیل کہنے لگا۔ ''امیر محترم! شقنا نے طلیطلہ کے کوہستانی سلسلے کے اندر بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے وہاں اس نے غاروں کے اندر ہتھیاروں کے علاوہ ضروریات اور خوراک کے اس قدر ذخائر جمع کر رکھے ہیں جو برسوں تک نہیں ختم ہونے والے اور پھر یہ کہ اندلس کی شمال مغرب کی عیسائی ریاستوں سے بھی رسد اور کمک کی صورت میں اسے بہت کچھ مل رہا ہے۔ دراصل شمال کے عیسائی اندلس کے اندر مسلمانوں کی سلطنت کو کمزور کرنے کے درپے ہیں اور شقنا ان کے ہاتھوں ایک آلہ کار بنا ہوا ہے۔ اب شقنا کو فوقیت یہ ہے کہ وہ کوہستانی سلسلے کے اندر ہے، اس کوہستانی سلسلے کے اندر جگہ جگہ عجیب وغریب سے تنگ درے ہیں۔ ان دروں سے شقنا اور اس کے ساتھی واقف ہیں۔ لہٰذا جب کوئی لشکر انہیں شکست دیتا ہے تب شقنا ایک درے سے دوسرے اور ایسی ہی بھول بھلیوں سے ہوتا ہوا اپنا آپ بچا کر نکل جاتا ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عاصم بن طفیل رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''امیر! شقنا کوئی ناقابل تسخیر نہیں ہے، نہ وہ کوئی بڑا جنگجو ہے، نہ ہی کوئی مانا ہوا شہسوار اور تیغ زن ہے۔ بس وہ کوہستانی سلسلوں کی بھول بھلیوں سے فائدہ اٹھا کر وقتی طور پر کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔ اس پر قابو پانے اور اس کا خاتمہ کرنے اور اس کی بغاوت کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اور میرا اندازہ ہے کہ اگر اس تجویز پر عمل کیا جائے تو ہم شقنا کو دنوں کے اندر قابو کر سکتے ہیں۔''

عاصم بن طفیل کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہے تھے جبکہ عبدالرحمٰن بن معاویہ تحسین آمیز انداز میں اس کے سراپے کا جائزہ لے رہا تھا پھر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! جو تجویز تیرے ذہن میں ہے، اسے کہو۔ شقنا کو زیر کرنے کے لئے اس پر عمل ضرور کیا جائے گا۔''

جواب میں عاصم بن طفیل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اس کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔ ''امیر محترم! شقنا کے لشکر میں ہزاروں کی تعداد میں بربر ہیں، یہ بربر طلیطلہ کے ان کوہستانی سلسلوں کی بھول بھلیوں سے اچھی طرح واقف ہیں، جن سے فائدہ اٹھا کر شقنا بچ نکلتا ہے۔ جہاں تک آپ کے لشکر کا تعلق ہے، آپ کے لشکر میں بھی بہت سے بربر ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ہمارے لشکر میں جو بربر ہیں ان کا جو سردار اور سرکردہ ہے اسے کہیں کہ شقنا کے لشکر میں جو بربر ہیں، ان بربروں کے سردار سے بات کرے، اگر آپ کے لشکر میں

شامل بربروں کا سردار کوشش کرے تو شقنا کے بربروں کے سردار سے بات کر کے وہ ان بربروں کو شقنا سے توڑ سکتا ہے اگر ایسا ہو جائے تو امیر محترم، ہمیں دو فوائد حاصل ہوں گے۔ پہلا یہ کہ شقنا کی عسکری طاقت میں کمی آ جائے گی، وہ کمزور ہو جائے گا اور اس سے آگے بڑھ کر جو ہمیں فائدہ ہوگا وہ یہ کہ جو بربر اس سے ٹوٹیں گے، وہ ہمارے لشکر میں آن شامل ہوں گے، ہمارے لشکر میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے بربر آن شامل ہوں گے جو کوہستان طلیطلہ کی ان بھول بھلیوں سے اچھی طرح واقف ہیں جن سے شقنا فائدہ اٹھا کر بچ نکلتا ہے۔ امیر محترم، اگر ایسا ہو جائے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ شقنا کو دنوں کے اندر ہم اپنے سامنے زیر کر کے اس کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔''

عاصم بن طفیل کی اس تجویز پر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی آنکھوں میں چمک اور خوشی کی لہریں ناچ اٹھی تھیں۔ دوسری طرف یوسف بن بخت، بدر اور تمام بن علقمہ کی آنکھوں اور چہروں سے بھی خوشی اور طمانیت پوری طرح عیاں تھیں۔ یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ بول اٹھا۔

''میرے لشکر میں جو بربر ہیں، ان کے سردار کو میں ابھی بلاتا ہوں اور اس موضوع پر اس سے گفتگو کرتے ہیں۔''

اس پر عاصم بن طفیل بول اٹھا۔ ''امیر محترم! بربروں کے سردار کو یہاں میری موجودگی میں طلب نہ کیجئے گا۔ آپ جانتے ہیں، میں شقنا کے گروہ میں آپ کے ایک جاسوس کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں اور آپ چاروں کے علاوہ یہ بھید کسی پر کھلنا نہیں چاہیے، میں آپ سے جو کہنا چاہتا تھا، کہہ چکا۔ میرے گھوڑا باہر کھڑا ہے، میں اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر یہاں سے رخصت ہوتا ہوں، میرے بعد اسے بلا کر اس موضوع پر گفتگو کیجئے گا۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس سے اتفاق کیا پھر عاصم بن طفیل اٹھ کھڑا ہوا، عبدالرحمٰن بن معاویہ یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر بھی کھڑے ہو گئے۔ باری باری عاصم بن طفیل نے سب سے مصافحہ کیا، اپنے چہرے کو ڈھانپا باہر نکلا، اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

✿✿✿

عاصم بن طفیل کے جانے کے بعد عبدالرحمٰن بن معاویہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا کچھ سوچتا رہا اس کے لبوں پر اس موقع پر ہلکا ہلکا سا تبسم تھا پھر اس نے بدر کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''بدر! ذرا بربروں کے سردار ابوظہیر کو بلا کر لاؤ۔''

اس کے ساتھ ہی بدر اپنی جگہ سے اٹھا اور خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ بربروں کا سردار ابوظہیر بھی تھا، عبدالرحمٰن بن معاویہ کے قریب آ کر ابوظہیر نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو تعظیم دی، عبدالرحمٰن نے اسے اپنے قریب ہی بٹھالیا۔ بربروں کا سردار ابوظہیر کچھ پریشان اور فکرمند تھا لہٰذا گفتگو کا آغاز اس نے خود ہی کر دیا تھا۔

''امیر! خیریت تو ہے، جس طرح آپ نے آج مجھے بلایا ہے۔ اس طرح آپ نے کبھی مجھے طلب نہیں کیا تھا کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ مسکرایا اور اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔ ''ابوظہیر! ایسی کوئی بات نہیں، میں نے تمہیں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں بلایا ہے اور وہ کام تمہارے سوا کوئی کر بھی نہیں سکتا۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ان الفاظ سے ابوظہیر کسی قدر سنبھل گیا، عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''امیر! اگر ایسا ہی کوئی کام آن پڑا ہے، جسے میرے سوا کوئی کر نہیں سکتا تو میری تو آپ کے لئے جان بھی حاضر ہے۔ آپ حکم کریں، مجھے کیا کرنا ہے۔ آپ کا حکم ملتے ہی کر گزروں گا۔

عبدالرحمٰن بن معایہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''کیا تم عبداللہ بن رواح کو جانتے ہو۔''

''امیر محترم! میں عبداللہ بن رواح کو اچھی طرح جانتا ہوں، ان بربروں کا سردار ہے جو اس وقت گمراہ ہو کر شقنا کا ساتھ دے رہے ہیں، اس سلسلے میں مجھے عبداللہ بن رواح سے بڑے شکوے اور شکائتیں ہیں۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''کیا عبداللہ بن اح بھی تمہیں جانتا اور پہچانتا ہے۔''

''امیر! وہ میرے قریبی رشتہ داروں میں سے ہے۔ جاننا، پہچاننا تو بہت دور کی بات، اس سے ایک طرح کا میرا خونی رشتہ ہے۔ آپ اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ ''ابوظہیر! تم ایسا کرو کہ اپنے کسی جانثار اور قابل بھروسہ بربر کو شقنا کے مسکن کی طرف روانہ کرو، وہاں وہ عبداللہ بن رواح سے ملے، تم عبداللہ بن رواح سے ملنے اور اس سے کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کی خواہش کا اظہار کرو۔ اس سے کہو کہ بہتر ہے یہاں ہمارے لشکر میں آ جائے، آرام اور سکون سے بیٹھ کر بات کرے۔ اگر وہ کسی شک وشبہ کا اظہار کرے تو میری طرف سے اسے یقین

ا کہ اگر وہ یہاں آتا ہے تو میں عبدالرحمٰن بن معاویہ اسے اس کی حفاظت کی ضمانت دیتا ں۔ جب وہ آئے تو اسے سمجھاؤ کہ شقنا کا ساتھ ترک کر دے۔ شقنا ایک باغی ہے، آج ں تو کل اسے ہر صورت میں زیر ہونا ہے۔ یہ بربر ناحق اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ، جب میں شقنا پر حملہ آور ہوں گا تو لازمی امر ہے، شقنا کے ساتھیوں کے علاوہ بربر بھی ں گے۔ ابوظہیر! تم جانتے ہو، شقنا کوئی مخلص انسان نہیں ہے۔ اپنے لشکر کے اندر اس ہزاروں کی تعداد میں شمالی ریاستوں کے عیسائی جمع کر رکھے ہیں، ہر بدمعاش، ہر ں، ہر قاتل اس کے مسکن میں پناہ لیتا ہے اور اسے وہ اپنے لشکر میں شامل کر لیتا ہے۔ ے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم تفصیل کے ساتھ عبداللہ بن رواح سے بات کرو اور اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کرو کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شقنا سے علیحدہ ہو جائے۔''

عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہوا تب پچھتاوے کے انداز میں ابوظہیر کہنے لگا۔ ر! میں بھی کتنا احمق آدمی ہوں جو کام آپ میرے ذمے لگا رہے ہیں، یہ کام مجھے از خود پہلے کر لینا چاہیے تھا، اس طرح ہم شقنا کو بآسانی اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ئیں گے۔ امیر، مجھے آپ اجازت دیں، میں جاتا ہوں، میں ابھی اسی وقت اپنا ایک آدمی جو عبداللہ بن رواح کا بھی قریبی رشتہ دار ہے، اسے اس کی طرف بھجواتا ہوں ے ملاقات کی جگہ اور وقت طے کرتا ہوں اس کے بعد میں خود حالات سے آپ کو کروں گا۔''

اس کے بعد ابوظہیر اپنی جگہ سے اٹھا، عبدالرحمٰن بن معاویہ سے اجازت لی، سب سے کیا پھر وہاں سے نکل گیا تھا۔ اس طرح عبدالرحمٰن بن معاویہ نے باغی اور اوباش شقنا پنے سامنے زیر کرنے اور پھانسنے کے لئے ایک آہنی جال بننا شروع کر دیا تھا۔

ات سحر سے بغلگیر ہونے کے لئے اپنے مقطع کی طرف بھاگتی جا رہی تھی، چاروں ساگوان کے جنگل میں خشک ببول کے سوکھے سایوں جیسی چپ رتوں کے ویران ں میں بے آشیانہ مسافر، ابابیلوں جیسی اداسی اور پیڑوں کا رس پینے والی بیلوں جیسی طاری تھی۔ اندھیرے کی کوکھ میں چاروں طرف ماحول اس طرح دھندلا ہو چکا تھا یل کی سطح پر کہر پھیل گئی ہو اور ہر شے کو اس نے اس کی بینائی سے یکسر محروم کر کے رکھ

لے میں طلیطلہ شہر کی فصیل کے اندر باغی امیر سلمی کے لشکری کچھ سو رہے تھے اور کچھ

برجوں کے اندر بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ نیند سے بچنے کے لئے آپس میں باتیں کرر
تھے۔ اسی وقت عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ا
گہرائیوں سے اٹھتی نمود کی بے کل تحریکوں اور تیرگی کے صحرا میں ستاروں کے ہجوم کی ط
طلیطلہ شہر کی مضبوط اور مستحکم فصیل کی طرف بڑھا تھا۔ لشکر کو اس نے چار حصوں میں تقسیم
دیا تھا، ایک حصہ اپنے پاس، دوسرا یوسف بن بخت کی سرکردگی میں، تیسرا تمام بن علقمہ
چوتھا بدر کی کمانداری میں دیا گیا تھا اور فصیل کے چار مختلف حصوں پر حملہ آور ہونے
لئے چاروں حصے آگے بڑھے تھے۔

اب باغی امیر سلمی اور اس کے ساتھ کام کرنے والے شرپسند عناصر کی بدبختی کہ ا
سے پہلے امیر عبدالرحمٰن فصیل کے مشرقی حصے کی طرف سے آگے بڑھا پہلے اس نے ب
میں بیٹھے لشکریوں پر اندھا دھند تیر اندازی کرائی جس کے نتیجے میں برج کے اندر بیٹھے کا
لشکری زخمی ہوئے، چیخنے چلانے لگے جس کی بناء پر جو سوئے ہوئے تھے وہ بھی جاگ ا
اور دوسری سمتوں میں جو لشکری پہرہ دے رہے تھے اور سوئے ہوئے تھے وہ بھی بڑی تیز
سے ان کی طرف سمٹے اس لئے کہ انہیں شک ہو گیا تھا کہ اس سمت رات کے وقت ا
عبدالرحمٰن بن معاویہ حملہ آور ہوگا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مشرق کی طرف سے واقعی ا
عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو رہا ہے اور یہ کہ اس کا لشکر بالکل فص
کے قریب ہو گیا ہے تب انہوں نے ایک زبردست حماقت کی فصیل کی دوسری سمت
لشکری پہرہ دے رہے تھے وہ بھی سمٹ کر مشرق کی طرف بڑھے ساتھ ہی شہر کے اندر
ان کا لشکر تھا اسے بھی آوازیں دے کر اپنی مدد کے لئے پکارنا شروع کر دیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور اس کے لشکریوں کی راہ روکنے کے لئے فصیل کے او
سے تیز تیر اندازی کی گئی لیکن امیر عبدالرحمٰن نے اس کا پہلے ہی بندوبست کر رکھا تھا اس
لشکری جو آگے آگے بڑھ رہے تھے، انہوں نے اپنے سامنے ڈھالوں کی ایک دیوار بنالی تھ
جس کی بنا پر فصیل کے اوپر سے چلائے جانے والے تیر انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔

اب باغیوں کی بدقسمتی کہ وہ مکمل طور پر مشرق کی طرف سمٹ چکے تھے اور شہر کے اندر
لشکر تھا وہ بھی ان کے چیخنے پکارنے پر مشرق کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ اتنی دیر تک یوسف بن
بخت شمال سے، تمام بن علقمہ مغرب سے، بدر جنوب سے اپنے اپنے حصے کے لشکروں کے
ساتھ شہر کی فصیل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر فصیل کے اوپر چڑھنا شروع ہو گئے تھے۔
جس وقت باغیوں کو خبر ہوئی کہ فصیل کے دوسرے حصے سے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکری

یل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تب وہ بڑے فکرمند ہوئے۔ فصیل کی دوسری
ت جب انہوں نے بھاگتے ہوئے جانا چاہا تو امیر عبدالرحمٰن کی طرف سے ان پر ایسی تیر
رازی کی گئی کہ جو کوئی بھی کسی برج سے نکل کر فصیل کے دوسرے حصے کی جانب جانے کی
شش کرتا وہ تیروں سے چھد کر وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا۔ اس طرح یوسف بن بخت، بدر اور
م بن علقمہ کو فصیل کے اوپر اپنی حالت مضبوط اور مستحکم کرنے کا موقع مل گیا اور جب باغی
ں پر حملہ آور ہوئے تب انہوں نے اپنے پہلے ہی حملے میں انہیں کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

اب باغیوں کی بدبختی کہ وہ فصیل کا مشرقی حصہ بھی ترک نہیں کر سکتے تھے جبکہ دوسرے
ہوں میں گھمسان کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے مشرقی حصہ
لی چھوڑنے کی کوشش کی تو مشرق کی جانب جو لشکر ہے وہ فصیل پر چڑھ کر آئے گا اور پھر
روں طرف سے باغیوں کا قتل عام شروع ہو جائے گا۔

بہرحال باغیوں کے لشکر کا ایک حصہ مشرق کی طرف ہی رہا لیکن دوسری طرف سے ان
ی حالت بڑی ابتر ہوتی جا رہی تھی بڑی تیزی سے یوسف بن بخت، بدر اور تمام بن علقمہ
ی کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔ بے شمار باغیوں کو کاٹ کر انہوں نے فصیل کے اوپر سے
ینک دیا تھا اور اب وہ تینوں اپنے لشکروں کے ساتھ فصیل سے نیچے اتر کر سلمی کے باغیوں
ے نبرد آزما ہو چکے تھے۔ اب فصیل کا مشرقی حصہ بھی خالی ہو چکا تھا لہٰذا امیر عبدالرحمٰن بھی
پنے پورے لشکر کے ساتھ فصیل پر چڑھنے کے بعد نیچے اتر چکا تھا پھر سلمی اور اس کے
یوں پر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر کے چاروں حصے درد کے فاصلوں میں دکھ اور الم
، حروف کھڑے کرتے تقدیر کے ہولناک عذاب ذہن کے ریزے ریزے جسم کے لخت
ت میں خون کی برسات وسوسات ہجوم کھڑا کر دینے والی کرب کی بے روگ تشنگی کی
ح حملہ آور ہو گئے تھے۔

طلیطلہ شہر کے اندر چاروں حصوں کے حملہ آور ہونے سے رات کے پھیلے گلیم پر کے اندر
جوں کے تلاطم جیسا ایک کہرام اور جھاڑ دینے والے جھکڑوں سا شور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
ر عبدالرحمٰن کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے میں فکر کی درخشندگی، عزم کی پائیندگی تھی۔ وہ
یر صحرا میں انجم نگاہ اور خورشید بکف مجاہدوں کی طرح اپنے سامنے آنے والے ہر باغی کی
دن کاٹتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ باغیوں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ سلمی
نکہ قرطبہ کا رہنے والا تھا اور سارے لشکری اسے شکل سے جانتے اور پہچانتے تھے لہٰذا
ے زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

اگلے روز طلیطلہ شہر کے اندر جب سورج کی کرنوں نے ہر چیز کی تانک جھانک کی تب امیر عبدالرحمٰن نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ شہر کو مرنے والوں کی لاشوں سے پاک کر دیا گیا۔ اس کے لشکریوں نے جہاں جنگ ہوئی تھی انسانی خون دھو کر صاف کر دیا تھا اس کے بعد عبدالرحمٰن نے جو کام کیا وہ خداوند قدوس کے حضور اس فتح پر اس کے حضور سربسجود ہو کر اک شکرانہ ادا کیا پھر فصیل پر چڑھنے کے لئے جو سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں گو وہ دوسری سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ بدر اور دوسرے سالاروں کو بھی اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا۔

پھر اس نے باغی سلمی کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب سلمی کو سامنے پیش کیا گیا، سلمی ایسا خوفزدہ اور ایسا بدحواس تھا کہ ایک دم آگے بڑھا اور اپنا سر اس نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاؤں پر رکھنا چاہا لیکن عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے پاؤں کھینچ لئے ہاتھ سے دھکا دے کر اسے پیچھے کر دیا پھر انتہائی غضبناکی میں سلمی کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہہ رہا تھا۔

”اس موقع پر اگر تم نے مجھ سے معافی بھی مانگی، اپنی پرانی رفاقت کا واسطہ بھی دیا۔ تب بھی سلمی میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ تم سے ایک نہیں تین جرم سرزد ہوئے، تینوں کی سزا میری نگاہوں میں قتل سے کم نہیں۔ تمہارے قتل کے لئے یہی کافی ہے کہ تم نے شراب پی کر شہر کے اندر اودھم مچانے اور افراتفری کھڑی کرنے کی کوشش کی۔ اپنے قتل کو آخری شکل دینے کے لئے تم نے دوسرا جرم یہ کیا کہ شہر کے ایک غریب محافظ کو بلاوجہ قتل کر دیا اس بنا پر کہ شراب پی کر دیے ہوئے حکم نشے کی حالت میں ادا کیے جانے والے الفاظ کی اس نے پیروی نہیں کی تھی اور تمہیں قتل کرنے کے لئے کیا یہی کافی نہیں کہ رات کی تاریکی میں تم نے قرطبہ سے فرار اختیار کیا اور طلیطلہ آ کر تم نے سارے باغی عناصر اور اپنے حمائتیوں کو جمع کرتے ہوئے میرے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا۔ اب دیکھ تیری اس بغاوت کا انجام کیا ہوا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا، کچھ سوچا پھر غور سے اس نے اپنے سامنے کھڑے سلمی کی طرف دیکھا اور دکھ بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”سلمی! میں نے تجھے اپنی ذات کا اجالا اور حوالہ بنایا لیکن تو ابلیس کا سایہ ثابت ہوا۔ میں نے تجھے نصیب کا فراز عطا کیا لیکن تو حیات کے بازار کا ویرانہ نکلا۔ خداوند قدوس نے تجھے حرمت کی تنویروں جیسی عزت اور وقار عطا کیا لیکن تو ایسا بدبخت ہے کہ تو نفرتوں کا خار، بدنیتی کا غبار نکلا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا

ے بعد اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ سلمی کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔
، خداواحد کے انعام و اکرام کی بارش راس نہیں آئی اور تو اپنی اصل حیات کو بھلا بیٹھا،
ذات کو فراموش کر دیا اور بدی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ظلم گزیدہ کفر جیسا باغی بن
اب جبکہ تو نے بغاوت کی ہے تو باغی بن کر، سینہ تان کر کھڑے ہو۔ اس وقت میرے
، کھڑے کیوں تیرے خیالوں، تیری سوچوں، تیری سانسوں، تیرے شعور، تیری
ں اور تیرے ارادوں میں خوف اور وحشت طاری ہے۔“

اں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ جب خاموش ہوا تب اپنی جگہ پر
ے کھڑے سلمی نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور کہنے لگا۔ ”امیر! مجھ سے غلطی
معاف کر دیں آئندہ جب تک زندہ رہوں گا آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں

دالرحمٰن بن معاویہ کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تلخی بھرے انداز میں
۔ ”اب تجھے معافی مانگنا یاد آیا ہے، جس وقت تو نے شراب پی تھی اور نشے کی حالت
پناہ کے دروازے کی طرف بڑھا تھا، اس وقت تجھے معافی مانگنا یاد نہیں آیا تھا۔ جس
نے ایک بے گناہ اور بے ضرر محافظ کا قتل کر دیا، اس وقت تیرے ذہن میں معافی
ے نہیں ابھرے تھے۔ جس وقت تو نے قرطبہ شہر سے نکل کر طلیطلہ شہر میں علم بغاوت
ا تھا، اس وقت تیرے ذہن میں کیا معافی کا لفظ محو ہو گیا تھا۔ میں تیرے کس کس
تجھے معافی دوں۔ اگر آج میں تجھے شراب پینے کے جرم میں معاف کرتا ہوں تو کل
ارے لشکری شراب پئیں گے۔ شور و غوغا کریں گے۔ لشکر کے اندر ہلچل مچائیں
پنی لشکری حیثیت کو کھو بیٹھیں گے۔ اگر میں تیرے قتل کے جرم کو معاف کر دوں تو
پانیہ کے سارے سرکردہ لوگ چاروں طرف قتل عام کرتے پھریں گے اور یہ ٹھان
لہ جس طرح تمہیں نہیں پوچھا گیا اس طرح ان سے بھی کوئی باز پرس نہیں ہو گی۔
یرے باغی پن کو بھی معاف کر دوں تو کل کو سارے سرکردہ لوگ تمہاری طرح
ے اندر بغاوت کھڑی کر کے تمہارے اور شقنا جیسا کردار ادا کرتے رہیں گے۔ ذرا
لو سامنے رکھتے ہوئے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بولو کیا تمہارے جرائم اس قابل ہیں
معاف کر دیا جائے۔“

تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن رکا پھر بدر کی طرف دیکھتے ہوئے اسے مخاطب کر
ا۔ ”بدر! اس سلمی نے جس شہر پناہ کے محافظ کو قتل کیا تھا، اس کا ایک بھائی ہمارے

لشکر میں شامل ہے۔ اسے تم اچھی طرح جانتے ہو، اس سلمٰی کو پکڑ کر اس کے پاس لے
وہی اس کی گردن کاٹے گا۔"

اس پر بدر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس وقت سلمٰی پر لرزہ اور کپکپاہٹ طاری تھی۔
اسے لے کر اس لشکری کے پاس لے گیا جس کے بھائی کو سلمٰی نے قتل کیا تھا پھر لشکر سے
فاصلے پر لے جا کر باغی سلمٰی کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ سلمٰی کے خاتمے کے بعد بدر جب دو
عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا تب دھیمے لہجے میں اپنے سالاروں کو مخاط
کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! جب تک بربروں کی طرف سے کسی ردعمل کا اظہار نہیں ہوتا،
وقت تک ہم یہیں طلیطلہ شہر ہی میں قیام کریں گے۔ شہر کے نظم و نسق کو درست کریں گ
اس کے علاوہ......"

یہاں تک کہتے کہتے عبدالرحمٰن بن معاویہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ کچھ سوار ا
گھوڑوں سے اتر کر اس کے قریب آ گئے۔ وہ مخبر تھے جو عبدالرحمٰن بن معاویہ نے
علاقوں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کر رکھے تھے۔ قریب آ کر انہوں نے بلند آواز میں
کہا۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ اور سارے سالار اٹھ کھڑے ہوئے پر جوش انداز میں ان
مصافحہ کیا اپنے قریب ہی انہیں بٹھا لیا پھر آنے والے مخبروں میں سے ایک عبدالرحمٰن
معاویہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"امیر! ہم شمال کی طرف سے ایک خبر لے کر آئے ہیں۔ آنے والے وقتوں میں،
یقیناً ہمارے لئے کچھ مسائل کھڑے کر سکتی ہے۔ امیر، آپ نے بارسلونہ اور سرقسطہ
حاکموں سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین کی طرف قاصد بھجوائے تھے جو پیغام آپ
انہیں دیا تھا اس کے جواب میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ عنقریب آپ کی خدمت میں ح
ہو کر اپنی فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کریں گے لیکن انہوں نے جھوٹ سے کام
ہمارے قاصدوں کو یہ جواب دینے کے بعد بارسلونا شہر کے اندر جو کچھ سرکردہ فرانیسی
ان سے سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین نے مشورہ کیا پھر اس صلاح مشورے کے
انہوں نے فرانس کا رخ کیا۔ سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین کے علاوہ ہسپانیہ
سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف کا بیٹا ابوالاسود اور اس کا داماد عبدالرحمٰن بن حبیب بھی
کے ہمراہ تھے۔ یہ ایک وفد کی صورت میں فرانس کے بادشاہ شارلیمان کی خدمت
حاضر ہوئے۔ چاروں نے آپ کے خلاف شارلیمان سے مدد کی درخواست کی۔

لیمان پہلے ہی مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے اور اس کی نگاہیں پہلے ہی ہسپانیہ کی
نفری اور خانہ جنگیوں اور بغاوتوں پر جمی ہوئی تھیں۔ سلیمان بن یقطان اور اس کے
یوں کے وہاں پہنچنے پر شارلیمان بڑا خوش ہوا اور اس نے سلیمان بن یقطان اور یحییٰ
سین کو مدد دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اب سلیمان بن یقطان نے بارسلونا میں، یحییٰ بن
ن سرقسطہ میں اپنے لشکر کی تعداد بڑھاتے ہوئے انہیں استوار کر رہے ہیں اس کام کے
، میں ابوالاسود ان کا ساتھ دے رہا ہے جبکہ عبدالرحمٰن بن حبیب افریقہ جا چکا ہے،
ں وہ افریقہ کے بربروں کا ایک لشکر تیار کرے گا۔ اس لئے کہ ابوالاسود کا داماد کبھی افریقہ
حاکم تھا لہٰذا بربروں پر اس کی کافی گرفت تھی۔ عبدالرحمٰن بن حبیب بربروں کے لشکر کو
ر بارسلونا پہنچے گا اور جب ایسا ہو چکے گا تب ان تیاریوں کی اطلاع سلیمان بن یقطان
یمان کو دے گا اس کے بعد شارلیمان اپنے لشکر کے ساتھ ہسپانیہ میں داخل ہو گا
ن بن یقطان، یحییٰ بن حسین اور عبدالرحمٰن بن حبیب بھی اپنے لشکروں کے ساتھ اس
اتھ شامل ہو جائیں گے اس طرح یہ متحدہ لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے جنوب کا
رے گا۔"

آنے والا مخبر جب خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن بن معاویہ کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ
رہوئی پھر وہاں موجود اپنے سالاروں اور مخبروں کو وہ مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔ "یہ
ن بن یقطان اور یحییٰ بن حسین اگر شارلیمان پر بھروسہ کر کے ہمارے خلاف سرکشی
کرنا چاہتے ہیں تو وہ ایسا کر کے بھی دیکھ لیں اس سے پہلے ہسپانیہ میں بڑے بڑے
ا ہمارے سامنے آئے اور انہیں ہم نے اپنے سامنے زیر کر لیا۔ اب فرانس کا بادشاہ
یان بھی ان غداروں کے ساتھ مل کر اپنی طاقت اور قوت کو آزما لے۔ خداوند قدوس
اہا تو شارلیمان کو ہم ایسا ذلیل و خوار کر کے ان سرزمینوں سے نکالیں گے کہ اس کی یہ
ا اوروں کے لئے بھی عبرت کا باعث بنے گی۔" یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن
اویہ رکا پھر اپنے مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "تم ایک رات یہاں قیام کرو، آرام
پنے گھوڑوں کو بھی ستانے کا موقع دو۔ اس کے بعد پھر شمال کی طرف روانہ ہو جاؤ
ل علاقوں پر گہری نگاہ رکھو اور جو بھی تبدیلی آئے اس کی بروقت مجھے اطلاع دو۔"
ل کے ساتھ ہی وہ مخبر وہاں سے ہٹ گئے تھے پھر عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی اٹھ کھڑا ہوا
پنے سالاروں کے ساتھ وہ اپنے شہر کے نظم و نسق میں لگ گیا تھا۔

۞۞۞

ایک روز سالم بن عطوف، عبورہ اور بیازین حویلی کے اندر جو پھل دار درخت تھے کے درمیان جو نشستیں لگی ہوئی تھیں، لکڑی کی ان نشستوں پر وہ بیٹھے باہم کسی موضو گفتگو کر رہے تھے کہ حویلی میں ربیکا اور صفا دونوں داخل ہوئیں۔ سیدھی ادھر گئیں، جد تینوں بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں آگے بڑھ کر بیازین کے قریب ہو بیٹھی تھیں پھر گفتگو کا آ ربیکا نے کیا تھا۔ سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

”عم میں آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آئی ہوں بلکہ میں سمجھتی ہوں دو اچھی خبر ہیں اور ایک خبر بیازین کے لئے بھی ہے۔“

سالم بن عطوف نے تیز نگاہوں سے ربیکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”بیٹی جو اچھی تو لے کر آئی ہے کہہ دے۔ دیر کا ہے کی۔“

ربیکا نے اپنے خوبصورت ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگی۔ ”عم شاید آپ کو خبر کہ امیر یوسف بن بخت کے کچھ آدمی شقنا کے گروہ میں شامل ہو چکے تھے اور آپ ب جانتے ہیں کہ امیر یوسف بن بخت کے بھائی، بہن اور ماں کے قاتل زکائی اور تولا شقنا گروہ میں شامل تھے۔ امیر کے جو لوگ شقنا کے گروہ میں شامل ہوئے، انہوں نے وہاں ز اور تولا کو تلاش کر لیا تھا اور پھر ایک روز ان پر قابو پا کر انہیں اس وقت امیر یوسف بن کی طرف روانہ کر دیا جس وقت وہ اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ کے نواح میں پڑاؤ کیے ہو تھے۔ جو خبریں یہاں پہنچی ہیں ان کے مطابق زکائی اور تولا دونوں کو موت کے گھاٹ ا دیا گیا ہے اس طرح وہ اوباش جنہوں نے نا صرف امیر کی ماں، بہن اور بھائی کو قتل کیا آپ کی بیٹی اور آپ کے داماد کو بھی آپ سے محروم کیا، انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ربیکا جب رکی تب انتہائی افسوس اور تاسف کا اظہار کر ہوئے بیازین بول اٹھی۔ ”ربیکا، میری بہن! کیا امیر یوسف بن بخت کی ماں، بہن بھائی کو بھی کسی نے قتل کیا تھا۔“

اس موقع پر ربیکا نے تیز نگاہوں سے بیازین کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔ ”کیا تمہیں اس واقعہ کا علم نہیں ہے۔“

بیازین نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگی۔ ”مجھے کبھی کسی نے اس کی تفصیل بتائی ہی نہیں۔“

ربیکا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ”تم نے یہ تفصیل کسی سے پوچھنے کی زحمت کی ہوتی تو ضرور بتاتا۔“ اس کے بعد ربیکا نے زکائی اور تولا کے ہاتھوں امیر یوسف بن بخت کی ماں، بہن اور بھائی کے مارے جانے کی تفصیل کہہ دی تھی۔

ربیکا جب خاموش ہوئی تب بیازین انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ”یہ تو ایک شخص کے ساتھ بڑا ظلم اور زیادتی ہے اس کی ماں، بہن اور بھائی کو قتل کر دیا گیا جنگ کے دوران اس کی بیوی بھی ماری گئی میں سمجھتی ہوں اس سے بڑھ کر کوئی دکھ اور صدمہ کسی آدمی کو کیا پہنچے گا۔“

بیازین کے ان الفاظ میں ربیکا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی سالم بن عطوف نے اسے مخاطب کیا۔ ”بیٹی! ایک اچھی خبر تو تو نے کہہ دی۔ ہمیں ایک عرصے سے انتظار تھا کہ زکائی اور تولا دونوں کا کہیں پتا چلے۔ اب جو امیر یوسف بن بخت کے آدمیوں نے پکڑ کر انہیں یوسف بن بخت کے سامنے پیش کیا اور انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے تو ہم سمجھتے ہیں ان قاتلوں کو ان کے اعمال کی سزا خوب ملی۔ بیٹی، اب دوسری خبر کہو جو تم کہنا چاہتی تھی۔“

ربیکا مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”دوسری اچھی خبر یہ ہے کہ پہلے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ ف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر نے طلیطلہ شہر کے نواح میں شقنا اور سلمی کے متحدہ لشکر بدترین شکست دی۔ شقنا تو اپنے مسکن کی طرف بھاگ گیا جبکہ طلیطلہ کا امیر نے محاصرہ لیا اب جو خبریں آئی ہیں، ان کے مطابق طلیطلہ شہر پر امیر کا قبضہ ہو چکا ہے اور سلمی کو بھی ت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ اس وقت امیر اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ میں قیام کیے ئے ہیں اور شقنا پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں ہیں۔“

ربیکا جب خاموش ہوئی تب سالم بن عطوف بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے ۔ ”ربیکا، میری بیٹی! آج تیرا ہمارے پاس آنا انتہائی مبارک ثابت ہوا اور تو نے ہمیں دو ی خبریں سنائی ہیں۔ تمہاری ان خبروں سے ایک طرح سے مجھے قلبی اور ذہنی سکون ملا، پر تو نے اپنی گفتگو کے شروع میں یہ بھی کہا تھا کہ تمہارے پاس بیازین کے لئے بھی ایک ی خبر ہے۔“

ربیکا نے کچھ سوچا پھر بڑے غور سے بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''جو خبر اس وقت میرے پاس بیازین کے لئے ہے وہ اس کے لئے اس وقت اچھی ہے جب میں اس کا یہ ارادہ جان لوں کہ یہ واپس فرانس جانا چاہتی ہے یا یہیں قرطبہ میں مستقل رہائش رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے۔'' اس موقع پر استفہامیہ سے انداز میں بیازین ربیکا کی طرف دیکھنے لگی تھی یہاں تک کہ ربیکا نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''بیازین، میری بہن! جو خبر میں تم سے کہنا چاہتی ہوں، اس سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم اب بھی واپس فرانس جانا چاہتی ہو یا یہاں قیام کرو گی۔''

بیازین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگی۔ ''ربیکا، میری بہن! میں نے اپنے ارادوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ میں ضرور واپس فرانس جاؤں گی اس کے لئے امیر یوسف بن بخت نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے اور وہ وعدے کے مطابق مجھے فرانس ضرور پہنچائیں گے اس لئے کہ جو تفصیل مجھے محترم سالم بن عطوف سے امیر یوسف بن بخت کے اخلاق و کردار سے متعلق ملتی رہی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ امیر اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔''

بیازین کے خاموش ہونے پر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ربیکا کہنے لگی۔ ''اگر تم واقعی فرانس جانے کا پکا ارادہ کیے ہوئے ہو تو میں سمجھتی ہوں تمہارے فرانس جانے کے لئے کچھ آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔''

بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیازین نے ربیکا کو مخاطب کیا۔ ''وہ کیسے؟''

وہ اس طرح کہ ہسپانیہ کے شہر بارسلونا اور سرقسطہ کے حاکموں سے ساز باز کرنے کے بعد تمہارا چچا شارلیمان عنقریب ہسپانیہ پر حملہ آور ہوگا۔ جب وہ اپنا لشکر لے کر فرانس سے نکل کر ہسپانیہ پر حملہ آور ہوگا تو جو لشکر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے یہاں سے روانہ ہو گا تم اس لشکر میں شامل ہو جانا اس طرح تم مسلمانوں کے لشکر سے نکل کر اپنے چچا کے لشکر میں شامل ہو جانا یوں واپس جانا کیا تمہارے لئے آسان نہیں ہو جائے گا۔''

ربیکا کے اس انکشاف پر سب خاموش تھے۔ بیازین بھی چپ تھی۔ ربیکا کے ان الفاظ کا اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا کچھ دیر تک وہ گردن جھکا کر گہری سوچوں میں کھوئی رہی یہاں تک کہ ربیکا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے چونکا دیا۔

''بیازین! جو کچھ میں نے کہا ہے، کیا یہ تمہارے واپس جانے کے لئے خوش آئند نہیں ہے اور......''

یکا اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ بیچ میں بیازین دکھ اور انتہائی افسوس کا اظہار
ہوئے کہنے لگی۔ ''میرا چچا شارلیمان ہسپانیہ کے غداروں کے ساتھ مل کر ہسپانیہ پر
ر ہو کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ
چچا کی حماقت اور اس کی غلطی ہے۔ اگر وہ اپنے لشکر کے ساتھ ہسپانیہ پر حملہ آور ہوتا
اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جو لشکر یہاں سے جاتا ہے، ربیکا، میری بہن میں اس
شامل نہیں ہوں گی۔ میں ایک لشکر سے نکل کر دوسرے لشکر میں منتقل نہیں ہونا
میری بہن، مسلمانوں کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں جنہیں میں شمار نہیں کر سکتی۔
ہاں کی حفاظت کی گئی، میری عصمت جو ایک عورت کے لئے سب سے بڑا خزینہ
کی حفاظت کی گئی۔ یہاں میرے ساتھ ایک معزز مہمان کا سا سلوک کیا گیا اس
اگر میں مسلمانوں کے لشکر سے نکل کر اپنے چچا کے لشکر میں منتقل ہوتی ہوں تو یہاں
ں ہی کو نہیں خود امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور سارے سالاروں کو یہ تاثر ملے گا کہ
کے لشکر کے خلاف عداوت اور دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے شارلیمان کے لشکر میں
گئی ہوں اور میں ایسا ہرگز نہیں چاہتی۔ اگر میں ایسا کرتی ہوں تو میرے خیال میں
کردار کی سب سے زیادہ ذلت اور پستی ہوگی اور میں ایسا ہرگز نہ ہونے دوں گی۔''
کہنے کے بعد بیازین رکی پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتی ہوئی وہ کہہ رہی تھی۔
میری بہن! جہاں تک میرے واپس جانے کا تعلق ہے تو یہ میرا اٹل فیصلہ اور ارادہ
ں واپس ضرور جاؤں گی لیکن اس طرح نہیں جس طرح تم کہہ رہی ہو۔ شارلیمان کو
آزمائی کر لینے دو۔ مجھے امید ہے اسے مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانی
اس کی شکست کے بعد میں اس طریقے سے فرانس جانا پسند کروں گی جس طرح
رحمٰن بن معاویہ اور امیر یوسف بن بخت مجھے بھجوانا چاہتے ہیں۔'' یہاں تک کہنے
بیازین رکی پھر اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے پہلے کی نسبت زیادہ دکھ اور افسوس
ہی تھی۔ ''ربیکا، میری بہن! یہ بھی مت خیال کرنا کہ یہاں سے جاتے ہوئے مجھے
سکون ہوگا۔ ہرگز نہیں، یہاں محترم سالم بن عطوف اور عبورہ نے مجھے باپ اور ماں
یا ہے اور اس پیار کو میں زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گی۔ فرانس واپس جانے کے
ا ایک مجبوری ہے جس کی بنا پر مجھے واپس جانا پڑ رہا ہے۔ اگر وہ مجبوری نہ ہوتی تو
یقین دلاتی ہوں، میں اپنی ساری زندگی یہیں قرطبہ ہی میں گزارنا پسند کرتی اس
ماحول مجھے یہاں رہنے کے لئے ملا ہے وہ مجھے فرانس میں بھی میسر نہیں تھا۔ جو

محبت، چاہت اور نگاہ داری مجھے یہاں ملی ہے وہ فرانس میں نہ تھی۔"

ربیکا نے بیازین کو کریدنا چاہا۔ "فرانس واپس جانے کے لئے آخری تمہاری مجبوری کیا ہے۔"

بیازین کی گردن جھک گئی تھی لحہ بھر کے لئے وہ گہری سوچوں میں کھوگئی تھی ربیکا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس موقع پر اس نے دیکھا، بیازین کے چہرے پر اداسی آنکھوں میں دکھ کے آثار تھے پھر آہستہ آہستہ بیازین نے گردن سیدھی کی اور ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "وہ مجبوری ایسی ہے کہ فی الوقت میں کسی سے نہیں کہہ سکتی۔ تاہم جب میں یہاں سے فرانس جانے کے لئے روانہ ہوں گی تو وہ وجہ، وہ مجبوری آپ لوگوں کے سامنے ضرور بیان کروں گی۔"

بیازین جب خاموش ہوئی تب ربیکا نے اسے مزید کریدنے کے انداز میں ایک بار سوال داغ دیا۔ "کیا فرانس میں کوئی ایسی ہستی ہے جسے تم چاہتی ہو، اس سے محبت کرتی ہو اور اس کی خاطر تم ہر صورت ہسپانیہ سے نکل کر فرانس جانا چاہتی ہو۔"

ربیکا کے اس سوال پر تلخ سی مسکراہٹ بیازین کے چہرے پر نمودار ہوئی، کہنے لگی۔ "بیازین نے فرانس میں آج تک کسی سے نہ محبت کی ہے، نہ کسی کو چاہا ہے۔ جس کی خاطر وہ واپس جانے پر مجبور ہوتی۔"

ربیکا نے اس موقع پر دوسرا سوال داغ دیا۔ "کیا فرانس میں کسی کے ساتھ تمہارا رشتہ طے ہو چکا تھا یا کسی کے ساتھ منگنی یا نکاح ہو چکا تھا جس کی بنا پر تم واپس جانے کے لئے مجبور ہو۔"

اس پر بیازین کہنے لگی۔ "ربیکا، میری بہن! تم غلط سوالات کر رہی ہو۔ نہ کسی سے میری منگنی ہوئی ہے نہ میں کسی کو چاہتی ہوں، نہ کسی سے نکاح ہوا ہے۔ واپس جانے کی ایک بڑی مایوس کن اور دل ہلا دینے والی وجہ ہے اور میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ فی الحال میں وہ وجہ بتاؤں گی نہیں۔ اس وقت کہوں گی جس وقت میں یہاں سے فرانس کے لئے روانہ ہوں گی۔"

بیازین مزید کہنا چاہتی تھی کہ اس موقع پر عبورہ بول اٹھی۔ "ربیکا! تم نے بیازین کو کن سوالات میں الجھا کر رکھ دیا ہے۔"

ربیکا اٹھی، آگے بڑھ کر اس نے بیازین کو گلے لگا لیا اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگی۔ "اماں! بیازین، میری بہن ہے میں اسے خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں اسے کس قدر پسند

رتی ہوں، اس سے کتنی محبت کرتی ہوں، یہ اس وقت پتا چلے گا جب اس کی یہاں سے انس رخصتی کے بعد تم میری حالت دیکھو گی۔" بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے ربیکا کہنے ں۔ "بیازین، میری بہن! میں اور صفا دونوں اس نیت سے یہاں آئی تھیں کہ یہاں بیٹھ کر ب اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ ہم دونوں نے کھانا نہیں کھایا اور بھوک بھی سخت لگی ہوئی ہے۔"

ربیکا کے یہ الفاظ سن کر بیازین اٹھ کھڑی ہوئی پھر کہنے لگی۔ "یہ بات تم نے آتے ہی یوں نہ بتا دی۔ اگر تم دونوں نے کھانا نہیں کھایا تو میں ابھی تم دونوں کے لئے کھانا تیار رتی ہوں۔ میں، ابا اور اماں تو کھانا کھا چکے ہیں۔"

اس پر ربیکا اور صفاء دونوں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں پھر ربیکا، بیازین کو مخاطب کر کے کہنے ں۔ "اگر یہ بات ہے تو تینوں مطبخ کی طرف چلتی ہیں۔ تم اکیلی کھانا تیار نہیں کرو گی سب ر کر کھانا تیار کرتے ہیں پھر وہیں بیٹھ کر میں اور صفاء کھا لیں گی۔ بیازین نے ربیکا کی اس یز سے اتفاق کیا پھر وہ تینوں وہاں سے اٹھ کر مطبخ کی طرف جا رہی تھیں۔

۞۞۞

عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر میں بربروں کا سردار ابوظہیر ایک روز اپنے چند بربر ھیوں کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایک بربر وہاں نمودار ہوا اور ابوظہیر خاطب کر کے کہنے لگا۔

"عبداللہ بن رواح آپ سے ملنے کے لئے آ رہا ہے۔"

اس پر ابوظہیر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "اسے فوراً عزت و احترام کے ساتھ ے پاس لاؤ۔"

اس پر وہ بربر پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شقنا کے لشکر میں جو بربروں کا سردار اللہ بن رواح تھا اسے لے کر وہاں آیا۔ ابوظہیر نے آگے بڑھ کر اسے پہلے گلے لگایا پھر وش مصافحہ کیا اس کے بعد اسے اپنے قریب بٹھایا، اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا عبداللہ بن رواح نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

"ابوظہیر! تم میرے پرانے دوست ہو اور بھائیوں کی جگہ ہو۔ میں تمہارے کہنے پر آ تو گیا لیکن مجھے مروا نہ دینا۔ میرے عزیز و رشتہ دار ہو کر میرے ساتھ کوئی کھیل نہ کھیل جانا۔"

عبداللہ بن رواح کے ان الفاظ پر ابوظہیر مسکرایا، گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا کہنے لگا۔ "ابن رواح! کیا تم مجھ سے ایسی امید رکھتے ہو۔"

عبداللہ بن رواح مسکراتے ہوئے اس سے لپٹ گیا۔ پھر علیحدہ ہوا، کہنے لگا۔ ''میرے عزیز بھائی! میں تم سے ایسی امید تو نہیں رکھتا بہرحال دل میں خدشات تو اٹھتے ہیں۔ کہاں ایک طرف میں شقنا کی طرف داری کرنے والا اور کہاں تم امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر کے ایک اعلیٰ سالار۔ ویسے اگر میں تمہاری طرف سے مشکوک ہوتا تو یہاں ہرگز نہ آتا۔''

عبداللہ بن رواح جب خاموش ہوا تب ابوظہیر نے اپنے مطلب کی طرف آتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ''ابن رواح! میں تمہارا وقت ضائع نہیں کروں گا اور نہ ہی تمہید باندھوں گا۔ جو بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں، کھلے دل سے کہوں گا۔ میری تم سے گذارش یہ ہے کہ تم اپنے بربر ساتھیوں کے ساتھ شقنا کا ساتھ چھوڑ دو۔ اس میں اندلس کے سارے بربروں کی بہتری اور بھلائی ہے۔ شقنا کی بجائے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا ساتھ دو، اس لئے کہ وہ اس کا حق دار ہے۔''

عبداللہ بن رواح نے بڑی غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''عبدالرحمٰن بن معاویہ دمشق سے یہاں آیا، مسلمانوں سے بھاگتا پھرتا ہوا ان سرزمینوں میں وارد ہوا ہے وہ کیسے یہاں کی حکمرانی اور امارت کا حق دار ہے۔ شقنا یہیں کا رہنے والا ہے اور کیا ہمیں اس کی طرف داری نہیں کرنی چاہیے۔''

جواب میں ابوظہیر نے سر کو کھجایا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ہمیں شقنا کی کسی بھی صورت میں طرف داری نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس لئے کہ وہ اس کا حق دار نہیں ہے۔''

عبداللہ بن رواح نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔ ''ابوظہیر، میرے بھائی! اگر شقنا اس کا حق دار نہیں تو پھر ذرا یہ تو ثابت کرو، عبدالرحمٰن بن معاویہ یہاں کی امارت کا کیسے حق دار ہے؟''

جواب میں ابوظہیر نے کچھ سوچا پھر عبداللہ بن رواح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ابن رواح! شقنا کے شجرۂ نسب سے کوئی واقف نہیں، یہ کون ہے، کہاں سے وارد ہو گیا۔ پھر موجودہ حالت میں اس کی حیثیت ایک ڈاکو اور چور اچکے سے زیادہ نہیں ہے۔ نہ وہ مسلمانوں کا خیرخواہ ہے۔ اگر مسلمانوں کا خیرخواہ ہوتا تو شمال کے عیسائیوں سے مدد لے کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاریاں نہ کرتا۔ ابن رواح! جہاں تک امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا تعلق ہے تو وہ ہمارے اسلاف کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ وہ اسلاف جنہوں نے جذبہ توحید اور جہاد سے سرشار ہو کر تعداد میں کم ہونے کے باوجود یورپ کی عظیم الشان سلطنت ہسپانیہ کو فتح کیا۔ ابن رواح! عبدالرحمٰن بن معاویہ ان مجاہدوں، ان مومن، ان

زندان توحید کی نشانی ہے جنہوں نے یورپ کی سرزمینوں میں شرک اور کفر کو مٹایا اور توحید کی شمع کو روشن کیا۔ یہ عبدالرحمٰن بن معاویہ ہی کے اسلاف تھے جنہوں نے جہالت اور توہمات کو دور کیا اور یہاں علم و حکمت کی روشنی سے زندگی کے ہر گوشے کو منور کر کے رکھ دیا۔ انہوں نے یورپ کو حسن زندگی سے آشنا کیا اور زندگی کو حسین طریقے سے بسر کرنے کا طریقہ اور سلیقہ بھی سکھایا۔ انہوں نے علوم و فنون، صنعت و حرفت اقتصادیات اور سیاسیات، معاشرت و ثقافت، الغرض ہر گوشۂ حیات میں حیرت انگیز کام کر کے پورے یورپ کو دنگ کر دیا اور ان کے علم و فن سے شجاعت و جوانمردی، شان و شوکت، صولت و ثروت، مال و دولت کے قصے اب پوری دنیا میں مشہور ہو چکے ہیں۔ انہی اسلاف نے اپنی قابلیت اور کوششوں سے ہسپانیہ کو علم و حکمت، صنعت و فن کا گہوارہ بنا دیا اور ان ہی کی بدولت آج ہسپانیہ اہل علم و عظمت انسانوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہ بھی جانو گے تمہارے انہی اسلاف کی بدولت آج یورپ کی ہر سلطنت ہم سے ترقی میں کوسوں پیچھے ہیں، ہم ایک ترقی یافتہ قوم ہیں جبکہ یورپ والے ترقی پذیر ہیں۔ ہمارے وہ اسلاف اور آباؤ اجداد جن کی عبدالرحمٰن بن معاویہ نشانی ہے، جنہوں نے اقوام عالم کی امامت کی اور ان کی زندگی کے کارنامے و داستانیں تاریخ عالم کا ایک انتہائی درخشاں باب ہے۔ آج جو کچھ ہمارے پاس علم و حکمت اور دوسرے فنون کی صورت میں ہیں، یہ سب بنو اُمیہ کے اسلاف ہی کی وجہ سے ہے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ بنو امیہ کی نشانیوں میں سے ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ابوظہیر رکا، غور سے عبداللہ بن رواح کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''ابن رواح! عبدالرحمٰن بن معاویہ سے متعلق جو کچھ میں نے کہنا تھا کہہ چکا، اب تم ذرا شقنا سے متعلق بھی کہو کہ اس کے آباؤ اجداد کون ہیں، انہوں نے مسلمانوں کی بہتری، اس ملک کو سنوارنے اور فتح کرنے میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیے۔ یہ شخص کہاں سے آیا، کون ہے، کیا چاہتا ہے۔''

عبداللہ بن رواح کچھ دیر تک اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتا رہا پھر غور سے ابوظہیر کی طرف دیکھا اس کے بعد کہنے لگا۔

''ابوظہیر، میرے بھائی! تم نے تو مجھے ایک الجھن اور گنجلک میں مبتلا کر کے رکھ دیا ہے۔ تم نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ، اس کے اجداد اور اسلاف سے متعلق جو کچھ کہا ہے، یہ بھی میرے لئے ایک انوکھا اور عالیشان انکشاف ہے۔ جہاں تک شقنا کا تعلق ہے تو میرے بھائی، اس سے متعلق میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اس نے ہمیں بس مال و دولت کا لالچ

دیا اور ہم اس کے پیچھے لگ گئے۔"

ابوظہیر نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔"اس کا مطلب ہے، تمہاری نگاہوں میں مذہب وملت کی کوئی اہمیت نہیں۔تم صرف مال ودولت کو اہمیت دیتے ہو۔"

عبداللہ بن رواح نے تڑپ کر ابوظہیر کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، کہنے لگا۔"ابوظہیر، میرے بھائی! یوں نہ کہو۔مذہب تو ہمارے لئے وہ قیمتی شے ہے جس کے لئے ہم اپنی جان، اپنے تن ومن اور اپنی روح تک کی بازی لگانے کے لئے تیار ہیں۔مذہب کے معاملے میں اگر دولت کے ڈھیر لگا دیے جائیں تو قسم خداوند قدوس کی، میں اسے ٹھوکر مار کر نکل جاؤں۔"

عبداللہ بن رواح جب خاموش ہوا تب ابوظہیر نسبتاً بلند آواز میں کہنے لگا۔"اگر یہ بات ہے تو پھر شقنا کو ٹھوکر مار کر ہمارے پاس آجاؤ۔شقنا ایک راہزن ہے، اس کا ہمارے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔عبداللہ بن رواح، اگر اس کا ہمارے دین سے کوئی تعلق ہوتا تو وہ شمال کے عیسائیوں کو اپنے لشکر میں شامل کر کے مسلمانوں کے خلاف حرکت میں نہ لاتا۔اس کا اگر دین سے کوئی تعلق ہوتا تو فرانس اور ہسپانیہ کے سارے اوباشوں و بدمعاشوں اور قاتلوں کو وہ اپنے لشکر میں جمع کر کے مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور سرکشی کی ابتداء نہ کرتا۔عبداللہ بن رواح! کیا تم نے کبھی یہ بھی نہ سوچا ہے کہ جب شقنا، امیر عبدالرحمٰن سے ٹکراتا ہے تو اس کے لشکر میں جو عیسائی ہیں، ان کا کیا جاتا ہے۔دونوں طرف سے مسلمانوں کا قتل عام ہوتا ہے اور پھر کیا کبھی تم نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر یہ بھی سوچا ہے کہ جب تم شقنا کا ساتھ دو گے اور ہم امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا ساتھ دیں گے تو صرف مسلمان ہی آپس میں نہیں ٹکرائیں گے بلکہ بربر بھی آپس میں ٹکرائیں گے۔اس طرح تم نہ صرف اپنے دین، اپنی ملت، اپنی قوم بلکہ اپنے قبیلہ کے خلاف بھی سراسر بغاوت کھڑی کیے ہو۔"

ابوظہیر جب خاموش ہوا تو انتہائی بے بسی میں اسے مخاطب کرتے ہوئے عبداللہ بن رواح کہنے لگا۔"ابوظہیر میرے بھائی! تو نے تو آج مجھے پسینہ پسینہ کر کے رکھ دیا ہے۔"

ابوظہیر مسکرایا، دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"میرے بھائی! میں نے تجھے کیا پسینہ پسینہ کرنا ہے، میں نے تو صرف چند سطور میں تمہارے سامنے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے اسلاف اور یہ سرزمین ہمارے لئے فتح کرنے والوں پر روشنی ڈالی ہے۔میں نے جو عبدالرحمٰن بن معاویہ سے متعلق کہنا تھا کہہ چکا۔اب میں تم سے گذارش کرتا ہوں کہ تم ذرا شقنا سے متعلق کہو، اس لئے کہ تم اپنے قبائل کے ساتھ آنکھیں بند کر کے اس کا اتباع کر رہے ہو۔"

اس موقع پر عبداللہ بن رواح نے گھورنے کے انداز میں ابوظہیر کی طرف دیکھا پھر کہنے
"ابوظہیر، میرے بھائی! تو نے تو مجھے تو اپنے سامنے بالکل بے بس کر کے رکھ دیا ہے،
یا جانوں یہ شقنا گدھے کا بچہ کہاں سے آیا ہے، کدھر سے نمودار ہوا، اس کے کیا عزائم
ہسپانیہ میں یہ کیا کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔"

جواب میں ابوظہیر نے آخری ضرب لگاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔"ابن رواح!
ہیں بند کر کے اندھیرے میں سفر کرنا ترک کر دو۔ایک بھائی کی حیثیت سے میں تمہیں
ہ دیتا ہوں کہ شقنا کا ساتھ چھوڑ کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا ساتھ دو، اسی میں
ی، بربروں، مسلمانوں اور قوم وملت کی بہتری اور بھلائی ہے۔"

عبداللہ بن رواح تھوڑی دیر خاموش رہا، کچھ سوچتا رہا اس کے بعد اس نے کوئی فیصلہ
کہنے لگا۔"ابوظہیر! میں سارا معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں۔جیسا تم کہو گے، ویسا ہی میں کروں

اس پر ابوظہیر نے آگے بڑھ کر عبداللہ بن رواح کو گلے لگا لیا، پھر کہنے لگا۔"میں آخری
کرنے والا کون ہوتا ہوں، تم اٹھو میں تمہیں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس لے کر
ہوں۔"

ں پر عبدالرحمٰن بن رواح عجیب سے انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے ابوظہیر کو بیٹھنے کا
ہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔"ابوظہیر! یہ کیا غضب ڈھانے لگے ہو، کیا مجھے مروانے کا
تو نہیں ہے۔تم مجھے جب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس لے کر جاؤ گے تو کیا وہ
ے ساتھ اچھا سلوک کرے گا، کیا میرا استقبال کرے گا، میرے لئے آنکھیں فرشِ راہ
ئے گا۔بلکہ میرے منہ پر طمانچے مارے گا، تھوکے گا، میرے منہ پر اور اپنے ساتھیوں
ہے گا کہ شقنا کے اس ساتھی کی گردن کاٹ دو۔"

عبداللہ بن رواح جب خاموش ہوا تب اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے ابوظہیر کہنے لگا۔
ن رواح! میں تمہارے ساتھ ہوں، جو الفاظ تم نے ادا کیے ہیں، یہاں طلیطلہ شہر میں کوئی
یہ الفاظ تم سے نہیں کہے گا۔میرے ساتھ چلو، اگر امیر عبدالرحمٰن میری طرح تمہاری بھی
ہ افزائی نہ کرے تو میرا نام بدل دینا۔"

عبداللہ بن رواح اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔"اگر یہ بات ہے تو چلو چلتے ہیں، امیر کے
چلو ظہیر! اوکھلی میں دیا سر تو موت سے کیا ڈر؟ اب میں بے فکر اور نڈر ہو کر تمہارے
چلنے کے لئے تیار ہوں۔"

اس پر دونوں وہاں سے نکلے اور اس سمت گئے جہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ کی رہائش
جب وہ وہاں داخل ہوئے تو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پاس اس وقت یوسف بن بخ
بدر اور تمام بن علقمہ کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے، جونہی وہ دونوں وہاں داخل ہوئے،
آواز میں ابوظہیر نے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"امیر! یہ میرے ساتھ عبداللہ بن رواح ہے۔"

عبداللہ بن رواح کا نام سن کر امیر عبدالرحمٰن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کی طر
دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت، بدر اور تمام بن علقمہ بھی کھڑے ہو گئے تھے پھر عبداللہ
رواح کو گلے لگانے کے لئے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا د
تھے۔ امیر عبدالرحمٰن کی اس حرکت پر عبداللہ بن رواح دنگ رہ گیا تھا ایک عجیب سی نگاہ ا
قریب کھڑے ابوظہیر پر ڈالی، جواب میں جب ظہیر نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گر
ہلائی تب عبداللہ بن رواح بھاگا اور امیر یوسف بن بخت سے بغلگیر ہو گیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ نے عبداللہ بن رواح کو گلے لگائے ہی لگائے اس کی
تھپتھپائی، کہنے لگا۔ "میں، ابن رواح کو اپنے ہاں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

اس کے بعد امیر نے اسے علیحدہ کیا، بعد میں پرجوش انداز میں یوسف بن بخت، تـ
بن علقمہ اور بدر اس سے ملے۔ اس کے بعد عبداللہ بن رواح کو امیر نے اپنے پاس ہی
لیا۔ اس موقع پر عبدالرحمٰن بن معاویہ، عبداللہ بن رواح کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا
کہ عبداللہ بن رواح نے اپنے دونوں ہاتھ امیر عبدالرحمٰن کے سامنے جوڑ دیئے اور انتہا
لجاجت خاکساری و انکساری میں کہنے لگا۔

"امیر محترم! میں ایک بھٹکا ہوا انسان تھا، شقنا کے پیچھے لگ گیا تھا۔ شیطان نے مجھ
مال و دولت کا لوبھ و لالچ مسلط کر دیا تھا۔ بھلا ہو ابوظہیر کا اس نے مجھے گناہوں کی دلد
سے کھینچ باہر نکالا۔ اب میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ مجھے میرے ماضی سے متعلق
کچھ نہ کہیے گا، صرف یہ حکم دیجئے گا کہ اب مجھے شقنا کے خلاف کیا کرنا ہے۔"

عبداللہ بن رواح جب خاموش ہوا تب تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن بن
معاویہ اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔ "میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں جا
ہوں، تمہیں واپس بھی جانا چاہیے۔ میں تم سے صرف اتنا چاہوں گا کہ جب ہم اپنے لشکر
کے ساتھ شقنا سے ٹکرائیں تو تم شقنا سے علیحدہ ہونا پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

اس پر احتجاج کرنے کے انداز میں عبداللہ بن رواح کہنے لگا۔ "امیر! یہ تو کوئی بات

ہوئی۔ اس طرح شقنا کے خلاف میری کیا نمائندگی رہے گی؟ میں چاہتا ہوں کہ جب آپ
شقنا کے خلاف صف آرا ہوں تو جنگ شروع ہونے سے پہلے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ
آپ سے آن ملوں گا۔ کوہستان طلیطلہ کے اندر جس قدر درے ہیں، سب سے میرے
ساتھی واقف ہیں۔ اب میں دیکھوں گا کہ شقنا ان دروں کے ذریعہ آپ کے ہاتھوں سے
کیسے بچ کر بھاگتا ہے۔"

جواب میں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے عبداللہ بن رواح کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔
"اگر یہ بات ہے تو ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تم چاہ رہے ہو۔"

عبداللہ بن رواح اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "امیر! مجھے اجازت دیجئے، میں
نہیں چاہتا کہ کسی کو یہاں میری آمد کی اطلاع ہو۔ میں اب جاتا ہوں اور جب آپ شقنا کے
خلاف صف آرا ہوں گے تب آپ دیکھیں گے کہ عبداللہ بن رواح بربروں کے لشکر کے
ساتھ شقنا سے علیحدہ ہو کر آپ سے آن ملے گا۔" اس کے بعد بڑے پرجوش انداز میں
عبداللہ بن رواح نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا اور وہاں سے وہ ابوظہیر کے ساتھ نکل گیا تھا۔

شقنا کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے سلمی کو بدترین شکست دے
کر اس کا خاتمہ کر دیا ہے اور اس وقت وہ طلیطلہ شہر میں قیام کیے ہوئے ہے اور اس
کے خلاف بہت جلد حرکت میں آنے کا ارادہ رکھتا ہے لہٰذا اس نے بھی اپنی تیاریوں کو عروج
پہنچا دیا تھا۔

آخر عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ شہر سے نکلا اور کوہستان طلیطلہ کی
رف بڑھا تا کہ شقنا پر ضرب لگائی جائے۔ شقنا کو اپنی گذشتہ شکست کا بڑا دکھ اور افسوس
ھا۔ لہٰذا کوہستانی سلسلے سے باہر نکل کر اس نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ٹکرانے کا
لہ کیا۔ اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوئے، حملہ آور ہونے
ں شقنا نے پہل کی۔ اس لئے کہ وہ ہر صورت میں عبدالرحمٰن بن معاویہ سے اپنی گذشتہ
کست کا بدلہ لینا چاہتا تھا لہٰذا اپنے لشکر کی صفیں درست کرتے ہی وہ اور اس کا نائب وجیہ
لبی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر پر بے ضمیری کے خونی دھاروں جلاتے آگ کے
علوں اور ادراک کو بے اثر کر دینے والی بھوکی زہریلی تاریکیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جواب میں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ، یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ، بدر اور دیگر
سالاروں نے شقنا کے اس حملے کا شاندار دفاع کیا پھر وہ بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے

مافوق الفطرت قوتوں کی ترک تاز، خانہ بدوش شکاری کی سی تباہ کاری، عداوت کشی اور چٹانوں تک کو اڑا دینے والے بے روک آندھیوں کے جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ عین اسی لمحہ جبکہ جنگ بھڑک اٹھی اچانک بربروں کا سالار عبداللہ بن رواح اپنے سارے بربروں کے ساتھ شقنا کا ساتھ چھوڑ کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر میں آن ملا اس طرح شقنا کو شدید جھٹکا لگا۔

بربروں کا ساتھ چھوڑ جانے سے شقنا کے ساتھی بد دل ہو گئے فیصلہ کر لیا کہ وہ کوہستانوں میں چھپ کر اپنا آپ بچائیں گے اس لئے کہ شقنا ہی نہیں اس کے سارے سالار بھی دیکھ رہے تھے کہ اب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے مقابلے میں اس کے لشکریوں کی حالت آنسوؤں کی کہانی، چبھن کی داستانوں اور بنجر حروف سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی لہٰذا شقنا بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن اس دفعہ بھاگنا مشکل تھا اس لئے کہ عبداللہ بن رواح کے ساتھی اس کے سارے دروں سے واقف تھے لہٰذا عبداللہ بن رواح، اس کے بربر اور امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سارے سالار اور لشکری شقنا کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

اب شقنا کی بدبختی کہ جس وقت وہ شکست اٹھا کر بھاگا اس وقت یوسف بن بخت کے دو مخلص ساتھی عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا بھی اس کے ساتھ بھاگے تھے۔ تھوڑا سا آگے جا کر شقنا نے اپنے نائب وجیہ کلبی سے مشورہ کیا اور اس نے کہا، دشمن برابر ہمارے تعاقب میں ہے لہٰذا ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دائیں بائیں نکل جائیں۔ اس طرح دشمن کو اپنے لشکریوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنے میں کچھ وقت لگے گا اور ہم بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

وجیہ کلبی نے اس سے اتفاق کیا لہٰذا وہ دائیں جانب بھاگا اور بائیں جانب شقنا ہو لیا لیکن شقنا کی بدقسمتی وہ تھوڑا سا ہی آگے گیا ہو گا کہ اچانک عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا شقنا کے قریب آئے پھر عاصم بن طفیل نے شقنا کو مخاطب کیا۔ ''محترم شقنا! آپ غلط جگہ جا رہے ہیں وہ بربر جو ہم سے جدا ہو کر امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ مل چکے ہیں وہ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے ہماری راہ روک کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ اپنے لشکریوں کو اس جانب بڑھنے دیں اس لئے کہ وہ حملہ آوروں کی راہ روکیں گے اتنی دیر تک آپ اپنی جان بچانے کے لئے بائیں جانب ہو لیں۔ میں اور میرا یہ ساتھی آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے ساتھ ہیں۔

شقنا اس وقت شکست اٹھانے کے بعد بدحواس ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اپنی جان بچانے کے لئے اس نے فی الفور عاصم بن طفیل کی اس یز پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا اس نے اپنے پیچھے آنے والے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''تم ھے آگے چلو میں ذرا اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ دائیں جانب سے ہو کر آگے بڑھتا ں اور دیکھتا ہوں کہ اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے اب مجھے کس سمت کا رخ کرنا ہیے۔''

یہ کہنے کے بعد شقنا تو عاصم بن طفیل اور مسلم بن حیرا کے ساتھ دائیں جانب ہو لیا جبکہ کے لشکری چھوٹے سالاروں کی سرکردگی میں آگے بڑھتے چلے گئے تھے۔ کچھ دور جا کر عاصم بن طفیل نے اندازہ لگایا کہ اب شقنا کے ساتھی یہاں نہیں آئیں گے تب وہ گھوڑے کو سقنا کے گھوڑے کے آگے لایا اور اس کی باگ پکڑ کر اسے روک لیا اس پر نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''میرے عزیز! تو کیا نے لگا ہے، میں تیری تجویز پر ادھر تو آ گیا ہوں اب تو مزید کیا کہنا چاہتا ہے، کیا کرنے ہے۔''

اس پر تیز نگاہوں سے عاصم بن طفل نے اس کی طرف دیکھا، ایک زور دار طمانچہ اس ز میں اس نے شقنا کے منہ پر مارا کہ شقنا اپنے گھوڑے سے گر گیا پھر عاصم بن طفیل گھوڑے سے کودا، اپنی تلوار کی نوک اس نے شقنا کی گردن پر رکھ دی، کہنے لگا۔ بطان کے پروردہ! تو کیا سمجھتا تھا کہ تو غیر قوموں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے لئے نہ ختم ہونے والی اذیت بنا رہے گا۔ شقنا، تو نے وقت کی عبرت خیز آوازوں کو نہ سنا اور بے اثر سمجھ کر گدھے کی طرح اپنے کانوں کو جھٹک دیا۔ تو فراست کے خرابوں میں ظلم عداوتوں کو گلے لگائے رہا۔ بغاوت کے کالے گھنیر اندھیروں میں زندگی بسر کرتا رہا، جذبوں میں تو کڑوے بول بولتا رہا۔ بنجر باتیں کرتا رہا۔ شقنا، سن جس طرح رزق کا ایک دانہ علیحدہ کیا جاتا ہے، جس طرح کپاس کا ایک ایک ریشہ جدا کیا جاتا ہے، اس ہم نے بھی تمہارے سارے لشکریوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ اب ذرا اپنی حالت کا لے، میں دیکھتا ہوں تیری حالت ببول اور کیکر میں الجھی یادوں کی اجڑی دوپہر سے رز ہو کر رہ گئی ہے اب کہاں گئی تیری پاگل موسموں جیسی بغاوت اور وحشی ارادوں جیسی کیا ہم نے آخر کار تیری ساری جرأت مندی کو مدقوق لاغر جسموں اور تمہاری ساری اور شجاعت کو حیران و سرگرداں بگولوں جیسا نہیں بنا کر رکھ دیا۔'' جواب میں عاصم بن

طفیل کو مخاطب کر کے شقنا کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عاصم بن طفیل کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی ننگی تلوار اس نے بلند کی، شقنا کی اس گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ آخر کار شقنا کی گردن کاٹنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر کے دو مجاہدوں نے شقنا کا کٹا ہوا سر عبدالرحمٰن کے سامنے پیش کر دیا۔ جب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو خبر ہوئی کہ شقنا کے نائب وجیہ کلبی اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ بھاگ گیا ہے تو عبدالرحمٰن بن معاویہ نے فوراً یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی وہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر وجیہ کلبی کے پیچھے لگ گئے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے اس لشکر نے وجیہ کلبی کو البیرہ کے مقام پر جا لیا۔ وہاں دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ وجیہ کلبی کا ارادہ تھا کہ وہ اس جنگ میں کامیاب رہے گا لیکن یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے دونوں طرف سے اسے گھیرتے ہوئے اس قدر زور دار انداز میں حملے شروع کیے کہ وجیہ کلبی اور اس کے باغی ساتھی گھبرا اٹھے اور آخر دونوں طرف سے ان کا قتل عام شروع ہو گیا جس کے نتیجے میں وجیہ کلبی گرفتار ہو گیا اور اس کے ساتھ جس قدر باغی تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا بعد میں وجیہ کلبی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے جرأت مندی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف طلیطلہ شہر میں سلمی کی بغاوت کو فرو کر کے شہر پر گرفت کر لی بلکہ شقنا جو کوہستانی سلسلوں کے اندر کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا اس کی بغاوت کو بھی ختم کر کے اس کا خاتمہ کر دیا اور ان کوہستانی سلسلوں کو باغی اور سرکشوں سے صاف کر دیا۔ اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ شہر کا رخ کیا تھا۔

ایک روز سالم بن عطوف، عبورہ اور بیازین دیوان خانے میں اکٹھے بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ بیازین نے اچانک موضوع بدلا اور سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بابا! آپ اگر برا نہ مانیں تو میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتی ہوں۔ یہ سوال کئی روز سے میرے دل میں اٹھ رہے تھے۔ ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس موضوع پر آپ سے گفتگو کروں۔''

سالم بن عطوف نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''باپ بھی سمجھتی ہو اور پھر اپنے دل کی بات کہتے ہوئے ڈرتی بھی ہو پھر کیسی بیٹی ہو۔ میری بچی، کہہ کیا کہنا چاہتی ہے، جو کچھ تو پوچھے گی میں تمہیں اس کا اپنے علم کے مطابق صحیح جواب دوں گا۔''

اس پر بیازین کچھ دیر خاموش رہی، سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔ ''اس وقت میرے ذہن میں دو بڑے سوال اٹھ رہے ہیں۔ پہلا یہ کہ جس وقت اندلس میں مسلمان قابض نہیں ہوئے اس وقت یہاں عیسائیوں کی ایک بڑی طاقتور سلطنت تھی اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر تھا پھر کیسے مسلمانوں کے سالار طارق بن زیاد کی سرکردگی میں صرف چند ہزاروں پر مشتمل مسلمانوں کا لشکر اسپین کے لاکھوں کے لشکر پر غالب رہا۔ بابا، یہ میرا پہلا سوال ہے۔ میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم کلیساء میں عبادت کرتے ہیں، آپ لوگ مسجد میں عبادت کرتے ہیں آخر اس مسجد اور کلیسا میں فرق کیا ہے؟''

بیازین کے ان دونوں سوالوں پر سالم بن عطوف تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! چند ہزار مسلمانوں پر مشتمل جس لشکر نے ہسپانیہ کو فتح کیا، یہ ان کا ایک حیرت انگیز کارنامہ تھا۔ چھوٹے سے ایک لشکر نے ہسپانیہ کے لاکھوں کے لشکر کو عبرت ناک شکست دی اس شکست کے کئی اسباب شمار کیے جا سکتے ہیں لیکن میرے خیال میں اس شکست کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک حکمران طبقہ اور دوسرا مذہبی طبقہ۔ ہسپانیہ میں اس وقت جاگیرداروں کا زور تھا۔ وہی کلیساء کے پادیوں کے ساتھ مل کر بادشاہ کا انتخاب کرتے تھے۔ بادشاہت موروثی نہ ہوتی تھی۔ اس لئے ایک بادشاہ کے انتقال کے بعد اس کا

جانشین جاگیردار اور کلیساء والے مقرر کرتے تھے۔ اس لحاظ سے ہسپانیہ کے اندر یہ دونوں طبقے بادشاہ گر کہلاتے تھے۔ اب اس طریقہ کار سے کئی فساد اٹھے۔ جو بھی بادشاہ مقرر ہوتا وہ بادشاہت کو اپنے خاندان میں موروثی بنانا چاہتا تھا۔ جبکہ جاگیردار اور امراء ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے لہٰذا بادشاہوں و جاگیرداروں اور امراء کے درمیان ہمیشہ حصول اقتدار کے لئے کشاکش اور رسا کشی رہتی تھی۔ اس وقت ہسپانیہ کے اندر دیکھنے کو تو بادشاہ مطلق العنان ہوا کرتا تھا لیکن عملاً وہ جاگیرداروں و امراء اور کلیساء کے سامنے بالکل بے بس ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ جہاں تک ہسپانیہ کے لشکر کا تعلق ہوا کرتا تھا تو بادشاہ کو لشکر عملاً جاگیردار اور امراء مہیا کرتے تھے۔ ہر جاگیردار اور امیر کے پاس اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنا اپنا لشکر ہوتا تھا جنہیں ضرورت کے وقت وہ بادشاہ کو مہیا کرتے تھے۔ اس دور میں اپنے اپنے لشکر رکھنا انہیں بہترین جنگی تربیت دینا ایک طرح سے جاگیردار اور امراء اپنا حق خیال کرتے تھے۔ انہی لشکریوں کے بل بوتے پر جاگیردار اور امراء نہ صرف اپنی جاگیروں پر حکومت کرتے تھے بلکہ وہ ہر وقت اپنے بادشاہ کے لئے ایک مستقل خطرہ بھی بنے رہتے تھے بادشاہ بڑے بڑے جاگیرداروں خصوصاً ان کے باہمی اتحاد سے ہمیشہ خوفزدہ رہتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ ہمیشہ اسی کوشش میں لگا رہتا تھا کہ کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ تلاش کر کے اپنے جاگیرداروں اور امراء کے درمیان پھوٹ ڈالے رکھے اور آپس میں لڑاتا رہے تاکہ وہ بادشاہ کے خلاف متحد نہ ہونے پائیں۔ اس کے علاوہ جاگیرداروں کے تحت جو لوگ تھے وہ جاگیرداروں کے ظلم وستم کے تحت غلامانہ زندگی بسر کرتے تھے اور بادشاہ ان کی مدد اور رہائی کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا اس طرح عام لوگوں اور حکمران طبقے کے درمیان دن بدن نفرت اور بے گانگی بڑھتی رہی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں وہ ہم آہنگی اور اتحاد نہ تھا جو افراد کو قوم بنانے اور ان کا احساس قومیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ انہی وجوہات کی بنا پر اہل ہسپانیہ کی روز مرہ کی زندگی کمزور تھی جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کے اندر اتحاد تھا جس کی بنا پر چند ہزار مسلمانوں نے لاکھوں پر مشتمل ہسپانیہ کے لشکریوں کو شکست دے کر اپنی فتح کو یقینی بنا لیا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد سالم بن عطوف رکا پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے بیازین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! یہ ہسپانیہ کے لشکر کی ناکامی کی ایک وجہ تھی، ہسپانیہ کے لشکر کی تباہی و بربادی کے ذمہ دار یہاں کے مذہبی لوگ بھی تھے۔ میری بیٹی، جس وقت مسلمان ہسپانیہ پر حملہ آور ہوئے اس وقت ہسپانیہ کا حکومتی مذہب کیتھولک تھا اور کیتھولک کلیساء نے بت پرستی و شرک پرستی اور

قبر پرستی کو شرعاً جائز قرار دے رکھا تھا۔ کلیساء کے پادری اور راہب تو اہم پرست ہو گئے تھے اور ان میں ہر قسم کی اخلاقی برائیاں پیدا ہو چکی تھیں جس کی بنا پر عام لوگوں کو قطعاً مذہبی آزادی نہ تھی۔ چنانچہ کوئی بھی شخص کیتھولک کا قائل روایت اور اصول کے خلاف بات نہیں کر سکتا تھا اگر کرتا تھا تو فوراً کلیساء کے ظلم وستم کا نشانہ بن جاتا تھا۔ اسی ہسپانیہ میں جو اس وقت یہودی تھے ملک کی تجارت زیادہ تر ان کے ہاتھ میں تھی، لہٰذا وہ بہت زیادہ دولت مند ہو چکے تھے اور یہ دولت مندی ہی ان کے لئے مصیبت کا باعث بنی۔ پہلے کلیساء ان پر بہانے بہانے بھاری جرمانے کرتے، جائدادیں ضبط کر لیتے اس کے علاوہ مذہب کے نام پر یہودیوں پر اور بھی انسانیت سوز مظالم توڑے جاتے تھے۔ اس لئے کہ کلیساء ملک کی کل مذہبی زندگی پر حکومت کرتا تھا اور وہ بھی اس عہد کے مطلق العنان بادشاہوں و جاگیرداروں اور امراء کی طرح جابر اور آمر تھا۔ کلیساء کی مذہبی عدالتیں اپنے ظلم وتشدد کی وجہ سے رسوائے زمانہ تھیں۔ کلیساء کے مظالم ناانصافیوں، غلط رسومات، مشرکانہ عقائد اور ان کی دیگر بدعنوانیوں اور سیاہ کاریوں کے خلاف کچھ کہنا نہایت سنگین جرم خیال کیا جاتا تھا اور اس کی سزا اذیت ناک موت ہوا کرتی تھی۔ پادری بات بات پر لوگوں پر کفر و الحاد کے فتوے لگا دیتے تھے اور لوگوں کو ظلم وتشدد کا تختہ مشق بنا دیا جاتا تھا۔ جاگیردار اور امراء کی طرح کلیساء کی بھی اپنی جاگیریں ہوتی تھیں جن کی آمدنی سے وہ بہت زیادہ دولت مند ہو گئے تھے۔ میری بچی، میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس وقت کلیساء تمام مذہبی امور میں مطلق آزاد ہوا کرتا تھا اور تمام مذہبی اور مذہب سے تعلق رکھنے والے امور کا فیصلہ کلیساء کی اپنی عدالتیں کرتی تھیں۔ یہ مذہبی عدالتیں جن کے اختیار غیر محدود ہوا کرتے تھے، اپنے ظلم وستم کے لئے بے حد بدنام تھیں عوام تو عوام بڑے بڑے امراء و وزراء اور جاگیردار بھی مذہبی عدالت کے تصور سے لرز اٹھتے تھے اور ان عدالتوں سے عدل و انصاف کی توقع رکھنا ہی عبث تھا۔ ان کے ظلم وتشدد سے صرف وہی لوگ بچ سکتے تھے جو رشوتیں دے کر اپنی جان چھڑا سکتے تھے۔ مال و دولت اور اختیارات کی فراوانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کلیساء میں بہت زیادہ برائیاں پھیل گئیں۔ کلیساء کے مذہبی پیشوا بے حد عیاش اور بدکردار تھے۔ خانقاہیں اور گرجے عیاشی قمار بازی اور شراب نوشی کے بدنام اڈے بن گئے تھے اور وہ مذہب کے نام پر ان پڑھ اور وہم پرست لوگوں کی عصمت و آبرو اور دھن دولت لوٹتے تھے اور دین کی صحیح تعلیم دینے کی بجائے عوام کو طرح طرح کے مذہبی رسوم کی بجا آوری کی نصیحت کرتے تھے۔ ان کی غلط اور بے ہودہ تعلیمات سے معاشرے میں فسق، فجور، شرک، کفر کا دور دورہ تھا اور حقیقت یہ ہے

کہ کلیساء کی غلط راہنمائی میں لوگوں کا یہ قافلہ گمراہ ہو کر ہلاکت و بربادی کی تاریک راہوں پر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد سالم بن عطوف رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ”بیٹی! اگر تو برا نہ مانے تو یہاں میں یہ بھی کہتا چلوں گا کہ ان دنوں عیسائی راہبانیت پر زور دیتے تھے اور تجرد کی زندگی بسر کرنے کو بہت بڑی عبادت سمجھا جاتا تھا چونکہ یہ ایک غیر فطری فعل تھا اس لئے خانقاہوں اور کلیساؤں میں جو مرد اور عورتیں تجرد کی زندگی گزارنے آتے تھے، جنہیں راہب اور راہبہ کہا جاتا تھا وہ آخر کار جنسی خواہشوں کا شکار ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خانقاہیں اور کلیساء عیاشی اور بدمعاشی کے اڈے بن جاتے تھے اور وہاں جو گناہ اور جرم کیے جاتے تھے ان کی داستانیں اتنی انسانیت سوز و بھیانک اور عبرت ناک ہوا کرتی تھیں کہ لوگ کان پکڑ کر توبہ کرنے لگتے تھے۔“ سالم بن عطوف رکا پھر کہنے لگا۔ ”میری بیٹی! ہسپانیہ کی شکست کا ذمہ جہاں حکومت پر ڈالا جاتا تھا وہاں ان کی شکست اور ناکامی کے ذمہ دار یہ کلیساء والے بھی تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سالم بن عطوف پھر رکا، اس کے بعد بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”بیٹی! اب میں تیرے دوسرے سوال کی طرف آتا ہوں تو نے پوچھا تھا کہ آخر مسجد اور کلیساء میں فرق کیا ہے۔ میں تجھ پر عیاں کروں کہ اسلام ایک فطری دین ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اس لئے وہ کلیسائی نظام کے مفہوم تک سے ناآشنا ہے۔ اس کے برعکس مسیحت زندگی کے فقط روحانی پہلو پر حاوی ہے اور اس روحانی زندگی پر کلیساء کی حکومت ہوتی ہے جبکہ مادی زندگی کے ہر شعبہ مثلاً سیاسی و اقتصادی اور ثقافتی امور پر حکومت کا تسلط ہوتا ہے۔ اس طرح کلیساء اور حکومت یا روحانی اور مادی زندگی میں اس تفریق کی وجہ سے ان کا نظریہ حیات مسلمانوں کے جامعہ نظریہ حیات کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ انہیں عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ عیسائیوں کی روحانی اور مذہبی زندگی پر پیشواؤں کی حکومت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر عیسائی کو کسی نہ کسی کلیساء سے وابستہ ہونا پڑتا ہے اور یہ وابستگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ دینی معاملات میں اس کلیساء کے پیشواؤں کی حاکمیت اور سیادت کو تسلیم کرتا ہے جس طرح کہ اسے دنیاوی معاملات میں بادشاہ یا حکومت کی حاکمیت یا حکمرانی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نہ کسی کلیساء یعنی مذہبی پیشواؤں کی حاکمیت کو تسلیم کرتا ہے نہ ہی کسی بادشاہ یا حکمران کی۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام روحانی اور دنیاوی زندگی میں کوئی فرق تسلیم نہیں کرتا اور دونوں پر فقط اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہی کا قائل ہے۔ مسلمانوں کی مسجد فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کی جگہ ہے

ہاں ہر انسان نماز پڑھ اور پڑھا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے مسجد اور کلیساء میں میری بیٹی، مین اور آسمان کا فرق ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد سالم بن عطوف رکا پھر بیازین کی رف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”میری بیٹی! اس کے علاوہ بھی تم نے کچھ پوچھنا ہو تو پوچھو۔“

جواب میں بیازین کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی، کچھ سوچتی رہی وہ اداس اور افسردہ ئی تھی پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔ ”نہیں، بابا! آپ کی بڑی مہربانی، آپ نے رے سوالوں کا بھرپور اور اچھا جواب دیا۔ اب کھانا پکانے کا وقت ہو گیا ہے۔ مطبخ کی رف جاتی ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی عبورہ نے بھی اٹھ کر اس کی مدد کرنا چاہی لیکن بیازین ے پکڑ کر اسے اس کی نشست پر بٹھا دیا اور خود دیوان خانے سے نکل کر وہ مطبخ کی طرف گئی تھی۔

✿✿✿

جب تک امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اور اس کے سالار سلمی اور شقنا کی بغاوتوں کو ختم کرنے مصروف رہے اتنی دیر تک بارسلونہ کے حاکم سلیمان بن یقطان سرقسطہ کے حاکم یحییٰ بن بن کے علاوہ عبدالرحمٰن بن حبیب اور ابوالاسود نے اپنی کارروائیوں کی تکمیل کر لی تھی۔

بارسلونہ میں سلیمان بن یقطان نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا اور اس لشکر کی تیاری ابوالاسود، اس کا مکمل طور پر ساتھ دے رہا تھا۔ سرقسطہ میں یحییٰ بن حبیب نے بھی ایک ں بڑا لشکر ترتیب دے کر اس کی تربیت اور ترتیب کا کام مکمل کر لیا تھا۔ اسی دوران الرحمٰن بن حبیب بربروں پر مشتمل ایک لشکر افریقہ سے لے کر بارسلونہ پہنچ گیا۔ اس پہنچنے کے ساتھ ہی سلیمان بن یقطان نے تیز رفتار قاصد فرانس کے بادشاہ شارلیمان کی ب بھجوائے اور اس کو اطلاع دی کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ پر حملہ آور ہونے کے لئے وہ تیاریوں کو مکمل کر چکے ہیں لہٰذا شارلیمان بہت خوش ہوا وہ تو اسی انتظار میں تھا کہ اسے ملے اور وہ ہسپانیہ پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرے۔

ایک روز عبدالرحمٰن بن حبیب اور بارسلونہ کا حاکم سلیمان بن یقطان اکٹھے بیٹھے ہوئے کہ سلیمان بن یقطان کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن حبیب کہنے لگا، ”ابن ن! میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اس پر عمل کر کے ہم عبدالرحمٰن بن معاویہ کو شکست ،کر کامیابی کا دروازہ کھول سکتے ہیں۔“

سلیمان بن یقطان نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”اگر تمہارے کوئی ایسی تجویز ہے تو بتاتے کیوں نہیں، اپنے ذہن میں کیوں دبائے ہوئے ہو؟“

اس پر عبدالرحمٰن بن حبیب مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''میرے عزیز جو لشکر میں افریقہ سے لے کر آیا ہوں، تو جانتا ہے وہ بہت بڑا لشکر ہے اب یہ خبر نہیں کہ فرانس کا بادشاہ شارلیمان ہماری مدد کے لئے آتا ہے یا نہیں، اس موقع پر میں چاہتا ہوں کہ جو لشکر اس وقت تمہارے پاس ہے وہ بھی میری سرکردگی میں دے دو۔ میں ہسپانیہ کے اندر عباسی تحریک چلاتا ہوا اور یہ پیغام لے کر اٹھتا ہوں کہ ہسپانیہ کے اندر عباسیوں کی حکومت ہونی چاہیے تھی، اس لئے کہ مسلمانوں کے دوسرے علاقوں میں عباسیوں کی حکومت ہے۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ میں نے اپنے کچھ قاصد بغداد کی طرف روانہ کر دیئے ہیں اور انہیں میں نے یقین دلایا ہے کہ میں ہسپانیہ کے اندر عباسیوں کے حق میں ایک تحریک چلانا چاہتا ہوں عبدالرحمٰن بن معاویہ کو حکومت سے محروم کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا وہ اس سلسلے میں میری مدد کریں۔ مجھے امید ہے کہ خلیفہ بغداد اس سلسلے میں مثبت جواب دے گا۔ لہٰذا میری تم سے التجا ہے کہ جو لشکر تمہارے پاس ہے اسے بھی میری کمانداری میں دے دو۔ تم آرام سے بارسلونہ میں بیٹھ کر حکومت کرو، میں عباسی تحریک لے کر اٹھتا ہوں اور عبدالرحمٰن بن معاویہ مقابلہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر ایسا ہو جائے تو میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کو شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن بن حبیب جب خاموش ہوا تو جواب میں سلیمان بن یقظان کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ ''ابن حبیب اس سلسلے میں، میں تمہاری تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ میں چاہتا ہوں کہ جو معاملہ اس سے پہلے متفقہ طور پر شارلیمان سے طے ہو چکا ہے، ہمیں اس کا انتظار کرنا ہوگا۔ اس کے آنے سے پہلے ہم ایک نئی تحریک شروع نہیں کرنا چاہتے۔ یاد رکھو، اگر ہم نے جلدی میں کوئی کام شروع کر دیا تو عبدالرحمٰن، شارلیمان کے پہنچنے سے پہلے ہی پہلے ہم سب کو چل، مسل کر رکھ دے گا اور ہمارے ہاتھ کچھ نہ لگے گا۔''

عبدالرحمٰن بن حبیب کو سلیمان بن یقظان کا یہ جواب پسند نہ آیا۔ اس وقت تو وہ خاموش رہا، بات کو دوسرے موضوع پر لے جاتے ہوئے کہنے لگا۔ ''سلیمان بن یقظان! چلو میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن مجھے اس بات کی اجازت دو کہ جو لشکر میں افریقہ سے لے کر آیا ہوں، کم از کم اس کے ساتھ تو میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کروں۔ رسد اور ضروریات کا دیگر سامان حاصل کر لوں اور اس میں سے میں تمہیں بھی بہت سا سامان مہیا کرتا رہوں گا۔''

سلیمان بن یقظان نے عبدالرحمٰن بن حبیب کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ عبدالرحمٰن بن

حبیب افریقہ سے جو بربروں کا لشکر لے کر آیا تھا، اسے لے کر وہ علیحدہ ہو گیا۔ اس گفتگو کے بعد سلیمان بن یقظان اور عبدالرحمٰن بن حبیب دونوں کے دلوں کا رابطہ اور محبت کا ضابطہ ایک طرح سے بعد و فاصلوں اور بغض وعناد میں تبدیل ہو گیا تھا۔ گو عبدالرحمٰن بن حبیب نے سلیمان بن یقظان کے سامنے بڑے ٹھنڈے مزاج اور شائستگی میں گفتگو کی تھی لیکن وہ اپنے دل کے اندر ایک کرید ونفرت اور ایک بہت بڑا منصوبہ چھپائے ہوئے تھا۔

جب وہ اس لشکر کو لے کر علیحدہ ہو گیا جسے وہ افریقہ سے لے کر آیا تھا تو وہ دور نہیں گیا۔ بارسلونہ سے چند میل دور اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا، اپنے لشکر کے لئے قریب بستیوں اور قصبوں سے اس نے خوراک اور ضروریات کا دوسرا سامان وافر مقدار میں حاصل کیا اس کے بعد اس کے لشکر میں جو بربر سالار تھے ان سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ سلیمان بن یقظان پر حملہ آور ہو کر بارسلونہ شہر اس سے چھین لینا چاہیے۔ اس کے بعد ہر کام اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا چاہیے۔

دوسری طرف سلیمان بن یقظان بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے اپنے کچھ نقیب عبدالرحمٰن بن حبیب کے لشکر میں شامل کر رکھے تھے۔ انہوں نے فوراً سلیمان بن یقظان کو اطلاع دی کہ عبدالرحمٰن بن حبیب کی نیت خراب ہو چکی ہے۔ بارسلونہ سے چند میل کے فاصلے پر وہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر کے رسد اور ضروریات کا دوسرا سامان حاصل کرنے کے بعد سلیمان بن یقظان پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں کو مکمل کر چکا ہے۔ یہ صورت حال سلیمان بن یقظان کے لئے نئی نہ تھی اس لئے کہ وہ عبدالرحمٰن بن حبیب کے ساتھ ہونے والی گفتگو سے اندازہ لگا چکا تھا کہ عبدالرحمٰن بن حبیب جو بربروں کا لشکر لے کر علیحدہ ہو رہا ہے تو اس کے پیچھے ضرور اس کی بدنیتی پنہاں ہے لہٰذا اس نے بارسلونہ شہر میں اپنے لشکر کو تیار رکھا اور ساتھ ہی اپنے مخبروں کو یہ بھی اطلاع کر دی کہ جب اس پر حملہ آور ہونے کے لئے عبدالرحمٰن بن حبیب بارسلونہ کی طرف کوچ کرے تو اسے بروقت اطلاع کر دیں تاکہ وہ بھی اپنے لشکر کو لے کر بارسلونہ سے نکلے اور عبدالرحمٰن بن حبیب سے بارسلونہ شہر سے دور ہی ٹکرائے۔ اب عبدالرحمٰن بن حبیب کی بدقسمتی کہ اسے ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ اس کے اپنے لشکر کے اندر سلیمان بن یقظان کے مخبر کام کر رہے ہیں۔ اپنے لشکر کو اچھی طرح استوار کرنے کے بعد اس نے سلیمان بن یقظان پر حملہ آور ہونے کے لئے پھر بارسلونہ کا رخ کیا تھا۔

ابھی وہ بارسلونہ سے چند میل دور ہی تھا کہ دنگ رہ گیا۔ اس لئے کہ سامنے کی طرف

سے سلیمان بن یقطان اپنے لشکر کے ساتھ آتا ہوا دکھائی دیا۔ اب جو ہونا تھا ہو چکا۔ قریب آکر عبدالرحمٰن بن حبیب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ ہجر کی اندھی راتوں، دکھ کی گرم ہواؤں اور نوحہ گر خودسر بگولوں کی طرح وہ سلیمان بن یقطان کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلیمان بن یقطان نے بھی جوابی کارروائی کی اور وہ بھی سربلندی اور سرفروشی کا اجالا اور حوالہ بنتے، بجلی کے سائبانوں اور سائیہ ابلیس تلے وحشتوں کے رقص اور بھڑکتی آگ کے غضب کی طرح عبدالرحمٰن بن حبیب کے افریقی لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دونوں طرف کے لشکر خون پیتے دنوں، اندیشے بھری راتوں، منافق ہواؤں، دوغلی چھاؤں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ عبدالرحمٰن بن حبیب کا خیال تھا کہ وہ افریقہ سے لائے جانے والے بربروں کے ساتھ سلیمان بن یقطان پر غالب رہے گا لیکن اس کے سارے کس بل سلیمان بن یقطان نے اپنے تیز حملوں سے نکال کر رکھ دیے تھے اور پھر آہستہ آہستہ وقت کی آنکھ نے دیکھا، سلیمان بن یقطان کے سامنے عبدالرحمٰن بن حبیب اور اس کے لشکریوں کی حالت تند حقارت کے سناٹوں اور بے کنار سفاک اندھیروں سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ آخر سلیمان بن یقطان کے ہاتھوں حبیب کو بدترین شکست ہوئی۔ اس کا لشکر منتشر ہو گیا۔ اس کے بہت سے لشکریوں کو سلیمان بن یقطان نے موت کے گھاٹ اتار دیا جبکہ خود عبدالرحمٰن بن حبیب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ وہ ابھی میدان جنگ سے زیادہ دور نہ گیا تھا کہ راستے میں اسے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ان دستوں نے دیکھ لیا جو شمال ہی کی سرحدوں پر سرگرداں رہتے ہوئے دشمن پر نگاہ رکھتے تھے۔ انہیں جب پتا چلا کہ یہ عبدالرحمٰن بن حبیب ہے اور سلیمان بن یقطان کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگا ہے۔ وہ اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح ہسپانیہ کے سابق حکمران عبدالرحمٰن بن یوسف کا داماد مارا گیا اور اس کا بیٹا کہیں بھاگ کر روپوش ہو گیا۔

۞۞۞

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ، شقنا اور سلمی کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد کسی حد تک مطمئن تھا لیکن ابھی تک حالات اس کے مخالف ہی تھے۔ وہ قرطبہ پہنچا ہی تھا کہ اسے مزید بری خبریں ملیں۔ یہ خبریں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ایک چچا زاد بھائی یحییٰ بن یزید بن ہشام اور اس کے بھتیجے عبداللہ بن معاویہ سے متعلق تھیں، جنہوں نے امیر عبدالرحمٰن بن

…ادیہ کے ساتھ قریبی رشتہ ہونے کے باوجود اس کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دی
…ں۔ ان میں سے ایک نے تو البیرہ شہر سے علم بغاوت کھڑا کیا۔ دوسرے نے دوسرے
…ام سے بغاوت کھڑی کرتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لئے سردردی بننے کی
…ش کی تھی۔

ان کی بغاوت کی خبریں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو اس وقت ملیں جب وہ قرطبہ سے
…ں کر اپنے سالاروں کے ساتھ شکار کے لئے گیا ہوا تھا۔ یہ خبریں سن کر اپنے رشتہ داروں
…ے متعلق عبدالرحمٰن بن معاویہ انتہائی برہم ہوا۔ چنانچہ ان دونوں سے نمٹنے کے لئے
…الرحمٰن بن معاویہ نے یوسف بن بخت، بدر اور تمام بن علقمہ کو بھیجا۔ انہوں نے بڑی
…ں رفتاری سے اپنے کام کی تکمیل کی۔ دونوں بھائیوں کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور جو لوگ
…ی مدد کر رہے تھے، انہیں بغاوتوں پر اکسا رہے تھے ان سب کو انہوں نے موت کے
…اٹ اتار دیا۔

اس بغاوت میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کا ایک سگا بھتیجا مغیرہ بن ولید بن معاویہ بھی
…ل تھا اس کی پشت پناہی سابق دور کے سپہ سالار اعلیٰ صمیل بن حاتم کے بیٹے حزیل نے
…ی تھی، لہٰذا اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں مغیرہ بن ولید بن معاویہ بھی گرفتار ہوا اور قتل کر دیا
…ا۔ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے وہ رشتہ دار جو بغاوت میں ملوث تھے، جب انہیں گرفتار
…کے یوسف بن بخت نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے سامنے پیش کیا تو انہیں دیکھ کر
…الرحمٰن بن معاویہ کو بڑا افسوس اور ندامت ہوئی۔ مغیرہ بن ولید جو مارا گیا تھا اس کے
…ب کو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے پانچ ہزار دینا دیئے اور معذرت کی کہ اس کا باغی بیٹا
…ے لشکریوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اسے یہ بھی مشورہ
…کہ اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ ہسپانیہ چھوڑ کر چلا جائے۔ مرنے والے مغیرہ بن ولید کے
…ولید نے اس سے اتفاق کیا اور اندلس سے نکل جانے کا ارادہ کیا۔ اندلس سے کوچ
…تے وقت اس نے عبدالرحمٰن بن معاویہ سے کہا۔

"میرے لڑکے نے واقعی خطا کی تھی، مجھے اس کا بے حد افسوس اور دکھ ہے۔"

اس طرح امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنوں کی طرف سے کھڑی ہونے والی ان
…توں اور سرکشیوں کو بھی بری طرح کچل کر رکھ دیا تھا۔

۞۞۞

ایک روز سالم بن عطوف، عبورہ اور بیازین تینوں پھل دار درختوں نے نیچے جو نشستیں

بنی ہوئی تھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ بیازین سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بابا! یہ امیر یوسف بن بخت کے ساتھ آپ کا کیسا رشتہ ہے۔ آپ جانتے ہیں، سلمیٰ اور شقنا کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد کئی دن ہوئے لشکر قرطبہ میں لوٹ چکا ہے لیکن اتنے دن گزر جانے کے باوجود وہ آپ دونوں سے ملنے کے لئے نہیں آئے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کی بیٹی جس وقت ان کی بیوی تھی تو ان کا یہاں آنا جانا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں، اپنی بیوی نشار کے مارے جانے کے بعد وہ آپ دونوں کی طرف سے غافل اور اجنبی ہو گئے ہوں۔''

بیازین مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن بیچ میں عبورہ بول اٹھی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ میری بیٹی! جو کچھ تو نے کہا ہے اس پر میں اعتبار نہیں کرتی۔ امیر یوسف بن بخت ایسا نہیں ہے ہم دونوں میاں بیوی اسے ایک عرصہ سے جانتے ہیں۔ وہ انتہاء درجہ کا ہمدرد و اصول پسند، شجاع، بہادر اور اپنے تو ایک طرف رہے، بیگانوں سے بھی محبت کرنے والا انسان ہے۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا اور ضرور کوئی وجہ ہوگی جس کی بنا پر وہ ہم سے ملنے کے لئے نہیں آیا۔'' یہاں تک کہتے کہتے عبورہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ عین اسی لمحہ حویلی میں یوسف بن بخت داخل ہوا تھا۔

اسے دیکھتے ہی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عبورہ کہنے لگی۔ ''بیازین! دیکھ ابھی ہم نے یوسف بن بخت کا ذکر کیا اور ابھی وہ حویلی میں آن داخل ہوا اب تو تو جان گئی ہو گی کہ یہ نہ ہم سے بیگانہ ہے نہ اس نے ہمیں نظر انداز کیا ہے۔ یوسف بن بخت کو دیکھتے ہی تینوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یوسف بن بخت بھی سیدھا ان کی طرف آیا۔ پہلے ان تینوں کا احوال پوچھا پھر کسی قدر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ تینوں بار بار مجھ سے زیادتی کرتے ہیں اس سے پہلے بھی میں کئی بار آپ لوگوں سے کہہ چکا ہوں کہ جب میں آیا کروں تو آپ میری عزت افزائی کے لئے کھڑے نہ ہوا کریں۔ عزت تو میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جس کی جھولی میں چاہتا ہے ذلت کے پتھر ڈال دیتا ہے اور پھر میں کوئی اتنا بڑا آدمی نہیں ہوں، بڑا عاجز قسم کا انسان ہوں۔ زمین پر بیٹھنے والا ہوں۔ کیا میں یہ سمجھنے لگ جاؤں کہ یہ جو آپ بار بار کھڑے ہو کر میرا استقبال کرتے ہیں تو آپ لوگ مجھے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مجھے آپ لوگوں سے ملنے کے لئے نہیں آنا چاہیے۔''

یوسف بن بخت کے ان الفاظ کو عبورہ اور سالم بن عطوف نے محسوس کیا تھا۔ لہٰذا دونوں

ساتھ آگے بڑھے، دونوں نے اکٹھے ہی یوسف بن بخت کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اس پیشانی چومتے ہوئے سالم بن عطوف کہنے لگا۔ ''بیٹے! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ ہیں تم سے جو محبت اور چاہت ہے، ہم تو اس کے تحت کھڑے ہو کر تمہیں تعظیم نہیں دیتے۔ ے ملنے کی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔''

اس پر یوسف بن بخت مسکرایا۔ وہ تینوں جب بیٹھ گئے تو وہ بھی ان کے سامنے جو خالی ست تھی اس پر ہو بیٹھا۔ اس پر عبورہ نے یوسف بن بخت کو مخاطب کیا۔ ''بیٹے! تمہاری ر سے پہلے بیازین تمہارے خلاف یہ شکایت کر رہی تھی کہ لشکر کو طلیطلہ سے لوٹے کئی دن گئے ہیں اور تم ہم دونوں سے ملنے نہیں آئے۔ بیازین کا خیال ہے کہ نشار کے مرنے کے شاید تم ہم دونوں سے بیگانہ ہو گئے ہو۔''

اس موقع پر یوسف بن بخت نے ایک گہری نگاہ بیازین پر ڈالی جس کی گردن جھکی ہوئی ی اور جو زمین کی طرف دیکھ رہی تھی پھر بیازین کی ساعت سے یوسف بن بخت کی آواز رائی۔ ''اماں! بیازین کا اندازہ غلط ہے، میں یہاں تھا ہی نہیں تو آتا کیسے؟'' اس پر زین نے گردن سیدھی کی، استفہامیہ سے انداز میں یوسف بن بخت کی طرف دیکھا اور ہ پوچھنا چاہتی تھی کہ اس کے استفسار سے قبل ہی یوسف بن بخت پھر بول اٹھا۔ ''اماں! ں آنے کے بعد مجھے سکون نہیں ملا، میں نے صرف ایک شب ہی مستقر میں قیام کیا تھا ا گلے روز جب میں اور دیگر سالار امیر کے ساتھ شکار کھیلنے شہر سے باہر نکلے تو یہ خبریں یں کہ امیر کے کچھ رشتہ داروں نے البیرہ میں بغاوت کھڑی کر دی ہے، لہٰذا اسی روز میں ر کو لے کر ان کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے البیرہ کی طرف چلا گیا۔ بدر اور تمام بن ہ بھی میرے ساتھ تھے۔ اب میں گزشتہ شب کو ان بغاوتوں کو ختم کر کے لوٹا ہوں اور آج پ لوگوں سے ملنے کے لئے آ گیا ہوں۔'' یوسف بن بخت رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ سالم بن وف اور عبورہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''اب میں پھر ایک مہم پر نکل رہا ہوں۔ ا کے بعد آپ یہ نہ شکوہ کیجئے گا کہ میں آپ لوگوں سے ملنے کے لئے نہیں آ رہا۔''

اس پر فکر گہری سی آواز میں سالم بن عطوف کہنے لگا۔ ''بیٹے! اب تم کس مہم پر نکل رہے ؟''

جواب میں یوسف بن بخت نے ایک گہری نگاہ اپنے سامنے بیٹھی بیازین پر ڈالی اور نے لگا۔ ''بابا! اگر بیازین برا نہ مانے تب میں آپ کے سوال کا جواب دوں، اس لئے کہ کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس میں اس کے چچا اور اس کے بھائی کا نام بھی آئے گا۔''

بیازین نے چونک کر یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''آپ بلا جھجک کہیں جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں، اس گفتگو میں اگر میرا چچا، میرا بھائی ملوث ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں آپ کی کسی بات کا برا نہیں مانوں گی بلکہ حقیقت پر مبنی آپ کی گفتگو سن کر خوش ہوں گی۔''

بیازین کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت مطمئن ہو گیا تھا پھر کہنے لگا۔ ''آپ لوگوں کو تو خبر ہو چکی ہوگی کہ بارسلونہ اور سرقسطہ کے مسلمان والیوں نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف شارلیمان کے ساتھ ساز باز کی تھی اور اس سے معاہدہ کیا تھا کہ شارلیمان ان دونوں کی مدد کرے تاکہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو ہسپانیہ سے نکالا جائے اب ان دونوں کے بلانے پر شارلیمان ایک بہت بڑا لشکر لے کر فرانس سے روانہ ہو چکا ہے۔ وہ اندلس میں داخل ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کا بھتیجا اور بیازین کا بھائی رولینڈ بھی ہے۔ دونوں چچا بھتیجا بارسلونہ اور سرقسطہ کے حاکم سلیمان بن یقظان اور یحییٰ بن حسین کے ساتھ مل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو اندلس سے نکال باہر کریں۔ اس لئے آنے والی رات کو لشکر یہاں سے شمال کی طرف کوچ کرے گا۔ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ لشکر میں شامل ہوں گے۔ میں دو کاموں کے سلسلے میں آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ پہلا یہ کہ میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ دوسرا میں بیازین سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چونکہ یہ فرانس واپس جانا چاہتی ہے لہٰذا اس کی واپسی کا یہ بہترین موقع ہے۔ رات کو جب لشکر یہاں سے روانہ ہو تو یہ بھی ہمارے ساتھ لشکر میں شامل ہو جائے۔ میں اسے یقین دلاتا ہوں کہ میں انتہائی حفاظت اور عزت و وقار کے ساتھ اسے اس کے بھائی اور چچا کے لشکر میں منتقل کر دوں گا۔''

بیازین نے اس موقع پر شکووں بھرے انداز میں یوسف بن بخت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''میں آپ کی اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتی۔ یہاں قیام کے دوران جو عزت، جو عظمت، جو وقار، جو تحفظ، جو سکون، جو ذہنی اطمینان اور جو قلبی آسودگی مجھے ملی ہے اس کے تحت میں کبھی بھی ایک لشکر سے دوسرے لشکر میں منتقل ہو کر فرانس جانا پسند نہیں کروں گی۔ اگر میں ایسا کروں گی تو ہر کوئی یہی دیکھے گا کہ میں مسلمانوں کے لشکر سے نکل کر جو فرانس کے لشکر میں منتقل ہوئی ہوں اور ایک طرح سے میں دشمنوں کے لشکر سے اپنے لشکر میں گئی ہوں اس طرح کیا میرا منتقل ہونا باعث تذلیل نہ ہوگا۔ کیا میں ان مسلمانوں کو اپنا دشمن خیال کروں جنہوں نے مجھے ایسا تحفظ، ایسی عزت اور ایسا وقار اور آبرومندی عطا

کی جو مجھے فرانس میں بھی میسر نہ تھی۔ امیر، آپ آنے والی شب کو اپنی مہم پر نکل جائیں۔ پہلے آپ شارلیمان اور اس کے بھتیجے کے ساتھ اپنا معاملہ طے کیجئے۔ جب آپ لوگ اپنا اپنا معاملہ طے کر لیں گے اور سرحد پر سکون ہو جائے گا تب میں آپ سے گزارش کروں گی کہ مجھے ہسپانیہ سے فرانس منتقل کر دیا جائے لیکن میری ایک شرط ہوگی وہ یہ کہ میں آپ کے ساتھ آپ کی حفاظت میں آپ کی ہمراہی میں ہسپانیہ سے فرانس منتقل ہونا پسند کروں گی۔ آپ کے علاوہ کسی دوسرے پر میں نہ اعتبار کروں گی، نہ اعتماد۔ اس کے علاوہ آپ کچھ کہنا چاہیں تو کہیں۔''

جواب میں یوسف بن بخت مسکرا دیا۔ اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی نکال کر اس نے نشست پر رکھی پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ سالم بن عطوف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''بابا! گزشتہ جنگوں میں نقدی کی یہ تھیلی مال غنیمت میں سے میرے حصے میں آئی تھی۔ یہ میں آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ اس میں سے آپ اپنی اور بیازین کی ضرورت پوری کیجئے گا۔ میں اب جاتا ہوں۔ مجھے اجازت دیں۔'' جواب میں وہ تینوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے سالم بن عطوف کہنے لگا۔

''بیٹا! تم اتنی جلدی جا رہے ہو اور نقدی جو پہلے تم نے دی تھی اس کا بھی ایک بڑا حصہ ہمارے پاس ہے۔ نقدی کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس پہلے ہی کافی نقدی ہے۔''

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تب بیازین بھی یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔ ''آپ میری ضرورت کا بھی کوئی خیال نہ رکھیں، نہ ہی اس سلسلے میں آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ میری ضروریات کے لئے جو نقدی پہلے دی تھی ابھی تو اس میں سے ہم نے خرچ کرنا ہی شروع کیا اوپر سے آپ ایک اور نقدی کی تھیلی دے رہے ہیں۔ اسے آپ اپنے پاس رکھیں آپ کے کام آئے گی۔''

اس موقع پر یوسف بن بخت اچانک اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میرے کس کام آئے گی۔ میں اکیلا اور مجرد انسان ہوں نہ کوئی ماں نہ بہن نہ بیوی نہ بچے نہ آگا نہ پیچھا۔ کس کے لئے خرچ کروں گا اور پھر بابا اور اماں جانتے ہیں کہ مال غنیمت سے ملنے والے حصے کے علاوہ میرے اور بہت سے ذرائع آمدنی ہیں جو میری ضروریات زندگی سے کہیں زیادہ ہیں۔''

یوسف بن بخت کے ان الفاظ پر سالم بن عطوف چونک اٹھا۔ اس کا بازو پکڑ کر نشست پر بٹھایا پھر کہنے لگا۔ ''بیٹے! تم نے خوب یاد دلایا۔ جو لوگ تمہارے باغات اور تمہارے

کھیتوں کی نگرانی پر مقرر ہیں وہ ایک بھاری رقم تمہیں دینے کے لئے آئے تھے۔ جب میں نے کہا کہ تم یہاں نہیں ہو تو وہ رقم میرے حوالے کر گئے ہیں۔ کہہ گئے تھے کہ امیر کو یہ رقم پہنچا دیں۔ وہ رقم اندر پڑی ہوئی ہے۔ میرے بیٹے، وہ رقم لیتے جاؤ۔ اتنی بڑی رقم ہم تینوں نہ سنبھال سکتے ہیں اور نہ......" سالم بن عطوف کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ یوسف بن بخت بول اٹھا۔

"بابا! آپ ایک اچھے طبیب ہیں وہ جو رقم آپ کو میرے باغات اور میرے کھیتوں کی آمدنی کی دے گئے ہیں وہ آپ لوگوں کے علاج و معالجہ کے لئے دواؤں پر خرچ کر دیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور آئندہ بھی اگر وہ ایسی رقوم دینے آئیں تو آپ ان سے رقوم لے لیا کریں اور جیسا چاہے اسے خرچ کر دیا کریں۔ میں اکیلے نے ایسی بھاری رقوم کیا کرنی ہیں۔"

یوسف بن بخت کی اس گفتگو سے سالم بن عطوف اور عبورہ دونوں پریشان و فکرمند، اداس اور ویران ہو گئے تھے۔ ان کی اس کیفیت کو بیازین نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ لہٰذا اس نے بات کا رخ بدلا اور فوراً یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "امیر! آپ کی گفتگو سے مجھے یاد آیا کہ بابا اور اماں نے مجھے بتایا تھا کہ جریدہ نام کی بستی میں آپ کے بہت اچھے باغات اور کھیت ہیں۔ وہاں پھل دار پودوں کی بہتات ہے اگر آپ اجازت دیں تو کیا میں بابا اور اماں کے ساتھ آپ کی بستی، آپ کی حویلی اور آپ کے باغات کو دیکھ سکتی ہوں۔"

یوسف بن بخت نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ چہرے پر مسکراہٹ بکھیری پھر بیازین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "بے شک، تم جب چاہو بابا اور اماں کے ساتھ جریدہ جا سکتی ہو۔ اس سلسلے میں اپنے چند چھوٹے سالاروں کو جو لشکر کے کوچ کے بعد یہیں قرطبہ میں رہیں گے تاکید کرتا چلوں گا، جب بھی تم، بابا اور اماں وہاں جانا چاہو۔ وہ تمہیں مسلح جوانوں کے ہمراہ وہاں لے کر جائیں گے جتنے دن تم وہاں قیام کرنا چاہو کر سکتی ہو۔ اس کے بعد وہ اپنی حفاظت میں یہاں لے کر آئیں گے۔"

یوسف بن بخت کی اس گفتگو سے بیازین خوش ہو گئی تھی۔ یوسف بن بخت پھر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔ "آپ تینوں بیٹھیں اور جس طرح پہلے باتیں کر رہے تھے، اسی موضوع پر گفتگو کریں۔ میں اب جاتا ہوں اس لئے کہ مجھے کوچ کی تیاری بھی کرنی ہے۔"

اس موقع پر بیازین بول اٹھی۔ "امیر! اتنی جلدی نہ کیجئے گا۔ آپ کا چہرہ بتاتا ہے کہ

آپ نے کھانا نہیں کھایا ہوا۔ آپ بیٹھیں، میں کھانا تیار کرتی ہوں۔ چلو آپ کے ساتھ ہم تینوں بھی کھا لیں گے۔"

اس پر یوسف بن بخت بیٹھا نہیں مسکرا دیا۔ "نہیں، بیازین! مجھے لشکر گاہ میں واپس جانا ہے۔ وہاں کچھ سالار اور دوست میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت وہاں سے ہٹا پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا حویلی سے نکل گیا۔ آنے والی شب کو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے بڑے بڑے سالاروں کے ساتھ ایک خاصہ بڑا لشکر لے کر شمال کی طرف کوچ کیا تھا۔

✿✿✿

فرانس کا شہنشاہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ فرانس سے ہسپانیہ کی حدود میں داخ
ہوا۔ اس کا بھتیجا اور بیازین کا بھائی رولینڈ اس کے ساتھ تھا۔ ہسپانیہ میں داخل ہونے ک
بعد شارلیمان کے سامنے یہ مسئلہ بھی تھا کہ اگر وہ ہسپانیہ کی حدود میں داخل ہونے کے ب
سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین سے ملنے کے لئے سرقسطہ اور بارسلونہ کا رخ کرتا۔
اس دوران ہوسکتا ہے عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ کسی بھی سمت سے نمودار ہو
اس پر ضرب لگائے اور اپنی کامیابی کو یقینی بنائے۔ لہٰذا ہسپانیہ میں داخل ہونے کے ب
شارلیمان نے جو سب سے پہلا کام اپنے تحفظ، اپنی حفاظت کے لئے کیا وہ یہ تھا۔

اس نے شمالی اندلس کے تین سرکردہ عیسائی حکمرانوں سے رابطہ کیا۔ پہلا حکمران جلیق
کا برمند تھا۔ دوسرا اشتوراس کا حاکم تھا اشتوراس کا پہلا حکمران جو اس سے پہلے یوسف ب
بخت کے ہاتھوں شکستیں اٹھا چکا تھا اسے اس کے بھائی نے قتل کر دیا تھا اور اب اشتورا
پر الفانسو حکمران تھا۔ تیسری ریاست بشکنس تھی۔ ان تینوں عیسائی ریاستوں سے شارلیما
نے رابطہ قائم کیا اور ان کے ساتھ یہ طے پایا کہ جب شارلیمان بارسلونہ اور سرقسطہ کا ر
کرے اور اس کی غیر موجودگی میں عبدالرحمٰن بن معاویہ اس سے ٹکرانے کی کوشش کرے
وہ تینوں حکمران اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ عبدالرحمٰن بن معایہ پر حملہ آور ہوں اور اس کی ر
روکیں اس طرح شارلیمان چاہتا تھا کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کو شمالی ریاستوں کے ساتھ
مصروف رکھ کر وہ ہسپانیہ میں اپنی کامیابیوں کو یقینی بنائے۔ لیکن شارلیمان کی بدقسمتی کہ امی
عبدالرحمٰن بن معاویہ کے مخبر بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ انہوں نے شارلیما
کے سارے ارادوں کی خبر بروقت امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو کر دی تھی۔

ہسپانیہ میں داخل ہونے کے بعد فرانس کے بادشاہ شارلیمان نے اپنے لشکر کے ساتھ
دریائے ابرہ کے کنارے کنارے سرقسطہ کا رخ کیا تھا۔ اس لئے کہ دریائے ابرہ کے
کنارے کنارے جو شاہرہ جنوب مشرق کے رخ پر جاتی تھی وہ سرقسطہ سے ہوتی ہوئی ایک
لمبا چکر کاٹنے کے بعد اپنا رخ شمال مشرق کی طرف کر کے بارسلونہ کی طرف چلی گئی تھی۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو شارلیمان کی ساری نقل و حرکت کی اطلاعات مل رہی تھیں
ادی الحجارہ سے گزرنے کے بعد اس نے دریائے دویرہ کے قریب ایک کوہستانی سلسلے
اندر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا اور حالات کا جائزہ لینے لگا تھا۔ دریائے دویرہ
آس پاس کے کوہستانی سلسلوں میں پڑاؤ کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے
ب سے پہلے کام یہ کیا کہ شمال اور مشرق میں اس نے اپنے تیز رفتار مخبر پھیلا دیئے۔
رق میں جو مخبر گئے تھے انہیں شارلیمان اور اس کے لشکر پر نگاہ رکھنی تھی اور جو مخبر مغرب کی
ف گئے تھے ان کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ ہسپانیہ میں داخل ہونے کے بعد شارلیمان
اندلس میں شمال کی جن عیسائی ریاستوں کے ساتھ سازباز کی ہے، ان کے لشکر پر نگاہ
ں۔ اس طرح اپنے مخبروں کو روانہ کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ بڑی بے چینی
نئی اطلاعات کا انتظار کرنے لگا تھا۔

✡✡✡

شارلیمان کو ہسپانیہ میں داخل ہونے کے بعد نئی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔
لونہ کا حکمران سلیمان بن یقطان تو اپنے لشکر کے ساتھ اس کے ساتھ شامل ہو گیا تھا
ن جب اسے پتہ چلا کہ عبدالرحمٰن بن حبیب جو افریقہ سے بربروں کا لشکر لے کر آیا تھا
لیمان سے ٹکرایا اور سلیمان نے اسے قتل کر دیا اور یہ کہ بربروں کا لشکر منتشر ہو گیا ہے۔
شارلیمان کو ہسپانیہ میں داخل ہونے کے بعد پہلی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

شارلیمان کے لئے دوسری مایوس کن خبر یہ آئی کہ سرقسطہ کا حکمران یحییٰ بن حسین اپنے
کے ساتھ شارلیمان کے پاس نہیں آیا تھا بلکہ سلیمان بن یقطان نے اپنے جو قاصد اس
طرف روانہ کیے تھے کہ وہ اپنا لشکر لے کر شارلیمان سے مل جائے وہ واپس آئے اور
ں نے آ کر شارلیمان اور سلیمان بن یقطان کو اطلاع دی کہ یحییٰ بن حسین نے ان
ت میں شارلیمان اور سلیمان بن یقطان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ
طہ میں اپنے لشکر کے ساتھ محصور ہو گیا ہے اور اگر شارلیمان اور سلیمان دونوں نے مل
اس کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو یحییٰ بن حسین مقابلہ کرے گا۔

شارلیمان کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اسے شک ہو گیا کہ شاید مسلمان اس کے
ہ کوئی چال چل رہے ہیں اس کے خلاف کوئی کھیل کھیل رہے ہیں۔ اس لئے کہ بربروں
شکر کے نہ آنے، عبدالرحمٰن بن حبیب کے مارے جانے، سرقسطہ کے حاکم یحییٰ بن حسین
شہر میں محصور ہو جانے سے شارلیمان کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ شاید وہ یہ بھی جان گیا تھا

کہ صرف سلیمان بن یقظان کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد وہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ
خلاف کامیابی حاصل نہ کرے گا لہٰذا اس نے سلیمان بن یقظان پر بدعہدی کا الزام لگایا
اسے گرفتار کرلیا۔ یہ شارلیمان کی بہت بڑی غلطی تھی اس لئے کہ جو لشکر سلیمان بن یقظا
لے کر آیا تھا، سلیمان بن یقظان کی گرفتاری پر وہ بڑا مایوس ہوا اور اس لشکر کو لے کر سلیما
بن یقظان کے بیٹے رات کی گہری تاریکی میں شارلیمان سے علیحدہ ہو کر بھاگ گئے۔ ا
شارلیمان کے لئے صورت حال موافق نہ رہی تھی اس کے لئے کئی طرح کے خطرات ا
کھڑے ہوئے تھے سلیمان کے بیٹے اب اپنے لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہو سکتے تھے
امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کسی بھی وقت ضرب لگا سکتا تھا۔ تاہم اس نے احتیاط کے تح
دریائے ابرہ کے کنارے ایک محفوظ مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرلیا تھا۔

☆☆☆

دوسری جانب دریائے دویرہ کے قریب کوہستانی سلسلوں کے اندر امیر عبدالرحمٰن ب
معاویہ اپنے مخبروں کی واپسی کا منتظر تھا۔ آخر اس کے مخبر واپس آ گئے۔ جو مخبر مشرق کی طر
سے آئے تھے انہوں نے جو حالات شارلیمان کو پیش آئے اس کی تفصیل کہہ دی تھی اور
مخبر مغرب کی طرف سے آئے تھے انہوں نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ پر انکشاف کیا
عیسائیوں کی تین ریاستوں کا ایک متحدہ لشکر دریائے برغس کے کنارے کنارے جنوب
طرف بڑھ رہا تھا۔ دریائے برغس دریائے دویرہ کا ایک معاون دریا تھا اور یہ کشتالہ
حدود میں آ کر دریائے دویرہ سے مل جاتا تھا۔

اپنے مخبروں سے خاصی خبریں جاننے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ا
سالاروں کا اجلاس طلب کرلیا۔ جب سارے سالار اس کے پاس جمع ہو گئے تب
اطلاعات مخبروں نے دی تھیں ان کی روشنی میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے امیر عبدالرح
بن معاویہ کہنے لگا۔ ”میرے عزیزو! جو اطلاعات مخبر لے کر آئے ہیں وہ تم بھی سن چکے ہو
ان کی روشنی میں، میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فی الحال فرانس کے بادش
شارلیمان کو نظر انداز کر دیا جائے اس لئے کہ وہ دریائے ابرہ کے قریب ایک محفوظ جگہ ا
لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ دریائے ابرہ کے کنارے کنارے شمال مغرب
رخ پر سفر کرتے ہوئے جب وہ فرانس میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اس کے
اسے کئی ہفتے لگیں گے۔ اتنی دیر تک ہم اس مہم سے فارغ ہو جائیں گے جس مہم کی ا
ابتداء کرنا چاہتا ہوں۔ میرے عزیزو، جیسا کہ میں نے کہا شارلیمان کو فراموش کر دیں۔

ں چاہتا ہوں کہ پہلے اپنے لشکر کے ساتھ ہم حرکت میں آئیں۔ شمال کی تینوں عیسائیوں
یاستوں کے متحدہ لشکر کو ہم دریائے برغس اور دریائے دویرہ کے سنگم تک پہنچنے ہی نہ
یں۔ بلکہ دریائے برغس کے کنارے ہی انہیں روک کر ان پر حملہ آور ہوں اور انہیں
ست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں اس طرح اپنے ان تین متحدہ دشمنوں سے
ات حاصل کرلیں ان کے لشکر کی کمر توڑنے کے بعد ہم اپنے لشکر کو چند دن ستانے کا
قع دیں پھر تازہ دم ہو کر شمال مشرق کے رخ پر دریائے ابرہ کا رخ کریں۔ دریائے ابرہ
ے کنارے کنارے آگے بڑھیں اور شارلیمان پر حملہ آور ہو کر اسے بتائیں کہ وہ اگر فرانس
ے اپنے لشکر کو لے کر ہسپانیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا ہے اور ہسپانیہ کے کچھ غدار
لمانوں کے ذریعہ فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہسپانیہ میں
ی ایسے مسلمان ہیں، جو ہسپانیہ کی حفاظت کرنے کی ہمت اور جرأت رکھتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن خاموش ہو گیا اس کے بعد اس نے جب اپنے
رے سالاروں سے اس تجویز سے متعلق ان کی آراء طلب کیں تب سارے سالاروں
امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ یہ اتفاق ہونے پر امیر عبدالرحمٰن
خوش ہوا اس کے بعد لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ امیر عبدالرحمٰن
ے اپنے پاس رکھا بدر کو اپنے نائب کے طور پر اپنے ساتھ ملایا۔ دوسرا حصہ یوسف بن
ت اور تیسرا حصہ تمام بن علقمہ کی کمانداری میں دیا گیا۔ اس کے بعد لشکر جہاں پڑاؤ کیے
ئے تھے وہاں سے اس نے کوچ کیا، اور دریائے دویرہ کی ان گھاٹیوں سے نکل کر لشکر
یائے برغس کا رخ کر رہا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی، امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے برغس
کنارے کنارے اس شاہراہ پر شمال کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ جو شاہرہ بشکنس سے
لی ہوئی جبل البرانس کو عبور کر کے فرانس کی طرف جاتی تھی جبکہ اسی شاہرہ پر شمال کی
ف سے تین قوتوں کا متحدہ لشکر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ پر حملہ آور ہونے کے لئے
ب کا رخ کیے ہوئے تھا۔

یہاں تک کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے اور دریا کے کنارے کھلے
ان تھے ان کے اندر ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے انہوں نے بڑی تیزی سے
صفوں کو درست اور استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔ شمال کی تینوں عیسائی سلطنتوں کے متحدہ
ر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ درمیانی حصے میں بشکنس کے کاؤنٹ سرڈین کو رکھا گیا

تھا۔ یہ سرڈین وہی تھا جو ماضی میں یوسف بن بخت سے ٹکرا چکا تھا اور یوسف بن بخت اسے بدترین شکست بھی دے چکا تھا۔ دائیں جانب جلیقیہ کا لشکر تھا اور اس کے لشکر کی کمانداری خود جلیقیہ کا حکمران برمند کر رہا تھا جبکہ بائیں جانب عیسائیوں کی ریاست اشتوراس کا لشکر تھا اور اس لشکر کی کمانداری اشتوراس کا نصرانی بادشاہ الفانسو خود کر رہا تھا۔

دشمن کے لشکر کو دیکھتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے پہلے لشکر کی تشکیل کو برقرار رکھا۔ اس لئے کہ امیر پہلے ہی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر چکا تھا۔ جس حصے کو بدر کے ساتھ اس نے اپنے لئے مختص کر دیا تھا اسے درمیان میں رکھا یوسف بن بخت کو اس کے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دائیں جانب اور تمام بن علقمہ کو اس کے لشکر کے ساتھ بائیں جانب رکھا گیا تھا۔

عیسائیوں کے متحدہ لشکر نے اپنی عددی فوقیت، اپنی کثرت کے زعم کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے میں پہل کی، پھر عجیب سے انداز میں کچھ دیر میں وہ طبل بجاتے رہے، نقارے پیٹتے رہے اس کے بعد نصرانیوں کا وہ متحدہ لشکر ذلت و پستی کا لباس پہنے چنگھاڑتے طوفانوں، ناامیدیاں، خوف و تلخیاں کھڑی کرتے ناقابل برداشت و دردناک اضطراب اور کوڑوں کی اترتی زمین پر خشونت آمیز رقابتوں کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

جواب میں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ، یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے عجیب و غریب ردعمل کا اظہار کیا ان کی سرکردگی میں پہلے سارے اسلامی لشکر نے آتش فشاں کے پھٹنے سے مشابہ آوازوں میں کچھ اس زور کے ساتھ تکبیریں بلند کیں کہ ان کی تکبیروں نے دشت و دریا، کوہ و صحرا تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ و یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جوابی کارروائی کرتے ہوئے دشمن پر ہر قوت ادراک کو سلب کر لینے والی لاہوتی کرشمہ طرازیوں، انحطاط و زوال و فراق و ہجر طاری کر دینے والے پھیلتے سلگتے سرخ لاووں اور جسم و روح دونوں پر آہنی ہیبت طاری کر دینے والی انوکھی سطوتوں و جبروت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دریائے برغس کے کنارے دونوں لشکروں کے درمیان ہولناک جنگ شروع ہو گئی تھی مسلمان لشکریوں کے حملہ آور ہونے میں نیلے بحر کی عظمت اور آگے بڑھنے میں آندھیوں کی سی شناسائی تھی۔ شمال کی نصرانی قوتوں کے متحدہ لشکر نے شروع میں یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ بہت جلد امیر عبدالرحمٰن کو دریائے برغس کے کنارے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں

ے۔ اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکر کے مقابلے میں ان کے لشکر کی تعداد ت زیادہ تھی لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کو حملہ آور ہوتے دیکھا تب انہوں نے اندازہ یا کہ ان پر حملہ آور ہونے والے کامیابیوں کے جوہر کو چمکانے اور وقت کے سیلاب میں ان انام بننے کا ہنر جانتے ہیں۔ وقت کی آنکھ و ہواؤں کی بصیرت و فضاؤں کی بصارت ے دیکھا، امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی سرکردگی میں اس کے لشکری قیصر کی سطوت اور کسریٰ صولت کو مات کر دینے والے انداز میں حملہ آور ہو رہے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ نوں کی اگلی صفوں کا خاتمہ کرنے کے بعد تسخیر کے میدانوں کے شاہسواروں، موت کی لی آغوش بن کر سیل بلاخیز اور بحر کے طوفانوں کی طرح دشمن کے وسطی حصے کی طرف ھنا شروع ہو گئے تھے۔ اب دشمن کی اگلی صفوں کے جنگجو مسلمانوں کا سامنا کرنے سے چرانے لگے تھے۔ جس انداز میں موت و قضا بن کر مسلمان لشکر ان پر حملہ آور ہوئے ے، اس سے انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ جس قوم کے افراد سے ان کا مقابلہ ہے وہ ان ے مقابلے میں جرأت مندی کے نقاش و شجاعتوں کے نصیب و طوفانوں کے قائد و ڈھیوں کے خطیب وقت کی بساط الٹ دینے والے بگولے اور بدی کے تمدن کو غرق کر ینے والے اندھاؤ سے بھی زیادہ بے خوف، بے باک، زور آور ہیں۔

کچھ ہی دیر کی گھمسان جنگ کے بعد کاؤنٹ سرڈین، الفانسو اور برمند تینوں کے متحدہ ر کی حالت بڑی تیزی سے پتھر لب، آپاہج جذبوں و چشم و نظر کی شکست، مجبور روتے بار اور بے جہت کرتے سیاہ بخت سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ امیر عبدالرحمٰن معاویہ، یوسف بن بخت، بدر اور تمام بن علقمہ نے جب دیکھا کہ دشمن کے لشکری اب کے حملوں کے سامنے دبتے جا رہے ہیں۔ جنگ سے جی چرا رہے ہیں تب انہوں نے ے لشکریوں کو للکارا اور اپنے حملوں میں پہلے سے زیادہ تیزی اور قوت پیدا کرنے کی یب دی۔ ایک بار پھر مسلمانوں کا لشکر زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتا ہوا حملہ آور ہوا تینوں عیسائی قوتوں کا متحدہ لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ دریائے برغس کے نارے شمال کی طرف جانے والی شاہراہ پر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ، یوسف بن بخت، م بن علقمہ نے کچھ دور تک بھاگتے دشمن کا تعاقب کر کے اسے مزید نقصان پہنچایا پھر وہ پس اپنے پڑاؤ میں آ گئے تھے جبکہ تینوں عیسائی قوتوں کا متحدہ لشکر دریائے برغس کے نارے شکست اٹھانے کے بعد بھاگ کھڑا پہلے وہ سیدھا شمال کی طرف بھاگے پھر یائے ابرہ کے کنارے پہنچ کر انہوں نے اپنا رخ بدلا۔ اب وہ دائیں جانب مڑے ان کا

رخ شارلیمان کی طرف تھا۔ جو دریائے ابرہ کے کنارے محفوظ جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پ
کیے ہوئے تھا۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں دشمن کے ساتھ ج
ہوئی تھی۔ پہلے جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ جنگ میں کام آ
والوں کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا گیا اس کے بعد دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے
بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ دریا کے کنارے اپنے سالاروں کے ساتھ زمین کی ننگی پیٹھ
بیٹھ گیا پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''عزیزان دیرینہ! دشمن کے خلا
ہماری یہ شاندار فتح اور کامیابی ہے۔ تینوں عیسائی ریاستوں کا متحدہ لشکر ہم سے شک
اٹھانے کے بعد دریائے ابرہ کے کنارے پڑاؤ کرنے والے شارلیمان کی طرف گیا ہے
جنگ سے پہلے میں اپنے خداوند قدوس کے حضور دعا مانگتا تھا کہ دشمن کو ہمارے ہاتھ شک
ہو اور وہ اپنے اپنے علاقوں کی طرف جانے کی بجائے شارلیمان کا رخ کرے اور دیکھوا
ہی ہوا۔ میرے عزیزو، ہم سے شکست اٹھانے کے بعد یہ تینوں حکمران اپنے اپنے لشکریو
کے ساتھ اپنے علاقوں کی طرف جاتے تو پھر اپنے لشکریوں کو استوار کرتے اپنے لشکریو
کی تعداد بڑھاتے اور ایک نئے لشکر کے ساتھ دوبارہ ہم پر حملہ آور ہو سکتے تھے وہ ایسا
کر سکتے تھے کہ اس کے بعد جب ہم شارلیمان سے ٹکراتے تو وہ پشت کی طرف سے نمود
ہو کر ہم پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ خداوند قدوس کا میں ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تینوں قوتو
کے لشکر نے شکست اٹھا کر شارلیمان کا رخ کیا ہے۔ اب ہم شارلیمان سے ٹکرائیں گے
دشمن کی پوری قوت اب ہمارے سامنے ہو گی۔ پشت کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں
گا۔ جہاں تک بارسلونہ اور سرقسطہ کے باغی والیوں کا تعلق ہے تو ان کی طرف سے بھ
شارلیمان مایوس ہو چکا ہے بلکہ سلیمان بن یقظان کو تو شارلیمان نے گرفتار کر لیا ہے اور ا
کے بیٹے اپنے باپ کے لشکر کو لے کر کہیں روپوش ہو چکے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ سلیما
بن یقظان کے بیٹے کسی مناسب وقت پر شارلیمان پر حملہ آور ہو کر اپنے باپ کو چھڑانے ک
کوشش ضرور کریں گے اور میرا دل یہ بھی کہتا ہے وہ شاید اس وقت حملہ آور ہوں جب ہ
شارلیمان سے ٹکرائیں اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو ان کی یہ کوشش ان کا فیصلہ یقیناً ہمار۔
لئے بہتر اور سود مند ہو گا۔''

اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے
ہوئے یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ، بدر اور دیگر چھوٹے سالار بھی کھڑے ہو گئے پھ

یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔
''ابن بخت، میرے بیٹے! دشمن کے خلاف یہ ہماری شاندار فتح ہے پہلے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں اس کے بعد میرے بیٹے لشکر کا ایک حصہ مستعد رکھنا باقی لشکریوں سے کہنا بالکل آرام کریں۔ دشمن کے پڑاؤ سے جو کچھ ہمیں حاصل ہوا اس میں سے میں اپنے لشکریوں میں بہت کچھ تقسیم کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکریوں کے کھانے اور ان کی دیکھ بھال اور آرام کا اہتمام کرنے میں لگ گیا تھا۔

الفانسو، برمند اور کاؤنٹ سرڈین تینوں امیر عبدالرحمٰن بن معایہ کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد دریائے ابرہ کے کنارے کنارے بھاگتے ہوئے جب اس جگہ پہنچے جہاں فرانس کے بادشاہ شارلیمان نے پڑاؤ کیا ہوا تھا تو شارلیمان کے لشکر میں ایک کہرام اور افراتفری برپا ہو گئی۔ لشکریوں کو خبر ہوئی کہ ان تینوں قوتوں کے لشکر کو عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ شارلیمان کے لشکری یہ خبر سن کر فکرمند بھی ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ان تینوں قوتوں کو شکست اٹھانے کے بعد مسلمان ان پر ضرب لگانے کی کوشش ضرور کریں گے۔ برمند، الفانسو اور کاؤنٹ سرڈین تینوں جب شارلیمان کے پاس گئے تو شارلیمان ان کے احترام میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ان سے مصافحہ کیا، انہیں اپنے قریب بٹھایا پھر انتہائی فکر گیر آواز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میرے عزیزو! کیا معاملہ ہوا، تمہارے مقابلے میں اکیلے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طاقت تھی۔ اس کے مقابلے میں تم تینوں طاقتوں کا اتحاد تھا۔ میں حیران ہوں اس کے باوجود تمہیں اس نے بدترین شکست دی۔ کیا اس کے لشکر کی تعداد تم سے زیادہ تھی۔''

شارلیمان جب خاموش ہوا تب کاؤنٹ سرڈین اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
''ایسی بات نہیں ہے بلکہ ہماری تعداد مسلمانوں کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کے باوجود ہمیں شکست و ذلت اور رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔''

سرڈین جب خاموش ہوا تو شارلیمان نے پھر پوچھا۔ ''مہربان ساتھیو! جو لشکر تم لے کر میرے پاس آئے ہو، کیا تمہارے لشکر کی یہ تعداد ہے جس کے ساتھ تم عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ٹکرائے تھے یا جنگ کے دوران تمہارے لشکر کی تعداد کم ہوئی ہے۔''

جواب میں نصرانیوں کی ریاست جلیقیہ کا حکمران برمند انتہائی شرمندگی میں شارلیمان

کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''لشکر کی جو تعداد ہم آپ کے پاس لے کر آئے ہیں، میرا اندازہ ہے یہ اس تعداد سے آدھی ہے جس کے ساتھ ہم نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف جنگ کی طرح ڈالی تھی۔ اس طرح میں کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے دوران ہمارا آدھا لشکر کٹ گیا ہے۔''

اس نقصان کا سن کر شارلیمان تھوڑی دیر تک انتہائی دکھ اور افسوس میں گردن جھکائے رہا پھر کہنے لگا۔ ''یہ بہت زیادہ نقصان ہے۔ ہسپانیہ میں داخل ہونے کے بعد میں بڑا خوش تھا کہ بارسلونہ اور سرقسطہ کے مسلمان حکمران اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ میرا ساتھ دیں گے۔ مجھے یہ بھی خبر مل چکی تھی کہ ہسپانیہ کے سابق حکمران کا داماد عبدالرحمٰن بن حبیب بھی افریقہ سے بربروں کا ایک لشکر لے کر یہاں پہنچ چکا ہے۔ مجھے قوی امید تھی کہ ان سارے لشکروں کو اپنے ساتھ ملا کر میں عبدالرحمٰن بن معاویہ پر حملہ آور ہو کر اسے ہسپانیہ سے مار بھگاؤں گا لیکن اب مجھے احساس ہوا ہے کہ ہمارے سامنے اب روشنی اور اجالے کی بجائے تاریکی اور اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اب کوئی بھی مسلمان لشکر ہمارا ساتھ نہیں دے رہا اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ تم تینوں کو شکست دینے کے بعد مسلمانوں کے حوصلے اور ولولے بڑھ گئے ہوں گے اور اب وہ وقت ضائع کیے بغیر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے۔ بہر حال فکرمندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں کل اپنے لشکر کے ساتھ دریائے ابرہ کے کنارے کنارے شمال مغرب کی طرف کوچ کروں گا۔ اگر عبدالرحمٰن بن معاویہ میرے سامنے آیا تو بہتر، ورنہ جہاں کہیں بھی وہ ہے میں اس کی تلاش میں نکلوں گا اور ایک بار اس سے ٹکراؤں گا ضرور۔ اب تم سب آرام کرو۔ کل یہاں سے کوچ ہوگا۔''

اس کے ساتھ ہی شارلیمان کے کچھ آدمی برمند، الفانسو اور کاؤنٹ سرڈین کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اگلے روز شارلیمان نے متحدہ لشکر کے ساتھ دریائے ابرہ کے کنارے کنارے شمال مغرب کی طرف کوچ کیا تھا۔ اب اس کے لشکر میں اضافہ ہو چکا تھا۔ برمند، الفانسو اور کاؤنٹ سرڈین کے وہ لشکری جو عبدالرحمٰن بن معاویہ سے شکست اٹھا کر بھاگے تھے۔ وہ بھی اس سے آن ملے تھے اور پھر اس کے علاوہ شارلیمان کو کاؤنٹ سرڈین اور الفانسو، برمند جیسے سالار بھی مل گئے تھے۔ شارلیمان اپنی جگہ مطمئن اور خوش تھا کہ اس کے لشکر میں اضافہ ہو چکا ہے اور اب وہ ہسپانیہ کے اندر کسی بھی قوت سے ٹکرا کر اسے پسپا کرنے اور شکست دینے کی طاقت اور قوت رکھتا ہے۔

شارلیمان کو کچھ زیادہ دور نہ جانا پڑا تھا جب وہ کوہستانی سلسلوں سے نکل کر دریائے

ہ کے کنارے دور تک پھیلے کھلے میدانوں میں داخل ہوا تب سامنے کی طرف سے امیر رالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا شارلیمان کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا

دریائے ابرہ کے کنارے دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرانے کی تیاریاں کرنے لگے ۔ شارلیمان کے لشکر میں بے شمار عورتیں بھی تھیں اور پھر اس نے سلیمان بن یقظان کو ں اپنا قیدی بنا رکھا تھا۔ ان میدانوں کے اندر شارلیمان نے پہلے اپنا پڑاؤ درست کیا۔ ؤ کے آگے اس نے لشکر کی صفیں سیدھی کرنی شروع کیں لشکر کا ایک حصہ اس نے پڑاؤ کی ظت پر چھوڑا باقی لشکر کے ساتھ اس نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ٹکرانے کا تہیہ کر تھا۔ دوسری طرف مسلمان بھی اپنی صفیں درست کر رہے تھے۔

پہلے کی طرح عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے رکھا۔ ں حصے میں وہ خود رہا۔ نائب کے طور پر بدر کو اپنے ساتھ رکھا۔ لشکر کا دایاں پہلو یوسف بخت کی کمانداری میں جبکہ بایاں پہلو تمام بن علقمہ کی سرکردگی میں دے دیا گیا تھا۔ ں وقت شارلیمان اپنے لشکر کو درست کر رہا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ جو اپنے ڑے پر سوار اپنے لشکر کے سامنے تھا اس کے دائیں بائیں اس وقت یوسف بن بخت تمام بن علقمہ کے علاوہ بدر بھی دشمن کی طرف دیکھ رہے تھے اس موقع پر عبدالرحمٰن بن ویہ اپنے گھوڑے سے اترا اس کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت و تمام بن علقمہ بدر بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے پھر ایک بار عجیب سی انکساری اور عاجزی بھرے ز میں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے آسمان کی طرف دیکھا، اس کے بعد اس نے ایک گہری باری باری اپنے سالاروں پر ڈالی پھر گھٹنوں کے بل زمین پر ہو بیٹھا۔ کچھ دیر تک وہ ن کے ننگے سینے پر سجدہ ریز ہو کر اپنے خداوند قدوس کو یاد کرتا رہا پھر وہ دعا مانگ رہا تھا۔ ہہ رہا تھا۔ ''میرے اللہ! تیرے ہی حکم سے بادلوں کے مساموں سے بجلیاں کوندتی ہیں، تیرے ہی حکم سے سیپ کو پانی کے طشت پر اچھال دیتے ہیں۔ میرے مالک، تیرے ن سے فاش ہوتے اندھیروں میں روشنی کے بھید کھلتے ہیں۔ تاریکیوں کے تنگ کنوؤں شفق زار اجالوں کے امین اترتے ہیں۔ میرے اللہ، تیرے ہی کن سے پانی پتھروں گھاؤ پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ الٰہی، تو ہی خیالات کی رو میں لطافتوں کی دھنک، بصارتوں ردر، سماعتوں کی شیرینی اور احساس کی انجانی حلاوت بخشتا ہے۔ تو ہی عورتوں کو تبسم کی نیں عطا کرتا ہے۔ الٰہی، ماؤں کی خالی گود، دوشیزاؤں کی اجڑی مانگ تو ہی بھرنے والا

ہے۔ تو رؤف و رحیم ہے۔ سمیع و بصیر ہے، ان کھلے میدانوں میں ہمارے دشمن، ہمارے سامنے اندھے ظلم کی آگ ستم کی خونی داستانوں، تباہ کاری و تمدن کشی و نفرت کی سنسناتی آندھیوں کے سے غرور اور تکبر کی طرح کھڑا ہے۔ میرے مالک، غار حرا کے اجالوں میں حرف اقراء، غار ثور کی حرمتوں میں حروف لاتحزن کے صدقے میں قرآن کی آیات ہمانور۔ بدر کی تجلی کے سیلاب کے صدقے میں اللہ ہماری مدد فرما، ہمیں فتح عطا کر۔ یا اللہ، تو رحمٰن و رحیم ہے، مجھے استطاعت دے کہ میں تیرے نام کی گونج، تیری تجلی کے سیلاب کا پرتو بن کر کاروان انقلاب، لشکر آفاق گیر اور برق کے سائبانوں کی طرح دشمن پر ضرب لگا کر اسے اپنی سرزمینوں سے مار بھگانے میں کامیاب ہو جاؤں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ رکا تھا۔ اس کے بعد پھر وہ گڑگڑاتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ ''اے اللہ! تیرا جمال کُو بہ کُو، تیرا جلال ہر سُو، تُو ہی رات کا گلیم پھیلاتا ہے، تجلیات کے نور کی برسات میں نور کی برسات میں تو ہی ستاروں کی حکایات کھڑی کرتا ہے۔ میرے اللہ، چمن چمن میں، شاخ شاخ میں، سحر سحر میں، افق افق میں، کوہ و دمن، گل و چمن میں تیری ہی مِدحت کا پرتو اور تیرے ہی کُن کا کمال ہے۔ میرے اللہ، تو چاہے تو قطرے کو بحر کا ذرے کو صحرا کا پرتو کر دے۔ تو چاہے تو یاس کے بھنور کو ساحلوں کی گھاٹیوں میں تبدیل کر کے رکھ دے۔ میرے اللہ، اس وقت جبکہ دشمن ہم سے ٹکرانے کے درپے ہے، میں تیرے ہی سامنے دست طلب دراز کرتا ہوں اور تجھ سے ہی دشمن کے خلاف مدد اور حمایت کی التماس کرتا ہوں۔ میرے اللہ، ہمارے لئے اپنی رحمت کے در کھولنا اور دشمن کے مقابلے میں میرے اللہ ہمیں سُرخرو اور کامیاب رکھنا۔''

جب تک امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ دعا مانگتا رہا، یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر قبلہ رو ہو کر گردن جھکائے کھڑے رہے۔ دعا مانگنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی چھاتی تن گئی تھی جیسے اس نے اپنے خداوند قدوس کے ساتھ کوئی معاہدہ کر لیا ہو۔ ایک بھرپور نگاہ اس نے مڑ کر دشمن پر ڈالی، اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھ گئے تھے۔

انہیں مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کہنے لگا۔ ''میرے عزیزو! اپنے اپنے لشکر کے سامنے چلے جاؤ۔ میرے خیال میں دشمن اب جنگ کی ابتداء کرے گا۔''

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ وہاں سے ہٹ کر اپنے اپنے لشکر

کے سامنے چلے گئے تھے۔ پھر وقت کی آنکھ کے دیکھتے ہی دیکھتے شار لیمان نے اپنے لشکر کو خزاں کے پتے گراتے اور خیموں کی دھجیاں بکھیرتے طوفانوں کی طرح آگے بڑھایا پھر وہ مسلمانوں کے لشکر پر بغض و عداوت کی شر انگیزی، غیض و غضب کی آندھیوں کو کوہستانوں کی جہنم نما کوکھ سے نکلتی سلگتی قیامت۔ جلتے عذاب کے گرداب اور کھولتے آشوب کے اضطراب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف عبدالرحمٰن بن معاویہ، یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر نے بھی کمال قسم کے ردعمل کا اظہار کیا۔ جس وقت دشمن ان کے قریب آیا تھا انہوں نے سرابوں کو کھلے حقائق، وسوسوں کو حیرت کدوں میں تبدیل کر دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کی تھیں۔ پھر جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی شار لیمان کے لشکر پر سینوں میں الجھن پیدا کرتے لاانتہا جستجو کے بگولوں، بے چہرگی کے الیے کھڑے کرتے پھیلتے آتشیں و طوفان اور پست کے میدانوں میں قہر کے بحران بھر دینے والے برہنہ برہم لمحوں کی یورش کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

میدان جنگ میں بدن ریزہ ریزہ ہونے لگے تھے۔ رگوں سے لہو کے لاوے پھوٹ اٹھے تھے۔ چاروں طرف رسوائیوں کے اندھیرے، غموں کے بھنور و وحشت کے موسم اور موت کے مناظر ناچ اٹھے تھے۔ جسموں کا رنگ و روغن اترنے لگا تھا۔ مقدر کے حروف محو ہونا شروع ہو گئے تھے۔ شار لیمان نے شروع میں کوشش کی تھی کہ ایک دم مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں پسپا کر کے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے لیکن اب معاملہ الٹ ہو رہا تھا۔ مسلمان لشکری اس کی اگلی صفوں کا صفایا کرنے کے بعد اس کی پچھلی صفوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس کے لشکریوں کی حالت ندامت کے گہرے اندھیروں، بدترین شکست ہزیمتوں سے بھی ابتر بنانا شروع ہو گئے تھے۔ میدان جنگ عجیب سے انداز میں کرب کے سرابوں اور دکھ کے سمندر کی طرح رقص کرا اٹھا تھا۔ ہر کوئی دوسرے کو کاٹنے کے درپے تھا۔ میدان میں نہ کوئی زخموں کا مرہم تھا نہ درد کا درماں، نہ مداوائے الم مسلمان لشکری شار لیمان کی اگلی صفوں کو کاٹتے ہوئے اس کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف اس طرح بڑھنے لگے تھے جیسے کوہستانوں کی گپھاؤں میں سورج کی شعاعیں موت بن کر گھستی چلی جاتی ہیں۔ میدان جنگ میں چاروں طرف ذرہ ذرہ لمحوں اور بوند بوند ساعتوں میں قضاء ...بت کے بھنور کھڑے کرنے لگی تھی۔

جس وقت لڑائی اپنے عروج اور زور پر تھی، شار لیمان کی بدقسمتی کہ اچانک ایک طرف

سے سلیمان بن یقطان کے بیٹے اس لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے، جسے لے کر وہ شارلیمان سے علیحدہ ہو گئے تھے پھر وہ شارلیمان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوئے۔ پڑاؤ کی حفاظت کے لئے شارلیمان نے جس قدر لشکری رکھے تھے ان سب کو انہوں نے کاٹ کر رکھ دیا اور اپنے باپ سلیمان بن یقطان کو چھڑا کر جدھر سے آئے تھے ادھر ہی چلے گئے۔ سلیمان بن یقطان کے بیٹوں کا پڑاؤ پر حملہ آور ہونا اور پڑاؤ کے محافظوں کو قتل کر دینا، شارلیمان کے لئے ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔ اس کے لشکری پہلے ہی عبدالرحمٰن بن معاویہ، بدر، یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ کا مقابلہ کرتے ہوئے جی چرا رہے تھے آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹ کر اپنی جانیں محفوظ کرنے کے درپے تھے۔

ایسے موقع پر عبدالرحمٰن بن معاویہ، بدر، یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ نے ایک ساتھ تکبیریں بلند کرتے ہوئے زوردار انداز میں حملے شروع کیے تب شارلیمان کو یقین ہو گیا کہ اس کی شکست اور اس کے مقدر کی ذلت اس پر سوار ہونے والی ہے اس نے پڑاؤ کے اندر جس قدر عورتیں تھیں ان کو اشارہ دے دیا کہ وہ بھاگنے کے لئے تیار ہوں اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جائیں۔

یہ اشارہ ملتے ہی لشکر کے اندر جس قدر فرانسیسی عورتیں تھیں، پڑاؤ کی ہر چیز کو انہوں نے وہیں رہنے دیا اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئیں۔ جب ایسا ہو چکا تب شارلیمان نے اپنے لشکر کو پسپائی کا اشارہ دیا پھر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ہاتھوں شارلیمان شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے دور تک اس کا تعاقب کر کے اس کے لشکر کی تعداد مزید کم کی پھر اس جگہ آیا جہاں جنگ ہوئی تھی اور دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے زخمی لشکریوں کے مرہم پٹی کا سامان بھی کرنے لگا تھا۔

میدان جنگ میں کافی دور جا کر شارلیمان اور رولینڈ، دونوں چچا بھتیجا نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ وہ لشکری جو زخمی ہوئے تھے ان کی مرہم پٹی کا سامان کیا گیا پھر شارلیمان، رولینڈ، برمند، الفانسو اور کاؤنٹ سرڈین ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس موقع پر الفانسو نے کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں شارلیمان کی طرف دیکھا۔ شارلیمان شاید اس کے دیکھنے کے انداز کو سمجھ گیا تھا۔ لہٰذا الفانسو کے بولنے سے وہ پہلے ہی سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ ان مسلمانوں نے اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ ہمارے اتنے بڑے لشکر کو شکست کیسے دے دی۔ میں حملہ آور ہونے والے ان کے لشکریوں کو دیکھ

رہا تھا جس شوق، جس جستجو، جس ولولے کے ساتھ ان کے لشکری آگے بڑھ کر ہمارے لشکریوں پر حملہ آور ہوتے تھے، وہ جوش، وہ ولولہ ہمارے لشکریوں میں نہیں تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ کئی محاذ پر ہمارے لشکری اپنی جانیں بچا کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں مسلمانوں کا سامنا نہ ہی کرنا پڑے۔ بہرحال مسلمانوں کے ہاتھوں جو ہمیں ہشکست ہوئی ہے، میں سمجھتا ہوں یہ بدنامی کا ہمارے لئے ایک بہت بڑا داغ ہے۔ جس وقت سلیمان بن یقطان مجھ سے آ کر ملا تھا تو اس نے مجھے ایک ایسی خبر سنائی تھی جس سے میرا خون کھول اٹھا تھا اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ میں مسلمانوں سے انتقام ضرور لوں گا لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم ایسا نہیں کر سکے۔ سلیمان بن یقطان نے مجھے بتایا تھا کہ گذشتہ جنگوں میں جب رولینڈ اور ترویلا کا مسلمانوں کے سالار یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ سے ٹکراؤ ہوا تھا اور ان جنگوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کو فتح اور کامیابی نصیب ہوئی تھی اور انہوں نے ہماری کافی عورتوں کو اپنا اسیر بنا لیا تھا۔ ان عورتوں کو وہ اپنے ساتھ قرطبہ لے گئے تھے، ان کی انگیخت اور ترغیب پر ساری فرانسیسی لڑکیوں نے سنا ہے اسلام قبول کر کے وہیں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے لشکریوں سے شادیاں کر لی ہیں۔ سلیمان بن یقطان سے میں نے اپنی بھتیجی بیازین سے متعلق بھی پوچھا تھا لیکن وہ بیازین سے متعلق تفصیل نہیں بتا سکا۔ میں اس سے متعلق بھی بڑا پریشان اور فکرمند تھا۔ مجھے امید تھی کہ میں عبدالرحمٰن کو شکست دینے کے بعد اس سے سودے بازی کر کے نہ صرف یہ کہ اس سے خراج وصول کروں گا بلکہ گذشتہ جنگوں میں جو ہماری فرانسیسی لڑکیاں گرفتار ہو گئی تھیں، انہیں بھی واپس لینے کی کوشش کروں گا۔ لیکن حالات نے ہمارے خلاف ہی کروٹ لے لی ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد شارلیمان رکا، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد سوچتا رہا پھر دوبارہ وہ بول اٹھا تھا۔

"حالات کتنے ہی ہمارے خلاف ابتر ہو جائیں لیکن میں عبدالرحمٰن بن معاویہ سے نہ صرف موجود شکست بلکہ اس سے گذشتہ شکستوں کا بھی انتقام ضرور لوں گا۔"

اس پر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کاؤنٹ سرڈین کہنے لگا۔ "کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں پڑاؤ کرنے کے بعد اپنی طاقت وقوت کو بحال کر کے ہم عبدالرحمٰن بن معاویہ پر حملہ آور ہو کر اس سے انتقام لے سکتے ہیں۔"

شارلیمان نے جواب میں کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ "برمند، الفانسو اور سرڈین! تم تینوں اپنے اپنے علاقوں کی طرف جاؤ گے اور جو تمہارے لشکر کا نقصان ہوا ہے سب سے پہلے اس کی بحالی کرو گے۔ میں اور رولینڈ بھی واپس اپنے علاقوں کی طرف جائیں گے۔ لشکر کو

جو نقصان ہوا ہے اس کی بحالی کے ساتھ ساتھ پہلے کی نسبت بڑا لشکر لے کر آئیں گے اس کے بعد پھر متحد ہو کر عبدالرحمٰن بن معاویہ پر ضرب لگائیں گے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر صورت میں ان مسلمانوں سے اپنی شکست کا انتقام لوں گا۔'' شارلیمان رکا، پھر باری باری وہ برمند، الفانسو اور کاؤنٹ سرڈین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ماضی میں تم لوگوں سے بھی کافی غلطیاں ہوئی ہیں اگر وہ غلطیاں نہ ہوئی ہوتیں تو آج عبدالرحمٰن بن معاویہ کو یوں طاقت پکڑنے کا موقع نہ ملتا۔ میں نے سنا ہے کہ ماضی میں اندلس میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف ان گنت بغاوتیں کھڑی ہوتی رہی ہیں۔ ایک باغی شقنا تھا اس نے بہت بڑی قوت پکڑی تھی اس نے عبدالرحمٰن بن معاویہ سے بھی بڑا لشکر تیار کر لیا تھا۔ جس وقت اندلس میں بغاوتیں کھڑی ہوئی تھیں اس وقت اگر تم تینوں تین مختلف محاذوں سے عبدالرحمٰن بن معاویہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس کی طاقت کچل دیتے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ عبدالرحمٰن کے پاس صرف ایک ہی راستہ رہتا، وہ یہ کہ سمندر پار کر کے یہاں سے چلا جاتا۔''

شارلیمان جب خاموش ہوا تب سرڈین بولا، کہنے لگا۔ ''میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ ماضی میں ہم نے عبدالرحمٰن بن معاویہ پر حملہ آور ہو کر بھی دیکھ لیا لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اندلس میں کچھ اس قسم کے لوگ تھے، جو اندلس میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کی حکومت کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن ان کی جڑیں عوام کے اندر نہ تھیں۔ اس کے علاوہ اندلس میں تمام اسلامی آبادی کا مزاج کچھ اس طرح واقع ہوا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے بھی رقیب ہیں اور ساتھ ہی کسی کے زیر سایہ بھی رہنا نہیں چاہتے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف وقتی طور پر ان گنت بغاوتیں اس لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں کہ وہ ایک غریب الوطن شخص تھا۔ لوگ اسے بے منزل مسافر خیال کرتے تھے۔ ان کا اندازہ تھا کہ یہ پناہ لینے کے لئے اندلس میں داخل ہوا ہے کچھ عرصہ یہاں رہے گا اور ناکامی کا منہ دیکھنے کے بعد یہاں سے بھاگ کھڑا ہو گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے ہر کام پائیداری کے ساتھ کیا۔ اس نے اپنی ساری طاقت، اپنی ساری قوتوں کو اپنے پاؤں جمانے پر مبذول کر دیا اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اس کے خاندان کی حکومت و عظمت مشرق میں تباہ ہو چکی ہے۔ اس لئے اس نے جان توڑ کر ان باغیوں کا مقابلہ کیا اور اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ ہر صورت میں بغاوت کو فرو کر کے اندلس میں اپنے قدم جمانے کی کوشش کرے گا۔ اسی لئے اس نے ٹھان رکھا تھا کہ اندلس کے علاوہ دنیا میں کہیں بھی اس کا

ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اندلس میں بغاوتیں کھڑی کرنے کے لئے ایک اور بھی سطحی اور عارضی سی وجہ تھی اور وہ بغداد کے عباسی خلیفہ ہیں۔ عباسی خلفاء نے تو بغداد کو اپنا ارالخلافہ بنا لیا ہے۔ اگر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی حکومت بھی ان کے نزدیک ہوتی تو وہ براہ است اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کرتے لیکن عبدالرحمٰن بن معاویہ فاصلے پر ہے، اس ی حدود حکومت اور علاقے بغداد سے دور اور بیچ میں سمندر حائل ہے۔ عباسی عبدالرحمٰن بن عاویہ کی حکومت اور طاقت کے حالات کو سنتے ہیں لیکن دور دراز فاصلے پر کوئی عملی قدم ٹھاتے ہوئے وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد سرڈین رکا پھر اپنی ت کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''آپ کو خبر ہو گی کہ عباسیوں نے دو مرتبہ اپنے چھ سالاروں کو تیار کر کے اندلس پر لشکر کشی کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی حکومت ندلس سے ختم کرنا چاہی لیکن دونوں مرتبہ اس عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ان بغاوتوں کا اتمہ کر دیا۔ دراصل یہاں بنو عباس نے اسی سازشی طریقوں کو استعمال کرنا شروع کیا۔ جن و وہ بنو اُمیہ کی بربادی اور خلافت دمشق کا تختہ الٹنے میں استعمال کرتے رہے تھے اور امیاب ہوئے تھے لیکن دمشق کا معاملہ اور تھا یہاں ہسپانیہ کا معاملہ مختلف ہے۔ گو عملی طور تو کچھ نہیں کر سکتے تھے نہ انہوں نے کوئی لشکر بغداد سے روانہ کیا۔ تاہم انہوں نے خفیہ یشہ دانیوں کے ذریعہ اندلس کے عرب قبائل اور غدارانہ خصائل رکھنے والے بربروں میں اسیوں کی حمایت اور خلافت عباسیہ کی اعانت پر آمادہ کرنے کا اشاعتی سلسلہ ضرور شروع یا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مختلف مواقع پر ان گنت منادی بھی اندلس میں بھیجتے رہے تھے جو اع واقسام کے طریقوں سے اپنا کام کرنے کے ماہر تھے۔ اس طرح اس اشاعتی سلسلے ان منادوں نے کچھ عرب سرداروں اور نو مسلم سالاروں کو امیر عبدالرحمٰن کی حکومت ختم نے کے درپے کر لیا۔ بغاوتوں پر آمادہ بھی کر لیا لیکن چونکہ بنو عباس بغداد سے ان کی ئی عسکری مدد نہیں کر سکتے تھے۔ صرف زبانی جمع خرچ کرتے تھے۔ اس بنا پر اندلس میں ی بغاوت اٹھی، عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بڑی سختی کے ساتھ اسے کچل کر رکھ دیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب سرڈین خاموش ہوا تو شارلیمان بول اٹھا۔ ''لیکن میں ، تو سنا ہے، شقنا عبدالرحمٰن بن معاویہ سے بھی بڑا لشکر تیار کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ا وقت عبدالرحمٰن اس سے ٹکرایا تھا تو تمہیں چاہیے تھے کہ شقنا کی بھرپور مدد کرتے۔''

اس پر سرڈین پھر بولا، کہنے لگا۔ ''شقنا کی ہم نے بھرپور مدد کی، صرف ہم نے نہیں سو، برمند اور دوسرے سالاروں نے بھی شقنا کو انفرادی مدد بھی فراہم کی اور اس کے

علاوہ اسے کافی رقوم بھی مہیا کیں لیکن وہ بھی عبدالرحمٰن کے سامنے اس لئے جم نہ سکا کہ وہ ایک دھوکہ باز انسان تھا اور اس کی زندگی کی بنیاد ہی کچھ غلط تھی۔‘‘

جواب میں سرڈین مسکرایا اور کہنے لگا۔’’اس شخص کا نام شقنا بن عبدالواحد تھا۔ یہ بربروں کے ایک قبیلے مقناسا سے تعلق رکھتا تھا۔ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے معلمی کا پیشہ کرتا تھا۔ میں اس کے حالات تفصیل سے اس لئے جانتا ہوں کہ میں نے اس کی عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بڑی مدد کی تھی لیکن اس کی بدقسمتی کہ وہ کامیاب ہی نہیں ہوا۔ جیسا کہ میں کہہ چکا، وہ بربر قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ تعلیم یافتہ تھا۔ مدرس کا پیشہ کرتا تھا لیکن اس نے غلطی یہ کی کہ ایک دم اس نے یہ دعویٰ کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے رسول ﷺ کے ہردلعزیز نواسے حسینؓ بن علیؓ کی اولاد سے ہے اور اس نے اپنا نام شقنا بھی عبدالواحد کی بجائے لوگوں کو اپنا نام عبداللہ بن محمد بتانا شروع کر دیا۔ لوگ چونکہ اس کے حالات سے واقف تھے اور اس کا اصل نام بھی جانتے تھے اور وہ جو اپنا نام بتانے میں اور اپنا سلسلہ نسب اپنے رسول ﷺ سے ملانے کی کوشش کر رہا تھا، اس کی دھوکہ دہیوں سے بھی وہ واقف تھے اور وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے اندلس کی حکومت کو وقتی طور پر درہم برہم کرنے کی جرأت اور جسارت کی۔ اس کی یہ اولوالعزمی کچھ زیادہ عجیب نہ تھی کیونکہ جب اس نے اپنا سلسلہ نسب اپنے رسول ﷺ سے جوڑنا شروع کیا تب سے پہلے بربر اس کی طرف متوجہ ہوئے اس لئے کہ وہ ضعیف الاعتقاد ہیں اور ایسے لوگوں کے گرد ضعیف الاعتقاد لوگ ہی جمع ہو جاتے ہیں۔ بعد میں بربروں کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ ہم نے بھی جی کھول کر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف اس کی مدد کی۔ اس طرح بڑا لشکر تیار کرنے کے بعد شقنا کا دماغ خراب ہو گیا اور جہاں اس نے اپنا نسبی سلسلہ لوگوں کو غلط بتایا تھا وہاں اس نے ایک اور جھوٹا اور بے بنیاد دعویٰ کیا اور وہ یہ کہ وہ لوگوں کو کہنے لگا کہ وہ کچھ کرامات اور خرق عادات وصفات کا بھی مالک ہے۔ پہلے تو لوگ اس کے ان دعوں کو تسلیم کرنے لگے لیکن جب بعد میں پے در پے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے ہاتھ اسے شکستیں ہونی شروع ہوئیں اور وہ ایک درے سے دوسرے درے کی طرف بھاگتا رہا تب لوگوں نے اعتراف کیا کہ اگر وہ کچھ کرامات رکھتا ہے خرق عادت طاقتیں اور قوتیں اس کے پاس ہیں تو انہیں استعمال کر کے کیوں عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف استعمال نہیں کرتا۔ چونکہ اس کے پاس نہ کوئی کرامت تھی نہ وہ کوئی خرق عادت طاقت وقوت رکھتا تھا۔ نہ اس کا سلسلہ نسب اس کے رسول ﷺ سے ملتا تھا۔ لہٰذا جلد ہی اس کی اصلیت لوگوں پر

عیاں ہونی شروع ہو گئی اور اس سے لوگ بیزاری کا اظہار کرنے لگے پھر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس کے پیچھے ایسے لوگ لگا دیے جو اس کی ہر حرکت کی اسے خبر دیتے تھے جس کی بنا پر مناسب موقع جان کر نہ صرف اس کے لشکر کا خاتمہ کر دیا گیا بلکہ عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔‘‘

سرڈین جب خاموش ہوا تو شارلیمان نادم سا ہو کر چپ ہو رہا پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔’’اٹھو، پہلے جو ہمارے زخمیوں کی دیکھ بھال ہو رہی ہے ان کی نگرانی کریں۔‘‘ اس کے ساتھ ہی رولینڈ، برمند، الفانسو اور سرڈین شارلیمان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور وہاں سے وہ نکل گئے تھے۔

❁❁❁

شارلیمان اپنے اتحادیوں کے ساتھ وہیں قیام کیے ہوئے تھا کہ ایک روز فرانس سے اسے ایک انتہائی بری خبر اس کے قاصدوں نے پہنچائی۔ آنے والوں نے شارلیمان پر انکشاف کیا تھا کہ شارلیمان کا فرانس میں سب سے بڑا رقیب اور محارب جو سکسنی کے علاقے کا حاکم تھا اور جس کا نام وائی کنڈ تھا وہ لوٹ آیا ہے۔ فرانس کے اندر اس نہ ختم ہونے والی بغاوتوں اور سرکشی کا سلسلہ شروع کر کے چاروں طرف تباہی و بربادی اور لوٹ مار شروع کر رکھی ہے۔

وائی کنڈ اس سے پہلے شارلیمان کے ہاتھوں شکست اٹھا کر ڈنمارک کی طرف بھاگ گیا تھا لیکن جب اسے پتہ چلا کہ شارلیمان اندلس میں جا کر مسلمانوں کے ساتھ الجھ گیا ہے تو اس نے اسے غنیمت جانا۔ ڈنمارک سے وہ واپس آیا، اس نے ایک لشکر جمع کیا اور فرانس کے اندر جگہ جگہ شارلیمان کے خلاف اس نے بغاوتوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ یہ خبر سنتے ہی شارلیمان اور اس کے بھتیجے رولینڈ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ وہاں سے انہوں نے فوراً کوچ کیا۔ برمند اور الفانسو اور سرڈین تو اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے جبکہ شارلیمان اور رولینڈ نے بڑی تیزی سے فرانس کا رخ کیا۔

اب شارلیمان اور رولینڈ کی مزید بدقسمتی کہ واپسی پر جن دروں سے انہیں گزرنا تھا وہاں ایک قوم آباد تھی جس کو بشکنس کہتے تھے۔ انہیں شروع ہی سے فرانسیسیوں اور اس کے حکمرانوں سے عداوت و دشمنی تھی لہٰذا شارلیمان اور اس کا بھتیجا رولینڈ جب اپنے لشکر کو لے کر ان دروں سے گزرنے لگے تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اس لئے کہ وہ باغی قوم کے افراد جو ان دروں کے اندر آزادانہ زندگی بسر کر رہے تھے کسی کے محکوم نہیں تھے۔ خود مختار

تھے انہیں خبر ہوئی کہ شارلیمان اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ رہا ہے اور ان دروں سے گزرے گا لہٰذا وہ وہاں اس کی آمد سے پہلے ہی گھات میں بیٹھ گئے تھے۔

جب فرانسیسی لشکر وہاں سے گزرنے لگا تو اس کی صورت یہ تھی کہ لشکر کے آگے تو خود شارلیمان تھا، لشکر کے پچھلے حصے میں اس کا بھتیجا رولینڈ تھا۔ جس میں کھانے پینے کے علاوہ لشکر کا دوسرا سامان بھی تھا۔ جونہی شارلیمان کے لشکر کا زیادہ حصہ ان دروں سے گزر چکا اور مال و اسباب والا وہ حصہ ان دروں میں آیا جس کی نگرانی رولینڈ کر رہا تھا تو وہ قبائل اپنی گھات سے نکل کر فرانسیسیوں پر ٹوٹ پڑے۔ شارلیمان اور رولینڈ دونوں اس اچانک حملے کی توقع ہی نہیں رکھتے تھے لہٰذا اپنے پہلے ہی حملے میں ان قبائلی جنگجوؤں نے ان گنت فرانسیسیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جن وادیوں میں یہ جنگ ہوئی اسے وادی نبرہ کہہ کر پکارا جاتا۔ شارلیمان کی پہلی بدقسمتی کہ اس کا رقیب وائی کنڈ لوٹ آیا تھا اور فرانس میں اس نے تباہی مچا دی تھی۔ اس کی دوسری بدقسمتی کہ اس کے لشکر پر راستے میں باغی قبائلیوں نے حملہ کر دیا اور لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچایا اور شارلیمان کی تیسری بدقسمتی کہ قبائلیوں اور باغیوں کے اس حملے کے نتیجے میں شارلیمان کا بھتیجا اور بیازین کا بھائی رولینڈ بھی مارا گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ رولینڈ کے ان دروں کے اندر مارے جانے سے عیسائی شاعروں نے اسے ہیرو بنا کر بڑی مبالغہ آمیز نظمیں اس کی بے مثال شجاعت کی داستانیں لکھی تھیں جو صدیوں تک یورپ کے عسکری ترانوں میں شامل رہیں۔

جب شارلیمان واپس فرانس چلا گیا تو پھر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

* * *

سالم بن عطوف اور عبورہ دونوں میاں بیوی دیوان خانے میں بیٹھے گھریلو موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ کمرے میں ربیکا اور صفا داخل ہوئی تھیں۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی سالم بن عطوف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ کے اشارے سے ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس پر ربیکا بیٹھ گئی پھر سالم بن عطوف کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بابا! جب ہم آیا کریں تو اس طرح اٹھ کر ہمیں تعظیم نہ دیا کریں، میں سمجھتی ہوں کہ......"

ربیکا اپنی بات مکمل نہ کر سکی، اس لئے کہ سالم بن عطوف کہنے لگا۔ "میری بچی! ہمارے ہاں صرف بیٹیوں ہی کا نہیں، عورت کا احترام اسی طرح کیا جاتا ہے۔"

ربیکا نے ادھر اُدھر دیکھا پھر دھیمے سے لہجے میں عبورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "خالہ! بیازین اس وقت کہاں ہے؟"

اس پر عبورہ دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "بیٹی! تم گزشتہ ایک ہفتہ سے ہمارے ہاں نہیں آئی ہو۔ پہلے تو مجھے اس کا بڑا گلہ اور شکوہ ہے اور بیازین پورا ایک ہفتہ سخت بخار میں مبتلا رہی ہے۔ اسے موسمی بخار ہو گیا تھا۔ دراصل وہ بارش میں بھیگ گئی تھی میں نے منع بھی کیا لیکن باہر صحن میں بارش میں نہاتی رہی۔ بڑا تیز اور سخت بخار تھا۔ تم دونوں کو اس نے بڑا یاد کیا۔ جب تمہارا بابا تمہیں بلانے کے لئے نکلا تو بیازین نے اسے روک دیا کہ نہیں تم دونوں خود ہی آؤ گی۔ اب تمہارے بابا اس کا علاج کر رہے ہیں اور اس کا بخار پہلے کی نسبت کافی کم ہو گیا ہے۔ اسے کافی افاقہ بھی ہے۔ میرے خیال میں تم دونوں پہلے اٹھو، چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ پہلے بیازین کی بیمار پرسی کرو ورنہ تم دونوں کے خلاف اسے بڑا شکوہ اور گلہ رہے گا۔ پہلے تو وہ بے چاری چل پھر نہیں سکتی تھی۔ اب چلنے پھرنے لگی ہے۔ کبھی کبھی ہلکا ہلکا بخار ہو جاتا ہے۔ وہ تو پھر سے مطبخ سنبھالنا چاہتی تھی لیکن میں نے سختی سے منع کر رکھا ہے کہ بس وہ بستر پر رہے۔ زیادہ باہر نہ نکلے۔"

عبورہ جب خاموش ہوئی تب اداس سے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے ربیکا

کہنے لگی۔ ''خالہ! میں پہلے ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ دونوں سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد میں اور صفا دونوں بیازین کی طرف جاتی ہیں۔''

ربیکا کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے سالم بن عطوف تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا پھر جستجو بھری آواز میں اس نے ربیکا کو مخاطب کیا۔ ''بیٹی! خیریت تو ہے۔ میں نے سنا ہے لشکر بھی لوٹ آیا ہے اور یوسف بن بخت ابھی تک ہم سے ملنے نہیں آئے۔''

جواب میں ربیکا سنجیدہ سے لہجے میں کہنے لگی۔ ''لشکر بے شک لوٹ آیا ہے، تھکاوٹ کی وجہ سے امیر یوسف بن بخت مستقر ہی میں قیام کیے ہوئے ہیں اور ہو سکتا ہے وہ آج آئیں۔ پر جو میں بات کہنا چاہتی ہوں وہ بیازین کی شخصیت سے تعلق رکھتی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ آپ لوگوں نے سن ہی رکھا ہوگا کہ بیازین کے چچا اور فرانس کے بادشاہ شارلیمان کو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے دریائے ابرہ کے کنارے بدترین شکست دی۔ شارلیمان کے لشکر میں بیازین کا بھائی رولینڈ بھی شامل تھا۔ شکست اٹھانے کے بعد جب وہ واپس گئے تو کوہستانی دروں سے گزرتے ہوئے کچھ باغی جنگجو قبائل ان کے لشکر کی پشت کے حصے پر حملہ آور ہوئے۔ لشکر کا سارا سامان چھین لیا۔ لشکر کے اس حصے میں چونکہ بیازین کا بھائی رولینڈ بھی تھا۔ باغیوں کے حملہ آور ہونے سے بیازین کا بھائی رولینڈ مارا گیا ہے۔ اب میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ہمیں یہ خبر بیازین سے کہنی چاہیے یا نہیں۔ اب جبکہ آپ نے کہا ہے کہ اسے گذشتہ کئی دنوں سے بخار ہے، وہ کمزور اور لاغر ہو چکی ہوگی۔''

ربیکا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ سالم بن عطوف بول اٹھا۔ ''بیٹی! اگر اسے بخار نہ بھی ہوا ہوتا، وہ کمزور اور لاغر نہ بھی ہوئی ہوتی تو میری بچی، یہ خبر اسے نہیں کہنی چاہیے۔ دراصل بات یہ ہے کہ بیازین سے ہم اپنی بیٹی نثار جیسی محبت کرنے لگے ہیں۔ اب اگر وہ ایک لمحے کے لئے ادھر اُدھر ہوتی ہے تو ہم دونوں میاں بیوی پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ چونکہ ہمارے پاس ایک امانت ہے لہٰذا ہمیں اس کی اپنی بیٹی سے بھی بڑھ کر دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے اور یہ امانت ہمارے حوالے یوسف بن بخت نے کر رکھی ہے۔ جب تک یہ ہمارے پاس ہے، ہم اس کی ایسی خدمت کرنا چاہتے ہیں جیسے کوئی ماں باپ اپنی بیٹیوں کی کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، یہ بری خبر تم اسے نہ سناؤ۔ اس لئے کہ اس نے آج نہیں تو کل فرانس واپس جانا ہی جانا ہے۔ ہم اسے یہ خبر سنا کر پریشان نہیں کرنا چاہتے۔ جب یہ واپس اپنے وطن جائے گی اور اسے بتایا جائے گا کہ گذشتہ جنگ میں اس کا بھائی

رولینڈ مارا گیا تھا تو وہاں جو اس پر بیتے گی، جس دکھ اور غم کا یہ اظہار کرے گی، اپنوں کے اندر رہتے ہوئے سنبھل جائے گی اور پھر اس کے اپنے وہاں ہوں گے۔ وہ اسے خود ہی سنبھال لیں گے۔''

ربیکا کچھ دیر وہاں بیٹھ کر سوچتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی، کہنے لگی۔ ''بابا! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہم بیازین سے اس کے بھائی کے مرنے کی خبر نہیں کہیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی صفا بھی کھڑی ہو گئی، پھر ربیکا کہنے لگی۔ ''میں اور صفا ربیکا کے کمرے میں جاتے ہیں اور اس کی احوال پرسی کرتے ہیں۔''

اس پر عبورہ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ ''چلو آؤ، ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔'' یوں عبورہ اور سالم بن عطوف بھی ربیکا اور صفا کے ساتھ ہو لئے تھے۔

چاروں جب بیازین کی خوابگاہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا بیازین اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور اپنی آنکھیں خشک کر رہی تھی۔ اس کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے عبورہ اور سالم بن عطوف دونوں پریشان ہو گئے۔ عبورہ تقریباً بھاگتی ہوئی آگے بڑھی، بیازین کے خوبصورت اور حسین چہرے سے جب اس نے نرم و نازک اور گداز ہاتھ اٹھائے تو اس نے دیکھا بیازین کے مرمر، سرخ، چکنے گالوں پر آنسوؤں کے نشانات تھے۔ وہ آنسو جو پونچھ دیے گئے تھے۔

عبورہ اس کے پلنگ پر بیٹھ گئی سالم بن عطوف، ربیکا اور صفا سامنے ہو بیٹھے اور پھر جب بیازین نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا تو بڑے پیار سے عبورہ کہنے لگی۔ ''لیٹی رہو بیٹی، بیٹھتی کیوں ہو۔'' اس پر اپنا لباس درست کرتے ہوئے بیازین بیٹھ گئی۔ عبورہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کی پیشانی چومی اور بڑی شفقت میں کہنے لگی۔ ''بیٹی! کیا بات ہے، تم رو رہی تھی۔ تمہارا چہرہ بتاتا ہے، تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں، تمہارے خوبصورت گال جن پر ابھی بھی آنسوؤں کے نشان ہیں۔ تمہارے رونے کی غمازی کر رہے ہیں۔ ہماری کسی بات سے تمہاری دل شکنی ہوئی ہے۔ کیا ہمارے کسی سلوک کو میری بچی تم نے ناپسند کیا ہے۔''

بیازین نے تڑپ کر اپنا خوبصورت، خوشبو بھرا ہاتھ عبورہ کے منہ پر رکھ دیا اور کہنے لگی۔ ''اماں! آپ کیسی باتیں کرتی ہیں، مجھے بھلا آپ سے کوئی شکوہ شکایت ہو سکتی ہے۔ جو پیار مجھے یہاں آپ کے ہاں ملا ہے یہ تو مجھے فرانس میں بھی میسر نہ تھا۔'' کچھ دیر خاموش رہ کر بیازین نے اپنا چہرہ صاف کیا پھر ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''ربیکا اور صفا! تم دونوں سے مجھے شکوہ ہے کہ تم دونوں گذشتہ کئی دن سے میرے پاس آئی ہی

نہیں۔" بیازین کے ان الفاظ کا جواب ربیکا دینا ہی چاہتی تھی کہ بیازین پھر بول پڑی۔
"ربیکا، میری بہن! تمہیں مجھ سے میرے بھائی کی بری خبر چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے پتہ ہے میرا بھائی رولینڈ شکست اٹھانے کے بعد واپس جاتے ہوئے راستے میں ہلاک ہو چکا ہے۔"

بیازین کے ان الفاظ پر سالم بن عطوف، عبورہ، ربیکا اور صفا دنگ رہ گئے تھے۔ پھر عبورہ نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا، کہنے لگی۔ "میری بچی! تجھے کیسے خبر ہوئی۔"

بیازین علیحدہ ہوئی، کہنے لگی۔ "اماں! جس وقت ربیکا اور صفا آئی تھیں، مجھے ان کے آنے کی خبر ہو چکی تھی گو میں اپنی خوابگاہ میں بستر پر لیٹی ہوئی تھی لیکن یہ دونوں آپس میں باتیں کرتی ہوئی آئی تھیں اور میں ان کی آواز کو پہچان گئی تھی۔ یہ آپ کے کمرے میں گئی تھیں۔ میں یہاں سے اٹھ کر انہیں ملنے کے لئے گئی۔ میں آپ کے کمرے میں داخل ہونا چاہتی تھی لیکن اس وقت ربیکا، میرے بھائی کے مرنے کی خبر کہہ رہی تھی۔ لہٰذا میں ساری باتیں سن کر واپس اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔" یہاں تک کہنے کے بعد بیازین رکی پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ "ربیکا! میری بہن، جب کوئی جنگوں میں حصہ لے گا تو وہاں اس کا پھولوں سے اور زندگی کے دوسرے تعیشات سے تو استقبال نہیں کیا جائے گا۔ جب کوئی میدان جنگ میں حصہ لیتا ہے تو وہاں موت رقص کرتی ہے۔ جو کسی بھی وقت، کسی بھی لمحہ کسی کو بھی اپنا لقمہ بنا سکتی ہے۔ سو یہی انجام وحشر میرے بھائی کا بھی ہوا ہے۔"

بیازین بے چاری یہیں تک کہنے پائی تھی کہ کمرے سے باہر کسی کی آواز سنائی دی۔
"کوئی ہے؟"

یہ آواز سن کر سب چونک اٹھے تھے۔ بیازین کے لبوں پر بھی گہری مسکراہٹ بکھر آئی تھی پھر اس نے سالم بن عطوف اور عبورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "امیر یوسف بن بخت آئے ہیں۔"

عین اسی لمحہ کمرے کے دروازے پر یوسف بن بخت نمودار ہوا۔ دروازے کی دہلیز پر وہ رک گیا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ اگر کسی خاص موضوع پر گفتگو ہو رہی ہو تو میں دیوان خانے میں جا کر بیٹھتا ہوں۔ جب آپ لوگ گفتگو کر لیں تو پھر میں وہیں آپ لوگوں سے مل لوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت مڑ کر جانے لگا۔ تب بیازین نے اسے مخاطب کیا۔
"امیر! یہاں نہ کوئی بھید بھری گفتگو ہو رہی ہے اور نہ ہی کوئی رازدانہ موضوع ہے۔ امیر!

اگر ایسا ہوتا بھی تو اس میں یقیناً آپ کی شرکت لازمی ہوتی۔ اس لئے کہ زندگی کا کوئی بھی موضوع آپ سے بھید اور راز تو نہیں رکھا جا سکتا۔ نہ اب آپ اجنبی ہیں نہ پرائے نہ غیر ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے دروازے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگی ہے یہ بھی آپ نے درست نہیں کیا۔ امیر، یہ حویلی آپ کی ہے، ہم تو اس حویلی میں آپ کے مہمان ہیں۔ کیا میزبان مہمانوں کے ساتھ آپ کے ہاں ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔"

بیازین کی اس گفتگو کے جواب میں یوسف بن بخت مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوا۔ ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"بیازین! میں تو سمجھا تھا کہ تم چپ چپ اور خاموش رہنے والی لڑکی ہو لیکن آج تو تم نے مجھے اپنی گفتگو اور لفاظی سے لتاڑ کر رکھ دیا ہے۔"

یوسف بن بخت کی اس گفتگو سے بیازین دھیمے سے انداز میں مسکرا دی تھی جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس بار عبورہ نے یوسف بن بخت کو مخاطب کیا۔ "بیٹے! تم نے یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے جو کام کرنا تھا وہ تو کیا ہی نہیں۔"

یوسف بن بخت چونک پڑا۔ عبورہ کی طرف دیکھا پھر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "اماں! کیسا کام؟"

عبورہ پھر کہنے لگی۔ "بیٹے! بیازین گزشتہ ایک ہفتہ سے بخار میں مبتلا رہی ہے۔ اسے بڑا تیز اور شدید بخار رہا ہے۔ وہ تو تمہارے بابا علاج کرتے رہے ہیں۔ بہتر ہو گئی ہے ورنہ یہ بے چاری تو اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے کے قابل نہ رہی تھی۔ اسی بیماری کے دوران ربیکا اور صفا بھی نہیں آئیں۔ یہ زیادہ ہی مایوس ہو گئی تھی اور ساتھ ہی یہ انتہاء درجہ کی مایوسی کی باتیں بھی کرنے لگی تھی۔ اب تو اس کا بخار کافی حد تک اتر گیا ہے اور پہلے کی نسبت صحت بھی کچھ بہتر ہو چکی ہے۔"

عبورہ جب خاموش ہوئی تب یوسف بن بخت کہنے لگا۔ "اماں! اگر آپ نہ بولتیں تو میرا سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ بیازین پہلے کی نسبت کمزور اور لاغر سی لگ رہی ہے اور میں اس کی وجہ آپ سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن آپ نے وجہ خود ہی کہہ دی ہے۔" پھر یوسف بن بخت اپنی جگہ سے اٹھا، بیازین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "بیازین! اگر تم برا نہ مانو تو کیا میں تمہارا بازو تھام کر تمہارے بخار کا جائزہ لے سکتا ہوں۔ گو میں طبیب نہیں ہوں۔ طبیب سالم بن عطوف قریب ہی بیٹھے ہوئے ہیں لیکن ایسا کر کے میں کم از کم اپنی تشویش تو رفع کر سکتا

ہوں۔"

بیازین مسکرائی، اس کی ملاحت و مسکراہٹ میں ایک انوکھی کشش، ایک عجیب سی چکا چوند تھی۔ ایک دم اس نے اپنا بازو امیر یوسف بن بخت کی طرف بڑھا دیا، کہنے لگی۔ "امیر! اپنی تشویش رفع کرنے کے لئے اور میرے بخار کا جائزہ لینے کے لئے آپ کو میرا بازو پکڑنے کے لئے مجھ سے پوچھنے اور اجازت لینے کی تو ضرورت نہیں ہے۔" اس کے ساتھ ہی جب بیازین نے اپنا بازو آگے بڑھایا تھا تو یوسف بن بخت نے اس کا مرمریں، نازک، سرخ اور چکنا بازو اپنے ہاتھ میں لیا، کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ پھر بازو چھوڑ دیا اور سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بابا! ابھی بیازین کو بخار تو نہیں ہے۔"

جواب میں سالم بن عطوف مسکرایا، کہنے لگا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو بیٹے! اب اس کا بخار اترا ہے لیکن بس کمزوری ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر تھوڑی دیر کی سوچ بچار کے بعد یوسف بن بخت بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "بیازین! مجھے بے حد دکھ اور افسوس ہے کہ میں تمہارے لئے ایک بری خبر رکھتا ہوں ......"

یوسف بن بخت اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ بیچ میں بیازین بول اٹھی، کہنے لگی۔ "امیر! اگر آپ مجھے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میرا بھائی رولینڈ جنگ میں مارا گیا ہے تو آپ کو یہ خبر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مجھے پہلے ہی اس خبر کا علم ہو چکا ہے۔"

یوسف بن بخت پھر بولا اور کہنے لگا۔ "بیازین! تم نے میری بات تو مکمل ہونے ہی نہیں دی۔"

اس پر بیازین ایک بار پھر یوسف بن بخت کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھی۔ "میرے خیال میں اس سے آگے آپ یہ کہنا چاہیں گے کہ میرا بھائی جنگ کے دوران آپ لوگوں کے ہاتھوں نہیں مارا گیا۔ امیر، اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں تو آپ کو یہ کچھ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ جن لوگوں کے پاس یہ خبر پہنچی ہے ان کی وساطت سے میں یہ بھی جان چکی ہوں کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد شار لیمان اور میرا بھائی رولینڈ جب واپس بھاگے تو شمالی دروں سے گزرتے ہوئے خود مختار قبائل ان پر حملہ آور ہوئے جس کے نتیجہ میں میرا بھائی مارا گیا۔ اس کے علاوہ امیر آپ کچھ کہنا چاہتے

ہیں تو کہیں، میں ضرور سنوں گی۔"

بیازین کی اس گفتگو پر امیر یوسف بن بخت شرمندہ سا ہو گیا تھا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔ "بس میں یہی کہنے آیا تھا۔ اب میں جاتا ہوں۔ میرے خیال میں، میں آپ لوگوں میں مخل ہوا ہوں۔ آپ سب کسی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے تھے......"

یوسف بن بخت کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اسی لمحہ سالم بن عطوف اپنی جگہ پر اٹھا، یوسف بن بخت کا بازو پکڑ کر اسے اسی نشست پر بٹھا دیا جہاں سے وہ اٹھا تھا۔ پھر کہنے لگا۔ "امیر! آپ یوں کیسے جا سکتے ہیں، لگتا ہے آپ نے بیازین کی اس گفتگو کو محسوس کیا ہے۔ اسی بناء پر اٹھ کر جا رہے ہیں۔"

یوسف بن بخت مسکرا دیا، کہنے لگا۔ "ابن عطوف، میرے محترم! بیازین نے کوئی ایسی بات کی ہی نہیں جو محسوس کرنے والی ہو۔ دراصل میں جو اذیت کی خبر بیازین سے کہنے کے لئے آیا تھا وہ تو اس تک پہنچ چکی ہے۔ مستقر میں مجھے کچھ کام ہے، جو جا کر مجھے نمٹانا ہے۔ اس لئے میں جانا چاہتا ہوں۔"

جواب میں سالم بن عطوف کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی بیازین بول اٹھی۔ "امیر! یہ جو آپ نے اپنی حالت کا دفاع کیا ہے اس سے میں اتفاق نہیں کرتی۔ جس وقت آپ اٹھے تھے میں نے بڑے غور سے آپ کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔ بس بابا کی اس بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ آپ نے میری باتوں کا برا مانا ہے۔ امیر، آپ ہسپانیہ کی سلطنت کے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ ہیں، میری باتوں سے اگر آپ کی دل شکنی ہوئی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔ میں معافی مانگتی ہوں اس لئے کہ آپ اس گھر کے صرف مالک و میزبان ہی نہیں ہیں۔ میرے ایسے محسن، میرے ایسے مربی بھی ہیں جس کی وجہ سے یہاں آج میں اپنی جان، اپنی عزت، اپنی آبرو محفوظ لئے بیٹھی ہوں۔"

بیازین کی اس گفتگو کے جواب میں یوسف بن بخت سنجیدہ ہو گیا، کہنے لگا۔ "بیازین! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ دھوکہ ہو رہا ہے۔ میں نے تمہاری کسی بات کا برا مانا ہی نہیں ہے۔ دیکھو، میں تم سے تمہارے بھائی سے متعلق خبر کہنے آیا تھا۔ وہ خبر اگر تمہارے علم میں پہلے ہی آ چکی ہے تو پھر اس میں، میں برا کیوں مانوں گا۔ مجھے واقعی مستقر میں جانے میں جلدی ہے۔ صرف اس لئے کہ آنے والی شب کو ایک لشکر کچھ باغیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے روانہ کرنا ہے۔ میں تمہاری بات کا برا مان کر تو نہیں اپنی جگہ سے اٹھا۔"

بیازین جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پہلے ہی سالم بن عطوف بول اٹھا۔ شاید سالم بن عطوف، یوسف بن بخت کو باتوں میں مصروف رکھ کر چاہتا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ان کے پاس بیٹھے۔ لہٰذا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''بیٹے! ابھی گذشتہ دن تو باغیوں اور حملہ آوروں سے نمٹنے کے بعد لشکر لوٹا ہے اب کون سی مہم آن پڑی ہے۔ کیا اس مہم میں میرے بیٹے، تم بھی قرطبہ سے روانہ ہو جاؤ گے۔ اب تو ہمیں تم سے ملاقات کرنے کے لئے بھی کئی کئی ہفتے لگ جاتے ہیں۔''

سالم بن عطوف جب خاموش ہوا تب کچھ دیر سوچتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔

''بابا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل قرطبہ میں داخل ہونے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا خیال تھا کہ ایک لشکر پوری طرح ضرورت کی ہر شے سے لیس کرنے کے بعد سمندر کے اس پار عیسائیوں کی سلطنت پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ اب تک ہسپانیہ میں جو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف بغاوتیں ہوتی رہی ہیں، تو ان میں زیادہ تر عباسی خلفاء ہی ملوث رہے ہیں۔ کہیں وہ مدد کرتے رہے ہیں، کہیں وہ باغی ذہن رکھنے والے سرداروں کو انگیخت کرتے رہے ہیں۔ لیکن میں نے اور کچھ دوسرے سالاروں نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ ہمارا مشورہ یہی تھا کہ عباسی خلیفہ اپنی جگہ بیٹھ کر جو چاہیں کرتے رہیں، ہمیں صرف اندلس کے اندرونی حالات کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ محترم ابن عطوف، جہاں تک شارلیمان اور بیازین کے بھائی رولینڈ اور شمال کے دوسرے تین عیسائی حکمرانوں یعنی برمند، الفانسو اور سرڈین کا تعلق ہے تو بارسلونہ اور سرقسطہ کے حکمران سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین کے بلانے پر آئے تھے۔ یہ دو بڑے باغی اور سرکش ہیں۔ شمال میں بیٹھ کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف ساز باز کرنے میں مصروف ہیں۔ سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین کے کہنے پر ہی شارلیمان آیا لیکن ابن حسین نے نہ جانے کیوں شارلیمان اور سلیمان بن یقطان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس پر شارلیمان یہ سمجھا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ اس نے سلیمان بن یقطان کو گرفتار کر لیا لیکن جس وقت شارلیمان ہمارے ساتھ مصروف جنگ تھا، سلیمان بن یقطان کے بیٹے اپنے ایک لشکر کے ساتھ شارلیمان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوئے اور اپنے باپ کو چھڑا کر لے گئے۔ تب یحییٰ بن حسین اور سلیمان بن یقطان نے ایک خاصہ بڑا لشکر تیار کر لیا اور وہ پہلے کی طرح امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی اطاعت قبول کرنے کے لئے رضامند نہیں ہیں۔ لہٰذا آج دن کے وقت یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ایک لشکر ان

دونوں کو اطاعت پر مجبور کرنے کے لئے روانہ کیا جائے۔ جن لشکریوں کو اس مہم پر جانا ہے انہیں نامزد بھی کر دیا گیا ہے اور ثعلبہ نام کے ایک سالار کو لشکر کا کماندار بھی مقرر کیا گیا ہے۔ اب میں نے یہاں سے مستقر جا کر اس لشکر کے کوچ کی تیاریاں کرنی ہیں، جنہیں لے کر اس نے سرقسطہ اور بارسلونہ کے باغیوں کو زیر کرنے کے لئے روانہ ہونا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد پھر جب یوسف بن بخت اٹھنے کی کوشش کرنے لگا تو سالم بن عطوف نے اسے پکڑ کر بٹھا دیا۔ اسے کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اس موقع پر یوسف بن بخت کو مخاطب کرنے میں بیازین نے پہل کر دی۔ ''امیر! آپ یہ بار بار یہاں سے اٹھ کر جانے میں جلدی کیوں کر رہے ہیں۔ ابھی تو کافی دن پڑا ہے، رات کی وقت آپ نے اس لشکر کے کوچ و روانگی کا اہتمام کرنا ہے۔ آپ اس طرح یہاں بے چینی اور بے اطمینانی محسوس کر رہے ہیں جیسے آپ کو کسی نے لا کر اجنبی اور نا آشنا سی جگہ پر بٹھا دیا ہو۔''

بیازین نے ابھی اپنی بات مکمل نہ کی تھی، مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ یوسف بن بخت کو مخاطب کرتے ہوئے سالم بن عطوف بول اٹھا۔

''امیر! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر بھی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل بیازین واپس فرانس جانا چاہتی ہے۔ میں اور میری بیوی عبورہ نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ہم اسے کسی نہ کسی طرح روک لیں۔ اس لئے کہ ہم اس سے سگی بیٹیوں کی طرح مانوس ہو چکے ہیں۔ اس کا جانا ہمارے لئے بڑا تکلیف دہ اور ہم پر بڑا گراں بھی گزرے گا لیکن اس کی خوشی، ہماری خوشی ہے۔ ہم اسے یہاں زبردستی تو نہیں روک سکتے۔ بیٹے، اب اس کی واپسی کا کیا اہتمام ہونا چاہیے۔''

اس موقع پر یوسف بن بخت نے ایک گہری نگاہ بیازین پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔ ''ابھی تو یہ لاغر اور کمزور ہے۔ اس کی صحت بھی ٹھیک نہیں۔ بابا، یہ صحت مند ہو جائے تو جب، جس وقت یہ چاہے گی میں اس کی واپسی کا اہتمام کروں گا۔''

یوسف بن بخت جب خاموش ہوا تب بیازین بول اٹھی۔ ''امیر! پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں جلد واپس چلی جاؤں۔ میرا یہ ارادہ بیمار ہونے سے پہلے تھا۔ بیماری کی حالت میں بھی میں بے چین ہی رہی کہ میں کب واپس جاؤں گی۔ لیکن اب حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرا بھائی مارا گیا ہے، دوسرے یہ کہ میرے چچا شارلیمان کو شکست ہوئی ہے۔ میں اپنے چچا شارلیمان کی فطرت، اس کی سرشت، اس کی طبیعت سے بڑی اچھی طرح سے واقف ہوں۔ جہاں اسے شکست ہوتی ہے وہاں وہ خاموش نہیں بیٹھتا۔ انتقام لینے

کے لئے ایک بار ضرور پلٹتا ہے۔ اس لئے میں یہ کہتی ہوں کہ اسے آپ لوگوں کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے تو وہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک بار پھر ہسپانیہ پر حملہ آور ضرور ہوگا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں چاہتی ہوں کہ شارلیمان نے ہسپانیہ میں دوبارہ داخل ہو کر جو سانپ نکالنا ہے وہ نکال لے۔ اس کے بعد میں پرسکون انداز اور خوشگوار ماحول میں واپس جانا پسند کروں گی۔"

بیازین کے خاموش ہونے پر یوسف بن بخت نے اس کی طرف تو نہیں دیکھا، سالم بن عطوف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "آپ بیازین کی روانگی، اس کے واپس جانے اور فرانس تک پہنچانے سے متعلق بالکل کوئی فکر نہ کریں۔ یہ ذمہ داری میں اپنے سر لے چکا ہوں۔ بیازین بھی جانتی ہے، میں اس ذمہ داری کو قبول کر چکا ہوں۔ یہ جب بھی اشارہ دے گی، اس کی واپسی کا بہترین اہتمام کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

جونہی یوسف بن بخت خاموش ہوا، سالم بن عطوف نے ایک نیا موضوع چھیڑ دیا۔ شاید وہ یوسف بن بخت کو وہاں سے اٹھنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ پھر اس نے یوسف بن بخت کو مخاطب کیا۔ "امیر! بیازین کو آپ سے متعلق ایک اعتراض اور ایک شکوہ اور گلہ بھی ہے۔"

اس موقع پر چونکنے کے انداز میں بیازین نے سالم بن عطوف کی طرف دیکھا، سالم بن عطوف مسکرایا پھر کہنے لگا۔ "بیازین! میری بیٹی، میں تیری کوئی شکایت نہیں کر رہا۔ جو حقیقت ہے میں وہی یوسف بن بخت سے کہوں گا۔" اس کے بعد سالم بن عطوف نے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "امیر! آپ کے خلاف بیازین کو یہ بھی شکایت ہے، آپ یہاں حویلی میں نہ قیام کرتے ہیں نہ شب بسری کرتے ہیں۔"

سالم بن عطوف کے اس انکشاف پر یوسف بن بخت کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر سالم بن عطوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "بابا! آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔ کیا بیازین کے ہوتے ہوئے میں یہاں قیام کر سکتا ہوں۔ کیا یہاں شب بسری کر سکتا ہوں۔ کیا آپ ایسا کوئی موقع بتا سکتے ہیں جب نشار سے میری شادی نہیں ہوئی تھی تو میں نے یہاں قیام کیا ہو۔ کیا شب بسری کی تھی۔"

سالم بن عطوف سنجیدہ ہو گیا، کہنے لگا۔ "نہیں بیٹے۔"

"اگر میں نے نشار کے ہوتے ہوئے یہاں قیام نہیں کیا تھا تو بیازین بھی آپ کی بی

ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے میں یہاں قیام کرتا، شب بسری کرتا اچھا نہیں لگتا۔" اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "اب مجھے روکئے گا نہیں۔ میرا واپس جانا بہت ضروری ہے۔"

اس موقع پر گہری سنجیدگی میں بیازین بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ یوسف بن بخت نے اسے مخاطب کیا۔ "بیازین! تمہارے لئے بہتر یہی ہو گا کہ تم اپنے بستر پر لیٹی رہو۔ آرام کرو۔ بخار کے بعد اس طرح اٹھو گی تو لرزتے کانپتے گر جاؤ گی۔ پہلے ہی تم دبلی پتلی سی ہو۔ بخار نے تمہیں اور کمزور کر دیا ہے۔"

یوسف بن بخت اپنی بات مکمل نہیں کر سکا۔ اس لئے کہ بیازین مسکراتے ہوئے بول اٹھی۔ "امیر! ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ میں لرزنے کانپنے اور گرنے والی نہیں ہوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر مستقر کی طرف جائیے گا۔"

اس پر یوسف بن بخت مڑا اور مڑنے کے ساتھ ہی کہنے لگا۔ "نہیں، ایسا نہیں۔ میرا جانا بہت ضروری ہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اور باہر نکل گیا تھا۔ سب لوگ اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ و یوسف بن بخت نے اپنے ایک سالار ثعلبہ کو سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین کو زیر کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ ثعلبہ سرقسطہ پہنچا، شہر کے قریب اس نے پڑاؤ کیا، شہر پر حملہ آور ہونا شروع ہوا۔ سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین نے اپنی طاقت کو سرقسطہ میں یکجا کر لیا تھا۔ گاہے بگاہے وہ سرقسطہ شہر سے نکلتے، ثعلبہ کے لشکر پر حملہ آور ہوتے اور اسے نقصان پہنچا کر پھر شہر میں محصور ہو جاتے کہ اس طرح یہ سلسلہ کچھ دن تک جاری رہا۔ اس ٹکراؤ کے دوران سلیمان بن یقطان اور یحییٰ بن حسین نے دو کام کیے۔ پہلا یہ کہ انہوں نے تیز رفتار قاصد عباسی خلیفہ کی طرف بغداد بھجوائے اور اس سے کہا کہ ہم نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کے خلاف شمال میں ایک خاصی بڑی قوت جمع کر لی ہے اور اگر وہ ہماری مدد کرے تو ہم عبدالرحمٰن بن معاویہ کو شکست دے کر اندلس سے نکلنے پر مجبور کر سکتے ہیں اور اندلس میں بنو عباس کی حکومت قائم کر دیں گے۔ یہ ان کا پہلا قدم تھا۔ اب انہوں نے دوسرا کام یہ کیا کہ تیز رفتار قاصد ایک بار پھر انہوں نے فرانس

کے بادشاہ شارلیمان کی طرف روانہ کیے اور اسے یہ ترغیب دی کہ عباسی خلیفہ بھی بغداد سے ایک لشکر ہماری مدد کے لئے بھیج رہا ہے۔ تم بھی اپنا لشکر لے کر آ جاؤ۔ اس طرح عباسی، ہماری اور تمہاری، تینوں قوتیں جمع ہو جائیں گی تو عبدالرحمٰن بن معاویہ مقابلہ نہیں کر سکے گا اور ہسپانیہ ہمارا ہو گا۔ انہوں نے شارلیمان سے یہ بھی کہا کہ ان دنوں ہم عبدالرحمٰن بن معاویہ کے چھوٹے سالار کے ساتھ برسرپیکار ہیں۔ اگر شارلیمان اپنے لشکر کے ساتھ آ جائے تو عبدالرحمٰن بن معاویہ کے چھوٹے لشکر کو شکست دے کر اسے ہم گرفتار کر کے اس کے ذریعہ عبدالرحمٰن بن معاویہ سے کافی مراعات حاصل کر سکتے ہیں۔

شارلیمان پہلے ہی غم وغصہ سے بھرا بیٹھا تھا اور وہ اندلس میں اپنی شکست کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس وقت تک اس نے اپنے سب سے بڑے حریف وٹی کنڈ کو بھی شکست دے کر مغلوب کر لیا تھا لہٰذا اس نے پھر پہلے جیسی حماقت کی اور ایک لشکر لے کر پھر اندلس میں داخل ہوا۔

ادھر جب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو خبر ہوئی کہ شارلیمان ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ ہسپانیہ میں داخل ہو رہا ہے تو اپنے لشکر کو لے کر وہ بھی قرطبہ سے روانہ ہوا۔ اس بار شارلیمان کو بلانے والا سلیمان بن یقطان اکیلا تھا۔ یحییٰ بن حسین دو امور سے اختلاف کر رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ہمیں شارلیمان کو اپنی سرزمینوں میں دعوت نہیں دینی چاہیے تھی۔ اس لئے کہ اس سے پہلے وہ سلیمان بن یقطان کو گرفتار کر چکا تھا لیکن اس کی اس گفتگو کا اثر سلیمان پر نہ ہوا۔ لہٰذا اس نے شارلیمان کو بلا لیا۔ شارلیمان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ہسپانیہ پہنچ گیا۔

اب ثعلبہ کے پاس چھوٹا سا ایک لشکر تھا اور وہ اکیلا یحییٰ بن حسین، سلیمان بن یقطان اور شارلیمان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور اسے پسپائی ہوئی اور پسپائی کے دوران ثعلبہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار کر کے ثعلبہ کو سلیمان بن یقطان نے شارلیمان کے حوالے کر دیا۔ اسے کہا کہ وہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف قاصد بھجوائے کہ وہ ثعلبہ کو زندہ سلامت واپس لینا چاہتا ہے تو پھر فدیے کے طور پر معقول اور بھاری رقم ہمیں ادا کرے۔

شارلیمان نے سلیمان بن یقطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ ابھی وہ ثعلبہ کے سلسلے میں عبدالرحمٰن بن معاویہ سے مراعات حاصل کرنے کے لئے اپنے قاصد بھجوانا ہی چاہتا تھا کہ اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے سالاروں کے ساتھ ایک کافی بڑا لشکر لے کر شمال کا رخ کر رہا ہے تا کہ جب شارلیمان پلٹ کر فرانس جانا

چاہے تو وہ اس پر حملہ آور ہو کر اسے تہس نہس اور برباد کر دیا جائے۔ یہ خبر سن کر شارلیمان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ثعلبہ کو اس نے چھوڑ دیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ بھاگ نکلا۔

اب شارلیمان کی خوش قسمتی کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے پہنچنے سے پہلے ہی پہلے وہ ہسپانیہ سے نکل کر فرانس میں داخل ہو گیا۔ دوسری طرف یحییٰ بن حسین اور سلیمان بن یقطان کے درمیان اختلاف عداوت کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ ایک روز جمعہ کے روز سلیمان بن یقطان سرقسطہ کی جامع مسجد میں گیا تو یحییٰ بن حسین نے اپنا ایک خاص آدمی اسے قتل کرنے کے لئے مقرر کیا جو یکایک اس پر حملہ آور ہوا اور سلیمان بن یقطان کو قتل کر دیا۔ اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد سلیمان بن یقطان کے بیٹے ایک لشکر جوان کا ہمنوا تھا اسے لے کر اربونا شہر کی طرف بھاگ گئے۔

شمال کی طرف بڑھتے ہوئے جب عبدالرحمٰن بن معاویہ کو پتہ چلا کہ شارلیمان تو فرانس جانے کے لئے بھاگ گیا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں یحییٰ بن حسین نے سلیمان بن یقطان کو قتل کر دیا ہے۔ تب اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا۔ ایک چھوٹے سالار ''غالب'' کو اس لشکر کا کماندار بنا کر سرقسطہ کی طرف روانہ کیا۔

اس غالب کا یحییٰ بن حسین سے سرقسطہ کے نواح میں ٹکراؤ ہوا۔ یحییٰ بن حسین کو اس نے شکست دی۔ اس شکست کے نتیجہ میں اس نے یحییٰ بن حسین کے بہت سے سالار اور اس کا ایک بیٹا بھی گرفتار کر لیا اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

شارلیمان کے بھاگ جانے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ سرقسطہ پہنچ گیا۔ اس بار امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ سرقسطہ اور بارسلونہ کی بغاوتوں کو ہمیشہ کے لئے فرو کر کے رہے گا لہٰذا اس نے شہر کے باہر منجنیقیں نصب کیں اور شہر پر سنگ باری کرتے ہوئے اس نے شہر پناہ کا ایک حصہ گرا دیا پھر شہر پر وہ حملہ آور ہوا۔ یحییٰ بن حسین کے لشکر کو بدترین شکست دے کر کاٹ کر رکھ دیا۔ یحییٰ بن حسین کو گرفتار کر لیا گیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس طرح بارسلونہ اور سرقسطہ کی بغاوتوں کو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

اب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ ایک طرح سے اندرونی بغاوتوں سے فارغ ہو چکا تھا۔ اندلس میں اس نے امن و امان قائم کر دیا تھا۔ اب اس نے دو کام کرنے کا ارادہ کیا۔ پہلا یہ کہ اندلس کے شمال میں جو عیسائی ریاستیں تھیں، انہیں ہر حالت میں اپنا مطیع اور

فرمانبردار بنائے۔ اس لئے کہ اکثر و بیشتر وہ اپنے علاقوں سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے تھے یا فرانس کے حکمران کے ساتھ اتحاد کر کے مسلمانوں کے لئے نقصان اور تکلیف کا باعث بنتے تھے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ شمال کا رخ کیا۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ سب سے پہلے شمالی اندلس کے صوبہ لوگرونوں کے شہر کلیرہ پہنچا جو دریائے سیڈاپوس کے بائیں کنارے آباد تھا۔ یہاں وہ نصرانیوں کے ایک بڑے لشکر سے ٹکرایا جو شمال کی عیسائی ریاستوں کا تھا۔ اس لشکر پر حملہ آور ہو کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے لشکر کو تہس نہس کر کے مکمل طور پر برباد کر دیا اور اس فتح کے نتیجہ میں اس کے ہاتھ کافی مال غنیمت اور قیدی بھی آئے۔ اب شمال میں امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک طوفان اور نہ رکنے والی آندھیوں کی صورت اختیار کر لی تھی۔ کلیرہ شہر کو فتح اور برباد کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن آگے بڑھا اور شہر شکیرہ پر حملہ آور ہوا۔ یہ بڑا مستحکم شہر خیال کیا جا سکتا تھا اور اس کا قلعہ بھی بہت مضبوط تھا۔ یہاں نصرانیوں پر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اس قدر طاقت وقوت اور سختی کے ساتھ حملہ آور ہوا کہ پہلے اس نے شہر کو فتح کیا پھر قلعے کو مسمار کر کے وہاں جس قدر مسلح عیسائی تھے، انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ علاقہ بھی اس نے اپنے لئے صاف کر دیا۔

اس کے بعد امیر بنبلونہ شہر کی طرف بڑھا جس پر کبھی عربوں کا قبضہ رہ چکا تھا۔ اس شہر پر بھی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اس سختی سے حملہ آور ہوا کہ وہاں کے عیسائی لشکری، امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہ شہر امیر کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

اپنی ان تین بہترین اور شاندار مہموں میں فتح یاب ہونے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ ایک دوسری عیسائی ریاست میں داخل ہوا جس کا نام بشکنس تھا۔ عیسائیوں کی ریاست بشکنس میں داخل ہونے کے بعد کئی مقام پر اس نے دشمن کے لشکروں کو بدترین شکست دی اور بشکنس کے وسیع علاقوں پر قابض ہو گیا۔ آخر میں عبدالرحمٰن بن معاویہ کا مقابلہ ہسپانیہ کے پرانے دشمن کاؤنٹ آف سرڈین سے ہوا۔ مسلمانوں اور نصرانیوں میں ایک خوفناک معرکہ ہوا۔ اس معرکے کے نتیجہ میں کاؤنٹ آف سرڈین بذات خود امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماضی میں جو اس سے غلطیاں ہوئی تھیں اس کی معافی مانگی۔ آئندہ کے لئے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا مطیع اور فرماں بردار رہنے کا عہد کیا۔ یہ بھی عہد کیا کہ وہ آنے والے دور میں جب تک زندہ رہا

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو خراج اور جذیہ ادا کرتا رہے گا۔ اس کے عہد کو قائم و دائم رکھنے کے لئے عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس کے ایک بیٹے کو اپنے پاس یرغمال رکھ لیا تھا۔ اس طرح امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے چند ہی ہفتوں کے اندر شمال کی ساری عیسائی ریاستوں کو اپنے پاؤں تلے روند کر اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر رکھ دیا تھا۔

شمال کی عیسائی ریاستوں کو اپنا باج گزار بنانے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے فرانس کا رخ کیا تھا۔ اس لئے کہ شارلیمان اس سے پہلے دو بار ہسپانیہ میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے داخل ہوا تھا اور امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے شارلیمان سے اس کا انتقام لینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ گو شارلیمان یورپ کا سب سے طاقتور اور بڑا لشکر رکھنے والا شہنشاہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کی طاقت اور قوت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ عبدالرحمٰن بن معاویہ فرانس میں داخل ہوا۔

فرانس کے میدانوں میں پہنچ کر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے فرانس کے جنوبی حصے کو بڑی تیزی سے تخاخت وتاراج کرنا شروع کر دیا۔ شارلیمان کا جو بھی لشکر اس کے سامنے آیا اسے اس نے نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ جو علاقہ اس کے سامنے آیا اسے اس نے فتح کر کے مسمار کر ڈالا۔ اس طرح اس نے بہت سے شہروں، بہت سے قلعوں کی فصیلیں اور شہر پناہیں گرا کر رکھ دیں اور یہ کام امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اس تیزی کے ساتھ کیا تھا کہ شارلیمان دنگ رہ گیا تھا۔ گو شارلیمان بہت بڑا لشکر رکھتا تھا لیکن اسے اتنی جرأت اور جسارت نہ ہوئی کہ وہ اپنا لشکر لے کر خود باہر نکلے اور امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کا مقابلہ کرے۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ جب جنوبی فرانس کے سارے علاقوں کو تہہ و بالا اور برباد کرنے کے بعد ایک جگہ پڑاؤ کرنے کے بعد حالات کا جائزہ لے رہا تھا اسے اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ فرانس کا شہنشاہ شارلیمان امیر عبدالرحمٰن کے حملوں سے ڈر کر شمالی فرانس کی طرف بھاگ گیا ہے۔ امیر عبدالرحمٰن نے جب دیکھا کہ شارلیمان اس کے مقابلے پر نہیں آتا تو جنوبی فرانس کو تباہ و برباد کرنے کے بعد جو کچھ اس کے ہاتھ لگا لے کر اور ہر چیز کو سمیٹتا ہوا وہ واپس ہسپانیہ آ گیا تھا۔

اب امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے جہاں ہسپانیہ کے اندر اٹھنے والی ساری شورشوں اور بغاوتوں کو ختم کر دیا تھا وہاں اس نے اپنے ہمسائے فرانس کے بادشاہ شارلیمان کی بھی طاقت اور قوت کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔

اندرون ملک اس کے سارے مخالفین ختم ہو چکے تھے۔ صرف ہسپانیہ کے سابق حکمران عبدالرحمٰن بن حبیب کا بیٹا ابولاسود بچا ہوا تھا اور وہ کہیں روپوش ہو چکا تھا۔ آخر عبدالرحمٰن بن معاویہ جب فرانس سے لوٹا تو اسے پتہ چلا کہ ابولاسود نے عبدالرحمٰن بن معاویہ کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر شمالی اندلس میں ایک لشکر جمع کر لیا ہے اور بغاوت کھڑی کرنے کے درپے ہے۔ اس پر فرانس سے واپسی پر امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس پر اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوا۔ سارے باغیوں کا اس نے خاتمہ کر دیا اور اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں ابولاسود بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اس طرح امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے جہاں اندرون ملک میں مکمل طور پر امن و امان کر کے رکھ دیا تھا وہاں اس نے اپنے تیز حملوں و جرأت مندی اور دلیری سے اہل یورپ پر بھی اپنی دھاک بٹھا کر رکھ دی تھی۔ اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ فرانس کے فاتح کی حیثیت سے قرطبہ کا رخ کر رہا تھا۔

۞۞۞

مؤرخین لکھتے ہیں کہ فرانس کا شہنشاہ شارلیمان امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے حملوں سے ایسا خوف زدہ اور ایسا سہم گیا کہ وہ یہ سوچنے لگ گیا کہ اپنے ایک ہی حملے میں عبدالرحمٰن نے پورے جنوبی فرانس کو اپنے پاؤں تلے روند کر رکھ دیا ہے اور اگر ایک بار پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ کسی وجہ سے فرانس کے اندر گھس گیا تو پورے فرانس کو نہ صرف روندے گا بلکہ فرانس پر قبضہ کر کے اسے ہسپانیہ کا باج گذار بنا کر رکھ دے گا۔ ان وسوسات اور ان اندیشوں کو سامنے رکھتے ہوئے شارلیمان نے اپنا ایک وفد امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کی طرف بھجوایا۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے شارلیمان نے پہلے یہ پیش کش کی کہ امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں اس نے صلح کی درخواست کی۔

امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے شارلیمان کی اس صلح کی درخواست کو قبول کر لیا۔ شارلیمان نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو جو دوسری پیش کش کی تھی وہ یہ تھی کہ اس نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ سے کہلا بھجا کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو دینا چاہتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ شارلیمان کی بیٹی انتہاء درجہ کی حسین اور خوبصورت تھی اور اس کے حسن و خوبصورتی کے چرچے پورے یورپ میں تھے۔ شارلیمان کو قوی امید تھی کہ جب وہ اپنی لڑکی امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو پیش کرے گا تو وہ اس سے شادی کرنے کے لئے ضرور سوچے گا اس لئے کہ دور و نزدیک اس کی بیٹی کے حسن و خوبصورتی کے چرچے تھے۔

چنانچہ جب شارلمان کے وفد نے امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو یہ پیش کش کی کہ فرانس اور ہسپانہ کے درمیان صلح رکھنے کے لئے آپ شارلیمان کی بیٹی سے شادی کر لیں تو امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ نے صلح کی درخواست تو قبول کر لی لیکن شارلیمان کی بیٹی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو شارلیمان کی بیٹی کو اپنی بیوی بنانے سے غالباً اس لئے انکار تھا کہ جس طرح ہسپانیہ میں طارق بن زیادہ اور موسیٰ بن نصیر کے بعد امیر عبدالعزیز نے جو موسیٰ بن نصیر کا بیٹا تھا، ہسپانیہ کے بادشاہ راڈرک کی بیوہ انجیلونہ سے شادی کر لی تھی اور اس نے امیر عبدالعزیز کی حرم سرا میں داخل ہو کر حکومت اسلامیہ کو نقصان پہنچایا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ کو خدشہ تھا کہ کہیں یہ عیسائی شہزادی بھی اس کے حرم میں داخل ہو کر مسلمانوں اور اسلامی سلطنت کے لئے خطرناک ثابت نہ ہو۔ لہٰذا اس نے شارلیمان کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اور اس کی بیٹی سے شادی کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

❁❁❁

ربیکا اور صفا دونوں سالم بن عطوف اور عبورہ کی حویلی میں داخل ہوئیں۔ اس وقت وہ دونوں بیازین کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ربیکا اور صفا دونوں جب دیوان خانہ میں داخل ہوئیں تو بڑی شفقت اور محبت سے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئیں تب عبورہ نے ربیکا کو مخاطب کیا۔

''بیٹی! امیر یوسف بن بخت کا کوئی پتہ ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔''

اس پر تیز نگاہوں سے ربیکا نے عبورہ کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔ ''خالہ! خیریت تو ہے۔''

جواب میں افسردہ سے لہجے میں عبورہ کہنے لگی۔ ''بیٹی! تھوڑی دیر پہلے بیازین امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ سے مل کر آ گئی ہے۔ اس نے امیر سے واپس فرانس جانے کی اجازت لے لی ہے اور امیر نے خوشی سے واپس جانے کی اجازت بھی دے دی ہے بلکہ امیر یوسف بن بخت کے ذمہ یہ کام لگایا ہے کہ وہ چند محافظ دستوں کے ساتھ بیازین کو خود فرانس کی سرحدوں کے اندر چھوڑ کر آئے۔ اب بیازین بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی ہے۔''

ربیکا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''میں اور صفا ان کے پاس سے اٹھ کر آ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں امیر یوسف بن بخت اور تمام بن علقمہ، بدر کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔ میں اور صفا وہیں سے نکل کر آ رہی ہیں۔ ہمارے پیچھے پیچھے وہ تینوں بھی یہیں آ رہے ہیں۔ اس پر بیازین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

لگی۔ ''میں اپنے کمرے میں روانگی کے لئے اپنا جو مختصر سامان ہے وہ سمیٹ لوں۔ امیر یوسف بن بخت آئیں تو انہیں میرے کمرے میں بھیجئے گا۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر ان سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی بیازین وہاں سے اٹھ کر اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر عبورہ نے ربیکا کو مخاطب کیا۔ ''بیٹی! کیا بات ہے، بیازین آج الجھی الجھی، پریشان اور فکرمند سی ہے۔ تم نے اسے کچھ کہا تو نہیں۔''

اس پر ربیکا نے پہلے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اس کے ساتھ ہی صفا بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی پھر ربیکا دھیمے سے لہجے میں سالم بن عطوف اور عبورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بابا! آپ اور اماں بالکل خاموش رہیے گا۔ میں اور صفا دونوں نے مل کر امیر یوسف بن بخت اور بیازین کو ایک چکر دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ دونوں ہمارے جال میں کیسے بے بس پرندوں کی طرح پھڑک پھڑک کر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔''

اس پر بڑی تشویش میں ربیکا کی طرف دیکھتے ہوئے عبورہ کہنے لگی۔ ''بیٹی! ہمیں بھی تو کچھ بتاؤ، کیا معاملہ ہے؟''

ربیکا نے نفی میں گردن ہلائی۔ ''نہیں اماں، ابھی تو کچھ نہیں بتاؤں گی۔ یہ معاملہ بڑا سنجیدہ ہے اس میں بہت بڑی ناراضگی کا پہلو بھی نکل سکتا ہے۔ لہٰذا اس معاملہ کو صرف مجھ تک اور صفا تک ہی رہنے دیں۔''

ربیکا کی اس گفتگو کا جواب عبورہ دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ کمرے میں یوسف بن بخت، تمام بن علقمہ اور بدر داخل ہوئے تھے۔ جب وہ آگے بڑھ کر خالی نشستوں پر بیٹھنے لگے تب یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے ربیکا کہنے لگی۔ ''بھائی! آپ فی الحال یہاں نہ بیٹھئے گا۔ بیازین ابھی ابھی یہاں سے اٹھ کر گئی ہے۔ اپنی خوابگاہ میں اپنا سامان سمیٹ رہی ہے اور جاتے ہوئے کہہ گئی ہے کہ آپ کو اس کے پاس بھیجا جائے۔ وہ کسی اہم موضوع پر علیحدگی میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہے۔''

بدر اور تمام بن علقمہ تو آگے بڑھ کر بیٹھ گئے۔ یوسف بن بخت کھڑا رہا۔ پہلے گہری نگاہ ربیکا اور صفا پر ڈالی پھر جواب طلب انداز میں عبورہ کی طرف دیکھا۔ اس پر عبورہ کہنے لگی۔ ''بیٹے! ربیکا ٹھیک کہہ رہی ہے، بیازین ابھی ابھی یہاں سے اٹھ کر گئی ہے وہ تم سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتی ہے۔ جاؤ، تم اس کے کمرے میں، وہ تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔''

اس پر سوچنے کے انداز میں یوسف بن بخت کی گردن جھک گئی تھی۔ دیوان خانہ سے نکل کر وہ بیازین کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ بیازین اس وقت اپنا ذاتی سامان سمیٹ رہی تھی۔ دروازے پر کھڑے ہو کر یوسف بن بخت نے پہلے کھنکارا، بیازین چونکی مڑ کر یوسف بن بخت کی طرف دیکھا۔ لبوں پر ہلکا سا تبسم تھا۔ اس موقع پر یوسف بن بخت نے اسے مخاطب کیا۔ ”کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔“

ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیزیں بیازین نے مسہری پر رکھ دیں پھر اپنے دونوں ہاتھ اس نے اپنی کمر پر رکھے اور کسی قدر خفگی کے اظہار میں کہنے لگی۔ ”آپ کو پوچھ کر آنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں پہلے بھی کئی بار آپ سے کہہ چکی ہوں کہ.....“

اس پر یوسف بن بخت کمرے میں داخل ہوا، بیازین کی بات اس نے کاٹ دی۔ کہنے لگا۔ ”لو، میں اندر داخل ہو گیا ہوں۔“ اور ساتھ ہی آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے بیازین بھی ایک نشست پر ہو بیٹھی پھر بیازین کو یوسف بن بخت نے مخاطب کیا۔ ”ربیکا نے مجھے کہا ہے کہ تم کسی اہم موضوع پر مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی ہو۔ کیوں، خیریت تو ہے۔ کیا تم نے اپنی روانگی کی تیاری کر لی ہے۔“

بیازین نے کچھ سوچا پھر یوسف بن بخت کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”ربیکا نے آپ سے ٹھیک ہی کہا ہے۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ پہلے یہ بتائیں کہ آپ نے میرے متعلق ربیکا اور صفا سے کچھ کہا ہے۔“

بیازین کے اس استفسار پر حیرت سے بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے یوسف بن بخت کہنے لگا۔ ”میں نے تو تمہارے متعلق ان دونوں سے کچھ نہیں کہا۔“

بیازین نے پھر اپنی بات پر زور دیا۔ ”اچھی طرح سوچ لیں، بعد میں نہ کہئے گا کہ میں بھول گیا تھا۔“

”بیازین! تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارے سامنے جھوٹ بول رہا ہوں۔“

اس پر معذرت طلب انداز میں بیازین کہنے لگی۔ ”نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ میں جانتی ہو آپ جھوٹ نہیں بول سکتے لیکن جو باتیں انہوں نے کہی ہیں وہ بڑے وثوق سے کہی ہیں۔ اگر آپ نے میرے متعلق ان سے کچھ نہیں کہا تو اس کا مطلب ہے، انہوں نے جھوٹ بول کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔“

اس موقع پر بیازین کے خوبصورت اور حسین چہرے پر خفگی اور ناراضگی کے آثار پھیل

گئے تھے پھر پاؤں پٹختے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور یوسف بن بخت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”میں ابھی ان سے بات کرتی ہوں کہ جو بات آپ نے میرے متعلق کہی نہیں وہ انہوں نے جھوٹ کا سہارا لے کر آپ سے منسوب کیوں کی۔“

بیازین جب باہر نکلنے لگی تو یوسف بن بخت کو اچانک نہ جانے کیا سوجھی، ایک دم اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑھ کر اس نے بیازین کا بازو پکڑ لیا۔ اس کی اس حرکت پر بیازین دنگ رہ گئی تھی۔ عجیب سے انداز میں یوسف بن بخت کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یوسف بن بخت نے نشست کی طرف اشارہ کیا۔ ”پہلے بیٹھو اور میری بات سنو۔“

بیازین چپ چاپ کسی معصوم اور فرمانبردار بچے کی طرح جہاں سے اٹھی تھی، وہیں ہو بیٹھی تھی۔ یوسف بن بخت نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ”پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے ربیکا اور صفا سے میرے متعلق کچھ کہا ہے۔“

بیازین نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ ”میں نے تو آپ سے متعلق ان دونوں سے کچھ نہیں کہا۔“

بیازین کے اس انکشاف سے یوسف بن بخت کچھ دیر سوچتا رہا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔ ”اس کا مطلب ہے ربیکا اور صفا دونوں نے ہمیں بے وقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال یہ کہو کہ ان دونوں نے میرے متعلق کیا کہا ہے۔“

بیازین شرمانے لگی تھی۔ گردن اس کی جھک گئی تھی۔ رنگ اس کا پہلے کی نسبت زیادہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ حسین اور خوبصورت اور پرکشش لگنے لگی تھی۔ پھر شرماتی ہوئی آواز، لجاتے ہوئے انداز میں کہنے لگی۔ ”پہلے آپ بتائیں، کہ دونوں نے آپ سے میرے متعلق کیا کہا ہے۔“

یوسف بن بخت نے کچھ سوچا پھر بیازین سے کہنے لگا۔ ”بیازین! میں ڈرتا ہوں وہ بات اگر میں نے تم سے کہی تو تم ناراض ہو جاؤ گی اور میں تمہاری ناراضگی پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا جو ان دونوں نے تمہیں میرے متعلق کہا ہے، وہ تم کہو۔“

اس پر دھیمے سے لہجے میں بیازین کہنے لگی۔ ”جو کچھ ان دونوں نے مجھے آپ سے متعلق کہا ہے وہ اگر میں کہوں تو مجھے بھی خدشہ ہے کہ آپ ناراض ہو جائیں گے۔ میں ہر چیز برداشت کر سکتی ہوں، آپ کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی۔ لہٰذا میری آپ سے التماس ہے کہ جو کچھ ان دونوں نے آپ سے کہا ہے، وہ آپ پہلے مجھ سے کہیں، بعد میں جو مجھ سے کہا ہے وہ میں آپ سے کہہ دوں گی اور میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں

آپ سے ناراض ہوں گی نہ خفا ہوں گی۔ جو بات انہوں نے آپ سے کی ہے اگر وہ میرے مزاج کے خلاف ہوئی تب بھی میں برداشت کروں گی۔ ناراضگی کا اظہار نہیں کروں گی۔“

بیازین کے ان الفاظ پر یوسف بن بخت کو حوصلہ ہوا، کہنے لگا۔ ”ان دونوں نے تو مجھ سے کہا تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ لہٰذا کوئی مناسب موقع جان کر مجھے تم سے اظہار کرنا چاہیے اور تمہیں شادی کی پیش کش کرنی چاہیے۔ بیازین، جو کچھ انہوں نے مجھ سے کہا ہے وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ اب تم کہو کہ انہوں نے تم سے کیا کہا ہے۔“

بیازین کے چہرے پر اس وقت گہرا تبسم تھا، کہنے لگی۔ ”وہ دونوں بڑی شرارتی ہیں، انہوں نے مجھ سے بھی یہی کہا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن اس کا اظہار نہیں کر پا رہے۔ اس لئے کہ میں نے واپس فرانس جانے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اگر میں اپنی محبت کا تھوڑا سا اشارہ بھی دوں تو آپ مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کریں گے۔“

بیازین کے ان الفاظ پر ہلکا سا قہقہہ لگا کر یوسف بن بخت ہنس دیا تھا۔ بیازین بھی ہلکے قہقہے میں ہنس رہی تھی پھر اچانک دونوں خاموش ہو گئے۔ اس موقع پر بیازین کو مخاطب کر کے یوسف بن بخت کہنے لگا۔ ”بیازین! جو کچھ انہوں نے کہا ہے، کیا اس میں کوئی حقیقت ہے۔“

بیازین ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھی ایک پیار بھری محبت سے بھرپور نگاہ اس نے یوسف بن بخت پر ڈالی تھی، کہنے لگی۔ ”امیر! اب ایسا موقع ہے کہ بات کھل ہی رہی ہے تو میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے میری طرف سے تو یہ صحیح اور بالکل درست ہے۔ آپ کی طرف سے میں نہیں جانتی، آپ کے دل میں میرے لئے کیا ہے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد بیازین رکی پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ ”امیر! خدا جھوٹ نہ بلوائے جبکہ مجھے تنہائی میں آپ سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے تو میں آپ سے اپنے دل کی بات اور کیفیت ضرور کہوں گی۔ امیر، قسم خدا اور رسول ﷺ کی جس وقت آپ نے دوسری فرانسیسی لڑکیوں کے ساتھ مجھے گرفتار کیا تھا، آپ کے پڑاؤ ہی میں آپ کے اخلاق، آپ کے کردار اور آپ کی شجاعت و دلیری کو دیکھتے ہوئے میں آپ کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ آپ کی طرف یہ مائل ہونا گہری اور شدید محبت کی صورت اختیار کر گیا۔ امیر، زیست کے جنگل میں چاہت اور محبت اور آنکھوں کے منجھدار میں محبت

بھری خواہشوں کے عکس پوچھ کر نہیں آتے۔ جبر کی دھول اور سیل تند رو کی طرح محبت وارد ہوتی ہے اور بڑے بڑے سنگدلوں کو ریشمی جسم، پھول چہروں جیسا نرم بنا کر رکھ دیتی ہے۔ محبت جب کسی کو اپنا ہدف بناتی ہے تو کونپل سے گداز جذبوں، ساون رُت کی پھوار، پونم چاند کی چاندنی اور پھولوں پر برستی شبنم کی طرح نزول کر جاتی ہے۔ امیر، یہی کیفیت میرے ساتھ بھی ہوئی۔ آپ کے پڑاؤ میں جب میں آپ کی طرف مائل ہوئی تھی۔ یہاں قرطبہ میں آنے کے بعد وہ جذبہ پروان چڑھتا رہا پھر بڑی تیزی سے آپ کی محبت میرے ہونٹوں کی شبنم، میرے سینے کی آگ، میری آنکھوں کی روشنی، دل کی خلش، میری روح کا گھاؤ بنتی چلی گئی تھی اور میں اپنی اس محبت کو خاموشی کے ساتھ بصارتوں کے جھیل جذبوں کی یلغار اور حریم دذات کی ہلچل میں چھپائے آپ کا سامنا کرتی رہی۔“ اتنا کہنے کے بعد بیازین رکی پھر دکھ بھرے انداز میں یوسف بن بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”امیر! میں اندر ہی اندر آپ کو چاہتی رہی۔ آپ سے محبت کرتی رہی۔ جب آپ یہاں نہیں آتے تھے تو بے چین ہو جاتی تھی۔ بڑی شدت سے آپ کا انتظار کرتی تھی۔ پر آپ نے کبھی میرا ہاتھ تھام کر یہ نہ کہا۔ بیازین، مجھے تمہاری ضرورت ہے، تم واپس فرانس نہ جاؤ، میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ ربکا جب کبھی مجھے واپس جانے سے روکتی تو میں کہہ دیتی کہ واپس جانا میری ایک مجبوری ہے اور مجبوری یہی تھی کہ آپ مجھ سے اظہار محبت نہ کر رہے تھے۔“

اتنا کہنے کے بعد بیازین کی گردن جھک گئی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی سماعت سے یوسف بن بخت کی آواز ٹکرائی۔ ”بیازین! تم جیسی خوبصورت لڑکی سے محبت نہ کرنا بدقسمتی ہے۔ میں تمہیں چاہتا تو تھا پر اپنی محبت کو آگے بڑھاتے ہوئے ڈرتا تھا اس لئے کہ تم واپس جانے کا عزم کیے ہوئے تھی اور میں تم سے اپنی محبت کا اظہار نہ کر پایا۔“ اس کے ساتھ ہی یوسف بن بخت کو نہ جانے کیا سوجھی، اپنی جگہ سے اٹھا۔ یکدم اس نے بیازین کا بازو تھام لیا پھر چاہت بھرے انداز میں کہنے لگا۔ ”بیازین! اب واپس جانے کا ارادہ ترک کر دو۔ میں تمہاری ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ میرے پاس رہو۔“

بیازین کا مرمر سے تراشا ہوا جسم کپکپا اٹھا تھا۔ اس کے گلابی عارض، دہکتے لب پہلے کی نسبت اور زیادہ سرخ ہو کر اسے زیادہ حسین اور پرکشش بنا رہے تھے۔ وہ اپنی لچکتی کمر کو بل دیتی ہوئی اس طرح اٹھی جیسے بزم طرب میں کوئی مجسم حسن حرکت کرتا یا کمال قدرت کی صناع میں شفاف پیکر، رنگ بکھیرتی خوشیوں میں کوئی خواہشوں کی تتلیوں کی

طرح حرکت میں آتا ہے۔ اس نے بڑی سپردگی کے انداز میں اپنا سر یوسف بن بخت کے شانے پر رکھ دیا تھا۔ اپنے مرمریں بازو اس نے اس کی گردن کے گرد پھیلا دیئے تھے۔ اس کے ریشمی بال یوسف بن بخت کے کندھوں پر بکھر گئے تھے۔ اپنے نازک سجیلے ہاتھوں کی تیکھی نوکیلی انگلیوں سے وہ یوسف بن بخت کی گردن سہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''بیازین آپ کی ہے اور ہمیشہ آپ کی رہے گی۔ اگر میری محبت کے جواب میں آپ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں، مجھ سے چاہت کا جذبہ رکھتے ہیں تو آپ کی زندگی کی ساتھی اور آپ کی بیوی بن کر میں جانوں گی، خداوند قدوس نے دنیا بھر کی خوشیاں اور نعمتیں میری جھولی میں ڈال دی ہیں۔'' پھر بیازین اپنا منہ یوسف بن بخت کے کان کے پاس لے گئی اور محبت بھری سرگوشی میں کہنے لگی۔ ''امیر! میں جانے والی نہیں تھی۔ آپ کو یہ جان کر بھی خوشی ہوگی کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ فرانس واپس جانے کا ذکر بھی کبھی اس لئے کرتی تھی کہ آپ اس سے متاثر ہو کر مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کریں اور میں آپ کی محبت کا جواب بھرپور چاہت سے دوں۔ میں خدائے مہربان کی شکرگزار ہوں۔ آج میری امیدیں بھر آئیں۔ میری خواہشیں اپنی تکمیل کو پہنچیں......''

اس سے آگے بیازین کچھ نہ کہہ سکی، تڑپ کر علیحدہ ہوگئی۔ اس لئے کہ عین اسی لمحہ بیازین کی خواب گاہ کے دروازے پر ربیکا اور صفا نمودار ہوئی تھیں پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ربیکا کہنے لگی۔ ''خدا کا شکر ہے۔ تم دونوں ل سے میں نے جو پیار کی من گھڑت کہانی کہی تھی۔ اس نے اصلیت اور حقیقت کا روپ دھار لیا ہے۔''

ربیکا کے ان الفاظ کے جواب میں یوسف بن بخت کہنے لگا۔ ''ربیکا، میری بہن! تو ٹھیک کہتی ہے۔ بیازین اب واپس نہیں جائے گی۔ ہم دونوں شادی کریں گے۔''

یوسف بن بخت کے یہ الفاظ دہراتی ہوئی ربیکا اور صفا دیوان خانے کی طرف بھاگی تھیں۔ اسی لمحہ دروازے پر بدر اور تمام بن علقمہ نمودار ہوئے۔ بدر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ابن بخت، میرے بھائی! میں اور ابن علقمہ جا رہے ہیں۔ آپ اور بیازین کی شادی کے سارے انتظامات کر کے جلد لوٹتے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی وہ مڑے اور حویلی سے نکل گئے تھے۔ ربیکا پھر صفا کے ساتھ وہاں آئی اور کہنے لگی۔

''اب آپ دونوں اس کمرے سے نکل کر دیوان خانے کی طرف چلیں تاکہ عم اور خالہ بھی آپ دونوں کو یوں دیکھ کر خوش ہوں۔ آپ دونوں کی شادی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔''

یوسف بن بخت اور بیازین جب کمرے سے نکلنے لگے تو ربیکا بھاگ کر ان کے

سامنے آئی انہیں روک کر اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ''یوں نہیں، پہلے دونوں پیار بھرے انداز میں ایک دوسرے کے ہاتھ تھامیں پھر میرے اور صفا کے پیچھے پیچھے دیوان خانے کی طرف چلیں۔''

یوسف بن بخت مسکرا دیا۔ بیازین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''بیازین! یہ ربیکا تو کوئی لمبا ہی چکر چلانے لگی ہے۔''

بیازین سے پہلے ربیکا بول اٹھی۔ ''میرے چکر آپ دونوں کے لئے سودمند ہی ثابت ہوئے ہیں۔ اگر میں اور صفا مل کر پہلا چکر نہ چلاتیں تو آپ دونوں کی محبت ایک دوسرے پر عیاں ہی نہ ہوتی۔ بیازین فرانس میں آپ کے لئے تڑپ رہی ہوتی اور آپ یہاں اسے یاد کر رہے ہوتے۔ چلیں پکڑیں ایک دوسرے کے ہاتھ۔''

بیازین نے یوسف بن بخت کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ ''کوئی بات نہیں۔ ان کی خوشی ہماری خوشی ہے۔ اگر یہ اس طرح خوش ہوتی ہیں تو پھر یوں ہی سہی۔''

پھر بیازین حرکت میں آئی مسکراتے ہوئے یوسف بن بخت کا ہاتھ اپنے خوبصورت نرم و گداز ہاتھ میں لیا اور کہنے لگی۔ ''اب چلیں، دیوان خانے چلتے ہیں۔''

ربیکا اور صفا دونوں خوش ہو کر مڑیں اور دیوان خانے کی طرف ہولیں۔ ان دونوں کے پیچھے یوسف بن بخت اور بیازین بھی ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اور مسکراتے ہوئے دیوان خانے کا رخ کر رہے تھے۔

ختم شد